بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبات

جلد ۱۲

قرآنی خاندانی نظام کی برکات

اور

مغربی تہذیب کی تباہ کاریاں

اُستاذ العلماء حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم

مدرسہ قاسم العلوم

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

قرآنی خاندانی نظام کی برکات

اور

مغربی تہذیب کی تباہ کاریاں

DEPOSITED

تالیف

استاذِ تفسیر مولانا حمید الرحمن عباسی

انجمن خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ لاہور

مکتبۃ الحسن

Marfat.com

297.16
خ 75 ح
92115
12 ۱۱۵

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت ——— اوّل

نام کتاب ——— قرآنی خاندانی نظام کی برکات اور مغربی تہذیب کی تباہ کاریاں

مؤلف ——— استاذ تفسیر حمید الرحمان عباسی

تعداد ——— گیارہ سو

طباعت ———

مکتبۃ الحسن

پبلشرز، بک سیلرز

33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

042-7241355,042-7018002,0300-4339699

Marfat.com

فہرست

۱	دیباچہ۔	۳
۲	نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔	۵
۳	سبب تالیف اور تعارف۔	۶
۴	خاندانی اور برادری نظام۔	۱۱
۵	خاندان اور برادری قائم کرنے کا پہلا اصول نکاح کے ذریعہ اولاد پیدا کرنا۔	۱۲
۶	برادری کی بنیادی کونسل قائم کرنیکا حکم اور اس کے ارکان کی تعداد۔	۱۶
۷	برادری کی بنیادی کونسل کا کوئی بھی رکن مشرک نہیں ہونا چاہیئے۔	۱۹
۸	برادری کی بنیادی کونسل کے تمام ارکان متقی، پرہیزگار اور دیانت دار ہونے چاہیئں۔	۲۰
۹	برادری کی بنیادی کونسل کا چیئرمین (خاوند) مرد ہونا چاہیئے۔	۲۲
۱۰	برادری کی بنیادی کونسل کے ارکان کے لیے شرائط مندرجہ ذیل ہونگی۔	۲۴
۱۱	برادری کی بنیادی کونسل کے چیئرمین (خاوند) کا دائرہ اختیار۔	۲۶
۱۲	بنیادی کونسل کے چیئرمین کا مرتبہ اور آداب۔	۲۸
۱۳	برادری کی بنیادی کونسل کے چیئرمین (خاوند) کی نافرمانی کرنیوالی ارکان کی سزا۔	۲۸

Marfat.com

ب

۱۴	برادری کی بنیادی کونسل کے چیئرمین (خاوند) کی فرمانبرداری کرنے والی ارکان (بیویوں) کی فضیلت۔	۲۹
۱۵	برادری کی بنیادی کونسل قائم کرنے کا طریقہ۔	۳۰
۱۶	اس کونسل کی حلف وفاداری پروقار تقریب میں ہونی چاہیئے جس میں کم از کم دو آدمی ہوں یا مسجد میں ہو اور اس کے لیے حسب توفیق کھانے کا اہتمام بھی ہونا چاہیے۔	۳۲
۱۷	اس کونسل کے لیے فنڈ کی فراہمی چیئرمین (خاوند) کی ذمہ داری ہے۔	۳۴
۱۸	بنیادی کونسل کی عورت ارکان چیئرمین (خاوند) کی اجازت کے سوا بقدر کفایت فنڈ استعمال کر سکتی ہیں۔	۳۶
۱۹	اولاد کو دودھ پلانے کی ذمہ داری والدہ پر ہے۔	۳۶
۲۰	اہل وعیال پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ مال بڑھاتا ہے۔	۳۸
۲۱	اس خاندانی خدمت کے فضائل اور مراتب۔	۳۹
۲۲	خاوند بحالت ایام ماہواری بیوی سے جماع نہ کرے۔	۴۱
۲۳	عورت کا پاخانہ والا راستہ استعمال کرنے والا ملعون ہے۔	۵۰
۲۴	اپنی بیوی کا بھید ظاہر کرنا گناہ ہے۔	۵۱
۲۵	ضبط تولید بیوی کی اجازت کے سوا جائز نہیں ہے۔	۵۲
۲۶	ہر مجرد مرد اور عورت کا نکاح کرانا چاہیئے۔	۵۴
۲۷	چیئرمین (خاوند) کو اپنی کونسل کی ارکان سے مساوانہ برتنے کا حکم اور اس کا طریقہ۔	۵۸
۲۸	چیئرمین (خاوند) اپنی کونسل کی ارکان اور اولاد کی اصلاح کی طرف توجہ دے۔	۶۸

۲۹	حکام بالا چیئرمین (خاوند) اور اس کی رعایا (بیویوں) کا اختلاف رفع کرنے کیلیے فریقین کی برادری کی کمیٹی قائم کریں۔	۸۰
۳۰	اخراج (طلاق) سے بچنے کے لیے بیوی (رکن کونسل) اپنے بعض حقوق چھوڑ سکتی ہے۔	۸۵
۳۱	ضوابط طلاق ضابطہ اوّل۔	۸۸
۳۲	دو دفعہ طلاق (رکنیت) معطل کرنے کے بعد مصالحت ہو سکتی ہے۔	۹۳
۳۳	سوائے کسی قصور کے چیئرمین (خاوند) اگر عورت کی رکنیت معطل کرے تو مہر (سیکورٹی) واپس نہیں لے سکتا۔	۱۰۵
۳۴	عورت خود اگر رکنیت سے استعفیٰ دے تو مہر (سیکورٹی) واپس کریگی۔	۱۰۷
۳۵	اگر کونسل کی کوئی رکن عورت بدزبان یا بدچلن ہو تو اس کی رکنیت معطل (طلاق) کرنے کے بعد بھی چیئرمین (خاوند) دیا ہوا مہر (سیکورٹی) واپس لے سکتا ہے۔	۱۱۰
۳۶	چیئرمین (خاوند) نے اگر کنایہ الفاظ سے عورت کی رکنیت (طلاق) معطل کی ہو تو عدّت کے اندر اندر مصالحت ہو سکتی ہے۔	۱۱۳
۳۷	چیئرمین (خاوند) بیوی کو کونسل کی رکنیت چھوڑنے کا اختیار دے سکتا ہے۔	۱۱۶
۳۸	اگر عورت کے رکن بننے سے پہلے چیئرمین نے اس کی رکنیت کا انکار کیا ہو تو رکنیت کے بعد اس انکار کا کوئی اثر نہیں پڑیگا۔	۱۱۹
۳۹	اگر چیئرمین (خاوند) بلا ارادہ بیوی کی رکنیت کالعدم قرار دے یا رجوع کے الفاظ بلا ارادہ استعمال کرے تو بھی وہ الفاظ مؤثر ہوں گے۔	۱۲۰

۴۰	جبر و اکراہ سے اخراج (طلاق) کرانا مؤثر نہیں ہے۔	۱۲۱
۴۱	چیئرمین (خاوند) اگر مجنون ہو جائے تو وہ کونسل کی ممبران (بیویوں) کا اخراج نہیں کر سکتا۔	۱۲۱
۴۲	خواجہ کی مالیت کا اخراج (طلاق) اور بچے کی طلاق معتبر نہیں ہے۔	۱۲۲
۴۳	چیئرمین (خاوند) اگر استعفیٰ پیش کر دے تو اُسے چار ماہ غور کے لیے دینا چاہیئں۔	۱۲۳
۴۴	چیئرمین (خاوند) اگر عورت ارکان کا کام پہ لگنے (صحبت سے پہلے) یا تقرر مہر (سیکورٹی) سے پہلے اخراج کرے تو اسے چاہیے کہ انہیں کچھ سامان وغیرہ دے کر رخصت کرے۔	۱۳۰
۴۵	چیئرمین (خاوند) اگر بیوی (ارکان کونسل) کو اپنے اوپر حرام قرار دے دے تو اس کا حکم۔	۱۳۴
۴۶	چیئرمین (خاوند) اگر اپنی بیوی (ارکان کونسل) کو اپنی محارم سے تشبیہ دے دے تو اس کا حکم۔	۱۳۹
۴۷	رکنیت معطّل ہونے کے بعد عورت سابق چیئرمین (خاوند) کی عدّت گزارے گی اور اس دوران اسی کے گھر میں رہے گی۔	۱۴۷
۴۸	بوڑھی عورت اور نابالغہ کی عدّت تین ماہ اور حاملہ کی وضع حمل ہے	۱۵۳
۴۹	حیض والیوں کی عدّت تین حیض ہے اس کے بعد کسی اور کونسل کی رکن بن سکتی ہیں۔	۱۵۸
۵۰	چیئرمین (خاوند) فوت ہونے کی صورت میں یہ عورت ارکان چار ماہ دس دن گزارنے کے بعد کسی اور ادارہ کی رکن بن سکتی ہے۔	۱۶۱

Marfat.com

۵۱	ازدواجی تعلقات استوار کرنے سے قبل ہی اگر خاوند بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی عدت نہیں۔	
۵۲	چیئرمین فوت ہونے کی صورت میں یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت وزارت پر ہے۔	۱۷۶
۵۳	یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے کی اخروی سزا۔	۱۸۶
۵۴	یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی دنیاوی سزا۔	۱۹۳
۵۵	یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، فضائل اور برکات۔	۱۹۴
۵۶	انسداد زنا کاری	۱۹۹
۵۷	زنا سے بچنے والوں کی دنیاوی اور اخروی کامیابی کا بیان۔	۲۰۲
۵۸	زنا کی مذمت کا بیان۔	۲۰۴
۵۹	زنا کی دنیاوی تباہ کاری۔	۲۰۶
۶۰	زنا کے ذریعہ انسانی شیرازہ بکھیرنے والوں کی دنیاوی سزا اور اس کے ثبوت کا طریقہ۔	۲۱۳
۶۱	زانیہ اور زانی کنوارے ہوں تو ان کی سزا سو، سو دُرّے ہیں اور شادی شدہ کی رجم ہے۔	۲۱۷
۶۲	زانی مرد یا عورت چار مرتبہ زنا کا از سرِ خود اعتراف کریں تب ان پر حد نافذ ہو گی۔	۲۱۸
۶۳	اگر زنا کا معترف، حد قائم ہونے سے پہلے یا درمیان میں منحرف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔	۲۴۰
۶۴	زانیہ اور زانی جماع کریں تب حد لازم ہوتی ہے	۲۴۱
۶۵	غلط فہمی میں دروں کی حد لگ جانے سے رجم ساقط نہیں ہوتی۔	۲۴۶

Marfat.com

۶۶	زنا بالجبر سے حد لازم نہیں ہوتی۔	۲۴۸
۶۷	لوطی (ہم جنسی) کی سزا کا بیان۔	۲۵۰
۶۸	عوام حدود معاف کر سکتی ہے حکومت معاف نہیں کر سکتی۔	۲۵۸
۶۹	عزت والوں کی حدود معاف نہیں ہو سکتی۔	۲۶۰
۷۰	حکام اپنے اقرار پر بھی حدود نافذ کریں۔	۲۶۱
۷۱	نفاذ حدود اللہ کی برکات۔	۲۶۲
۷۲	تہمت زنا کی دنیاوی سزائیں۔	۲۶۳
۷۳	تہمتِ زنا کی اخروی سزا۔	۲۶۵
۷۴	بنیادی کونسل کے ارکان کی ریٹائرمنٹ (ضعیفت) ہونے کے بعد ان کے اخراجات اور خدمت اولاد پر ہے۔	۲۷۰
۷۵	خدمت اور اطاعت والدین کی دنیاوی برکات۔	۲۷۹
۷۶	اطاعتِ والدین کی اخروی برکات۔	۲۸۳
۷۷	والدین کی نافرمانی کی دنیاوی نحوست۔	۲۸۹
۷۸	والدین کی نافرمانی کی اخروی سزا۔	۲۹۵
۷۹	خاندان اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے تعارف کا ذریعہ ہے۔	۲۹۷
۸۰	خاندانی نظام معاشرہ کے لیے باعثِ سکون اور محبت ہے۔	۲۹۸
۸۱	خاندانی نظام کے قیام کا مقصد باہم تعارف اور نیکی پھیلانا ہے۔	۲۹۹
۸۲	خاندان کا سردار سب سے زیادہ متقی ہونا چاہیئے۔	۳۰۱
۸۳	خاندان والوں کو اپنے سردار کا اکرام کرنا چاہیئے۔	۳۰۶
۸۴	سردار کے اکرام و احترام میں مبالغہ نہیں ہونا چاہیئے۔	۳۰۷
۸۵	خاندان کے سردار کو اپنے اس عہدہ پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔	۳۰۸

Marfat.com

ز

۸۶	فخر کرنے والے سردار کی سزا دوزخ ہے۔	۳۰۹
۸۷	بوقت شجاعت اپنے آباء واجداد کا نام لینا تکبری نہیں ہے۔	۳۱۰
۸۸	غرور عصبیت ختم کرنے کا واقعہ اول۔	۳۱۲
۸۹	غرور عصبیت ختم کرنے کا واقعہ دوم۔	۳۱۵
۹۰	ظلم پر کسی کی حمایت کرنے کا نام عصبیت ہے اور ایسا آدمی مسلمان نہیں ہے۔	۳۱۶
۹۱	تمام جانوروں اور پرندوں میں خاندانی نظام ہے۔	۳۱۸
۹۲	مثال اوّل کوّا برادری کی آپس میں ہمدردی۔	۳۱۹
۹۳	قیامت میں اہل ایمان کی دوستی اور برادری قائم رہے گی۔	۳۲۶
۹۴	جنت کے درجات اعمال کے اعتبار سے ہوں گے۔	۳۲۸
۹۵	مثال دوم۔ شہد کی مکھی کا قومی کردار۔	۳۳۵
۹۶	مثال سوم۔ چیونٹی کا قومی کردار۔	۳۴۵
۹۷	بحیثیت اشرف المخلوقات ہونے کے انسان کو بقیہ تمام اقوام اور خاندانوں پر کنٹرول اور انکی نگہداشت کا حکم۔	۳۵۰
۹۸	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عادلانہ فیصلوں کا حکم۔	۳۵۲
۹۹	مسلم حکام کو عادلانہ فیصلوں کا حکم۔	۳۶۷
۱۰۰	امانات کی قسمیں۔	۳۷۲
۱۰۱	دستور مملکت کے چند زرّیں اصول۔	۳۷۶
۱۰۲	نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا عدل۔	۳۷۸
۱۰۳	عدلِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔	۳۸۴
۱۰۴	عدلِ فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔	۳۸۵

Marfat.com

۱۰۵	عدلِ عثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۴۰۵
۱۰۶	عدلِ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۴۰۶
۱۰۷	عدل حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۴۰۸
۱۰۸	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۴۰۸
۱۰۹	اللہ تعالیٰ عادل حکمرانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔	۴۱۰
۱۱۰	عدلیہ کی اصلاح اور طریقہ خوفِ خدا۔	۴۱۴
۱۱۱	عہدۂ قضا سے اجتناب چاہیئے مگر ناگزیر حالات میں جائز ہے۔	۴۱۸
۱۱۲	قاضی کو ہشاش بشاش ہونا چاہیئے۔	۴۲۳
۱۱۳	قاضی مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے بیانات سنے۔	۴۲۵
۱۱۴	قاضی کو کھلی عدالت میں بیٹھنا چاہیئے۔	۴۲۹
۱۱۵	قاضی مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرے۔	۴۳۳
۱۱۶	انسدادِ رشوت۔	۴۳۶
۱۱۷	رشوت اور ہدیہ میں فرق۔	۴۳۹
۱۱۸	قاضی ہدیہ قبول نہ کرے۔	۴۴۰
۱۱۹	قاضی کے ناحق فیصلہ سے چیز حلال نہیں ہوتی۔	۴۴۲
۱۲۰	قاضی مدعی اور مدعا علیہ میں سے صرف کسی ایک کی دعوت نہ کرے۔	۴۴۵
۱۲۱	قاضی مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو برابر بٹھائے اور انکی طرف برابر توجہ نہ کرے۔	۴۴۷
۱۲۲	عمال کی تنخواہیں معقول ہونی چاہئیں۔	۴۴۸
۱۲۳	بددیانتی کی اخروی سزا۔	۴۵۴
۱۲۴	غیر مسلموں میں عدل کا فیصلہ کیا جائے۔	۴۵۸

Marfat.com

۱۲۵	حق وانصاف کی شہادت۔	۴۶۰
۱۲۶	تحقیق شہادت۔	۴۶۶
۱۲۷	آیت سے متعلقہ احکام ومسائل۔	۴۸۰
۱۲۸	بغیر تحقیق فیصلہ کرنے والے قضاۃ کی اخروی سزا کا بیان۔	۴۸۱
۱۲۹	طریقہ تحقیق شہادت۔	۴۸۵
۱۳۰	رفع اشتباہ اور تطبیق آیات۔	۴۸۷
۱۳۱	جھوٹی شہادت کی اخروی اور دنیاوی سزا۔	۴۸۹
۱۳۲	شہادت زنا میں چار مرد ہونے چاہیئں۔	۴۹۱
۱۳۳	بقیہ معاملات میں گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہیئں۔	۴۹۵
۱۳۴	گواہ مدعی پیش کرے اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔	۴۹۹
۱۳۵	جھوٹی حلف کے انسداد کا طریقہ۔	۵۰۲
۱۳۶	جھوٹی حلف اٹھانے کی اخروی سزا۔	۵۰۷
۱۳۷	مدعا علیہ زیادہ ہوں تو قرعہ اندازی سے ان میں سے ایک کو قسم دی جائے۔	۵۱۴
۱۳۸	مدعی اور مدعا علیہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو متنازعہ چیز قرعہ اندازی سے ان میں تقسیم ہوگی۔	۵۱۵
۱۳۹	اگر مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے پاس گواہ ہوں تو فیصلہ صاحب قبضہ کے حق میں ہوگا۔	۵۱۷
۱۴۰	مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے پاس گواہ ہوں تو چیز نصف نصف ہوگی۔	۵۱۸

Marfat.com

۱۴۱	طریقہ قسم کا بیان۔	۵۱۹
۱۴۲	عورت کی شہادت۔	۵۲۰
۱۴۳	کیا عورت آدھا انسان ہے تب دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے؟	۵۲۵
۱۴۴	گواہی دینے کے لیے مدعی کا مطالبہ ہونا چاہیئے۔	۵۲۶
۱۴۵	مندرجہ ذیل اشخاص کی شہادت قبول نہیں۔	۵۲۸
۱۴۶	مدعی، مدعا علیہ اور شہدار کے بیانات اور قاضی کے فیصلہ کی تحریر ہونی چاہیئے۔	۵۳۰
۱۴۷	کاتب اور گواہ کو تحفظ فراہم کیا جائے۔	۵۳۲
۱۴۸	مدعی اور مدعا علیہ عدالت میں قاضی کے سامنے بیٹھیں۔	۵۳۵
۱۴۹	اچھی سفارش کا اجر اور بدی کا گناہ اور عدلیہ بے اثر ہوگی۔	۵۳۶
۱۵۰	سفارشات پر کچھ معاوضہ لینا رشوت ہے۔	۵۴۲
۱۵۱	حدود میں سفارش کرنا اور قبول کرنا جائز نہیں۔	۵۴۶
۱۵۲	تقرر وکیل، اس کے فرائض اور اسکا حق الخدمت۔	۵۵۱
۱۵۳	میاں بیوی کا اختلاف رفع کرنے کا طریقہ۔	۵۵۴
۱۵۴	دوسرے نزاعات میں بھی حکم کے ذریعہ مصالحت کرائی جائے۔	۵۵۷
۱۵۵	عند اللہ مومن کی شان اور عظمت۔	۵۶۰
۱۵۶	مؤمن کے ساتھ مذاق اڑانے کی مخالفت اور اس کی سزا۔	۵۶۸
۱۵۷	مؤمن پر طعنہ زنی۔ عیب جوئی اور بُرے القاب کی ممانعت اور اس کی سزا۔	۵۷۰
۱۵۸	مؤمن کی بدگمانی، تجسّس اور غیبت کی ممانعت۔	۵۷۴

۱۵۹	کسی مؤمن پر لعنت بھیجنے والا خود ملعون ہو جاتا ہے۔	۵۸۱
۱۶۰	کسی مؤمن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔	۵۸۷
۱۶۱	مومن کے ساتھ حسد و عداوت رکھنے سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔	۵۸۹
۱۶۲	ہر مؤمن کے ساتھ محبت رکھنے سے آدمی اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔	۵۹۴
۱۶۳	مؤمن سے لڑنے والا کافر اور اسے گالی دینے والا فاسق ہے۔	۶۰۲
۱۶۴	ایک مؤمن کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔	۶۰۵
۱۶۵	صرف اظہارِ اسلام کرنے والا بھی مؤمن ہے اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔	۶۱۴
۱۶۶	مسلمان سمجھنے کے لیے علاماتِ اسلام کافی ہیں۔	۶۱۵
۱۶۷	واقعہ کی تحقیق کے بغیر فیصلہ کرنا جائز نہیں۔	۶۱۷
۱۶۸	اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب۔	۶۱۹
۱۶۹	مؤمن کے قاتل کی دنیوی اور اخروی سزا۔	۶۲۲
۱۷۰	خون ناحق کی اخروی سزا احادیث کی روشنی میں۔	۶۳۰
۱۷۱	مؤمن مسلمان کا قتل حرام ہے۔	۶۳۶
۱۷۲	کافر کے اقرار توحید کے بعد جو مسلمان اسے قتل کرے گا اس پر بھی قصاص ہے۔	۶۴۱
۱۷۳	قتل ناحق سے آدمی شقی القلب ہو جاتا ہے۔	۶۴۵
۱۷۴	باپ پر بیٹے کا قصاص نہیں اور بیٹے پر باپ کا قصاص ہے۔	۶۴۸
۱۷۵	قصاص میں مساوات ہے۔	۶۵۰
۱۷۶	قاتل ایک سے زیادہ ہوں تو سب پر قصاص اور پکڑنے والے پر تعزیر۔	۶۵۲

۱۷۷	اگر قتل بالارادہ ہو تو مقتول کے وارث قاتل سے قصاص لے سکتے ہیں۔	۶۵۵
۱۷۸	قصاص و دیت معاف کرنے کی فضیلت۔	۶۷۰
۱۷۹	اقرار توحید کرنیوالا غلط فہمی میں مارا جائے تو قاتل پر قصاص اور دیت نہیں۔	۶۷۲
۱۸۰	عموم بلوہ کے مقتول کا قصاص نہیں دیت ہے۔	۶۷۴
۱۸۱	اعضاء اور زخموں کا قصاص۔	۶۷۸
۱۸۲	قتل معاہد کی ممانعت اور اس کی دنیاوی سزا۔	۶۸۴
۱۸۳	قاتل معاہد اگر مسلمان ہو تو اس کی اخروی سزا۔	۶۸۵
۱۸۴	قصاص صرف اسلحہ سے لیا جائے۔	۶۸۸
۱۸۵	دیت (خون بہا)۔	
۱۸۶	قتل شبہ عمد کی تعریف اور اس کی دیت۔	۶۸۸
۱۸۷	قتل خطا کی تعریف اور اس کی دیت۔	۶۹۹
۱۸۸	دیت میں اونٹوں کے بجائے قیمت دینا بھی جائز ہے۔	۷۰۰
۱۸۹	ناتجربہ کار ڈاکٹر یا حکیم کے علاج سے اگر مریض مر جائے تو اس پر دیت ہے۔	۷۰۶
	اعضا کاٹنے کی دیت۔	۷۰۸
۱۹۰	جانور کے زخمی کرنے سے یا کان، کنوئیں میں گرنے سے مالک پر تاوان نہیں ہے۔	۷۱۳
۱۹۱	اپنے دفاع میں اگر حملہ آور کو کوئی مار دے یا زخمی کر دے تو اس پر قصاص یا دیت نہیں ہے۔	۷۱۶
۱۹۲	صاحب خانہ بغیر اذن اندر آنے والے یا جھانکنے والے کو سزا دے تو اس پر تاوان نہیں ہے۔	۷۲۰
۱۹۳	قاتل نامعلوم ہونے کی صورت میں فیصلہ کا طریقہ۔	۷۲۴

Marfat.com

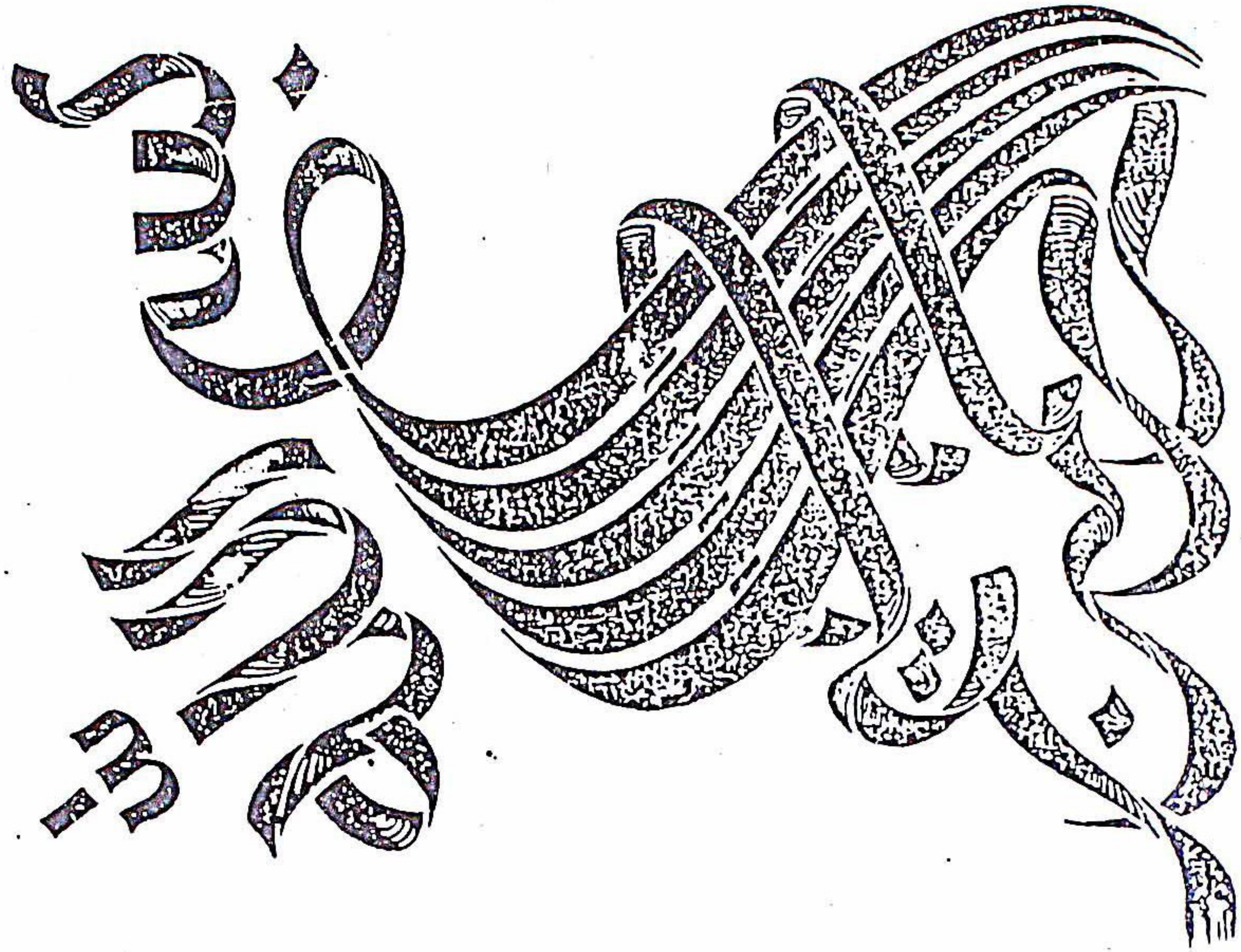

Marfat.com

Marfat.com

دیباچہ

بے حد اور بے پایاں حمد و ثنا زیبا اور لائق تر ہے اس ذات بے ہمتا اور بے مثل کے لیے کہ جس نے اپنے کلمہ کن سے موجودات کو معرضِ وجود میں لایا ۔ اور اربع عناصر سے حضرت آدم علیہ السّلام کے پُتلے کو نورِ ایمان عطا فرما کر اپنے کمالاتِ ظاہر اور باطنہ کا مظہر بنایا ۔ اور اسی سے اس کی بیوی حضرت حوّاؑ کو پیدا کیا ۔ اور پھر ان دونوں سے تا قیامت آنے والے قبائل خاندان اور قومیں پیدا کیں ۔ اور ان کے مرد و زن میں رشتۂ زوجیت کا نظام قائم کیا تاکہ باہم الفت و محبت سے امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں ۔ اور آپس میں ہمدردی کا مظاہرہ کریں اور اسی طرح تمام حیوانات اور چرند و پرند میں بھی یہی نظام رکھا تاکہ وہ بھی اتفاق و اتحاد سے کسی نہ کسی درجے میں ایک دوسرے کے کام آئیں اور دشمن سے اپنا دفاع کر سکیں ۔ اور کروڑہا رحمتیں نازل ہوں اس محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کہ جس نے انتھک محنت اور کوشش سے صدیوں سے

Marfat.com

مٹے ہوئے اخوت اور محبّت کے رشتوں کا احیاء فرمایا اور کالے گورے، اعلیٰ و ادنیٰ اور امیر و غریب کو ایک صف میں کھڑا کیا اور اسی طرح کروڑ ہا رحمتیں نازل ہوں آپ کے صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام اور دیگر مخلص اور سچّے پیروکاروں پر کہ جنہوں نے ان زرّیں اصولوں کو عملی جامہ پہنایا اور رحماء بینھم کا نمونہ اور پیکر بنے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

Marfat.com

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

جہاں میں محمدؐ بڑی شان والے
اُنہیں کے ہیں دُنیا میں سب بول بالے

اُصول اُنکے اچھّے ہیں سب ہی نرالے
وُہ دُشمن سے دُشمن مِلا دینے والے

غریبوں سے جو تھے بُغض رکھنے والے
بنا دیے ان پر کرم کرنے والے

شکستہ دِلوں کو سہارے دیے ہیں
یتیموں پہ رحم و کرم کرنے والے

جو قاتل تھے اولاد کے اپنی وُہ سب
ہر اِک پہ ہُوئے جاں فِدا کرنے والے

جو طوقِ غُلامی گلے میں تھے ڈالے
بنایا اُنہیں سربلند کرنے والے

کیا زِندہ اس نے ہے مُردہ دِلوں کو
بنا ڈالے باہم وفا کرنے والے

سمجھتے جو عورت کو حیواں سے بدتر
بنا ڈالے اُن کا ادب کرنے والے

وہی درس توحید ہیں دینے والے
جو رَسمیں، شِرک کی مِٹا دینے والے

پرستار اصنام صدیوں سے جو تھے
بنا دیے وُہ بُت ہٹا دینے والے

مثالِ محمدؐ جہاں میں نہیں ہے
کمالِ خُدا کو عیاں کرنے والے

خُدا نے ہے بخشا اُنہیں کام اونچا
یہی کام تھے سب نبی کرنے والے

یہی عِشق صابرؔ خدا سے طلب کر
محمدؐ ہیں عِشقِ خُدا کرنے والے

Marfat.com

سبب تالیف اور تعارف

یہ کتاب لکھنے کا باعث بہبود آبادی نامی کانفرنس ہے۔ جو ستمبر ۱۹۹۴ء میں مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں بہت بڑی مذہبی اور دینی یونیورسٹی جامع ازہر میں منعقد ہوئی۔ اس کا اہتمام بظاہر عالمی بنک کی طرف سے کیا گیا تھا۔ مگر درحقیقت یہ امریکہ کی طرف سے تھا۔ اس کانفرنس کا جو ایجنڈا چھپا اور بعد میں وہ طے بھی ہو گیا وہ انتہائی شرم ناک، باعث بے حیا اور اخلاق سوز ہے اور جہاں تک عورت کے حقوق کا تعلق ہے اسلام اس کا علمبردار ہے۔ ہادیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے جو حقوق بتائے ہیں۔ اور ان کی ادائیگی کا جو طریقۂ کار رکھا ہے۔ اور قرن اولیٰ سے لے کر آج تک یہ اُمّت ان اصولوں پر عمل پیرا ہے اس کا نمونہ پیش کرنا مشکل ہے۔ اسلامی نکتہ نگاہ سے عورت رونق بازار اور رونق محافل کے بجائے رونق خانہ ہونی چاہیئے۔ اسلام عورت کی خدمت کو (قطع نظر اس کے کہ وہ بحیثیت، ماں ہو یا بیوی بہن ہو یا بیٹی یا کوئی بھی عورت ہو) سعادت بتاتا ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ عورت روزی کی خاطر منڈیوں میں، بازاروں اور گلی کوچوں میں، کارخانوں اور دکانوں میں دھکے کھاتی پھرے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ وہ چند کوڑیوں کی خاطر اپنی عزّت اور آبرو بیچے۔ اور اوباشوں اور منچلوں کی ہوس کا نشانہ بنتی رہے۔ بلکہ اسلام عورت

Marfat.com

کو شریفانہ اور با عزت زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے - اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اسلام کی نگاہ میں عورت کی حیثیت ایک نوکرانی کی نہیں بلکہ ایک رانی اور شاہزادی کی ہے - کیونکہ اسلام عورت کو تمام مصائب، مشکلات اور مشقتوں سے بچا کر اور اسے ہر طرح سے مستغنی کر کے ایک گھر میں بٹھانے کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی تمام ضروریات (روٹی - کپڑا - مکان) خاوند پر ڈالتا ہے - اور اس کے سامنے مہیا کرنے کا حکم دیتا ہے - اسلام عورت کو آوارگی اور بے راہ روی کے بجائے انسانی ترقی کی کسی باڈی کی بنیادی کونسل (شادی) میں منسلک ہونے کی ہدایت اور اپنی پوری وفاداریاں باڈی کے چیئرمین (خاوند) کے ساتھ وابستہ رکھنے کی فرمائش کرتا ہے - اور اسلام اسے یہ بھی حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی تمام تر توجہ اب ان دونوں سے پیدا ہونے والی اولاد پر مرکوز کرے اور اپنی فطرتی اور موھوبہ شفقت اور محبت سے انہیں پالے اور ان کی تربیت کرے -

اسلام اس عورت کو باڈی کے چیئرمین (خاوند) کے ساتھ سوائے کسی معقول عذر کے وفاداری تبدیل کرنے کی (یعنی طلاق حاصل کرنے کی) اجازت نہیں دیتا - اور اسی طرح اسے اس دور میں کسی اور مرد کے ساتھ تعلقات زوجیت استوار کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا - کیونکہ یہ مانا ہوا اصول ہے کہ ایک آدمی ایک ہی محکمہ میں ملازمت کر سکتا ہے نہ کہ دو میں - اور اسی طرح ایک ہی وقت میں ایک گاڑی ایک ڈرائیور ہی چلا سکتا ہے دو نہیں چلا سکتے - کیونکہ ایسا کرنے سے گاڑی ہی تباہ ہو جائے گی اور اسی طرح متعدد مردوں کے ساتھ تعلق رکھنے سے وہ عورت بھی تباہ ہو جائے گی -

اور نیز ایسا کرنے سے اولاد میں بھی ملاوٹ ہو جائے گی اور پھر وہ

اولاد بے رحم ہوگی جو اس، باڈی کے لیے بھی اور باقی معاشرہ کے لیے بھی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بنے گی۔ اور پھر یہ سب کے ساتھ درندوں والا معاملہ کرے گی اور یہ باڈی کے چیئرمین (خاوند) کی حق تلفی بھی ہے کیونکہ جب وہ اس کی تمام ضروریات مہیا کرتا ہے اور اسے ملکہ بنا کر رکھا ہوا ہے تو پھر اس عورت کا کسی دوسری جگہ جھک مارنا صریحاً ظلم اور ناانصافی ہے۔ اور ایسی عورت سزا کی مستحق ہے کیونکہ وہ معاشرہ میں بداخلاقی، بے حیائی، فحاشی اور بے رحمی پھیلا رہی ہے۔ اس سے چور ڈاکو، رہزن اور بددیانت ہی پیدا ہوں گے۔ کیونکہ یہ بددیانتی کی پیداوار ہیں۔ اور اسی طرح اس بددیانتی سے پیدا ہونے والی اولاد کی کفالت بھی اس کا وہ شوہر (باڈی کا چیئرمین) نہیں کرے گا کیونکہ یہ اس کی اولاد نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ وہ شوہر ایسی عورت اور اس سے پیدا ہونے والی ناجائز اور حرام اولاد کو بھی قتل کر دیتا ہے تو اس کا باعث بھی وہ بددیانت عورت ہی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اسلام ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ بیوی والے تعلقات (ہم جنسی) کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مادۂ تولید کو ایک عورت کا حق بنایا ہے۔ اور یہ مرد ایسا کر کے اس کی حق تلفی کرتا ہے۔ اور یہ شرف انسانی کے خلاف اور تقلیب ماہیت بھی ہے۔ جانوروں کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ ہم جنسی نہیں کرتے۔ اور اپنی مادہ کا پاخانے والا راستہ بھی استعمال نہیں کرتے اور وہ مادہ اسے استعمال بھی نہیں کرنے دیتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور بھی اپنی نسل کی افزائش اور خیر خواہی چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی ترقی اور بہبود کے جو اصول بتائے ہیں وہ ان پر گامزن ہیں اور ان سے استفادہ کر کے ترقی کی راہ پہ رواں دواں ہیں۔ اور انسان

Marfat.com

جو اشرف المخلوقات ہونے کا مدعی ہے وہ ارذل المخلوقات بن گیا ہے۔ اور اپنی ہی نسل کا بدترین دشمن ثابت ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو ترقی کے اصول بتائے ہیں انہیں پامال کر رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قاہرہ میں مذکورہ کانفرنس ہوئی ہے۔

اگرچہ بظاہر اس کا نام بہبودِ آبادی رکھا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ تنزلی اور انحطاطِ آبادی کانفرنس تھی۔ لیکن عورتوں کے جو جائز اور مسلم حقوق ہیں۔ اور بین الاقوامی طور پر انہیں مانا ہوا بھی ہے۔ اور کروڑوں عورتیں ان سے محروم بھی ہیں۔ ان حقوق کا سرے سے ذکر تک ہی نہیں ہوا۔ اس میں صرف مردوں کے حقوق چھین کر عورتوں کو اور عورتوں کے حقوق چھین کر مردوں کو دینے کے فیصلے ہوئے ہیں۔ اور مصر میں یہ کانفرنس رکھنے کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ اسلامی ممالک میں عورت پر زیادہ ظلم ہو رہا ہے اس لیے یہ کانفرنس یہاں رکھی گئی ہے۔

حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ سب سے زیادہ ظلم عورت پر مغربی ممالک میں ہو رہا ہے کیونکہ وہاں مرد سورنی، بندریا اور کتیا کو بھی بطور بیوی استعمال کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہو گیا کہ وہاں عورت کا مقام سورنی، بندریا اور کتیا سے بھی گرا ہوا ہے یا وہ مرد ہم جنسی کر کے اپنا مادۂ تولید گندگی اور غلاظت میں تو پھینک دیتا ہے لیکن عورت کو نہیں دیتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ عورت کا حق بنایا ہے تاکہ اس سے اولاد پیدا ہو اور وہ ماں باپ کی خدمت گزار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں بچے ماں اور باپ کی شفقتوں سے اور ماں باپ اولاد کی ہمدردیوں سے محروم ہیں۔ اگرچہ اس کانفرنس کے خلاف بعض اسلامی ممالک نے اور تمام اہل مذاہب نے نفرت کا اظہار کیا اور اس کی مذمت کی مگر وہ صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ اور اس میں یہ احمقانہ فیصلے کر لیے گئے ہیں۔ اور اب،

Marfat.com

انہیں ان ممالک میں سپلک پر سختی سے مسلط کیا جارہا ہے۔

اس لیے ناچیز نے عوام الناس کو اللہ تعالیٰ کے قوانین اور ترقی کے اصولوں سے آگاہ کرنے اور مغربی تہذیب کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لیے یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اور اس کا نام قرآنی خاندانی نظام کی برکات اور مغربی تہذیب کی تباہ کاریاں رکھا ہے۔

پس جو شخص اس کتاب کو پڑھے گا تو وہ انشاء اللہ قرآنی برکات سے محظوظ بھی ہوگا اور تباہ کاریوں سے بچ جائے گا۔ ورنہ بقول علامہ اقبالؒ

تمہاری یہ تہذیب اپنے ہی خنجر سے خودکشی کریگی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

احقر

حمید الرحمان عباسی

Marfat.com

خاندانی اور برادری نظام

پوری دنیا میں یہ مانا ہوا اور طے شدہ اصول ہے کہ اتفاق و اتحاد اور باہم ربط اور جوڑ کے سوا انسان نہیں چل سکتا۔ کیونکہ یہ قدم قدم پر محتاج ہے۔ اور اس کے کئی طرح کے حوائج اور ضروریات ہیں۔ یہ تنے تنہا انہیں اپنے لئے فراہم اور پورا نہیں کر سکتا۔ مثلاً بعد از ولادت نومولود بچہ سراپا محتاج ہوتا ہے۔ اس کے لئے از سر خود چلنا' پھرنا' بیٹھنا' اٹھنا' کھانا پینا ناممکن ہے۔ اور اسی طرح اس کے لئے خیر و شر اچھی اور بری چیز کا امتیاز بھی مشکل ہے۔ اور جوان ہونے کے بعد اگر یہ شدید قسم کا بیمار ہو جائے تو یہ از سر خود اپنا اپریشن وغیرہ بھی نہیں کر سکتا۔ اور بڑھاپے کے بعد اس کا حال پھر بچوں جیسا ہی ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک انسان محتاج ہے۔ اور قدم قدم پر اسے ایک معاون اور ناصر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اب یہ معاون کیسا ہونا چاہئے؟ پس اس سلسلہ میں ظاہر بات ہے کہ یہ معاون ایسا ہونا چاہئے کہ جس کا اس کے ساتھ کوئی خونی رشتہ اور لگاؤ ہو جو اسے اس کے تعاون اور مدد کے لئے مجبور کرے۔ اور وہ از سر خود چل کر اس کے پاس جائے اور اس کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا عملی نمونہ پیش کرے۔

مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا آدمی کون ہو سکتا ہے؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ ایک آدمی از سر خود دوسرے کی مدد کو آئے اور اپنی خدمات اس کے سامنے پیش کرے اور اپنا تن' من' دھن' مال سب کچھ اس پر قربان اور نثار کر دے۔

پس ظاہر بات ہے کہ اس کے لئے کچھ اصول اور ضوابط درکار ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان ایسا نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ اور باہم اخوت اور محبت کا پیکر ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

خاندان اور برادری قائم کرنے کا پہلا اصول

نکاح کے ذریعہ اولاد پیدا کرنا

نکاح کے ذریعہ جو اولاد پیدا ہوتی ہے اسی کا نام خاندان اور برادری ہے۔ اور اسی کو قبیلہ اور قوم بھی کہتے ہیں۔ قبیلہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ قبیلہ قبل سے ہے۔ اور قبل کے معنی پہلے ہے۔ اگر خاندان اور برادری میں سے کسی ایک پر کوئی مصیبت آتی ہے تو برادری کے دوسرے افراد اس کے سامنے آتے ہیں اور اسے بچاتے ہیں۔ اور قوم اسے اس لئے کہتے ہیں کہ قوم قیام یا قوام سے ہے۔ اس کا معنی کھڑا ہونا ہے۔ اور نکاح کے ذریعہ افراد پیدا کرنے سے بھی ایک جماعت قائم اور کھڑی ہو جاتی ہے------ چنانچہ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل آیات میں آرہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ (سورۃ النساء آیت ۱)

اے لوگو ڈرو پروردگار اپنے سے جس نے پیدا کیا تم کو جان ایک سے اور پیدا کیا اس سے جوڑا اس کا اور پھیلائے ان دونوں سے مرد بہت اور عورتیں اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے مانگتے ہو آپس میں اور ڈرو انقطاع قرابت سے تحقیق اللہ ہے اوپر تمہارے نگہبان

تفسیر : یہاں اس بحث میں سورۃ النساء کے شروع کی آیت نقل کی گئی ہے۔ اس پہلی آیت کا آغاز اور شروع یا ایھا الناس سے فرمایا ہے۔ اس میں لفظ الناس انس سے بنا ہے۔ اور انس کے معنی پیار اور محبت کے آتے ہیں۔ اس میں اشارہ اور تلمیح ہے۔ کہ آنے والے مضامین اسی پر مبنی ہوں گے۔ اور اس کے بعد جو

Marfat.com

لفظ رب لگایا ہے اس سے بھی اس کی طرف تلویح مقصد ہے۔ یعنی آنے والی آیات میں جو خاندانی اصول و ضوابط بیان ہوں گے۔ ان سے انسانوں کی تربیت مقصود ہے کیونکہ ان کے سوا ان کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ان اصولوں میں سے پہلا اصول نکاح ہے جو لفظ زوج سے اشارۃ معلوم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ خالق کائنات نے انسان کی ابتدائے آفرینش سے اختیار فرمایا ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اس سے اس کی بیوی حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ اور ان سے دنیا میں اور انسان پھیلا دیئے۔ اور اس آیت میں دو دفعہ اتقوا اتقوا فرمایا ہے۔ اس میں تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تخلیق و تربیت اور تانیس کے لئے جو خاندانی نظام قائم فرمایا ہے اس کو نہ توڑنا۔ ورنہ اس کی بڑی سخت سزا ہوگی۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگہبانی فرما رہے ہیں۔ کہ کون اس کی پیروی کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔

جملہ اتقو کو بار بار ذکر کرنے کی تحقیق مزید قرآن مجید کی مکی سورتوں میں عقیدہ توحید کو بار بار مکرر اور مدلل اور مفصل کر کے بیان فرمایا ہے۔ اور مدنی سورتوں میں احکامات کو قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور پوری تفصیل احادیث میں ہے۔ اور عقیدہ توحید کی طرف صرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اس اشارہ کے مختلف الفاظ ہیں۔ کہیں تو پہلے ایک حکم ذکر کر کے اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم اور طاقت کو بیان فرما دیا ہے۔ مثلاً علیم بذات الصدور۔ اور کہیں سمیع بصیر۔ کہیں علیٰ کل شئ قدیر اور کہیں اتقوا اللہ۔ اس طرز تعلیم اور موعظت کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی طاقت کا اندازہ ہو جائے گا اور پھر ایسا انسان اس اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی نہیں کرے گا کیونکہ یہ اصول ہے کہ انسان اپنے سے زیادہ طاقت والے سے ڈرتا ہے اور یہاں چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی ترقی کے اصول بیان فرمائے ہیں اور اندیشہ ہے کہ انسان ان اصولوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ اس لئے بار بار فرمایا ہے کہ اتقوا اللہ۔ کہ اللہ

Marfat.com

سے ڈرو اللہ سے ڈرو۔ اور پھر ایک یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ خدا کو ہماری خلاف ورزی کا کیا پتہ چلے گا؟ تو اس کا جواب بھی آخر میں دیدیا ہے۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نگہبانی فرما رہے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ اسے ہماری خلاف ورزیوں کا پتہ نہیں ہے۔

مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس نے انسانی ترقی' تربیت اور نشوونما کے لئے یہ خاندانی سلسلہ کیوں اختیار فرمایا ہے؟ حالانکہ وہ اگر چاہتا تو جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو اس نے پیدا فرمایا تھا۔ اسی طرح باقی نسل انسانی کو بھی پیدا فرماتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ پہلے حضرت آدم کو تو مٹی سے سوائے ماں اور باپ کے پیدا فرما دیا اور اس کی بیوی حضرت حوا کو اس سے۔ اور باقی نسل ان دونوں سے پیدا فرمائی۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ پس غور و فکر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس خالق کے نزدیک یہ خاندانی طریقہ اچھا اور بہتر ہے۔ تب اس نے یہ اختیار فرمایا ہے۔ اب اگر کوئی اس طریقہ کو غلط قرار دیتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس خدائے ذوالجلال سے زیادہ عقل مند اور دانا تصور کرتا ہے۔ بہرحال سورۃ النساء کی اس آیت نمبر ایک میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے جو خاندانی نظام حیات اختیار کیا ہے اسے بیان فرمایا۔ اور انہیں اس کی پابندی کی تلقین اور تاکید فرمائی ہے۔ اور اس تاکید کی ضرورت اس لئے درپیش آئی کہ انبیاءؑ سابقین نے بھی اپنی اپنی امتوں کو اس کی تعلیم دی تھی مگر ان لوگوں نے اسے نظرانداز کر دیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر از سر نو اس کو زندہ فرمایا۔

تشریح ارحام : مفسرین نے لفظ ارحام کے عطف میں دو احتمال لکھے ہیں ایک یہ ہے کہ اس کا عطف لفظ اللہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ اس وقت عبارت یوں ہوگی اتقوا الارحام اور اس وقت اتقوا کا دوسرا مفعول بہ ان تقطعوا نکالنا

پڑے گا۔ پس اب پھر اس عبارت کا معنی یوں بنے گا کہ قطع رحمی سے بچو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ارحام کا عطف بہ پر بھی ہو سکتا ہے۔ پس اب عبارت یوں بنے گی تساء لون بہ والا رحام اور اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ سے ڈرو جس کے نام پر آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور رحم کے نام پر بھی سوال کرتے ہو۔ دونوں ترکیبوں مقصد رحم کے رشتوں کا تحفظ ہے۔ ارحام رحم کی جمع ہے۔ رحم کے معنی بچہ دانی اور قرابت داری کے بھی آتے ہیں۔ اگر اس کا معنی بچہ دانی لیا جائے تو اس کا مقصد یہ بنے گا کہ بچہ دانی نہ کاٹنا قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر قربان جاؤں کہ اس نے آج سے پندرہ سو سال پہلے یہ بات کہہ دی جس پر آج دنیا میں عمل ہو رہا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کرا لیتے ہیں اور اس سلسلہ میں بعض بچہ دانی کا اخراج کرا دیتے ہیں۔ قرآن نے اس کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ رحم مادر انسانی ترقی کا مرکز اور منبع ہے اس سے افرادی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کا اخراج کر دیا جائے تو منبع خلائق تباہ ہوگا۔ اور اس کی بیخ کنی ہو جائے گی۔ اور انسانی نسل کی آمد بند ہو جائے گی۔ ہاں اگر کثرت ولادت سے یا اور کسی وجہ سے عورت میں ضعف آگیا ہو اور اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو پھر رحم کا اخراج کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مجبوری ہے۔ اور تمام اصولوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور اگر رحم سے مراد فی الرحم لیا جائے تو بھی صحیح ہے کیونکہ ذکر ظرف اور مراد منظروف مانا ہوا اصول ہے۔ تمام زبانوں میں یہ چلتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ رحم کے اندر کی چیز مت کاٹو۔ یعنی مادہ منویہ نہ گراؤ۔ کیونکہ یہی تو ایک چیز ہے جس سے انسانی تولید ہوتی ہے اور یہ بڑا قیمتی جوہر ہے۔ بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حصول کے لئے قدرت نے بڑا وقت صرف کیا ہے۔ اور مختلف مراحل اور ادوار سے گزار کر اسے اس منزل تک پہنچایا ہے۔ اور نہ معلوم کہ قدرت اس سے کیسے کیسے شاہکار اور عبقری شخصیات پیدا کرنے والی ہے اور یہ ناعاقبت اندیش اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ

Marfat.com

نیم خود مختاری سے غلط فائدہ اٹھا کر قدرت کے اس عظیم منصوبے کو طشت ازبام کرا لیتا ہے۔ عنداللہ یہ کام یقیناً" کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ البتہ بعض شدید قسم کے عوارض اور مجبوریوں کی بنا پر جن کا ذکر پہلے آچکا ہے میاں بیوی باہم رضامندی سے چار ماہ سے پہلے پہلے اگر حمل گرانا چاہیں تو گرا سکتے ہیں۔ مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن جلد آٹھ میں واذا الموودۃ سئلت کے تحت اسی طرح لکھا ہے۔ اور مفتی کفایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کفایت المفتی کتاب النکاح میں اسی طرح فرمایا ہے۔ البتہ چار ماہ کے بعد حمل گرانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت اس میں روح پڑ جاتی ہے۔ پھر اس کا اسقاط قتل میں شامل ہو گا۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص اس حاملہ عورت کو مارے اور اس کا یہ حمل گرا دے تو اس پر دیت لازم ہے۔ اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ اور یہ تفسیر تو اس بنا پر ہے کہ اگر رحم کے معنی بچہ دانی لیا جائے۔ اور اگر رحم کے معنی قرابت کے لئے جائیں تو مقصد یہ ہو گا اس رحم کے ذریعہ جو بھی رشتے بنتے ہیں۔ ان کو مت توڑو۔ مثلاً ماں کی جانب کے رشتہ دار۔ اور باپ کی جانب سے رشتہ دار۔ اور بھائی اور اس کی اولاد۔ بہنیں اور اس کی اولاد۔ یہ سارے رحم کے رشتے بنتے ہیں۔ انہیں کا نام خاندان۔ برادری، قبیلہ اور قوم ہے۔ اور یہی رشتے انسان کو دنیا میں کام آتے ہیں۔ اور یہی آپس میں اخوت اور محبت کا ذریعہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔

برادری کی بنیادی کونسل قائم کرنے کا حکم
اور اس کے ارکان کی تعداد

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ

Marfat.com

اَیۡمَانُکُمۡ اَدۡنٰی تَعُوۡلُوۡا (سورۃ النساء آیت 3)

پس جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو۔ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کر لو۔ یا لونڈی جو تمہارے ملک میں ہے وہی سہی۔ یہ طریقہ انصاف سے بچنے کے لئے زیادہ قریب ہے۔

تشریح : یہ سورۃ النساء کی آیت تین کا ایک حصہ ہے۔ اس میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ایک حکم نکاح ہے۔ یعنی برادری اور خاندان کی بنیادی کونسل اور باڈی قائم کرنے کا حکم ہے۔ اور باڈی کے ارکان کی کل تعداد پانچ افراد پر مشتمل ہونی چاہئے۔ ایک مرد اور چار عورتیں۔ مگر بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے عورتوں کے ارکان میں کمی کی جا سکتی ہے۔ دو، تین اور ایک تک بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن بہرحال مرد کا ہونا ضروری ہے۔ اس کو مرکزیت حاصل ہے اور عورت ارکان کا چناؤ اور انتخاب بھی اسی کی صوابدید پر موقوف ہے۔ اور ان ارکان میں کمی و بیشی کا اختیار بھی اسی کو حاصل ہے۔ اوز اس کمیٹی کے ارکان صرف مرد بھی نہیں ہو سکتے۔ اور صرف عورتیں بھی نہیں ہو سکتیں بلکہ اس کے لئے ایک مرد اور کم از کم ایک عورت کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ لونڈی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اصل مقصد اور منشاء الٰہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاندان اور برادری کے توالد اور تناسل کو ترقی اور فروغ نصیب ہو۔ یہ صرف مرد اور عورت کے باہم ملاپ سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مرد میں صرف قوت عاقدہ منعقد نہیں ہے اور عورت میں اکثر و بیشتر صرف قوت منعقدہ ہی ہوتی ہے عاقدہ نہیں ہوتی۔ یہ خالق کائنات کا قائم کردہ نظام ہے۔ اور ان دونوں قوتوں کے باہم مل جانے سے تیسرا فرد معرض وجود میں آجائے گا۔ اگر صرف دو یا چند مرد مل کر یہ کونسل قائم کریں یا صرف عورتیں باہم مل کر اگر یہ کام کرنا چاہیں تو ترقی کا یہ مایہ تباہ ہو جائے گا۔ اور انسانی ترقی کی یہ رفتار رک جائے گی۔ لہٰذا اس کونسل کے قیام کے لئے مرد صرف ایک اور کم از کم ایک عورت ہونی چاہئے۔ اور عورتوں کی تعداد چار تک بھی ہو سکتی

Marfat.com

ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ چونکہ عورتوں کی شرح پیدائش زیادہ ہے اس لئے اس بنیادی کونسل میں اس کو زیادہ نمائندگی ملنا چاہیئے۔ اور نیز مرد کو اس کونسل کے ذریعہ پیدا ہونے والی اولاد کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور مخلصانہ مشوروں کی ضرورت ہے اور یہ کام عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔ اور اس سے زیادہ اولاد پھیلے گی۔ خاندان اور برادری بڑھے گی اور یہ سارا مضمون فانکحوا سے لیکر ما ملکت ایمانکم سے ماخوذ ہے۔ اور دوسرا مضمون ہے ذالک ادنی الا تعولوا کہ یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لئے زیادہ قریب ہے۔ یعنی اس کونسل کے قیام کا اصل مقصد اور اس کی روح عدل و انصاف ہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ یہاں سے ایسے افراد پیدا ہوں جو بقیہ معاشرہ برادی اور سوسائٹی میں عدل و انصاف کا پیکر اور نمونہ ہوں اور رافت و رحمت اور رحماء بینھم کا صحیح مصداق ہوں۔ اگر یہ مقاصد چار عورتوں سے یا تین سے یا دو سے حاصل ہو سکتے ہوں تو مرد کو چاہیئے کہ ان سے نکاح کرلے اور اگر یہ مقاصد حاصل نہ ہو سکتے ہوں تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔ یہ صورت انصاف کے زیادہ قریب ہے۔ اور اس سے کونسل کے قیام کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ ورنہ دو، تین یا چار بیویوں سے یہ کونسل جو عدل و انصاف کے نمونے کے لئے قائم کی گئی ہے خود ناانصافی کا شکار ہو کر تباہی کے گھاٹ اتر جائے گی اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کا بھی یہی حال ہوگا۔ کیونکہ میاں بیوی کے درمیان اگر محبت ہوگی تو ان کی اولاد پر اس کا اچھا اثر پڑے گا۔ اور ان کے درمیان بھی محبت ہوگی اور اگر ان کے درمیان نفرت اور عداوت ہوگی تو ان کی اولاد کے درمیان بھی نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اور ایسے والدین کے بارے میں ان کے تاثرات بھی اچھے نہیں ہوں گے۔ بدگمانی پیدا ہو جائے گی۔ انصاف اور ہمدردی کا عمل ختم ہو جائے گا۔ اور اس آیت کے شروع میں جو فَانْكِحُوْا فرمایا ہے یہ صیغہ امر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح یعنی اس کونسل کا قیام فرض ہے۔ اور عورت کو سوائے نکاح

Marfat.com

کے نہیں رہنا چاہیے۔ کیونکہ انکی تخلیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ کوئی فرد برادری اور خاندانی نظام سے الگ نہ رہے۔ اور اس میں بھرپور حصہ لے۔

برادری کی بنیادی کونسل کا کوئی بھی رکن

مشرک نہیں ہونا چاہیے

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ آیت 221)

اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو۔ اور مشرک عورتوں سے تو ایماندار لونڈی بہتر ہے گو وہ تمہیں بھلی معلوم ہوں۔ اور اپنی عورتوں کو بھی مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو۔ اور البتہ مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں اچھا ہی لگے۔ یہ لوگ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے۔ اور لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

تشریح : یہ سورۃ البقرہ کی آیت دو سو اکیس ہے۔ اس میں دو چیزوں کی ممانعت ہے۔ ایک مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ ان کی بہ نسبت مومنہ لونڈی بہتر ہے۔ اور دوسری چیز اپنی لڑکیاں مشرک مردوں کے نکاح میں نہ دو۔ ان کی بہ نسبت مومن غلام بہتر ہے۔ اور آخر میں وجہ بیان فرما دی ہے کہ مشرک کی صحبت سے تمہیں دوزخ ملے گی اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ماننے سے

Marfat.com

تمہیں جنت ملے گی۔ اور وہ تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا۔

خلاصہ اور لب لباس یہ نکلا کہ برادری کی اس بنیادی کونسل کا کوئی بھی رکن مشرک نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ایک مشرک جس طرح ایک خدا وحدہ لاشریک کا ہو کر نہیں رہتا بلکہ دو مختلف درباروں پر جھک مارتا پھرتا ہے۔ اسی طرح اس مشرک کی اس کونسل کے ساتھ بھی پوری طرح وابستگی نہیں ہوگی۔ اور پوری دل جمعی سے اور لگن کے ساتھ یہاں کام نہیں کرے گا۔ اور عورت رکن بھی ایسا ہی کرے گی۔ اور مختلف مردوں کے سات تعلق جوڑتی رہے گی۔ وفاداریاں تبدیل کرتی پھرے گی۔ اور اگر مرد مشرک ہوگا تو وہ چار عورتوں پر بھی اکتفا نہیں کرے گا بلکہ اور عورتوں کے ساتھ تعلقات استوار کرے گا۔ اور اس کونسل کی طرف اس کی پوری توجہ نہیں ہوگی۔ اور نیز خاندانی نظام تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ اور وہ جو مشرک ہے یا خدا کا وجود ہی نہیں مانتا تو وہ خدا کا یہ نظام کیسے مانے گا؟ بلکہ وہ تو اپنے قانون بناتا پھرے گا۔ تو اس کے نتیجہ میں یہ بنیادی کونسل اور باڈی تباہ ہو جائے گی۔ یہ تو دنیاوی نتیجہ ہوگا۔ اور اخروی نتیجہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ اس کے بدلے تمہیں آگ ملے گی۔ اور آخر میں مزید فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام دنیاوی اور اخروی نتائج کھول کر بیان کردیئے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور اس کی خلاف ورزی سے بچو۔

برادری کی بنیادی کونسل کے تمام ارکان
متقی پرہیزگار اور دیانتدار ہونے چاہئیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَا لِهَا وَ لِحَسَبِهَا وَ لِجَمَالِهَا وَكِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ (متفق علیہ)

Marfat.com

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار وجوہ سے کیا جاتا ہے۔ مال' قومیت' جمال اور دین۔ تو دین دار کے ساتھ کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍ وقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرَاَۃُ الصَّالِحَۃُ (رواہ مسلم)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَہٗ وَخُلُقَہٗ فَزَوِّجُوْہُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیْضٌ (رواہ الترمذی)

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی ایسا آدمی پیغام نکاح دے جس کے دین اور اخلاق کو تم اچھا سمجھو تو اس سے نکاح کر لو۔ ورنہ زمین میں بڑا لمبا چوڑا فساد ہو جائے گا۔

تشریح : یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے عام لوگوں کی عادت بیان فرمائی ہے۔ جو لوگ نکاح کے سلسلہ میں اختیار کرتے ہیں کہ لوگ عورت کے مال کا لحاظ رکھتے ہیں۔ قومیت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ اور اس کے حسن و جمال کو بھی دیکھتے ہیں۔ اور دین داری بھی پرکھتے ہیں۔ اور فرمایا اے ابو ہریرہ تو صرف دین داری کا خیال رکھ اور ایسی عورت سے نکاح کر جو دین دار ہو۔ اور حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن عمروؓ والی حدیث میں اس کی وضاحت فرمادی کہ نیک اور دین دار عورت دنیا کا بہترین سامان ہے۔ اور ابو ہریرہؓ سے مروی دوسری حدیث میں آپ نے مرد کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر ایک دین دار اور بااخلاق مرد تمہاری لڑکی کے لئے پیغام نکاح بھیجتا ہے تو اس سے نکاح کرو۔ قومیت' مال' جمال وغیرہ کی پروانہ کرو۔ اور اگر اس کی خلاف ورزی کرو گے تو فساد ہوگا۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ برادری کی بنیادی کونسل کے تمام ارکان توحید پرست اور متقی پرہیز گار اور دیانتدار ہونے چاہئیں۔ کیونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ان سے جو افراد پیدا ہوں اور جو قبیلہ اور خاندان بنے وہ بھی ایسے ہوں۔ اور انکی اس کونسل کے ارکان میں سے ایک بھی اگر بد عقیدہ اور بددیانت ہوگا تو اس کونسل کے قیام کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

برادری کی بنیادی کونسل کا چیئرمین مرد ہونا چاہئے

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

(سورۃ النساء آیت 34)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس واسطے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے۔ اور اس واسطے کہ انہوں نے مال خرچ کئے ہیں۔ پھر جو عورتیں نیک ہیں وہ تابعدار ہیں۔ مردوں کی پیٹھ کی پیچھے اللہ کی نگرانی میں حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

تشریح : یہ ایک مانا ہوا اصول ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں نظم و نسق چلانے کے لئے ایک چیئرمین ہونا چاہئے کہ جو کام کرائے اور کام کی نگرانی کرے۔ پوری دنیا میں سیاسی جماعتوں میں اور سرکاری محکموں میں یہ اصول اور معمول ہے۔ پس ظاہر بات ہے کہ خاندان اور برادی کی بنیادی باڈی اور کونسل کا چیئرمین بھی

Marfat.com

ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی مانا ہوا اصول ہے کہ چیئرمین وہ ہونا چاہئے جو باصلاحیت ہو۔ اس محکمہ کے متعلقہ امور کو جانتا ہو اور نظم و ضبط قائم رکھنے کی اس میں جرات بھی ہو۔ ورنہ ہر کس ناکس کو ایسا محکمہ سونپنے سے محکمہ ہی تباہ ہو جائے گا۔ اور یہ جو بنیادی محکمہ ہے اس میں زیادہ تعداد صنف نازک کی ہے۔ کیونکہ اس محکمہ میں عورتیں چار تک ہی ہو سکتی ہیں۔ اور کم از کم ایک بھی ہو سکتی ہے۔ اور مرد صرف ایک ہی رکھا گیا ہے۔ مگر وہ ان سب کی بہ نسبت طاقت ور اور توانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس عہدے کے لئے چیئرمین کا انتخاب اور چناؤ باڈی کے ارکان کی رائے اور صوابدید پر نہیں چھوڑا۔ اور یہاں کثرت رائے جمہوریت اور اجماع کا لحاظ بھی نہیں رکھا۔ بلکہ اپنی طرف سے اس عہدے کے لئے مرد کی نامزدگی فرمادی ہے۔ جیسا کہ آیت کے شروع میں فرمایا ہے کہ الرجال قوامون علی النساء یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں اور یہ جملہ اسمیہ ہے جو دوام استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ یہ قانون نحوی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی قانون کے تحت قرآن مجید نازل فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون اٹل ہے۔ وقتی نہیں ہے۔ تاکہ اس میں کسی وقت تنسیخ ہو سکے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ساتھ ساتھ مرد کی فوقیت اور برتری بھی بیان فرما دی ہے۔ کہ مردوں کو عورتوں پر ذاتی فضیلت حاصل ہے کہ وہ دیکھنے میں توانا اور بہادر ہے اور اس میں جفاکشی ہے۔ یہ خوبیاں عورت میں نہیں ہیں۔ اور دوسری برتری یہ بیان فرمائی کہ مرد نے مال خرچ کیا ہے۔ اور مال خرچ کرنے والے کو کنٹرول کا حق حاصل ہے۔ یہ مسلمہ اصول ہے۔ اگر مرد کو حاکم نہ تسلیم کیا جائے تو ظاہر بات ہے کہ مرد پھر ان خداداد صلاحیتوں سے کام نہیں لے گا جو اللہ تعالیٰ نے مال کمانے کی اس میں رکھی ہیں۔ اور عورت میں یہ صلاحیتیں ہی نہیں ہیں تو پھر یہ بنیادی ادارہ ناکام ہو جائے گا۔ پس اس کا واحد حل یہی ہے کہ اس باڈی کا چیئرمین مرد کو رکھا جائے اور عورت ارکان کو ان کے ماتحت کر دیا جائے اور وہ چیئرمین

Marfat.com

کے مفوضہ امور کی پیروی کریں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ہے کہ نیک بیویاں تابعدار ہوتی ہیں اور مرد کے پس پشت ان کے اثاثہ بیت وغیرہ کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کونسل کے چلانے کے لئے اور اس کے تحفظ کے لئے یہی ضابطہ رکھا ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ برادری کی بنیادی کونسل کا چیئرمین مرد کو ہونا چاہئے۔

برادری کی بنیادی کونسل کے ارکان کے لئے
شرائط مندرجہ ذیل ہوں گی

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَاءَ سَبِيْلًا ○ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (سورۃ النساء آیت 22 تا کتاب اللہ علیکم)

مت نکاح کرو جو نکاح کیا باپوں تمہارے نے عورتوں سے مگر جو گزرا۔ تحقیق ہے بے حیائی اور ناخوشی اللہ کی اور بری ہے راہ حرام کی گئیں اوپر تمہارے مائیں تمہاری اور بیٹیاں

Marfat.com

تمہاری اور بہنیں تمہاری اور پھوپھیاں تمہاری اور خالائیں تمہاری اور بیٹیاں بھائیوں کی اور بیٹیاں بہنوں کی اور مائیں تمہاری جنہوں نے دودھ پلایا تم کو اور بہنیں تمہاری دودھ سے اور مائیں بیبیوں تمہاری کی اور اولاد جوروں تمہاری کی جو بیچ گودیوں کے ہیں۔ بیبیوں تمہاری سے جو صحبت کی تم نے ساتھ ان کے پس اگر نہیں صحبت کی تو کوئی حرج نہیں اور بیاہی ہوئی عورتوں میں سے مگر جن کے مالک ہوئے ہیں داہنے ہاتھ تمہارے۔ لکھ دیا ہے اللہ نے تاویر تمہارے۔

تشریح : برادری کی بنیادی کونسل میں مندرجہ ذیل خواتین کی رکنیت چیئرمین کے ساتھ ذاتی وابستگی، رشتہ داری اور تعلقات کی بنا پر ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

ایک یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ خواتین چیئرمین (خاوند) کے ساتھ اپنے دہرے تعلق کی بنا پر من مانی کریں گی۔ اور نظم و نسق کے سلسلہ میں دشواریاں اور مشکلات پیدا کریں گی۔ اس سے چیئرمین پر طرفداری کا الزام عائد ہوگا۔ اور اگر چیئرمین (خاوند) ان کے خلاف انضباطی پر کاروائی کرے گا تو قطع رحمی ہوگی جو خاندانی نظام کی روح ہے۔ اور اس سے انجماد بھی پیدا ہوگا۔ اور منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندانی اور برداری نظام کو زیادہ سے زیادہ وسعت دی جائے اور اسے پھیلایا جائے۔ اور چونکہ ساری عورتیں جری ہیں اور بہادری ہوتی نہیں بلکہ بعض کمزور بھی ہوتی ہیں پھر وہ اپنے حقوق کا مطالبہ نہیں کر سکیں گی اور ان کے حقوق کا کوئی محافظ بھی نہیں ہوگا۔ اور پھر اس کے ساتھ گھر کی مرغی دال برابر کا برتاؤ ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے برادری کی اس کونسل اور یونٹ میں ان خواتین کی رکنیت کو ممنوع قرار دیا ہے تاکہ یہ خاندانی نظام متاثر نہ ہو۔

اور آیت چوبیس کے شروع جملہ میں نکاح شدہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت فرمائی ہے یعنی ایک عورت صرف ایک ہی کونسل کی رکن ہو سکتی ہے۔ متعدد کونسلوں کی رکن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے اس کی ذات کو نقصان

ہوگا۔ اور کونسل کا کام بھی متاثر ہوگا۔

برادری کی بنیادی کونسل کے چیئرمین کا دائرہ اختیار

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ (سورۃ النساء آیت 34)

اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خطرہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور سوتے میں جدا کر دو اور مارو۔ پھر اگر تمہارا کہا مان جائیں تو ان پر الزام لگانے کے لئے بہانے مت تلاش کرو۔ بے شک اللہ سب سے اوپر بڑا ہے۔

تشریح : اگر کونسل کے ارکان میں سے کوئی رکن عورت برادری کے مفاد کے خلاف کام کرے۔ اور چیئرمین کے علم میں وہ بات آجائے۔ یعنی وہ خواتین ارکان یا رکن قانتات کے بجائے ناشزات بن جائیں اور حَافِظٰتٌ کے بجائے خائنات بن جائیں تو یہ کام باڈی کے مفاد کے خلاف ہے۔ لہٰذا باڈی کے چیئرمین کو مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار سونپے گئے ہیں۔ پہلا نصیحت کا درجہ اور دوسرا بستر سے بائیکاٹ اور تیسرا مارپیٹ۔ اگر وہ باز آجائیں تو پھر کوئی بھی کاروائی نہیں کرنا۔ یعنی اگر وعظ و نصیحت سے کام بن گیا ہے تو بستر بائیکاٹ نہیں کرنا اور مارنا پیٹنا نہیں۔ اور اگر بستر بائیکاٹ سے کام بن گیا ہے تو مارپیٹ نہیں کرنا۔ اور اگر معمولی مارپیٹ سے کام بن گیا ہے تو بڑی مار نہیں چاہئے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث نبوی ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اِبْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ اِمْرَاَةً جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِیْ اٰخِرِ الْيَوْمِ (مشکوۃ باب عشرہ النساء صفحہ 280 مطبع

Marfat.com

مصطفائی دہلی)

عبداللہ بن زمعہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی عورت کو غلام کی طرح نہ مارے۔ پھر ہمبستری کرے اس سے دن کے آخری حصہ میں۔

پس اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارپیٹ کی حد بتادی ہے کہ غلام کو جس طرح مارتے ہو اس طرح بیوی کو نہ مارو۔ معلوم ہوتا ہے کہ معمولی مارنا چاہئے کہ جس سے زخم نہ آئے۔

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعٰوِيَةَ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِى الْبَيْتِ (مشکوۃ بحوالہ احمد ابوداؤد، ابن ماجہ، باب عشرۃ النساء صفحہ 280 مطبع مجتبائی دہلی)

حکیم بن معاویہ قشیری نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں نے کہا یا رسول اللہ ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کھانا دو جب وہ کھائے۔ اور اسے کپڑے پہناؤ جب وہ پہنے۔ اس کے چہرے پر نہ مارو اس کی برائی اور مذمت نہ کرو مگر گھر میں۔

تشریح : اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تو عورتوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں کہ انہیں روٹی کپڑا دینا یہ باڈی کے چیئرمین کا حق ہے۔ تفصیل عن قریب آئے گی اور دوسرا اس کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور تیسرا سرعام اس کی برائی مذمت کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اگر اس نے ایسا کرنا ہو تو گھر میں کرے بہرحال اس حدیث میں بھی چیئرمین کے اختیارات کی حد متعین کردی ہے۔

Marfat.com

بنیادی کونسل کے چیئرمین کا مرتبہ اور آداب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (مشکوۃ بحوالہ مذکور)

ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں (اللہ کے سوا) کسی کو غیر کے سامنے سجدہ کی اجازت دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے سامنے سجدہ کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کیونکہ وہ خالق و مالک ہے۔ وہی مربی محسن ہے۔ اس لئے یہ عبادت کسی اور کا حق نہیں ہے۔ اگر کسی اور کا یہ حق ہوتا تو پھر یہ خاوند کا حق بنتا تھا۔ پس بہرحال اس حدیث سے باڈی کے چیئرمین کے مرتبہ اور آداب کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کا مرتبہ کتنا اونچا ہے۔ اور بیوی کو اس کا ادب کرنا چاہئے۔ اس کی بے ادبی ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ بے ادبی سے مجازی حاکم بالا کے دل میں ماتحت ارکان کی نفرت بغض اور عداوت پیدا ہو جائے گی۔ اور پھر یہ باڈی کے ارکان باہم مل کر چل نہیں سکیں گے۔ اور منشاء الٰہی یہ ہے کہ باڈی بقیہ معاشرہ کے لئے اتحاد و محبت کا نمونہ ہو۔

برادری کی بنیادی کونسل کے چیئرمین (خاوند) کی نافرمانی کرنے والی ارکان کی سزا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانٌ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِکَةُ حَتّٰی تَصْبَحَ

Marfat.com

(متفق علیہ)

ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے اور خاوند اس سے ناراض رات بسر کرے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَھُمَا قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْا اِمْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَتَاْبٰی عَلَیْہِ اِلَّا کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَیْھَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْھَا

(مشکوۃ مجتبائی دہلی)

اور ان دونوں کی ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے کہ جو آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے تو آسمان میں رہنے والا خدا (اس پر ناراض ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خاوند اس سے راضی نہ ہو۔

تشریح :اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جو عورت اپنے خاوند کی نافرمان ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی بھی ناراض ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی اس پر لعنت بھیجتے ہیں جب تک کہ خاوند راضی نہ ہو۔

برادری کی بنیادی کونسل کے چیئرمین (خاوند کی تابعداری کرنے والی ارکان (بیویوں) کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَھَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّتِ شَاءَتْ (مشکوۃ بحوالہ مذکور)

Marfat.com

انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے مہینے کے روزے رکھے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔

تشریح : اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والی اور اپنے خاوند کا حق ادا کرنے والی عورت کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ وہ قیامت کے دن جنت کے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔ اللہ کا حق یہ ہے کہ اس کے لئے نماز ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور خاوند کا حق یہ ہے کہ اس کے حکم کی پیروی کرے۔ اور یہ جو فضیلت آئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مانا اصول اور معمُول ہے کہ دنیا میں مجازی حکومتیں بھی نجی ادارے بھی اپنے وفادار اور تابعدار ملازمین کو ترقی دیتے ہیں۔ اور کسی خدمت کے سرانجام دینے پر انہیں انعام دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قائم کردہ یونٹ میں جو بھی رکن خدمات سرانجام دے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ترقی دنیاوی بھی عطا فرمائیں گے اور اخروی بھی عطا فرمائیں گے۔ اور یہ کارگزاری دکھانے والا مرد ہوگا تو وہ بھی یہ انعام پائے گا۔ اور اگر عورت ہوگی تو وہ بھی یہ انعام پائے گی۔ کیونکہ جب دنیاوی حکومتیں انعام دیتی ہیں تو اللہ تعالیٰ تو بہت بڑا مہربان ہے وہ کیوں نہیں دے گا؟ یقیناً" دے گا۔ اور جب کہ اس نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ یہ اعلان بھی فرما دیا ہے تو یقیناً" وہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اور انعام بھی وہ اپنے شان کے موافق دے گا۔

برادری کی بنیادی کونسل قائم کرنے کا طریقہ

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَالِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ
مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ

Marfat.com

عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ (سورۃ النساء آیت 24)

اور ان کے سوا تم پر سب عورتیں حلال ہیں۔ بشرطیکہ انہیں اپنے مال کے بدلے میں طلب کرو ایسے حال میں کہ تم نکاح کرنے والے ہو۔ نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر ان عورتوں میں سے جسے تم نکاح میں لائے ہو تو ان کے حق جو مقرر ہوئے ہیں وہ انہیں دیدو۔ البتہ پھر کے مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے باہم کوئی سمجھوتا ہو جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بے شک اللہ خبردار حکمت والا ہے۔

تشریح : اس آیت سے پہلے ان عورتوں کا ذکر فرمایا کہ جن کے ساتھ مناکحت حرام قرار دی گئی تھی اور اب ان عورتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن کے ساتھ مناکحت جائز ہے۔ انہیں برادری کی بنیادی کونسل کا رکن بنایا جاسکتا ہے۔ مگر ان کی تعداد نہیں بیان فرمائی بلکہ یہ فرمایا ہے کہ مذکورہ حرام عورتوں کے سوا سب عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ مگر انہیں رکن بنانے کے لئے چار شرطیں رکھی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ ان تبتغوا کہ تم ان کو طلب کرو یہ خطاب مردوں کو ہے۔ اس سے مراد ایجاب و قبول ہے۔ یعنی انہیں رکن بنانے کے لئے چیئرمین بننے والے مرد امیدوار کے لئے حکم ہے کہ عورت سے رکن بننے کی درخواست کرے۔ اگر وہ اسے قبول کرے تو وہ اس ادارے کی رکن شمار ہوگی۔ مگر فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا زبانی اقرار ضروری نہیں ہے وہ تحریر کرائے یا تحریر پر دستخط کردے یا اسے کہا جائے کہ فلاں کے ساتھ تیرا نکاح کرتے ہیں اور وہ خاموش رہے انکار نہ کرے تو بھی وہ رکن تصور ہوگی اور اس کا نکاح ہو جائے گا اور اس کا یہ خاموش اقرار ہی سمجھا جائے گا۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ باموالکم انہیں مالوں کے بدلے طلب کرو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مہر ہے۔ اور اس کی حیثیت بیعانہ سیکورٹی کی ہے۔ قبل از ہمبستری اگر مرد اسے طلاق دیتا

Marfat.com

ہے یعنی اگر اس معاملہ کو کالعدم قرار دیتا ہے اور اسے رکنیت سے خارج کرتا ہے تو آدھا مہر اس کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور اگر بعد از ہمبستری یہ معاہدہ توڑتا ہے تو پورا مہر اسے چھوڑنا پڑے گا۔ اس کی یہ تفصیل قرآن مجید کے دوسرے مقام پر موجود ہے۔ مگر اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ اس عورت کو ہمیشہ نکاح میں رکھنا مقصود ہو۔ یعنی اس عورت کی رکنیت تاحیات ہوگی۔ اور چوتھی شرط عدمی ہے۔ یعنی چند ایام یا چند ماہ کے لئے یہ رکنیت نہیں ہونا چاہئے۔ شریعت میں اس کو متعہ یا نکاح مؤقّت کہتے ہیں۔ ان کو غیر مسافحین کے لفظ سے بیان فرمایا ہے۔ یعنی نہ ہوں شہوت رانی کرنے والے۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ یا نکاح موقّت حرام ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اس مہر کی ادائیگی کا وقت بیان فرمایا ہے کہ جب مرد بیوی سے حقوق زوجیت اٹھانے لگے اس وقت اس نے یہ سیکورٹی ادا کرنی ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ ان شرطوں کے تحت کونسل قائم ہونے کے بعد میاں بیوی اگر باہم رضامندی کوئی نیا معاہدہ اس مہر کے سلسلہ میں کرلیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یعنی اگر بیوی سارا ہی مہر اپنے خاوند کو چھوڑ دے۔ یا آدھا چھوڑ دے تو اسے اختیار حاصل ہے اور یہ مال اب مرد کے لئے کھانا بھی جائز ہوگا۔

اس کونسل کی حلف وفاداری پروقار تقریب میں ہونا چاہئے جس میں کم از کم دو آدمی ہوں یا مسجد میں اور اس کے لئے حسب توفیق کھانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَغَایَا الَّتِیْ یَنْکِحْنَ اَنْفُسَھُنَّ بِغَیْرِ بَیِّنَۃٍ (والاصح انہ موقوف علی ابن عباس رواہ الترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانیہ ہیں وہ

عورتیں جو اپنا نکاح سوائے گواہوں کے کراویں اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباس پر موقوف ہے اور ترمذی نے اسے نقل کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْا فِى الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْنِ (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نکاح کی تشہیر کرو اور اس کا انعقاد مسجدوں میں کرو اور اس پر دف بجاؤ۔ (ایک قسم کا ڈھول ہے)

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عَبْدِالرَّحْمَانِ ابْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ اِنِّىْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ (متفق علیہ) یہ تینوں احادیث مشکوۃ کتاب النکاح سے منقول ہیں)

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان بن عوف پر زرد رنگ کا اثر دیکھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے ایک اوقیہ سونا پر ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری کیوں نہ ہو۔

تشریح : یہاں اس باب میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت ابن عباس سے دوسری حضرت عائشہ سے اور تیسری حضرت انس سے منقول ہے۔ پہلی میں فرمایا ہے کہ بغیر گواہ جو نکاح ہو وہ زنا ہے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے مسجد میں اس کی تشہیر کرو اور اس کا انعقاد کرو اور تیسری حدیث میں فرمایا ہے کہ ولیمہ بھی ہونا چاہئے۔ اور اس کا اہتمام کروانے کا حکم آیا ہے۔ پس معلوم ہوا

Marfat.com

کہ اس کونسل کی حلف وفاداری پروقار تقریب میں ہونی چاہیئے۔ جس میں کم از کم دو آدمی ہوں۔

اس کونسل کے لئے فنڈ کی فراہمی

چیئرمین (خاوند) کی ذمہ داری ہے

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِلَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا (سورۃ البقرہ آیت 233)

اور باپ پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق ہے۔ کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر اسی قدر کہ طاقت ہو۔

تشریح : یہ سورہ البقرہ کی آیت دو سو تینتیس کا ایک جملہ ہے۔ اس میں دو چیزوں کا بیان ہے ایک یہ ہے کہ مولودلہ پر ان عورتوں کا رزق اور کپڑے ہیں۔ اس لفظ مولودلہ کا لفظی معنی ہے جس کے لئے وہ اولا ہو یا جس کے لئے وہ جنا گیا ہے اور حاصل معنی باپ کیا جاتا ہے۔ پس حاصل یہ نکلا کہ بچوں کے باپ پر ہے انکا رزق اور کپڑا۔ اور آگے فرمایا ہے بالمعروف یعنی یہ رزق اور کپڑا معروف طریقہ سے ہونا چاہیئے۔ یہ لفظ معروف اپنے اندر کافی وسعت رکھتا ہے۔ کیونکہ معروف کے معنی مشہور کے بھی آتے ہیں پس اس وقت مقصد یہ ہوگا کہ عورتوں کو وہ لباس دو جو ان کے لئے مشہور ہے۔ اس کا معنی پہچان کے بھی ہیں۔ پس اس وقت مقصد یہ ہوگا کہ عورتوں کو ایسا لباس دو جس سے انکا امتیاز اور شان معلوم ہو۔ اور اس کا معنی نیکی کیا جائے تو اس کا مقصد یہ بنے گا کہ عورتوں کو نیکی، حیادار اور شرافت والا لباس پہناؤ۔ بے حیائی، نیم عریاں والا لباس نہ پہناؤ۔ اور اس لفظ میں جب یہ تینوں احتمالات ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے کسی خاص کو متعین نہیں فرمایا۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ عنداللہ بھی یہ تینوں قسم کا لباس استعمال کرانا مقصود ہے۔ یعنی عورتوں والا امتیازی شان والا شریفانہ لباس ہونا چاہیئے۔ اور اس

Marfat.com

لفظ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرد کو عورت والا لباس نہیں پہننا چاہئے۔ ازر عورتوں کو مرد والا لباس نہیں پہننا چاہئے۔ تاکہ اس کونسل کے ارکان اور چیئرمین (خاوند) میں وضع قطع میں امتیاز باقی رہے۔ یہاں تک تو رنگ کے اعتبار سے لباس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اور آگے دوسری چیز بیان فرمائی ہے۔ کہ لا تکلف نفس الا وسعها نہ تکلیف دی جائے کسی نفس کو مگر اس کی وسعت کے موافق۔ یعنی یہ روٹی اور کپڑا جس کی ذمہ داری خاوند پر ڈالی گئی ہے۔ یہ اس کی وسعت کے موافق ہونی چاہئے۔ اگر وہ امیر ہے تو اس حیثیت سے خرچ دے اور اگر غریب ہے تو اس حیثیت سے دے۔ چنانچہ مزید تفصیل آرہی ہے۔

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝ (سورۃ الطلاق آیت ۷)

مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور اگر تنگ دست ہو تو جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جو اسے دے رکھا ہے۔ عن قریب اللہ تنگی کے بعد آسانی کرے گا۔

تشریح : اس آیت میں سورہ البقرہ کی آیت 233 کی تفصیل آگئی ہے۔ مگر یہ عام ہے اس میں بیوی کے ساتھ اولاد کا خرچہ بھی شامل ہے۔

البتہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اولاد پر اور اپنی بیوی پر خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اور فنڈ دے گا۔ کیونکہ آدمی کی یہ ضروریات پوری کرنا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ وہی سب کا کفیل ہے۔ اور یہاں مال خرچ کرنے کے سلسلہ میں انسان کی حیثیت ایک ڈپو ہولڈر کی ہے۔ یہ بیوی اور اولاد کا خالق و مالک اور مربی نہیں ہے۔

Marfat.com

بنیادی کونسل کی عورت ارکان چیئرمین (خاوند) کی اجازت کے سوا بقدر کفایت فنڈ استعمال کر سکتی ہیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ هِنْدًا بِنْتِ عتبةِ قَالَتْ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَ لَيْسَ يُعْطِيْنِىْ مَا يَكْفِيْنِىْ وَوَلَدِىْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِىْ مَا يَكْفِيْكِ وَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ (متفق علیہ مشکوۃ باب النفقات 290)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے وہ مجھے اور میری اولاد کو پورا خرچ نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ میں اس کی اجازت کے سوا اس کے مال میں سے لوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو اتنا لے سکتی ہے جو تجھے اور تیری اولاد کو کفایت کرے۔ معروف طریقہ سے۔

تشریح : اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ اگر خاوند معروف طریقہ سے بیوی اور بچوں کو خرچ نہ دیتا ہو تو بیوی اس کی اجازت کے سوا بھی اس کے مال سے جو گھر میں ہو معروف طریقہ سے خرچ لے سکتی ہے۔ البتہ مال اس کو بے دریغ اور بے جا استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اولاد کو دودھ پلانے کی ذمہ داری والدہ پر ہے

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (سورۃ النساء آیت 233)

اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال پورے دودھ پلائیں۔ یہ اس کے لئے ہے جو دودھ کی مدت کو پورا کرنا چاہے۔

تشریح : یہ سورہ البقرہ کی آیت دو سو تینتیس کا ایک جملہ ہے۔ اس میں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے اولاد کو دودھ پلانے کی ذمہ داری والدہ پر رکھی ہے۔ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں یرضعن اصل میں لیرضعن ہے۔ یہاں لام امر مقدر ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ دودھ پلانا عورت پر لازم ہے۔ اگر نہیں پلائے گی تو وہ مجرم ہوگی۔ اصل میں ایک انسان کو دوسرے کے بدن سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اس مقام پر بامر مجبوری اجازت دی ہے۔ کیونکہ اس نومولود کو ایک مہربان اور شفیقہ کی ضرورت ہے جو اس کو دودھ پلائے۔ اٹھائے بٹھائے اور اسے آداب زندگی سکھائے۔ اور یہ کام اس ماں کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ پس یہ ماں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر اور نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اس بچے کی شفقت اور محبت کوٹ کوٹ کر بھر رکھی ہے۔ اور یہ دودھ پلانے کی مدت دو سال بیان فرمائی ہے۔ دو سال سے زیادہ دودھ پلانے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ اب ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر میاں اور بیوی باہم رضامندی سے دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں تو چھڑا سکتے ہیں یہ مدت کم کرنے میں گناہ نہیں ہے۔ اس کی انہیں اجازت ہے۔ مگر یہ دونوں کے مشورہ سے ہونا چاہئے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ البقرہ آیت 233)

اور اگر کسی اور سے اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ تم دیدو جو دستور کے مطابق تم نے دینا ٹھہرایا ہے۔

تشریح : یہ سورۃ البقرہ کی آیت کا ایک جملہ ہے۔ اس میں یہ فرمایا ہے کہ کسی دوسری عورت سے بھی دودھ پلوانا جائز ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے جب بچے کی اپنی والدہ دودھ نہ پلا سکتی ہو تو یہ بھی ایک مجبوری ہے۔ اس لئے بچے کی جان

Marfat.com

بچانے کے لئے غیرماں سے دودھ پلانا جائز ہے۔ مگر اس وقت اس کو بھی دستور کے مطابق اجرت دینی ہوگی۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اس بنیادی کونسل کی ارکان عورتوں کا خرچہ اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کا خرچ اس باڈی کا چیئرمین (خاوند) ادا کرے گا۔ اگر کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا ہو تب بھی خرچہ یہی دے گا۔

اہل و عیال پر خرچہ کرنے سے اللہ مال بڑھاتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ
عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاِنْ تُمْسِکْهُ شَرٌّ لَّکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ (مشکوۃ

باب الانفاق صفحہ 164 مطبع مجتبائی دہلی)

ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ابن آدم خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ ابی امام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم اگر تو مال خرچ کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا۔ اور اگر تو اسے روک لے گا تو تیرے لئے برا ہوگا۔ قدرے ضرورت پر ملامت نہ کرنا۔ اور اپنے بیوی بچوں سے ابتدا کر۔

تشریح : یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث قدسی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے ابن آدم تو خرچہ کرتا جا میں تجھے اور دوں گا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ خرچ کرنا بہتر ہے اور وہ بہتری یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور دے گا اور اگر خرچہ نہیں کرو گے تو شر ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ دینا روک

Marfat.com

دیں گے اور خرچ کرنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اپنے خاندان سے شروع کرو۔ دراصل انسان کی حیثیت ایک ایک ڈپو ہولڈر کی ہے اور اس کا خاندان اس کا حلقہ ہے۔ اس میں اس نے اناج تقسیم کرنا ہے۔ اگر یہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اور دیں گے۔ اور اگر خرچ نہیں کرے گا تو یہ ڈپو اس سے واپس لے لیں گے۔ کیونکہ اس نے خرچ کرنے کے سلسلہ میں بددیانتی کی ہے۔ خلق خدا کا حق روک لیا ہے۔ اس نے کونسل کے قیام کا مقصد فوت کر دیا ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا اپنے حلقے میں مال خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ اور نہ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔

اس خاندانی خدمت کے فضائل اور مراتب

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَائَتْنِیْ اِمْرَاَةٌ وَمَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْئَلُنِیْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ غَیْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَیْتُهَا اِیَّاهَا فَقَسَّمَتْهَا بَیْنَ اِبْنَتَیْهَا وَلَمْ تَاْکُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے پاس دو اس کی لڑکیاں تھیں اس کی پھر اس نے مجھ سے سوال کیا تو میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اسے کچھ نہ ملا تو میں نے اسے وہ دیدی تو اس نے وہ اپنی دو بچوں میں تقسیم کی اور اس میں سے خود کچھ نہ کھایا۔ پھر اٹھ کر چلی گئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو یہ بات سنائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ جن کو ان بچیوں کے ساتھ آزمایا جائے۔ اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے وہ اس کے لئے آگ سے پردہ ہوں گی۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ (مشکوۃ باب الشفقۃ والرحم علی الخلق صفحہ 421)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو بچیوں کی بلوغت تک تربیت کی تو قیامت کے دن وہ ایسے حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ایسے ہوں گے۔ اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا دیں۔

تشریح : یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے اور دوسری حضرت انسؓ سے۔ حضرت عائشہ والی روایت میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی زبانی ایک عورت کا واقعہ سن کر فرمایا کہ جو بچیوں کے ساتھ آزمایا جائے اور پھر وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو قیامت کے دن وہ بچیاں اس کے لئے دوزخ سے پردہ ہوں گی۔ یعنی وہ بچانے والی ہوں گی۔ اور دوسری انس والی حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جو آدمی دو بچیوں کی بلوغت تک تربیت کرے تو قیامت کے دن وہ میرے ساتھ اس طرح ہوگا۔ اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں۔ انگشت شہادت اور درمیانی کو ملایا۔ یعنی جس طرح یہ دونوں انگلیاں برابر نہیں ہیں۔ کیونکہ درمیانی انگلی بڑی ہے اور شہادت والی چھوٹی ہے دونوں برابر نہیں۔ اسی طرح ان بچیوں کی تربیت کرنے والا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تو نہیں ہو سکتا۔ تاہم اس کو آپ کی رفاقت ضرور نصیب ہو جائے گی۔ پس خلاصہ یہ نکلا اس خاندانی خدمت کے فضائل اور مراتب بہت اونچے ہیں۔ حقیقتہ" خوش قسمت ہے وہ جس کو ان بچیوں کی تربیت کا موقعہ مل جائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصا" بچیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کی تربیت تو آج کی طرح اس زمانہ میں بھی لوگ کرتے تھے۔ اور ان کی پیدائش کو اپنے لئے باعث فخر جانتے

Marfat.com

تھے۔ مگر بچیوں کی پیدائش کو وہ لوگ بہت برا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض انہیں زندہ ہی درگور کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی تعلیم و تربیت کی ترغیب دی۔ اور ان کو باعث برکت بنایا ہے۔ اور فرمایا کہ آخرت میں یہ بچیاں ان کے لئے ذریعہ نجات بن سکتی ہیں۔ کیونکہ عورت خاندان اور برادری کے قیام کے سلسلہ میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اسی لئے جب اولاد پیدا کرنا شروع کر دیتی ہے تو عربی میں اسے ام کہا جاتا ہے۔ یعنی خاندان کا مرکز اصل اور بنیاد یہی ہے۔ لہذا یہ بچی والدین کے لئے سرمایہ حیات ابدیہ ہے

خاوند بحالتِ ایامِ ماہواری بیوی سے جماع نہ کرے

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ	اور آپ سے حیض کے
الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ	بارے میں پوچھتے ہیں آپ
اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ	فرمادیں وہ نجاست ہے
فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا	پس حیض میں عورتوں سے

Marfat.com

تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ ص فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ مُّلٰقُوْهُ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ پارہ دوم آیت ۲۲۲ - ۲۲۳)

علیحدہ رہو اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو لیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے بے شک اللہ توبہ کرنیوالوں کو اور پاکوں کو دوست رکھتا ہے۔ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ اور اپنے لیے آئندہ کی بھی تیاری کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم ضرور اسے ملو گے اور ایمان والوں کو خوشخبری سناؤ۔

تشریح

اس آیت کریمہ کے شروع میں جو لفظ حیض آیا ہے اس کے لغوی معنی جاری ہونے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ خون ہے جو عورت کے رحم سے سوائے بیماری اور جننے کے نکلے۔ اس کی کم مدت تین دن ہیں اور زیادہ دس دن۔ پس اس مدت

Marfat.com

میں خالص سفید خون کے سوا جس رنگ کا بھی خون آئے خواہ سُرخ ہو۔ سیاہ ہو۔ زرد ہو۔ سبز ہو یا مٹی کے رنگ کا ہو یہ حیض ہی میں شمار ہو گا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خاوند اس حالت میں اپنی بیوی کی شرمگاہ کو استعمال نہیں کر سکتا اس کے علاوہ اس کا بوسہ لے سکتا ہے اس کے ساتھ لیٹ بھی سکتا ہے اس حالت میں عورت نماز نہیں پڑھ سکتی' روزہ بھی نہیں رکھ سکتی البتہ روزے کی قضا کرے گی اور نماز کی قضا بھی اس پر نہیں اور تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ کہلاتا ہے اس کا یہ حکم نہیں ہے اور جس عورت کی عادت ایام ماہواری دس دن سے کم مثلاً چھ دن مقرر ہو جائے تو وہی مقررہ دن حیض کے شمار ہوں گے۔ اور ولادت کے بعد عورت کو جو خون آتا ہے وہ نفاس کہلاتا ہے اس کا حکم بھی حیض جیسا ہی ہے اور حیض و نفاس کے بقیہ فقہی مسائل بہشتی زیور میں دیکھ لیے جائیں۔ اب ہم اس آیت کریمہ کا شانِ نزول اور تشریح جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے عرض کرتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ	انسؓ سے نقل ہے انہوں
الْیَھُوْدَ کَانُوْا اِذَا حَاضَتِ	نے فرمایا بے شک یہود جب
الْمَرْاَۃُ فِیْھِمْ لَمْ	ان میں کسی عورت کو حیض آتا
یُؤَاکِلُوْھَا وَلَمْ	تو گھروں میں ان کے ساتھ
یُجَامِعُوْھُنَّ فِی	کھاتے نہیں تھے اور ہمبستر
الْبُیُوْتِ فَسَاَلَ	بھی نہیں ہوتے تھے تو نبی
اَصْحٰبُ النَّبِیِّ صَلَّی	صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	نے آپ سے پوچھا پھر اللہ تعالیٰ

النَّبِیَّ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ — نے آیت اُتاری اور وہ
تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْنَکَ — پوچھتے ہیں آپ سے حیض
عَنِ الْمَحِیْضِ الْاٰیَۃَ — کے متعلق آخر آیت تک
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی — پس فرمایا رسول اللہ صلی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — اللہ علیہ وسلم نے کرو ہر
اِصْنَعُوْا کُلَّ شَیْءٍ — کام مگر جماع نہ کرو پس
اِلَّا النِّکَاحَ فَبَلَغَ — یہ خبر یہود کو پہنچی تو انہوں
ذَالِکَ الْیَھُوْدَ فَقَالُوْا — نے کہا نہیں چاہتا یہ آدمی
مَا یُرِیْدُ ھٰذَا — کہ چھوڑے ہمارے دین
الرَّجُلُ اَنْ یَّدَعَ — میں سے کچھ بھی مگر مخالفت
مِنْ اَمْرِنَا شَیْئًا — کی اس نے ہماری اس
اِلَّا خَالَفَنَا فِیْہِ — میں پس آئے اُسید بن
فَجَاءَ اُسَیْدُ ابْنُ — حضیر اور عباد بن بشیر پس
حُضَیْرٍ وَعَبَّادُ — کہا ان دونوں نے اسے
ابْنُ بَشِیْرٍ فَقَالَا — اللہ کے رسول بے شک
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ — یہود ایسا اور ایسا کہتے
الْیَھُوْدَ یَقُوْلُ کَذَا — ہیں پس نہ ہمنشینی کریں
وَکَذَا اَفَلَا — ہم ان عورتوں سے پس
نُجَامِعُھُنَّ فَتَغَیَّرَ — متغیر ہوا چہرہ رسول اللہ
وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ — صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ — تک کہ ہم نے گمان کیا کہ

Marfat.com

وَسَلَّمَ حَتّٰی ظَنَنَّا	آپ ناراض ہو گئے ہیں ان
اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَیْهِمَا	پر پس وہ دونوں نکل کر
فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا	چلے گئے پس ان کے سامنے
هَدِیَّةٌ مِنْ	سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
لَبَنٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی	کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	تو آپ نے ان کے پیچھے
فَاَرْسَلَ فِیْ اٰثَارِهِمَا	پیغام بھیجا پھر ان کو وہ دودھ
فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا	پلایا پھر وہ سمجھ گئے کہ آپ
اَنَّهٗ لَمْ یَجِدْ	ان پر ناراض نہیں ہوئے۔
عَلَیْهِمَا (مشکوٰۃ ص۵۶ باب الحیض)	(اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے)

تشریح

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عورت کے ایام ماہواری کے زمانہ میں افراط و تفریط تھی یعنی یہودی اس زمانہ میں عورت سے ہمبستری کرنا تو کجا ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی نہیں کھاتے تھے ان کے استعمال کے برتن بھی الگ کر دیتے تھے اور بعض گھر سے بھی نکال دیتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کا تصور یہ تھا کہ ان ایام میں صرف عورت ہی ناپاک نہیں ہوتی بلکہ اس کو جو چھوئے گا یا وہ کسی چیز کو اگر ہاتھ لگا دے گی یا جس زمین پر وہ چلے گی جہاں بھی رہے گی وہ چیزیں سب ناپاک ہو جاتی ہیں اور اسے بڑا خطرناک متعدی مرض تصور کیا جاتا تھا اور عیسائی ان ایام میں ان سے ہمبستر بھی ہوتے تھے

اور قرآن نے اس سلسلہ میں راہِ اعتدال پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان ایام میں عورت کا مقام مخصوص استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ گندہ ہے باقی اس کا سارا جسم پاک ہے ۔ شوہر اسے بوسہ دے سکتا ہے اس کے ساتھ لیٹ سکتا ہے اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا سکتا ہے اگر کوئی شخص ان ایام میں عورت کا وہ مقام مخصوص حلال سمجھ کر استعمال کریگا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر وہ اسے حلال نہ جانے ویسے استعمال کرے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اسے توبہ کرنا چاہیئے اور کچھ صدقہ بھی دے دینا افضل ہے ۔ مزید تفصیل اگلی حدیثوں میں آرہی ہے ۔ ؏

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وَعَائِشَةَ قَالَتْ	اور حضرت عائشہ رضؓ سے نقل
كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا	ہے انہوں نے فرمایا میں اور
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	سے غسل کرتے تھے حالانکہ
مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ	ہم دونوں جنبی ہوتے تھے
وَكِلَانَا جُنُبٌ	اور آپ مجھے حکم فرماتے تھے
وَكَانَ يَأْمُرُنِي	پس میں تہ بند باندھتی تھی پھر
فَأَتَزَرُ فَيُبَاشِرُنِي	آپ میرے ساتھ لیٹ جاتے
وَأَنَا حَائِضٌ	تھے حالانکہ میں حیض سے ہوتی
وَكَانَ يُخْرِجُ	تھی اور آپ اعتکاف کی حالت
رَأْسَهُ إِلَيَّ	میں اپنا سر مبارک مسجد سے

وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ

(مشکوٰۃ صـ۵۶ باب الحیض)

میری طرف نکالتے تھے پس میں اسے دھوتی تھی حالانکہ میں حیض سے ہوتی تھی۔

(امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے)

تشریح

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں آج کل کی طرح پانی کی فراوانی اور نلکوں کا انتظام نہیں تھا لوگ گھروں میں بڑے بڑے برتنوں میں پانی بھر کر لاتے تھے اور پھر استعمال کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں بھی ایسا ہی بڑا برتن ہوتا تھا اور رات کو بوقت ضرورت اس سے پانی لے کر غسل کر لیا کرتے تھے اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے صرف زیر ناف کا حصہ استعمال کرنا جائز نہیں وہ ناپاک ہے باقی سارا بدن پاک ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰی حَائِضًا اَوِ امْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا

ابی ہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حیض والی عورت سے ہمبستری کرے یا کسی عورت کا پاخانہ والا حصہ استعمال کرے یا غیب کی خبر سنانے والے

أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

یا نجومی وغیرہ کے پاس جائے پس تحقیق اس نے انکار کیا اس کتاب کا جو اتاری گئی محمدؐ پر۔ (اس حدیث کو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کے پاس جانے کو یا عورت کا پاخانہ والا حصہ استعمال کرنے کو یا غیب کی خبریں سنانے والے نجومی وغیرہ کے پاس جانے کو کفر فرمایا ہے اس کی توجیہہ و توضیح محدثین نے یہ نقل کی ہے کہ اگر حلال جان کر ایسا کرے گا تو کافر ہو جائیگا اور حلال نہ جانے ویسے ایسا ارتکاب کرے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے فاسق ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں سے ایسا فعل کرنا یا دو مردوں کا باہم ایسا کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ جب اپنی منکوحہ عورت سے ایسا کرنا حلال نہیں تو بچوں سے ایسا کرنا یا دو مردوں کو باہم ایسا کرنا کس طرح حلال ہو سکتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ وَقَعَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ

ترجمہ اور ابن عباس سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی حیض کی حالت میں اپنی

Marfat.com

وھی حائض فلیتصدق
نصف دینار
(رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی
والدارمی وابن ماجہ)

وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ
دَمًا اَحْمَرَ فَدِیْنَارٌ
وَاِذَا کَانَ دَمًا
اَصْفَرَ فَنِصْفُ دِیْنَارٍ
(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الحیض ص۵۶
سے نقل کی گئی ہیں)

بیوی کا اگلا حصہ استعمال کرے
تو اس کو ایک دینار صدقہ کرنا
چاہیئے (اس حدیث کو امام
ترمذی ابوداؤد نسائی دارمی اور
ابن ماجہ نے نقل کیا ہے)
اور ان سے بھی نقل ہے انہوں
نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے نقل کیا آپ نے فرمایا جب
خون سرخ ہو تو ایک دینار ہے
اور اگر زرد ہو تو نصف دینار
ہے (اس حدیث کو امام ترمذی نے
نقل کیا ہے)

تشریح

اس حدیث میں بحالت حیض اپنی بیوی سے صحبت کرنے والے کو ایک دینار یا نصف دینار بطور کفارہ ادا کرنے کا جو حکم دیا ہے یہ صرف اسی صورت میں ہے جب اس فعل کو حلال نہ جانے اور اگر حلال جانے گا تو کافر ہو جائے گا جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔

دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے لہٰذا ساڑھے چار ماشہ سونا کی قیمت لگا کر کفارہ ادا کرنا چاہیئے اور جہاں دینار مروج ہے وہاں تو وہ دے دینا چاہیئے۔

عورت کا پاخانہ والا راستہ استعمال کرنیوالا ملعون ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَاَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا (رواہ احمد و ابو داود)

ترجمہ ابی ہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت سے دور ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے پاخانہ والا حصہ کو استعمال کرے (اس حدیث کو امام احمد اور ابو داود نے نقل کیا ہے)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی رَجُلًا اَوْ اِمْرَاَةً فِی الدُّبُرِ۔

اور ابن عباسؓ نے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے آدمی کو نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے جو کسی مرد یا عورت کا پاخانہ والا حصہ استعمال کرے۔

(رواہ الترمذی)

(اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے)

Marfat.com

اپنی بیوی کا بھید ظاہر کرنا گناہ ہے

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلٰی اِمْرَاَتِہٖ وَتُفْضِیْ اِلَیْہِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ اور ابی سعیدؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سب سے بڑی امانت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن اور ایک روایت ہے کہ بے شک تمام لوگوں سے زیادہ شریر اللہ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے قیامت کے دن وہ آدمی ہے کہ پہنچے طرف اپنی بیوی کے اور وہ پہنچے طرف اس کے پھر افشا کر اس کا راز (یہ حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بھید کو امانت قرار دیا اور یہ بھید پھیلانے والے مرد کو بدترین

Marfat.com

قرار دیا اور بعض محدثین نے اس پر قیاس کر کے عورت کے لیے بھی یہی حکم دیا ہے یعنی مرد کے بھید عورت کے لیے امانت ہیں اور عورت کے بھید مرد کے لیے امانت ہیں دونوں میں سے کسی کو بھی یہ نہیں چاہیئے کہ ایک دوسرے کے راز اوروں کے سامنے بیان کریں خواہ وہ عیوب ہوں یا کہ خوبیاں اگر ایسا کریں گے تو یہ لوگ اللہ کے نزدیک سب سے بُرے ہیں کیونکہ یہ امانت میں خیانت ہے۔ ہاں اگر فریقین میں یا دونوں میں سے ایک میں کوئی ایسا عیب موجود ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ان کی جنسی خواہشات ہی پوری نہیں ہوتیں مقاصد نکاح تولید میں رکاوٹ ہے تو پھر ایسے عیوب بتائے جا سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ	اللہ تعالیٰ کسی کی بری بات ظاہر
بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ	کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر
اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔	جس پہ زیادتی کی جائے۔

ضبط تولید عورت کی اجازت کے سوا جائز نہیں

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ	ترجمہ حضرت عمر بن خطابؓ
قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ	سے نقل ہے انہوں نے فرمایا
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے
اَنْ یُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّۃِ	کہ عزل کیا جائے حُرّہ عورت

Marfat.com

الا باذنها۔ سے مگر اس کی اجازت سے

(رَوَاہُ ابْنُ ماجہ) (ابن ماجہ)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تولید اور لذّتِ جماع میاں بیوی کے مشترکہ حقوق ہیں۔ خاوند از سرِ خود انہیں ضائع نہیں کر سکتا ہاں اگر بیوی کی رضا بھی شامل ہو تو قباحت نہیں ہے۔

Marfat.com

ہر مجرّد با صلاحیت کو اور عورت کا نکاح کرانا چاہیئے

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورہ نور آیت ۳۲)

اور جو تم میں مجرّد ہوں اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں سب کے نکاح کرا دو اگر وہ مفلس ہونگے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے

تفسیر

اس آیت میں جو لفظ انکحو آیا ہے یہ جمع مذکر امر حاضر کا صیغہ ہے اس کے معنی نکاح کرانے کے ہیں اور اس کے مخاطب حکومت ورثاء اور غلاموں کے مالک ہیں اور اَیَامٰی جو لفظ آیا ہے یہ اَیِّمٌ کی جمع ہے اس کے معنی بے نکاح کے ہیں اور یہ عام ہے جو خواہ شروع سے ہی ابھی شادی نہ ہوئی ہو یا بیوی مر گئی ہو یا اسے طلاق دی ہو یا عورت ایسی ہو یہ سب کو شامل ہے اور عباد عبد کی جمع ہے اس کے معنی یہاں غلام کے ہیں اور اماء اَمَۃٌ کی جمع ہے اس کے معنی لونڈی کے ہیں اور صالحین صالح کی جمع ہے اس کے معنی نیک کے بھی ہیں اور باصلاحیت کے بھی۔

Marfat.com

ہیں پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ وارثوں کو چاہیئے کہ جب ان کے لڑکے یا لڑکیاں بالغ ہو جائیں یا لڑکے رنڈوے اور لڑکیاں بیوہ یا مطلقہ ہو جائیں تو وہ وارث از سر خود ان کے نکاح کے سلسلہ میں تگ و دو کریں اس سلسلہ میں اوّلین فریضہ والدین کا ہے اور دوسرے نمبر پر بقیہ رشتے ہیں ۔ اگر رشتہ دار بھی نہ ہوں تو پھر یہ ذمہ داری وقتی حکومت پر عائد ہوتی ہے تاہم اگر وہ لڑکے یا لڑکیاں عاقل و بالغ ہوں اور از سر خود اگر کہیں وہ اپنا نکاح گواہوں کی موجودگی میں کر لیں تو اس میں صرف اتنی قباحت ہے کہ سنت کے خلاف ہے ورنہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور وہ سنت یہ ہی ہے کہ نکاح وارثوں کی اجازت سے ہونا چاہیئے اور اسی طرح اگر غلام یا لونڈیاں ہوں تو ان کے مالکوں کو چاہیئے کہ لونڈیوں سے از سر خود ہم بستر ہوں ورنہ ان کا اور غلاموں کا نکاح کرا دیں اور مالکوں کی عدم موجودگی میں یہ وقتی حکومت کی ذمہ داری ہے بہر حال ایک اسلامی ریاست میں کسی بھی باصلاحیت مرد یا عورت آزاد یا غلام کو بے نکاح رہنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس میں دو قسم کا نقصان ہے ایک یہ ہے کہ اس سے زناکاری پھیلے گی جو قطع رحمی ہے اس کی حیثیت ایک دیمک کی ہے جو لکڑی کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہے اسی طرح اس زناکاری سے معاشرے کے اندر سے اخوت اور محبت کی روح نکل جائے گی اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ یہ مرد اور عورت ترقی کا ذریعہ ہیں ۔ افرادی قوت پیدا کرتے ہیں اور انہیں بیکار چھوڑنے سے انسانی ترقی کی رفتار میں رخنہ پیدا ہوگا اور ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ فرمایا

Marfat.com

انسانوں کے ایک بہت بڑے خدشے کو دُور فرما دیا ہے اور یہ وہ خدشہ ہے جس کے پیشِ نظر لاکھوں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس لیے شادی نہیں کرتے یا ان کی کوئی شادی کراتا نہیں کہ گھر میں لڑکی آئیگی تو اس کو روٹی کہاں سے دیں گے اولاد ہوگی تو کہاں سے کھلائیں گے۔ اس شیخ چلی کے تصور میں نوجوانوں کی زندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں اور زنا کاری سے بے راہروی پھیلتی ہے اور پھر اسی کے باعث کشت وخون سے دولتِ ایمان سے بھی محروم ہو جاتے ہیں ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یا پھر اسقاطِ حمل کے ذریعہ لاکھوں بلکہ کروڑوں کے قتل کے ذمہ دار ٹھہرے ہوئے ہیں۔ نامعلوم وہ آنے والی روحیں کتنے 'ولیار اللہ' کی ہوں گی اور ان میں کتنے ہی خلقِ خدا کے خادم اور ہمدرد ہوں گے مگر اس چربہ نقمے کے لالچی انسان نے ان کی راہ کو بند کیا ہوا ہے اور کر رہا ہے اور یہ صرف اور صرف اس بنا پر کہ انسان نے اپنے آپ کو اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا خالق و مالک اور رازق سمجھا ہوا ہے اور خدا کی خالقیت و مالکیت اور ربوبیت پر اس کا یقین اور ایمان نہیں ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے پہلے تو مجردین کے نکاح کا حکم دیا ہے اور بعد میں لوگوں کا خدشہ دور کرنے کے لیے وعدہ فرمایا کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ وہ فقیر ہیں تو اس کی پرواہ مت کرو اللہ تعالیٰ خود ان کو غنی کر دیگا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کے ایک ارشادِ گرامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم نکاح

کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو تو اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ غنا عطا کرنے کا فرمایا ہے وہ پورا کرے گا پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم غنی ہونا چاہتے ہو تو نکاح کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ (یہ حوالہ ابنِ کثیر سے منقول ہے) اور قرآن کریم کی اس اگلی آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ	بچتے رہیں وہ لوگ جو طاقت
لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا	نکاح نہیں رکھتے یہاں تک
حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ	کہ اللہ تعالیٰ انہیں غنی کر دے
مِن فَضْلِهِ (نور)	گا اپنے فضل سے۔

تفسیر

یعنی جو لوگ مالی لحاظ سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے اور انہیں اندیشہ ہو کہ اگر شادی کریں گے تو عورت کے اخراجات پورے نہیں کر سکیں گے۔ اس طرح اس کی حق تلفی ہوگی اور عنداللہ مجرم ہوں گے تو انہیں چاہیئے کہ صبر کریں اور صبر کا طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھیں۔ اس سے قوتِ شہوانیہ پر کنٹرول ہو جائے گا پس معلوم ہوا کہ یہ وعدہ غنی اس کے لیے ہے جو پاک دامن رہنا چاہتا ہو اور اللہ پر یقین رکھنے والا متوکل بھی ہو۔

Marfat.com

چیئرمین (خاوند) کو اپنی کونسل کی ارکان سے مساوات برتنے کا حکم اور اس کا طریقہ

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ	اور تم عورتوں کو ہرگز برابر نہیں
تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ	رکھ سکو گے اگرچہ اس کی حرص
وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا	کرو پس بالکل ایک ہی طرف
تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ	نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکی
فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ	ہوئی چھوڑ دو اور اگر اصلاح کرتے
وَاِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا	رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا	اور اگر دونوں میاں بیوی جدا
رَّحِيمًا ۝ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا	ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت
يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ	سے ہر ایک کو بے پروا کر
سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ	دے گا اور اللہ وسعت کرنے
وَاسِعًا حَكِيمًا ۝	والا حکمت والا ہے۔

(سورہ نساء آیت ۱۲۹-۱۳۰)

شانِ نزول

جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازدواج کے لیے نوبت مقرر کی ہوئی تھی اور حضرت سودہ بنت زمعہ جب بوڑھی ہو گئیں اور ظاہر بات ہے کہ ان کی جنسی خواہشات کم ہو گئی ہوں گی اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ان کی نوبت عائشہؓ کو دی جائے کیونکہ وہ جوان

Marfat.com

تھی لیکن حضرت سودہؓ کے ہوتے ہوئے یہ مناسب نہیں تھا اس لیے ارادہ فرمایا کہ انہیں طلاق دے دیں اور حضرت سودہؓ کو اس بات کا پتہ چل گیا تو آپ نے اپنی نوبت حضرت عائشہؓ کو خود بخش دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف زوجیت میں رہنا ہی پسند کیا ۔ اس پر قرآن کریم کی یہ مذکورہ بالا آیات اتریں ۔ شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن چونکہ صیغے عام ہیں اس لیے حکمِ عام ہے اور ان آیتوں میں تمام اہل ایمان کو تین ہدایات دی گئی ہیں ——— پہلی ہدایت یہ ہے کہ جب متعدد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان مساوات قائم رکھو اور یہ مساوات دو قسم کی ہے ایک قلبی محبت اور دوسری قسم بقیہ حقوقِ زوجیت شب باشی نفقہ وغیرہ قسم اوّل کے بارے میں تو خالق کائنات علیم و خبیر نے خود ہی فرما دیا ہے کہ تمہارے بس کا روگ ہی نہیں ہے کہ تم عورتوں سے محبت میں مساوات قائم رکھ سکو اور دوسری قسم کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ جس کے ساتھ قلبی محبت زیادہ ہے سارا جھکاؤ اسی کی طرف رکھو اور جس کے ساتھ محبت کم ہے یا نہیں تو اسے معلق رکھو نہ اس کے حقوق ادا کرو اور نہ طلاق دو ہرگز ایسا مت کرو بلکہ ان کے حقوق نفقہ شب باشی وغیرہ پورے ادا ہونے چاہئیں اس کی صورت یہ ہے کہ شب باشی کی باری مقرر ہو جائے ——— اور دوسری ہدایت یہ دی ہے کہ جب تمہاری متعدد بیویاں ہوں گی تو ان کے درمیان بھی چپقلش ہوگی ذنگا فساد تک نوبت آئے گی ایسی صورت میں مرد کو حکمرانِ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے تقوے کی حدود میں رہ کر فیصلہ کرنا ہوگا اور انکی اصلاح کی کوشش کرنا ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے عظوھن ۔

واهجروهن فی المضاجع واضربوهن وان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا - انہیں نصیحت کرو شب باشی کا بائیکاٹ کرو اور پیٹو اگر وہ اس سے تمہاری اطاعت کریں تو پھر طلاق کا اقدام نہ کرو اور اس سے بھی کام نہ بنے تو پھر تیسری ہدایت یہ دی ہے کہ انہیں طلاق دے سکتے ہو اور آخر میں وعدہ فرمایا ہے کہ طلاق کی صورت میں اللہ تعالیٰ دونوں کو غنی کر دے گا کہ مرد کو گھر بسانے کے لیے عورت دے گا اور عورت کو سرپرستی کیلئے حسب منشا خاوند دے گا وہ اللہ تعالیٰ وسیع خزانوں کا مالک ہے اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور افعال سے بھی اس کی تائید مزید ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبَضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَۃٍ وَکَانَ یَقْسِمُ مِنْھُنَّ لِثَمَانٍ - (متفق علیہ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو بیویاں چھوڑ کر فوت کیے گئے اور وہ ان میں سے آٹھ کے مابین باری تقسیم کرتے تھے۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

تفسیر

جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نو بیویاں

تھیں ۔ عائشہ ۔ حفصہ ۔ ام حبیبہ ۔ سودہ ۔ ام سلمہ ۔ صفیہ ۔ میمونہ
زینب بنت جحش ۔ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ۔ ان میں سے حضرت
سودہ نے اپنی نوبت حضرت عائشہ کو بخشی ہوئی تھی ۔ باقی سب
کی آپ نے باری مقرر کی ہوئی تھی اور ایک ایک رات اُن کے
پاس رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہ کی نوبت میں آپ کی
وفات ہوئی ۔ معلوم ہوا جس شخص کی متعدد بیویاں ہوں اس کو ان کے
پاس رہنے کے لیے باری مقرر کرنا واجب ہے مگر کہ ایک بیوی ان
میں سے اپنی باری معاف کر دے دوسری کو بخش دے ورنہ مرد
از سرِ خود ان میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کر سکتا ، گناہِ کبیرہ ہے ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ	اور حضرت عائشہ رضی اللہ
اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا	تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
كَبُرَتْ قَالَتْ	کہ بیشک حضرت سودہ رضی
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ عنہا جب کہ بوڑھی
قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ	ہوگئی تو انہوں نے فرمایا اے
مِنْكَ لِعَائِشَةَ	اللہ کے رسول تحقیق میں
فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	نے اپنا دن (نوبت) جو آپ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	کی طرف سے مجھے ملا ہوا ہے
وَسَلَّمَ يَقْسِمُ	عائشہ کو چھوڑ دیا ہے
لِعَائِشَةَ يَوْمَهَا	پس رسول کریم صلی اللہ علیہ
وَيَوْمَ سَوْدَةَ	وسلم عائشہ کے لیے دو دن
	تقسیم کرتے تھے ایک ان

(یہ دونوں احادیث مشکوٰۃ باب القسم صفحہ ۲۷۹ سے
نقل کی گئی ہیں)

Marfat.com

کا اپنا دن اور سودہ کا۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیوی اپنی نوبت اپنی سوکن کو بخشنا چاہے تو بخش سکتی ہے بشرطیکہ خاوند کی طرف سے کوئی رشوت وغیرہ نہ دی گئی ہو اور جب چاہے رجوع بھی کر سکتی ہے۔

وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ	اور حضرت عائشہ رضی اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کہ بے شک رسول اللہ
كَانَ يَسْأَلُ فِيْ	صلی اللہ علیہ وسلم جس بیماری
مَرَضِهِ الَّذِيْ	میں آپ کا وصال ہوا اس
مَاتَ فِيْهِ اَيْنَ	میں آپ پوچھتے تھے میں کل
اَنَا غَدًا اَيْنَ	کہاں ہوں گا اس سے مراد
اَنَا غَدًا يُرِيْدُ	آپ کی عائشہ کی
يَوْمَ عَائِشَةَ	نوبت تھی تو آپ کی تمام
فَاَذِنَّ لَهٗ	بیویوں نے آپ کو اجازت
اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ	دی جہاں آپ چاہیں رہیں
حَيْثُ شَاءَ	تو آپ حضرت عائشہ کے
وَكَانَ فِيْ	گھر منتقل ہو گئے یہاں تک

Marfat.com

بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا۔ (رواہ البخاری)

کہ وہیں آپ کی روح مبارک نے پرواز کی (اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے)

تفسیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار سوال کرنے سے مقصود دوسری ازواجِ مطہرات سے حضرت عائشہؓ کے پاس رہنے کی اجازت چاہنا تھا، چنانچہ وہ آپ کی رائے گرامی کو سمجھ گئیں اور ایثار کرتے ہوئے آپ کی رائے کو ترجیح دی اور سب نے آپ کو حضرت عائشہ کے پاس رہنے کی اجازت دی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَآئِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ (متفق علیہ)

اور حضرت عائشہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے تھے جس کا بھی حصہ نکلتا تھا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

تفسیر

اس حدیث میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف

Marfat.com

کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرمایا ہے اس میں آپ نے تعلیم دی ہے کہ جس بھی آدمی کی متعدد بیویاں ہوں اس کو سفر پر جاتے وقت ایسا کرنا چاہیے یعنی اگر سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانا چاہے تو قرعہ اندازی سے لے جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِکْرَ عَلَی الثَّیِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّیِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (متفق علیہ)

اور حضرت ابی قلابہ سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ سنت میں سے ہے جب آدمی کنواری کو شادی شدہ پر نکاح کرے تو (اس) کنواری کے پاس سات دن ٹھہرے پھر نوبت تقسیم کرے اور جب بیوہ سے نکاح کرے یا مطلقہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھر نوبت تقسیم کرے ابو قلابہ نے کہا اگر میں چاہتا تو کہتا کہ حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ حدیث رفع کی (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

Marfat.com

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی پہلے سے شادی شدہ ہو اور اب نئی شادی کرنا چاہتا ہو تو اگر وہ نئی کنواری ہو تو پہلے اس کے پاس سات روز رہے اور پھر نوبت تقسیم کرے اور اگر وہ نئی بیوہ یا مطلقہ ہو تو پہلے اس کے پاس تین روز تک رہے پھر نوبت تقسیم کرے اور یہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جیسا کہ حدیث کے پہلے حصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ	حضرت ابی بکر بن عبدالرحمان
ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ	سے روایت ہے کہ بیشک
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	نے جب ام سلمہ سے شادی
حِیْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ	کی اور اس نے آپ کے پاس
سَلَمَۃَ وَاَصْبَحَتْ	صبح کی تو آپ نے اسے فرمایا
عِنْدَہٗ قَالَ لَھَا	نہیں ہے تیرے سبب تیری
لَیْسَ بِکِ عَلٰی	اہل پر کوئی ذلت اگر چاہے
اَھْلِکِ ھَوَانٌ اِنْ	تو تو میں سات دن تیرے
شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَکِ	پاس گزاروں اور سات دن
وَسَبَّعْتُ عِنْدَھُنَّ	گزاروں اور سب بیویوں کے
وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ	پاس اور اگر چاہے تو تو تین
عِنْدَکِ وَدُرْتُ	دن گزاروں تیرے پاس اور

وَقَالَتْ ثَلِّثْ	اور دورہ کروں تو اس نے
وَفِيْ رِوَايَةٍ	کہا کہ آپ تین دن گزاریں
اَنَّهٗ قَالَ	میرے پاس اور ایک روایت
لَهَا لِلْبِكْرِ	ہے آپ نے انہیں فرمایا
سَبْعٌ وَ لِلثَّيِّبِ	کنواری کے لیے سات دن
ثَلَاثٌ ۔	ہیں اور بیوہ وغیرہ کے لیے
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب القسم سے	تین دن (اس حدیث کو امام
نقل کی گئی ہیں)	مسلم نے روایت کیا ہے)

تفسیر

نوبت تقسیم کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ سات روز نئی دُلہن کے پاس رہے اور سات روز پرانی دلہن کے پاس یا تین دن نئی دلہن کے پاس رہے اور تین اوروں کے پاس ۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ	عنہا سے روایت ہے کہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	بے شک نبی صلی اللہ علیہ
كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ	وسلم اپنی بیویوں کے درمیان
نِسَائِهٖ فَيَعْدِلُ	نوبت مقرر کیا کرتے تھے
وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ	اور عدل کرتے تھے اور دُعا
هٰذَا قَسْمِيْ	کرتے تھے اے اللہ یہ
فِيْمَا اَمْلِكُ	میری تقسیم ہے جس میں میں

Marfat.com

فلا تلمني فيما تملك ولا املك

(رواه الترمذی و ابوداود و روانائی و ابن ماجہ والدارمی)

مالک ہوں پس آپ مجھے ایسی چیز میں ملامت نہ کریں جس کے آپ مالک ہیں اور میں مالک نہیں ہوں (اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے)

تفسیر

یعنی نوبت کرنے اور نفقہ دینے میں انسان مکلف ہے اس میں تمام بیویوں کے درمیان مساوات چاہیے اور اگر قلبی جھکاؤ کسی کی طرف زیادہ ہے تو اس میں مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَانِ فَلَمْ یَعْدِلْ بَیْنَهُمَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ

اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نقل کیا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان رہ کر مساوات نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک دھڑ گرا ہوا ہوگا (اس

Marfat.com

(رواہ الترمذی وابو داود روا حدیث کو ترمذی، ابو داؤد نسائی
نسائی وابن ماجہ والدارمی) ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے)

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب القسم
ص۲۷۹ سے نقل کی گئی ہیں)

تفسیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کا ذکر بطور تمثیل فرمایا ہے زیادہ سے نا انصافی کرے تو بھی یہی سزا ہے۔

چیئرمین (خاوند) اپنی کونسل کی ارکان اور اولاد کی اصلاح کیطرف توجہ دے

اس سلسلہ میں پہلے آیاتِ قرآنی ملاحظہ فرمائیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو اپنے آپ
قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ	کو اور اپنے اہل وعیال کو
نَارًا وَّقُوْدُهَا	آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ	لوگ اور پتھر ہیں جس پر بڑے
عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ	سخت فرشتے متعین ہیں
غِلَاظٌ شِدَادٌ	اپنے رب کے حکم کی نافرمانی
لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ	نہیں کرتے اور وہی کرتے
اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا	ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔
یُؤْمَرُوْنَ (سورہ تحریم آیت ۶)	
اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ	مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس
عَلَی النِّسَآءِ بِمَا	لیے کہ اللہ نے انہیں ایک

Marfat.com

فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝

(سورۃ النساء آیت : ۳۴)

دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں پس نیک بیبیاں تابعداری کرنے والی مردوں کے حقوق کی پسِ پشت حفاظت کرتی ہیں کیونکہ اللہ نے حفاظت کی ہے اور جن بیبیوں کی خلاف ورزی کا تمہیں ڈر ہو تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں لیٹنے کی جگہوں میں چھوڑ دو اور انہیں مارو پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کوئی راستہ مت تلاش کرو بے شک اللہ بہت بلند شان والا ہے۔

تفسیر

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کی چار دیواری میں مرد کی حیثیت حاکم کی ہے اور عورت کی حیثیت رعیت کی ہے جس طرح حکمرانوں پر لازم ہے کہ رعیت کی ضروریات زندگی کا انتظام کریں اور ان کے

Marfat.com

عقائد اعمال اور اخلاق کی اصلاح کریں اور رعایا پر لازم ہے کہ حکومت کی اطاعت کریں اگر رعایا سرتابی کرے تو حکومت کو تادیبی کارروائی کا حق ہے اسی طرح مرد پر لازم ہے کہ عورت کی ضروریات زندگی کا انتظام کرے اور اس کے عقائد اعمال اور اخلاق کی اصلاح کرے تاکہ وہ دوزخ سے بچے اور عورت پر فرض ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کرے ورنہ مرد کو تادیبی کارروائی کا حق ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اسے نصیحت کرے اگر اس سے کام نہ بنے تو پھر اس سے ازدواجی تعلقات منقطع کرے اور اس سے بھی اس کی اصلاح نہ ہو تو اسے مار پیٹ بھی سکتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	حضرت ابی ہریرہ سے نقل
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	فرمایا کہ عورتوں کو نصیحت کرو
اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ	بے شک وہ پسلی سے پیدا
فَاِنَّ هُنَّ خُلِقْنَ	کی گئی ہیں اور بے شک سب
مِنْ ضِلْعٍ وَاِنَّ	سے زیادہ ٹیڑھی چیز پسلی میں
اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلْعِ	اوپر کا حصہ ہوتا ہے اگر تو
اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ	اسے سیدھا کرنا شروع کریگا
تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ	تو توڑ دے گا اگر چھوڑ دے
تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ	گا تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی پس

Marfat.com

اَوْصُوْا فَاسْتَوْصُوْا عورتوں کو نصیحت کرو۔
بِالنِّسَآءِ (متفق علیہ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ اور ان سے ہی نقل ہے انہوں
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ کہ بے شک عورت پسلی
ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ سے پیدا کی گئی ہے ہرگز تیرے
لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ لیے ایک طریقے پر نہیں ٹھہرے
فَاِنْ اسْتَمْتَعْتَ گی۔ اگر تو اس سے نفع اٹھانا
بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ چاہے گا تو نفع اُٹھا سکے گا
بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ اس حال میں کہ اس میں یہ
وَاِنْ ذَهَبْتَ کجی موجود ہو اور اگر تو اسے
تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا سیدھا کرنا شروع کرے گا
وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا تو اسے توڑ دے گا اور
(رواہ مسلم) توڑنا اس کا اسے طلاق دینا
ہے

وَعَنْهُ قَالَ اور ان سے ہی نقل ہے انہوں
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ
صَلَّى اللّٰهُ لَا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی
يَفْرُكْ مُؤْمِنٌ مومن مرد مومنہ عورت سے
مُؤْمِنَةً اِنْ بغض نہ رکھے اگر اس کے

كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا ایک خُلق پر وہ راضی نہیں ہوگا
رَضِیَ مِنْهَا آخَرَ تو دُوسرے خُلق پر وہ راضی
بنو جائے گا۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء
صفحہ ۲۸۰ سے منقول ہیں)

تفسیر

ان تینوں احادیث میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیات کی توضیح و تشریح بیان فرمائی ہے اور عورتوں پر کنٹرول کا طریقہ بتایا ہے اگر معاشرہ میں اس طریقہ پر عمل ہو تو یقیناً گھروں میں روزمرّہ جو جھگڑے دنگا فساد ہو رہا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ عورتوں اور مردوں کی خودکشی، طلاق وغیرہ کی نوبت نہ آئے مگر افسوس یہ ہے کہ موجودہ معاشرہ اس تعلیم سے بالکل بے خبر اور ناآشنا ہے اور انہیں ایسی تعلیم دی جا رہی ہے جو اس مرض کی اصلی دوا اور علاج نہیں ہے بلکہ اسی تعلیم سے ہی ایسے جرائم جنم لیتے ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں احادیث میں خاوند کو یہ تعلیم دی ہے کہ اگر کسی کی بیوی اس کا حکم نہ مانیں سرتابی کرے تو فوراً حاکمانہ کارروائی نہ کرے۔ مارے پیٹے نہ طلاق بھی نہ دے بلکہ ناصحانہ طرز اپنائے۔ اگر اس کی بیوی میں کچھ خامیاں ہوں تو ہزاروں خوبیاں بھی ہوں گی تو خوبیوں پر نگاہ رکھ کر خامیوں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے کیونکہ اگر شروع میں ہی طلاق دے دے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت شاقہ سے تیار کیا ہوا انسانی ترقی کا یہ پہلا یونٹ تباہی کا شکار ہو جائیگا اور بعد میں خود اس پر دستِ حسرت ملے گا اور اس کے نتائج قبیحہ فریقین کو بھگتنے پڑیں لہٰذا خاوندوں کو چاہیئے کہ بیویوں کی معمولی نازیبا حرکات

Marfat.com

سے برافروختہ ہوکر انتہائی قدم نہ اٹھائے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَآئِہٖ وَکَانَتِ انْفَکَّتْ رِجْلُہٗ فَاَقَامَ فِیْ مَشْرُبَۃٍ تِسْعًا وَّ عِشْرِیْنَ لَیْلَۃً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اٰلَیْتَ شَھْرًا فَقَالَ اِنَّ اشَّھْرَ تِسْعًا وَّ عِشْرِیْنَ (رواہ البخاری)

اور حضرت انسؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی تھی اور ان کے پاؤں میں موچ بھی آئی تھی تو بالاخانہ میں انتیس ۲۹ راتیں ٹھہرے پھر اترے تو صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم اٹھائی تھی تو آپؐ نے فرمایا بے شک مہینہ انتیس ۲۹ کا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ یَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِہٖ

اور جابر سے نقل ہے انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے تھے تو آپ کے دروازے کے پاس بیٹھا ہوا لوگوں کا ہجوم دیکھا

Marfat.com

لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ
مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ
لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ
ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ
فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ
لَهٗ فَوَجَدَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآئُهٗ
وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ
فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَيْئًا
اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ
رَاَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ
سَاَلَتْنِيْ النَّفَقَةَ
فَقُمْتُ اِلَيْهَا
فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا
فَضَحِكَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جن میں سے کسی کو بھی اندر
جانے کی اجازت نہ ملی تو
پھر ابوبکرؓ کو اجازت ملی تو
وہ اندر چلے گئے پھر عمرؓ
آئے انہوں نے اجازت
مانگی تو انہیں بھی اجازت مل
گئی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو بالکل خاموش بیٹھا
ہوا پایا آپ کے پاس آپ
کی بیویاں جمع ہیں راوی نے
کہا عمرؓ نے اپنے دل میں
کہا کہ میں ضرور ایسی بات
کہوں گا جس سے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو ہنسا دوں گا پھر
کہا اے اللہ کے رسول
اگر آپ دیکھیں خارجہ کی بیٹی
کو وہ مجھ سے خرچ مانگے
اور میں اس کی گردن کوٹوں
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہنس پڑے اور فرمایا
یہ اسی لیے میرے پاس جمع

Marfat.com

قَالَ هُنَّ حَوْلِیْ کَمَا
تَرٰی یَسْئَلْنَنِیْ النَّفَقَۃَ
فَقَامَ اَبُوْبَکْرٍ اِلٰی
عَائِشَۃَ یَجَأُ عُنُقَھَا
وَ قَامَ عُمَرُ اِلٰی حَفْصَۃَ
یَجَأُ عُنُقَھَا کِلَاھُمَا
یَقُوْلُ تَسْئَلِیْنَ رَسُوْلَ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَیْسَ
عِنْدَہٗ فَقُلْنَ وَاللّٰہِ لَا
نَسْئَلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا
اَبَدًا لَیْسَ عِنْدَہٗ ثُمَّ
اعْتَزَلَھُنَّ شَھْرًا
اَوْ تِسْعًا وَّ عِشْرِیْنَ
ثُمَّ نَزَلَتْ ھٰذِہِ
الْاٰیَۃُ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ
قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ
حَتّٰی بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ
مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝
قَالَ فَبَدَأَ
بِعَائِشَۃَ فَقَالَ

ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو
مجھ سے نفقہ مانگتی ہیں تو
حضرت ابوبکرؓ اُٹھے عائشہ
کی گردن میں مارنا شروع کیا
اور عمرؓ اُٹھے تو حفصہ کی گردن
میں مارنا شروع کیا۔ دونوں کہہ
رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے وہ چیز مانگتی
ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے
انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہے
ہم کبھی بھی ایسی چیز نہیں مانگتیں
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس نہ ہو پھر ان سے
ایک مہینہ یا انتیس دن الگ
ہو گئے پھر یہ آیت نازل
ہوئی اے نبی آپ اپنی
بیویوں سے فرما دیں یہاں تک
آپ اس جملہ تک پہنچے نیکی
کرنے والیوں کے لیے تم
میں سے بڑا اجر ہے راوی
نے کہا پھر آپ نے عائشہ

يَا عَائِشَةَ إِنِّي
أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ
عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ
أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ
حَتَّى تَسْتَشِيرِي
أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا
هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ
فَتَلَا عَلَيْهَا الْآيَةَ
قَالَتْ أَفِيكَ يَا
رَسُولَ اللهِ أَسْتَشِيرُ
أَبَوَيَّ بَلْ
أَخْتَارُ اللهَ وَرَسُولَهُ
وَالدَّارَ الْآخِرَةَ
وَأَسْأَلُكَ أَنْ لَا
تُخْبِرَ امْرَأَةً
مِنْ نِسَائِكَ
بِالَّذِي قُلْتُ قَالَ
لَا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ
مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرَتْهَا
إِنَّ اللهَ لَمْ
يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا

سے ابتدا کی فرمایا اے عائشہ
میرا ارادہ ہے کہ تمہارے
سامنے ایک بات پیش کرتا
ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم اس
میں جلدی نہ کرنا یہاں تک
کہ اپنے والدین سے مشورہ
نہ کرے اس نے کہا اے
اللہ کے رسول وہ کیا ہے
آپ نے آیت پڑھی اس
کے سامنے اس نے کہا کیا
آپ کے بارے میں والدین
سے مشورہ کروں بلکہ میں اللہ
اور اس کے رسول کو اور آخرت
کے گھر کو پسند کرتی ہوں
اور آپ سے میری درخواست
ہے کہ آپ اپنی بیویوں میں
سے کسی کو یہ بات نہ بتائیں
جو میں نے کہی ہے انہوں
نے فرمایا نہیں پوچھے گی ان
میں سے کوئی بھی مگر ضرور
بتاؤں گا میں اسے بے شک

Marfat.com

وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِیْ مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا	اللہ نے نہیں بھیجا مجھے مشقت میں ڈالنے والا اور نہ تکلف مشقت میں ڈالنے والا بلکہ بھیجا ہے مجھے تعلیم دینے والا آسانی پیدا کرنے والا

(یہ دونوں حدیثیں مشکوۃ باب عشرۃ النساء صفحہ ۲۸۰ سے منقول ہیں)

تفسیر

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں قرآن کریم کے اس جملہ و ھجروھن فی المضاجع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر جو مدینہ کے قریب رہتے تھے جہاد میں بہت سا مال ان کا غنیمت میں آیا اور آپ نے وہ مال قرآنی اصول کے موافق مستحقین میں تقسیم فرمایا اور اپنی ازواج مطہرات کو خمس میں سے جو حق پہنچتا تھا عنایت فرمایا اور انہیں گمان ہوا کہ مال زیادہ آیا ہے اور ہمیں تھوڑا ملا ہے اس لیے سب نے جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہمارے نفقہ میں اضافہ کریں اور ساتھ ساتھ رومی بادشاہوں کی عورتوں کی مثال پیش کی کہ وہ ایسے ایسے ٹھاٹھ سے رہتی ہیں اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور ایک ماہ تک ان سے بائیکاٹ کیا ایک بالا خانہ میں فروکش ہو گئے ایک پاؤں مبارک میں موچ آئی ہوئی تھی اس لیے نیچے نہیں اتر سکتے تھے اور اس دوران ازواج مطہرات کا نفقہ حسب معمول جاری رہا گھروں سے ان کا اخراج نہیں کیا صرف مخصوص ازدواجی تعلقات منقطع کرنے کے لیے

Marfat.com

اور ایک ماہ کے بعد سورۂ احزاب کی یہ آیات اتریں۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ	اے نبیؐ آپ اپنی بیویوں
لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ	سے فرمادیں اگر تمہیں دنیا
تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا	کی زندگی اور اس کی آرائش
وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ	منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ	دے دلا کر اچھی طرح سے
سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝	رخصت کردوں۔
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ	اور اگر تم اللہ اس کا رسول
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ	اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ نے تمہیں سے
اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ	نیکی کرنے والیوں کے لیے
مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝	بڑا اجر تیار کیا ہے۔

(سورہ احزاب آیت نمبر ۲۸-۲۹)

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا عائشہ میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں لیکن اس میں جلد بازی نہ کرنا اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کر کے کوئی قدم اُٹھانا تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ کون سی بات فرمانا چاہتے ہیں تو آپؐ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں اور چونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو دو باتوں کا اختیار دیا ہے۔ اوّل یہ ہے کہ اگر تم دنیا کی آرائش چاہتی ہو تو اس نبی کے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ تم طلاق حاصل کر لو

Marfat.com

اور تمہارا جو حق مہر بنتا ہے وہ لے لو اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو نفقہ عنایت فرمائیں اس پر قناعت کرو۔ یہ بہت بڑی نیکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نیکو کاروں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے تو حضرت عائشہؓ نے سُن کر فرمایا یا یارسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہوں مجھے اس سلسلہ میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں مگر آپ سے میری درخواست ہے کہ میری یہ بات اپنی دوسری بیویوں کو نہ بتائیں تو فرمایا بتاؤں گا میں ایک معلّم ہوں۔

بات دراصل یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا یہ ایک مشترکہ منصوبہ تھا اور حضرت عائشہؓ کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر باقی ازواج مطہرات کو پتہ چلا تو وہ مجھے طعنہ دیں گی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر یہ چیز ہے کہ عائشہؓ نے انتہائی تدبر کا ثبوت دیا ہے اور اپنی دوسری بیویوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ عائشہؓ کے ساتھ میری تم سب سے زیادہ محبت ہے وہ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اس کے تدبر اور عقل و دانش کی وجہ سے ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ازواج مطہرات کو جب یہ آیت سنائی اور حضرت عائشہؓ کی یہ بات بھی بتائی تو ان سب نے ان کی تقلید کی اور اسی کے اسوہ حسنہ کو اپنایا اور اسی دن حضرت عائشہ صدیقہؓ مشہور ہوئیں۔ الغرض جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور آپ کی ازواج کے درمیان جب اقتصادیات کے مسئلے پر جھگڑا ہوا تو وعظ و نصیحت کا سلسلہ جو شب و روز جاری رہتا تھا اس کا اثر نہ پڑا تو آپ نے دفعہ دو واھجر و ھن کو استعمال کیا اس

Marfat.com

کا اثر نہ پڑا تو پھر پروردگار نے حکم دیا کہ آپ انہیں طلاق کی دھمکی دیں تو اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور آیت کی تیسری دفعہ واضربوھن انہیں پیٹو اس پر آپ نے کبھی بھی عمل نہیں کیا بہرحال ان آیات اور احادیث کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ عورتوں کے عقائد اعمال اور اخلاقی اصلاح کی ذمہ داری بھی خاوندوں پر لازم ہے کیونکہ خاوند اس کا حکمران ہے اور عورت اس کی رعیت ہے اگر خاوند اس کی طرف توجہ نہیں دے گا تو

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ	تم میں سے ہر ایک حکمران
مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ	ہے اور ہر حکمران سے قیامت
	کے دن اپنی رعیت کے بارے
	میں سوال کیا جائے گا۔

عنداللہ اس کی گرفت ہوگی اور یہ ذمہ داری نبھانے کا طریقہ یہ بتایا کہ پہلے انہیں نصیحت کرو دوسرے نمبر پہ بائیکاٹ اور تیسرے نمبر پہ مارنا پیٹنا بھی ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان کریں گے۔

حکامِ بالا چیئرمین (خاوند) اور اسکی رعایا بیویوں کا اختلاف رفع کرنے کیلئے فریقین کی برادری کی کمیٹی قائم کرے

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ	اور اگر تمہیں میاں بیوی کے
بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا	تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ
حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ	ہو تو ایک منصف مرد کے

وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ إِنْ يُّرِيْدَا إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا (سورہ بقرہ آیت ۳۵)

خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو اگر وہ دونو اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میں موافقت پیدا کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ سب جاننے والا خبردار ہے

تفسیر

یعنی اگر میاں بیوی کے مابین اختلاف ہوجائے تو فوراً مرد طلاق نہ دے اور عورت طلاق کا مطالبہ نہ کرے بلکہ ایک مصالحتی کمیٹی تشکیل دی جائے جو فریقین کی برادری کے منصف مزاج قسم کے کم از کم دو افراد پر مشتمل ہو اور اس کمیٹی کے ارکان متعصب، جذباتی اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ وہ معاملہ کو سلجھانے کے بجائے بگاڑ پیدا کریں گے اور ان منصف مزاج لوگوں کو چاہیئے کہ ان دونوں میاں بیوی کو سمجھائیں مثلاً عورت سے کہا جائے کہ تیرے والدین بار بار تو تیری شادی نہیں کرا سکتے اور وہ تجھے گھر بٹھا کر کب تک کھلاتے رہیں گے اس طرح لڑکیاں بدنام بھی ہوجاتی ہیں اور اسی طرح لڑکے کو بھی سمجھایا جا سکتا ہے بہرحال کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ طلاق تک نوبت نہ آئے کیونکہ طلاق عنداللہ اچھی چیز نہیں ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم احادیث کی روشنی میں بیان کریں گے۔

Marfat.com

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَاَلَتْ
زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ
غَيْرِ مَا بَأْسٍ
فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ
الْجَنَّةِ ۔

(رواہ احمد والترمذی ابوداود وابن ماجہ)

حضرت ثوبان سے نقل ہے
انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو عورت اپنے خاوند
سے طلاق کا مطالبہ کرے سوائے
ضرورت کے اس پر جنت
کی خوشبو حرام ہے (یہ حدیث
امام احمد ترمذی ابوداود اور ماجہ
نے نقل کی ہے)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ
اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ ۔

(رواہ ابوداود)

حضرت ابن عمر سے روایت
ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تمام مباح
کاموں سے اللہ کے نزدیک
زیادہ مکروہ چیز طلاق ہے۔
(یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے)

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ
جَبَلٍ قَالَ قَالَ
لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ
اللّٰهُ شَيْئًا عَلَى

اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے
روایت ہے انہوں نے
فرمایا کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے معاذ زمین کے چہرے
پر اللہ کی مخلوق میں سے غلام

Marfat.com

وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ ۔ (یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الطلاق سے نقل کی گئی ہیں)

آزاد کرنے سے کوئی چیز زیادہ پسندیدہ نہیں اور زمین کے چہرے پر اللہ کی مخلوق میں سے طلاق سے زیادہ ناپسند کوئی چیز نہیں ۔

(یہ حدیث دار قطنی نے نقل کی ہے)

تفسیر

ان تینوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے کسی معقول عذر کے نہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی بیوی اس سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے ۔ اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ عام معاملات کی طرح نہیں ہے کہ جب چاہیں عقد کر لیں اور جب چاہیں توڑ لیں بلکہ جس طرح اس کے انعقاد کے لیے بڑی سخت اور کڑی شرطیں ہیں اسی طرح توڑنے کے لیے شرائط ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان کریں گے ۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کی خلاف ورزی کر کے اس عقد کو توڑے گا تو وہ عند اللہ مجرم ہوگا خواہ مرد ہو یا عورت اور اس سلسلہ میں جو ان سے تعاون کریگے وہ بھی مجرم ہوں گے اور دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ اس عقد کا انفساخ شرفِ انسانی کے منافی ہے کہ ایک انسان کو استعمال کے ڈھلے کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا جائے ۔ [illegible] بچہ اطفال نہیں ہے کہ جب چاہیں دوستی گانٹھ لیں اور جب چاہیں توڑ لیں ۔ اگر اس

Marfat.com

کو روا رکھا جائے تو یہ طریقہ جانوروں سے کم نہیں ہوگا اور تیسری وجہ اس کی یہ ہے کہ اس یونٹ کے قیام کا مقصد نسل انسانی کی ترقی قبائل اور طبقات کے درمیان اخوت، محبت، اتفاق و اتحاد پیدا کرنا ہے اور انسانوں کے مابین جوڑ پیدا کرنا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اگر بلا عذر اس کی اجازت دیدی جائے تو اس یونٹ کے قیام کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اخوت اور محبت کے بجائے نفرت بڑھے گی، شیرازہ منتشر ہو جائے گا اسی لیے شریعت نے بلا وجہ طلاق پر پابندی عائد کی ہے آنے والی حدیث سے بھی یہی تائید معلوم ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔	حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے خاوندوں سے لڑنے والیاں اور خلع طلب کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ (یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے۔)

(مشکوٰۃ باب الطلاق صـ۲۸۷)

تفسیر

اس حدیث میں اپنے خاوندوں سے لڑنے والی یا خلع کا مطالبہ کرنے والی عورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو منافقہ فرمایا ہے اس سے

مراد عقیدہ کا نفاق بھی ہو سکتا ہے اور عملی نفاق بھی ہو سکتا ہے ۔ اگر عقیدہ والا نفاق مراد لیں گے تو توجیہ اسی طرح ہو گی کہ ایسی عورتوں کا اللہ تعالےٰ پر یقین نہیں پیدا ہوا اس لیے ان سے لڑتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ پر ان کا یقین ہوتا تو اس کے فرمان کے موافق عمل کرتیں اور اگر عملی نفاق مراد لیں تو توجیہ اس طرح ہو گی کہ اپنے خاوندوں سے لڑنا یا ان سے طلاق کا مطالبہ کرنا مسلمان عورتوں کا کام نہیں منافقوں کا کام ہے ۔ مسلمان عورتیں وہ ہوتی ہیں جو اپنے خاوندوں کی تابعداری کرتی ہیں ۔

اخراج (طلاق) سے بچنے کے لیے بیوی (رکن کونسل) اپنے بعض حقوق چھوڑ سکتی ہے

وَاِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ	اور اگر کسی عورت کو اپنے
مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا	خاوند کی طرف سے لڑنے
اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ	یا منہ پھیرنے کا ڈر ہو تو ان
عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا	دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے
بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ	کہ آپس میں کوئی صلح کر لیں
خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ	اور صلح بہتر ہے اور دلوں
الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا	میں حرص موجود ہے اگر تم
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ	نیکی کرو اور پرہیزگاری اختیار
كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	کرو تو بے شک اللہ تعالےٰ
خَبِيْرًا ۔	تمہارے اعمال سے پوری
(سورۃ نساء آیت ۱۲۸)	طرح باخبر ہے ۔

Marfat.com

تفسیر

پہلی آیت میں آچکا ہے کہ اگر میاں بیوی میں کشیدگی ہو جائے تو اُسے رفع کرنے کے لیے ایک مصالحتی کمیٹی ہونا چاہیئے جو ان کے اختلافات کو دور کر کے ان کی صلح کرا دے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے کچھ حقوق چھوڑ بھی سکتی ہے تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ خاوند طلاق دینے پر ہی مصر ہو اور کمیٹی کی بات نہ مانیں اور عورت طلاق نہ لینا چاہتی ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے اور کمیٹی کو چاہیئے کہ یہ صورت ماننے پر اس کے خاوند کو آمادہ کریں اگر وہ آمادہ ہو جائے تو اس میں زوجین کے لیے کوئی حرج نہیں ہے یعنی عورت کی طرف سے یہ رشوت نہیں ہے اور خاوند کی طرف سے یہ عورت کی حق تلفی نہیں ہے یہ گناہ کے مرتکب نہیں ہیں اور درحقیقت یہ دونوں کی مجبوری ہے جس کی بنا پر شریعت نے انہیں اجازت دی ہے۔ خاوند کی مجبوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ نامساعد حالات کی وجہ سے اب سب کے حقوق پورے کرنے کا متحمل نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ بیوی بانجھ ہو اس سے اولاد نہ ہوتی ہو اور یہ خاوند اولاد کا متمنی ہو اور شادی کرنا چاہتا ہو اور وہ نواب کہ نر جات اور حقوق برداشت کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عورت بوڑھی ہو اور یہ مرد جوان ہو اور عورت کی مجبوری ہو سکتی ہے کہ وہ صاحب اولاد ہو اور اپنی اولاد کو نہ چھوڑ سکتی ہو یا اس کے لیے رہنے کا مکان نہ ہو وغیر ذالک، تو ان صورتوں میں اپنے کچھ حقوق سے دست بردار ہو جائے تو کوئی قباحت

نہیں ہے مثلاً مہر معاف کر دے نفقہ سے دست بردار ہو جائے یا حق زوجیت
چھوڑ دے غرضیکہ جو بھی مصلحت کی صورت زوجین میں طے پائے ٹھیک
ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عملی نمونہ سے بھی اس کی
تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ	اور حضرت عائشہ رضؓ سے
اَنَّ سَوْدَةَ	روایت ہے کہ بے شک
لَمَّا كَبُرَتْ قَالَتْ	حضرت سودہؓ جب بوڑھی
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ	ہو گئی تو اس نے کہا یا رسول
جَعَلْتُ يَوْمِيْ	اللہ میں نے اپنا دن (باری)
مِنْكَ لِعَائِشَةَ	جو آپ کی طرف سے ہے
فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	عائشہ رضؓ کو چھوڑ دیا ہے پس
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ يَقْسِمُ	عائشہ کے لیے دو دن تقسیم
لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ	کرتے تھے ایک ان کا اپنا
يَوْمَهَا وَيَوْمَ	دن (باری) اور ایک سودہؓ
سَوْدَةَ (متفق علیہ)	کا (یہ حدیث بخاری و مسلم کی
	متفق علیہ ہے)
وَفِيْ رِوَايَةٍ	اور ایک روایت میں ہے
وَهَبَتْ يَوْمَهَا	کہ حضرت سودہؓ نے یہ اپنا
لِعَائِشَةَ حِيْنَ	دن (باری) حضرت عائشہ
اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	کو اس وقت ہبہ کیا جب

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلِّقْہَا فَقَالَتْ لَہٗ اَمْسِکْنِیْ قَدْ وَھَبْتُ یَوْمِیْ لِعَائِشَۃَ لَعَلِّیْ اَکُوْنَ مِنْ نِسَآئِکَ فِی الْجَنَّۃِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دینے کا ارادہ رکھتے تھے تو اُس نے آپ سے کہا کہ آپ مجھے اپنے عقد میں رکھیں میں نے اپنا دن (باری) حضرت عائشہؓ کو ھبہ کردی ہے شاید کہ میں جنت میں آپ کی بیویوں میں سے ہو جاؤں۔

(یہ دو حدیثیں مشکوٰۃ باب القسم سے منقول ہیں)

تفسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے تو مرد اس کی حق تلفی سے بچنے کے لیے اسے طلاق دے سکتا ہے اس میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور عورت مرد کی شب و روز کی گستاخی سے بچنے کے لیے کم سے کم درجہ پر بھی مصالحت کرلے تاکہ اس کا رشتۂ زوجیت برقرار رہے تو بھی کوئی حرج نہیں

ضوابط طلاق (ضابطہ اول دوم سوم)

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ

اے نبیؐ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں طلاق دو ان کی عدت کے موقعہ پر

وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ۔ (آیت ۱ طلاق)

اور شمار کرتے رہو عدت کو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔

تفسیر

اس آیت سے تین ضابطے معلوم ہوتے ہیں اول یہ ہے کہ طلاق دینے کا اختیار مرد کو ہے عورت کو نہیں ہے کیونکہ طَلَّقْتُمُ یا طَلِّقُوْ دونوں جمع مذکر حاضر کے صیغے ہیں اور تم اور وا وٗ فاعل ہے اور اَلنِّسَآءَ کو مفعول بہ بنایا ہے معلوم ہوا کہ اس فعل کا فاعل مرد ہی ہو سکتا ہے اور عورت مفعول بہ ہو سکتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شادی کے انعقاد کے وقت تو میاں بیوی دونوں کے اختیارات برابر کی سطح کے تھے یعنی ایک کی طرف سے ایجاب اور دوسرے کی طرف سے قبول کی شکل میں یہ عقد معرض وجود میں آیا تو اب اسے کالعدم قرار دیتے وقت بھی اختیارات برابر ہی ہونے چاہئیں اور شریعت میں یہ سارے اختیارات مرد کو سونپے ہیں ایسا کیوں ہے اس کا اولین جواب یہ ہے کہ مرد کی حیثیت حکمران کی ہے اور یہ مانا ہوا اصول ہے کہ حکمران جب مَفوَّضَہ امور اور ذمہ داریاں نبھانے کی اپنے اندر صلاحیت نہ پائے تو وہ اپنے اس عہدہ سے استعفیٰ دے سکتا ہے اسی طرح ایک مرد جب اپنی بیوی کے تمام حقوق پورے نہ کر سکتا ہو تو اس عقد کو کالعدم قرار دے کر اس عہدے سے الگ ہو سکتا ہے ورنہ کل اسے

Marfat.com

زبردستی الگ کردیا جائے گا جس کے نتائج تباہ کن ہوں گے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ عورت کی حیثیت رعیت کی ہے اور رعیت کے لیے مانا ہُوا اصول یہ ہے کہ حکمران کے انتخاب کے وقت جلسے مرضی ہے اپنے لیے منتخب کرلیں لیکن انتخاب کے بعد سوائے کسی ٹھوس عذر کے رعیت کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے منتخب حاکم کو معزول کردیں اگر کوئی ایسا کرے تو بغاوت تصور ہوگی اور حکمران کو حق پہنچتا ہے کہ ایسی بغاوت کو کچل دے اسی طرح منکوحہ عورت رعیت ہے اسے یہ حق نہیں ہے کہ اپنے خاوند کو الگ کرے اگر کوئی عورت ایسا کرے تو خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے سزا دے اور اگر مرد میں کوئی عیب ہو تو عورت بذریعہ عدالت طلاق حاصل کرسکتی ہے از سر خود مرد کو طلاق نہیں دے سکتی ہاں اگر مرد طلاق دینے کے اختیارات اسے سونپ دے تو اور بات ہے اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کریں گے اور دوسرا ضابطہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق عورت کے پاکی (طہر) کے ایام میں دے سکتا ہے ۔ ناپاکی (حیض) کے ایام میں طلاق دینا جائز نہیں ہے ۔ ذیل کی حدیث سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ	اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ
عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ	سے نقل ہے کہ انہوں نے
اِمْرَاَتَهٗ وَهِيَ	اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق
حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ	دی پھر حضرت عمرؓ نے رسول
لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	سامنے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

فَتَغَيَّظَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ النِّسَآءُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُطَلِّقْهَا طَاهِرًا وَحَامِلًا (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء ص۲۸۳ سے منقول ہیں)

علیہ وسلم اس میں غصے ہوئے پھر آپ نے فرمایا اسے چاہیئے رجوع کرے پھر پاک ہونے تک اسے اپنے عقد میں رکھے پھر اسے حیض آئے پھر پاک ہو پھر اگر مناسب سمجھے طلاق دینا تو ہمبستری سے قبل پاکی کی حالت میں اسے طلاق دے پس یہ ہے وہ عدت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو اس میں طلاق دی جائے اور ایک روایت میں ہے اسے حکم دے وہ رجوع کرے پھر طلاق دے وہ پاک ہو یا حاملہ ہو۔ (متفق علیہ)

تفسیر

یہ حدیث پاک قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے بیان طَلِّقُوْهُنَّ

لِعِدَّتِهِنَّ کی تشریح ہے آپ کے فرمان عالیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی عدت پاکی سے شروع ہوتی ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کریں گے اور پاکی میں طلاق دینے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حیض کا زمانہ اور چونکہ عورت کے کپڑے اور جسم گندا اور ناپاک ہونے کا زمانہ ہے اس میں مردوں کو عورتوں سے طبعی طور پر نفرت ہوتی ہے یہاں تک کہ دور جاہلیت میں بعض لوگ عورتوں کو اس دور میں گھروں سے ہی نکال دیتے تھے اور پاکی کے زمانہ میں نفرت نہیں ہوتی بلکہ میلان پیدا ہوتا ہے ۔ اب اگر کوئی شخص ایام حیض میں طلاق دے تو اس میں یہ احتمال ہے کہ شاید وہ طبعی نفرت کی وجہ سے وہ اس دور جاہلیت کی رسم کو زندہ کرنا چاہتا ہے اس لیے شریعت نے یہ دروازہ ہی بند کر دیا ہے کیونکہ یہ عورت کی ایک ایسی مجبوری ہے جس کا ازالہ اس کے بس سے باہر ہے اگر کوئی شخص اسے اس وجہ سے طلاق دے گا تو یہ اس پر ظلم ہوگا اور اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن عمر پر ناراض ہوئے تھے اور کسی فعل حرام کے مرتکب ہونے پر ہی آپ ناراض ہوتے تھے ۔ معلوم ہوا عورت کو حیض میں طلاق دینا حرام ہے تاہم اگر کوئی ایسی حالت میں طلاق دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے ۔ یہ مقصد نہیں فعل حرام متحقق ہی نہیں ہوتا اور اگر پاکی کے زمانہ میں طلاق دے گا تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ اس حیض کی نفرت کی وجہ سے طلاق نہیں دے رہا بلکہ کسی مصلحت کی خاطر دے رہا ہے اور اس کی شریعت نے اسے اجازت دی ہے جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور تیسرا ضابطہ یہ بیان

Marfat.com

فرمایا ہے کہ عدت کو گنتے رہو یہ خطاب مرد اور عورت دونوں کو ہے یعنی دونوں کو چاہیئے کہ ان ایام کو گنتے رہیں تاکہ عدت میں کمی بیشی لازم نہ آئے اور عرصۂ عدت انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کرینگے۔

دو دفعہ طلاق (رکنیت) معطّل کرنے کے بعد مصالحت ہوسکتی ہے

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۹)

طلاق رجعی دو بار تک ہے پھر دستور کے موافق روک لینے میں کوئی حرج نہیں یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

تفسیر

اس آیت کریمہ میں جو لفظ طلاق آیا ہے اس کے لغوی معنے رہائی پانے یا پابندی اٹھا دینے کے ہیں اور اہل شرع کی اصطلاح میں مرد کی طرف سے اپنی بیوی پر جو پابندی ہوتی ہے اسے اٹھا دینے کا نام طلاق ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے پہلے اس سلسلہ میں کوئی خاص ضابطہ نہیں تھا جب چاہتے تھے بیوی کو طلاق دے دیتے تھے اور جب چاہتے تھے رکھ لیتے تھے اور الفاظ طلاق کے سلسلہ میں بھی کوئی دستور نہیں تھا۔ بیس بیس دفعہ بھی طلاق دے کر پھر رکھ لیتے تھے اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے پھر جب چاہتے طلاق دیتے اور پھر رجوع کر لیتے اس طرح یہ صنف نازک ان کی ظلم کی چکی میں پس رہی تھی تو اللہ رب العزت

Marfat.com

نے رحم فرمایا اوران مظلومات کوظلم وستم سے نجات دینے کے لیے اپ
نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی مقدس کتاب اتاری اوراس میں ایک
ایسا زرّیں اصول رکھا جو سراپا انصاف پر مبنی ہے اوراس میں فریقین کی
بھلائی مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ بالکل ضابطۂ طلاق کو منسوخ بھی نہیں کیا
اور کھلی چھٹی بھی نہیں دی کہ جب کوئی چاہے اور جیسے چاہے طلاق دے
دے اور جب چاہے دوبارہ رکھ لے۔ اسلام میں اولین کوشش ہی یہ کی گئی
ہے کہ طلاق کی نوبت ہی نہ آئے اگر بامرِ مجبوری یہ نوبت آ ہی گئی ہے
کہ مرد کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائے یا کوئی ایسا لفظ منہ سے نہ بولے جس سے
یہ تعلقات یکسر منقطع ہو جائیں بلکہ اس کو ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے کہ
جس سے اگر یہ آپس میں مل کر دوبارہ زندگی بسر کرنا چاہیں تو کر سکیں اور
اس سلسلہ میں میعاد بھی مقرر کر دی ہے اور طلاق کے الفاظ بھی مقرر کر
دیئے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کیسے الفاظ کے بعد دوبارہ آپس میں
میاں بیوی مصالحت کر سکتے ہیں اور کیسے الفاظ کے بعد نہیں کر سکتے
چنانچہ آیت کریمہ میں جو لفظ مَرَّتَانِ آیا ہے یہ مَرَّۃٌ کی تثنیہ
ہے اور مَرَّۃٌ کے معنے ایک بار کے ہیں اور مَرَّتَانِ کے
معنے دو بار کے ہیں۔ اب آیت کا معنے یہ ہوا کہ طلاق دو بار تک ہے
اوراس کے بعد فرمایا ہے فَاِمْسَاکٌ روک لینا ہے اس سے معلوم
ہوا کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ اگر میاں اپنی بیوی پر طلاق کا لفظ بول دے
اور پھر اگر وہ رجوع کرنا چاہیں اور آپس میں وہ صلح صفائی سے رہنا چاہیں
تو ایسا وہ کر سکتے ہیں اور آگے فرمایا ہے بِمَعْرُوْفٍ یعنی حقوقِ
زوجین بدستور وہی ہوں گے۔ اگر عدت کے اندر رجوع ہوا ہے تو نکاح

Marfat.com

سابق موجود ہے وہ ٹوٹا نہیں ہے اور عورت کے اخراجات بدستور مرد ہی کے سپرد ہیں ۔ ہاں اگر عورت نے مصالحت کی خاطر اپنا نفقہ وغیرہ خود ترک کر دیا ہو تو ایسا کر سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جائے یا زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا ہے وغیرہ ذالک اور عدت گزر جانے کے بعد اگر باہم صلح کرنا چاہیں تو دو گواہوں کے سامنے صرف تجدید نکاح کر لیں بہر حال ایک یا دو دفعہ طلاق دینے کے بعد اگر میاں بیوی صلح کرنا چاہیں تو ہو سکتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع کا مقصد یہ ہے کہ انسانی ترقی کے اس یونٹ کو کسی نہ کسی طرح بچا لیا جائے کیونکہ یہ اگر ٹوٹ گیا تو ترقی کی رفتار میں بڑا خلل پڑے گا اور خاندانوں پر اس کے برے اثرات پڑیں گے ۔ اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلے اور خاوند اس کو تیسری طلاق بھی دے دے تو پھر سوائے حلالہ کے مصالحت جائز نہیں ہے ۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا	پھر اگر وہ اسے تیسری طلاق
تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ	دے دے پھر وہ عورت
حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا	اس کے لیے حلال نہیں یہاں
غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا	تک کہ وہ عورت کسی اور
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا	مرد سے وہ نکاح کرے پھر
اَنْ يَّتَرَاجَعَا	اگر وہ بھی اسے طلاق دے
اِنْ ظَنَّآ اَنْ	دے پھر ان دونوں پر کوئی جرج
يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ	نہیں کہ آپس میں رجوع کر لیں

Marfat.com

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ آیت ۲۳۰)

اگر انہیں گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں انہیں بیان فرماتے ہیں تاکہ قوم سمجھے۔

تفسیر

یہ آیت کریمہ دراصل اس سے قبل آیت میں جو لفظ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ آیا ہے اس کی تشریح ہے اور تسریح سے مراد تیسری طلاق ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کہاں ہے تیسری تو آپ نے فرمایا اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (بیضاوی) اور پھر اس کے بعد فرمایا ہے فان طلقها الایت ۔ معلوم ہوا کہ یہ آیت تسریح کی تشریح ہے واللہ اعلم۔ اب اس آیت سے پانچ چیزیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کی حد تین تک ہے تین سے زیادہ اگر کوئی شخص الفاظ طلاق استعمال کرے گا تو وہ الفاظ لغو ہوں گے ان کا کوئی اثر نہیں پڑے گا اور دوسرا اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ طلاق دینے سے عورت جدا ہو جاتی ہے اور تیسرا اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت اب پہلے خاوند کے لیے سوائے حلالہ کے جائز نہیں اور چوتھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلالہ جائز ہے اور پانچواں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حلالہ حدود اللہ قائم رکھنے کے ساتھ مشروط ہے اور حدود اللہ سے مراد حقوق زوجین ہیں اور طلاق دینے

Marfat.com

کے تین طریقے ہیں ایک سب سے اچھا طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد بیوی کو پاکی کے اس زمانہ میں طلاق دے جس میں اس سے ہمبستر نہ ہوا ہو اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے اور اس زمانہ میں اس سے ہمبستری بھی نہ کرے اور دوسرا طریقہ بھی اچھا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو تین طلاق تین پاکی کے ادوار میں دے اور اس دوران اس سے ہمبستری نہ کرے یعنی ماہواری گزرنے کے بعد جب پاکی کا دور آئے تو اس میں ایک طلاق دے دے اور اس میں ہمبستری نہ کرے اسی طرح جب دوسری ماہواری کا دور گزر جائے اور پاکی کا دور آئے تو اس میں بھی بیوی سے ہمبستر نہ ہو اور اسے ایک طلاق اور دیدے اور اسی طرح جب تیسرا ماہواری کا دور گزر جائے اور پاکی کا دور آجائے تو اس میں بھی بیوی سے ہمبستر نہ ہو اور اسے ایک اور طلاق دے دے اب یہ بیوی اس سے بالکل جُدا ہو جائے گی اور بقیہ ایام ماہواری گزرنے کے بعد اس کی عدت ختم ہو جائے گی اب وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور یہ بات یاد رہے کہ اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد وہ خاوند اگر اپنی اس بیوی سے ہمبستر ہو جائے یا اس کو شہوت سے ہاتھ لگا دے یا بوسہ دے دے تو یہ رجوع بن جائے گا اب تیسری طلاق دینے سے یہ عورت اس سے جُدا نہیں ہوگی اور تیسری طلاق کے بعد عدت کے زمانے میں اس سے ہمبستری یا بوس وکنار وغیرہ ہے ہی حرام اور تیسرا طریقہ طلاق بُرا ہے اور وہ یہ ہے کہ تین طلاقیں ایک ہی دفعہ دے دے اس سے اگرچہ طلاق تو پڑ جائے گی مگر یہ فعل حرام ہے اور کسی بھی حرام کے ارتکاب سے فعل،

Marfat.com

تو بہر حال مستحق ہو جائے گا لہٰذا اگر کسی نے بیک وقت تین طلاق دے دیں تو واقع یقیناً ہو جائیں گی اور اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک لفظ سے انسانی ترقی کی یہ شاخ یکسر ختم کر کے صلح و صفائی کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں اس لیے یہ شخص عند اللہ مجرم ہے اور مندرجہ ذیل احادیث سے بھی یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ مَحْمُوْدِ	اور حضرت محمود بن لبیدؓ سے
ابْنِ لَبِيْدٍ قَالَ	روایت ہے انہوں نے
اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ	خبر دی ایک ایسے آدمی کے
طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ	متعلق جس نے اپنی بیوی کو
ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ	تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں تو
جَمِيْعًا فَقَامَ	آپ غصے کی حالت میں اُٹھ
غَضْبَانَ ثُمَّ	کھڑے ہوئے پھر فرمایا کیا
قَالَ اَيَلْعَبُ	وہ اللہ عزّوجل کی کتاب کے
بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ	ساتھ کھیلتا ہے حالانکہ میں
وَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ	تمہارے درمیان موجود ہوں
اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى	یہاں تک ایک آدمی اُٹھ
قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا	کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ	کے رسُول کیا میں اسے قتل

Marfat.com

(مشکوٰۃ باب الطلاق) نہ کردوں۔

تفسیر

اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے اور اس کے اس فعل کو آپ نے کتاب اللہ کے ساتھ کھیل قرار دیا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے اس کی ان تین طلاق کو ایک رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالے کردی اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جو آدمی اسے قتل کرنے کے ارادہ سے اُٹھا تو آپ نے اسے قتل کرنے کی اجازت دی یا نہیں بلکہ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عویمرؓ عجلانی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دی تو آپؐ نے اسے نافذ قرار دیا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعہ میں بھی آپ نے ایسا ہی کیا ہوگا چنانچہ قاضی ابوبکر ابن عربی نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

فَلَمْ يَرُدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى	پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اسے رد نہیں کیا بلکہ نافذ قرار
بَلْ اَمْضَاهُ كَمَا فِيْ	دیا جیسا کہ عویمر عجلانی والی
حَدِيْثِ عُوَيْمِرِ الْعَجْلَانِيْ	حدیث میں ہے کہ ان تین
فِي اللِّعَانِ حَيْثُ اَمْضٰى	طلاقوں کو نافذ قرار دیا تھا
طَلَاقَهُ الثَّلَاثَ وَلَمْ	رد نہیں کیا تھا۔

یرحمہ (تہذیب سنن ابی داود طبع مصر ۱۲۹/۳ ج)
(منقولہ از معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیعؒ)

Marfat.com

دوسری حدیث صدیقہ عائشہ کی صحیح بخاری میں بالفاظ ذیل ہے۔

ان رجلا طلق	بے شک ایک آدمی نے اپنی
امراتہ ثلاثا	بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر
فتزوجت فطلق	اس عورت نے دوسری جگہ
فسئل النبی صلی	شادی کی پھر اس نے طلاق
اللہ علیہ وسلم	دی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اتحل للاول قال	سے پوچھا گیا کہ کیا وہ پہلے
لا حتی یذوق	خاوند کے لیے حلال ہے
عسیلھا کما	تو آپؐ نے فرمایا نہ یہاں
ذاقھا الاول۔	تک کہ وہ خاوند اس کا شہد
(صحیح بخاری ص۷۹۱ ج۲ صحیح مسلم ص۴۶۳)	نہ چکھے جیسا پہلے نے چکھا ہے

تیسری روایت عویمر عجلانی کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بعد عرض کیا۔

فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ	پس وہ دونوں جب لعان
عُوَيْمِرٌ كَذِبْتُ	سے فارغ ہوئے تو عویمر نے
عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ	کہا اے اللہ کے رسول میں
اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا	اس پر جھوٹ بولنے والا ہونگا
فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا	اگر میں نے اس کو اپنے پاس
قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهُ	رکھ لیا پس اس نے اسے
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	تین طلاقیں دیں قبل اس
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے

Marfat.com

(صحیح بخاری مع فتح الباری ص ۳۰۱ ج ۹ صحیح مسلم ص ۲۸۹ ج ۱ حکم دیتے۔

اور ابوذر نے اس واقعہ کو بروایت حضرت سہل بن سعد نقل کرکے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

فَاَنْفَذَهٗ رَسُوْلُ	تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	نے اسے نافذ فرمایا اور رسول
وَسَلَّمَ وَكَانَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
مَا صُنِعَ عِنْدَ	جو کچھ پیش ہوا وہ سنت قرار
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	پایا سعد فرماتے ہیں اس موقعہ
اللّٰهُ سُنَّةٌ قَالَ	پر میں رسول اللہ صلی اللہ
سَعْدٌ حَضَرْتُ هٰذَا	علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ	پس اس کے بعد لعان کرنے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	والوں کے بارے میں یہ
وَسَلَّمَ	طریقہ رائج ہوگیا کہ ان کے
السُّنَّةُ بَعْدُ فِيْ	درمیان تفریق کردی جائے
الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ	اور پھر وہ کبھی بھی جمع نہ ہوں
يُفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ	
لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا	

(ابوداود ص ۳۰۶ طبع اصح المطابع)

اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کی بیک وقت تین طلاق کو تین

Marfat.com

بی قرار دے کر نافذ فرمایا ہے اور محمود بن لبید کی سابقہ روایت میں بھی ابو بکر ابن عربی کی روایت کے مطابق تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا ذکر موجود ہے اور بالفرض یہ بھی نہ ہوتا تو یہ بھی کہیں منقول نہیں کہ آپ نے اس کو ایک طلاق رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالے کی الحاصل مذکورہ تینوں احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگرچہ تین طلاق بیک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سخت ناراضی کا موجب تھیں مگر بہر حال اثر ان کا یہ بھی ہوا کہ تینوں طلاقیں واقعی قرار دی گئیں۔ (یہ تینوں روایتیں اور تشریح معارف القرآن سے منقول ہیں)

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ	اور حضرت مالک سے نقل
اَنَّ رَجُلًا قَالَ	ہے کہ انہیں خبر پہنچی کہ ایک
لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ	آدمی نے عبد اللہ بن عباس
طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِیْ مِائَةَ	سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی
تَطْلِیْقَةٍ فَمَا ذَا	کو سو طلاق دی ہے اب آپکا
تَرٰی عَلَیَّ فَقَالَ اِبْنُ	میرے بارے میں کیا خیال
عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ	ہے تو ابن عباس نے فرمایا
بِثَلٰثٍ وَسَبْعٌ وَّ	وہ تجھ سے تین طلاق سے طلاق
تِسْعُوْنَ اِتَّخَذْتَ بِهَا	ہو چکی اور ستانویں تو نے اللہ
اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا (رواہ فی المؤطا)	کی کتاب سے مذاق کیا۔

تفسیر

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے

Marfat.com

بھی ۹۷ بیک وقت دی ہوئی تینوں سے تین طلاق کو نافذ قرار دیا اور ستانویں ۹۷ کو لغو کیونکہ شریعت میں تین طلاق سے ہی عورت جدا ہو جاتی ہے اس کے بعد الفاظ بے فائدہ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	حضرت عائشہؓ سے روایت
جَآءَتِ امْرَأَةُ	ہے انہوں نے کہا کہ رفاعۃ قرظی
رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ	کی عورت رسول اللہ صلی اللہ
اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	علیہ وسلم کے پاس آئی پس
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اس نے کہا کہ بے شک میں
فَقَالَتْ اِنِّيْ	رفاعہ کے پاس تھی پس اس
كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ	نے مجھے طلاق دی پس اس
فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ	نے مجھے تین طلاق دی پھر میں
طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجْتُ	نے اس کے بعد عبدالرحمان
بَعْدَهٗ عَبْدَالرَّحْمٰنِ	بن زبیر سے نکاح کیا اور نہیں
بْنَ الزَّبِيْرِ وَمَا	اس کے ساتھ مگر مثل ٹکڑے
مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ	کپڑے کے آپؐ نے فرمایا
الْقُرَظِيِّ الثَّوْبِ فَقَالَ	کیا تو رفاعہ کے پاس لوٹنے
اَتُرِيْدُ بْنَ اَنْ	کا ارادہ رکھتی ہے اس نے
تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ	کہا ہاں آپ نے فرمایا نہ
فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ	یہاں تک کہ تو اس کا شہد
لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ	چکھے اور وہ تیرا شہد چکھے

وَيَذُوْقُ عُسَيْلَتَكِ (یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الطلاق سے منقول ہیں)

Marfat.com

تفسیر

اس حدیث میں حلالہ کی صورت بیان فرمائی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو یہ بیوی اب اس سے جدا ہو گئی ہے اب یہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہاں اگر یہ آپس میں دوبارہ صلح کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ یہ عورت پہلے اپنی عدت تین ماہ یا تین حیض مکمل کرے اس کے بعد کسی اور مرد سے نکاح کرے اور وہ مرد اس کے ساتھ صحبت بھی کرے پھر اگر وہ مرد اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے اور پھر اس کی بھی عدت گزار کر اگر یہ عورت اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے صرف زوج ثانی سے نکاح کر کے پہلے کے لیے حلال نہیں ہو گی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ آئندہ آپس میں لڑنے بھڑنے سے احتراز کریں گے۔

حلالہ کے لیے
طلاق کی شرط لگانا مکروہ ہے

وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ	اور عبداللہ بن مسعودؓ سے
مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ	روایت ہے انہوں نے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اللہ علیہ وسلم نے حلال کرنے
الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ	والے اور جس کی خاطر کی گئی
(مشکوٰۃ باب الطلاق)	ہے دونوں پر لعنت فرمائی۔

Marfat.com

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تین طلاق دی ہوئی عورت کا نکاح کسی اور مرد سے اس شرط پر کرایا جائے کہ وہ نکاح اور صحبت کے بعد اسے طلاق دے دے گا تو یہ نکاح ہو جائے گا مگر پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ شروط نکاح میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت کو ہمیشہ نکاح میں رکھنا مقصود ہو وقتی ضرورت پوری کرنا مقصود نہ ہو اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے کیونکہ وہ دونوں اس کا باعث بن رہے ہیں تاہم یہ تو نہیں فرمایا کہ یہ نکاح حرام ہے تو معلوم ہوا کہ جائز ہے واللہ اعلم۔

سوائے کسی قصور کے خاوند اگر عورت کی رکنیت معطّل کرے تو مہر (سیکورٹی) واپس نہیں لے سکتا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ	اور اگر تم بدلنا چاہو ایک عورت
اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ	کی جگہ دوسری عورت کو
زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ	اور دے چکے ہو تم ایک
قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا	کو بہت مال تو مت واپس
مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ	کرو اس میں سے کچھ بھی کیا
بُهْتَانًا وَّاِثْمًا	لینا چاہتے اسے جو بہتان
مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ	اور کھلا گناہ ہے اور تم لو
تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ	مال کیسے لے سکتے ہو حالانکہ

Marfat.com

اَفْضٰی بَعْضُکُمْ اِلٰی بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْکُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝	پہنچ چکا ہے تم میں سے ایک دوسرے تک اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد بھی لے چکی ہیں۔
(سورۃ نساء آیت ۲۰-۲۱)	

تفسیر

دورِ جاہلیت میں صنفِ نازک پر جہاں اور مظالم ڈھائے جاتے تھے ان میں سے ایک یہ ظلم بھی تھا کہ اگر مرد کی اپنی بیوی سے کسی وجہ سے طبعی نفرت پیدا ہو جاتی تھی تو وہ اس عورت کے حقوق بھی پورے نہیں کرتا تھا اور بھی کئی طرح سے اسے اذیتیں دیتا تھا اور اس پر طرح طرح کے بہتان اور الزامات لگاتے تھے تاکہ وہ عورت مہر واپس کرے اور پھر وہ اسے دوسری شادی کے کام میں لائے۔ اس آیت میں اس ظلم کا انسداد کیا گیا ہے اور قانون بنا دیا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص ایسی صورت میں خواہ کتنا ہی مال کیوں نہ دے چکا ہو واپس نہیں لے سکتا اور آگے فرمایا ہے کہ جب کہ میاں بیوی نے ایک دوسرے سے مقاصد بھی حاصل کر لیے ہیں اور عورتوں نے تم سے بڑا پختہ عہد و پیمان بھی لیا ہوا ہے تو اب وہ مال واپس لینا تمہارے لیے بہتان بھی ہے اور صریح گناہ بھی ہے لہٰذا وہ مال واپس مت لو اس کی حکمت انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

Marfat.com

عورت خود اگر رکنیت سے استعفےٰ دے تو مہر (سیکورٹی) واپس کریگی

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ
اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا
اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ
اَنْ لَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ
خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
فِيْمَا افْتَدَتْ
بِهٖ ط تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تَعْتَدُوْهَا ج وَمَنْ
يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ
اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور تمہارے لیے حلال نہیں
کہ اس میں سے کچھ لو جو بھی
تم نے ان کو دیا ہے مگر کہ
ان دونوں (میاں بیوی) کو
اندیشہ ہو کہ وہ حدود اللہ قائم
نہیں رکھ سکیں گے اور تمہیں
اگر اندیشہ ہو کہ وہ (میاں
بیوی) حدود اللہ قائم نہیں
رکھ سکیں گے تو ان دونوں
پر (میاں بیوی) کوئی حرج
نہیں اس صورت میں کہ عورت
بدلہ دے یہ اللہ کی حدود
ہیں ان سے تجاوز مت کرو
اور جو بھی حدود اللہ سے
تجاوز کرے گا وہی لوگ
ظالم ہوں گے۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹)

تفسیر

اس آیت کریمہ سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ عورت کا قصور نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد اس کو طلاق دیتا ہے اور اس سے مہر وغیرہ بھی واپس لیتا ہے تو یہ حرام ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میاں بیوی اگر یہ محسوس کریں کہ باہم اکٹھا رہنے سے انکا نبھا نہ ہو سکے گا تو بیوی کو چاہیئے کہ بدلہ دے کر طلاق حاصل کرلے اس کے لیے یہ بدلہ دینا حلال ہے اور مرد کے لیے قبول کرنا حلال ہے اور تیسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ضابطہ کی جو بھی خلاف ورزی کرے گا وہی ظالم متصور ہوگا یعنی اگر مرد عورت کو نہ رکھنا چاہے اور مہر بھی اس کو نہ دے یا دیا ہوا ہے تو واپس لے تب اس کو طلاق دے تو یہ مرد کی طرف سے عورت پر ظلم ہوگا اور اگر عورت مرد کے گھر میں نہ رہنا چاہے اور اس کا مہر بھی واپس نہ کرے تو یہ عورت کی طرف سے مرد پر ظلم ہوگا بہرحال جو بھی اس زیادتی کا مرتکب ہوگا وہی عنداللہ ظالم اور مجرم ہوگا چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ	حضرت ابن عباس سے روایت
اِمْرَأَةَ ثَابِتِ ابْنِ	ہے کہ بے شک ثابت بن
قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ	قیس کی بیوی جناب نبی صلی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی پھر
وَسَلَّمَ فَقَالَتْ	اس نے کہا یا رسول اللہ ثابت
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتٌ	بن قیس نہیں ناراض میں اس

Marfat.com

ابْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً (مشکوٰۃ باب الخلع

پر اس کے خلق اور دین کی وجہ سے لیکن میں اسلام میں کفرانِ نعمت پسند نہیں کرتی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کا باغ اسے واپس کر دے گی اس نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو فرمایا تو قبول کر اپنا باغ اور اس کو ایک طلاق دے۔

(یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے)

تفسیر

یہ حدیث اس سے پہلے جو آیت کریمہ ذکر ہوئی ہے اس کی توضیح وتشریح ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر عورت کو اپنے خاوند سے کسی وجہ سے نفرت ہو تو اس کا دیا ہوا مہر واپس کر کے خلع حاصل کر سکتی ہے جیسا کہ حضرت ثابت ابن قیس کی بیوی نے واضح طور پر اعتراف کیا کہ اس میں کوئی مردانگی خامی نہیں ہے مجھے صرف طبعی طور پر پسند نہیں ہے اور اس کی وجہ محدثین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ثابت ابن قیس کا قد بہت چھوٹا تھا اور شکل وصورت بھی اچھی نہیں تھی اس وجہ سے بیوی کو

Marfat.com

سے نفرت تھی اور اس نے یہ سمجھا کہ اگر میں اس سے طلاق حاصل نہیں کرتی تو دل میں اس کا احترام نہیں ہے یہ حدود اللہ کی خلاف ورزی ہو جائیگی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کھلے بندوں اس کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے مہر واپس کرایا اور ثابت بن قیس کو حکم دیا کہ اپنا مہر قبول کرو اور اس کو طلاق دے دو علماء کی اصطلاح میں اس کو خلع کہتے ہیں۔

اگر کونسل کی کوئی رکن عورت بدزبان یا بدچلن ہو تو اسکی رکنیت معطّل (طلاق) کرنے کے بعد بھی چیئرمین (خاوند) دیا ہوا مہر (سیکورٹی) واپس لے سکتا ہے

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ	اور مت روکے رکھو ان کو
لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ	تاکہ واپس لو ان سے بعض
مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	وہ چیز جو تم ان کو دے
اِلَّآ يَاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ	چکے ہو مگر کہ کریں وہ کھلی
مُّبَيِّنَةٍ ع (سورہ نساء آیت ۱۹)	بے حیائی۔

تفسیر

اس آیت کریمہ میں خاوندوں کو اجازت دی گئی ہے کہ بیوی فاحشہ ہو تو اپنا دیا ہوا مہر واپس لے کر اسے طلاق دیں اور فاحشہ کا اطلاق زنا پر بھی ہوتا ہے اور بدکلامی پر بھی ہوتا ہے اور قرآن کریم میں ان دونوں معنوں میں سے کسی ایک کو متعین نہیں کیا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں بھی یہاں کسی ایک کو متعین نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ دونوں

معنے مراد ہیں تو خلاصہ و لب لباب یہ نکلا کہ اگر کسی مرد کی عورت زنا کار ہو یا بد کلام تو دونوں صورتوں میں مرد اس سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے اور یہ اس کے لیے حلال طیّب ہے۔

مہر واپس کرنے کی یا پورا دینے کی حکمت کیا ہے

یہ ایک مانا ہوا اصول ہے کہ اگر کوئی آدمی دوسرے پر کوئی چیز بیچے اور اس چیز میں کوئی عیب نکل آئے تو مشتری کو حق پہنچتا ہے کہ وہ چیز بائع کو واپس کر دے یا اسی قیمت پر اپنے پاس رکھے اور بائع نے وہ چیز یا تو واپس لینا ہوگی یا اس کی قیمت گھٹا دے اگر مشتری اس پر راضی ہو تو رکھ لے ورنہ نہ رکھے اور نہ رکھنے کی صورت میں بائع پر قیمت واپس کرنا لازم ہے اسی طرح نکاح بھی بقیہ معاملات کی طرح معاملہ بھی ہے اور عبادت بھی ہے اور اس حیثیت سے کہ یہ معاملہ بھی ہے تو اس میں معاملات کے اصول چلیں گے اور یہاں عورت کی حیثیت بائع کی ہے اور مرد کی حیثیت مشتری کی ہے اور یہ اس اعتبار سے ہے کہ عورت نے اپنا عضو مخصوص مرد پر بیچا ہے اور مرد نے اس کے بدلے میں عورت کے مہر روٹی، کپڑا، مکان وغیرہ کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اُٹھائی ہے اب اگر عورت مرد کے کام کی نہیں ہے اس میں عیب ہے وہ مرد کے مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکتی ہے تو مرد کو حق پہنچتا ہے کہ اس معاملہ کو کالعدم قرار دے اور اپنی ادا کی ہوئی قیمت واپس لے اور اگر مرد اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو اس عورت

کے حقوق میں کمی نہیں کر سکتا البتہ اگر عورت اپنے حقوق میں خود کم کر کے
خاوند سے مصالحت کرے اور مرد بھی اس پر تیار ہو جائے تو انہیں
اختیار حاصل ہے اور اگر مرد میں کوئی عیب ہو تو اس صورت میں عورت
از سرِ خود اس معاہدے کو توڑ نہیں سکتی کیونکہ اس کی حیثیت بائع کی ہے
اور بائع جب چیز مشتری کے حوالے کر دے اور اس سے قیمت بھی
وصول کرے تو اب اگر اسے بیع میں گھاٹا نظر آتا ہے تو بیع کو توڑ نہیں سکتا
البتہ اگر مشتری نے جو قیمت ادا کی ہے اس میں کوئی کھوٹ ہو تو وہ تبدیل
کرا سکتا ہے اس طرح یہاں عورت اپنا عضوِ مخصوص مرد پر بیچ چکی ہے اور
مرد سے اس کا معاوضہ بھی وصول کر چکی ہے اور اگر اس معاوضے میں
کوئی خامی ہو تو اسے تبدیل کرا سکتی ہے۔ اور اگر مرد میں کوئی خامی ہو مثلاً
اس کی عزت و آبرو کا تحفظ نہ کر سکتا ہو اس کے حقوق زوجیت ہی پورے
نہ کر سکتا ہو تو اس سلسلہ میں عورت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اسی ناشہ
پر اکتفا کرے یا عدالت کی طرف رجوع کر کے طلاق حاصل کرے کیونکہ
اس خرید و فروخت کا مقصد عام معاملات کی طرح نہیں ہے بلکہ اس
کا مقصد فریقین کے مقاصد کی تکمیل ہے جنہیں وہ پورا نہیں کر سکا اس
لیے عورت کو حق حاصل ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کرے اور اس
سلسلہ میں جو مہر وغیرہ اس نے بیوی کو دیا ہوا ہے وہ اس سے واپس
نہیں لے سکتا کیونکہ یہ مہر تو اس منافع کا معاوضہ ہے جو اس نے عورت
کے عضوِ مخصوص سے اٹھانے ہیں اور اس سلسلہ میں عورت نے اپنے
آپ کو پیش کر دیا ہے مگر یہ ناکام رہا ہے تو یہ قصور اس کا ہے عورت
کا نہیں لہٰذا وہ دیا ہوا مہر واپس نہیں لے سکتا ہے یا بالفاظ دیگر مرد اور عورت

کا یہ جوڑا اشتراکِ عمل ہے جب تک فریقین مِل جُل کر چل سکتے ہیں چلیں اور جب نہ چل سکیں تو علیحدہ ہو جائیں مگر اس سلسلہ میں چونکہ مرد کی بالادستی مسلم ہے اس لیے وہ تو خود ہی اس معاہدہ کو کالعدم قرار دے سکتا ہے اور عورت چونکہ ماتحت ہے اس لیے وہ تو از سرِ خود اس معاہدہ کو کالعدم نہیں قرار دے سکتی البتہ وہ اس کی اس مرد سے بالائی عدالت میں چارہ جوئی کر سکتی ہے عدالت کی طرف رجوع کر کے اسے کالعدم کرا سکتی ہے اور نیز یہ عورت جو ہے اس کو پروردگار نے مرد کے سکون اور افزادی قوت پیدا کرنے کے لیے تخلیق فرمایا ہے اور یہ مرد چونکہ اس سلسلہ میں ناکام رہا ہے اس لیے اس مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ اس سکون اور پیداوار کے ذریعہ پر ناجائز قابض ہو کر بیٹھ جائے اسے چاہیئے کہ از سرِ خود اس عورت کو طلاق دے تاکہ کوئی دوسرا موزوں اور اہل آدمی اس سے فائدہ اٹھائے اور اگر یہ مرد اس ناجائز قبضہ کو ختم نہیں کرے گا تو عورت کو چاہیئے کہ عدالت کی طرف رجوع کرے اور عدالت تحقیق اور تفتیش کے بعد اس معاہدہ کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ اور طلاق بھی دلا سکتی ہے جیسا کہ ثابت بن قیس والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

چیئرمین (خاوند) نے اگر کنایہ الفاظ سے عورت کی رکنیت (طلاق) معطل کی ہو تو عدت کے اندر اندر مصالحت ہو سکتی ہے

وَعَنْ رُكَانَةَ بْنِ	اور حضرت رکانہ بن عبد یزید
عَبْدِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ	سے روایت ہے کہ بیشک
طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ	انہوں نے اپنی بیوی سہیمہ
سُهَيْمَةَ اَلْبَتَّةَ	کو طلاق بتہ دی پھر نبی

Marfat.com

فَاُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَۃً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتَّ اِلَّا وَاحِدَۃً فَقَالَ رُکَانَۃُ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَۃً فَرَدَّھَا اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَھَا الثَّانِیَۃَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَۃَ فِیْ زَمَانِ عُثْمَانَ۔

(مشکوٰۃ باب الطلاق)

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی اور رُکانہ نے کہا خدا کی قسم میں نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم تو نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا تو رُکانہ نے کہا خدا کی قسم میں نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بیوی اسے واپس کر دی پھر اس نے عمر کے زمانہ میں دوسری اور عثمان کے زمانہ میں تیسری طلاق دی۔

(ابو داود)

تفسیر

اس حدیث میں جو لفظ بَتَّ آیا ہے اس کے معنے کاٹ دینے کے ہیں اور یہ کنایات میں سے ہے اور کنایات کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد کا تعین متکلم کی نیت پر موقوف ہے یعنی اگر وہ بیان کرے کہ

اس کی مراد طلاق ہے تو طلاق متصور ہوگی اگر اس کی مراد کچھ اور ہے تو وہ نہیں ہوگی نیز اگر مذاکرہ طلاق ہے یعنی میاں بیوی میں تلخ کلامی جاری تھی اس حالت میں میاں نے کوئی ایسا لفظ استعمال کر دیا تو اسے بھی طلاق ہی سمجھا جائے گا اگرچہ اس کی نیت اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو بہرحال لفظ بتّہ کا طلاق معلوم ہوتا ہے۔ یک دو اور تین طلاق پر بھی ہوتا اور بالکل انقطاع پر بھی ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا لفظ ایسے موقعہ پر استعمال کرے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے گی اگر وہ کہے کہ اس کی نیت بالکل انقطاع کی تھی تو اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائیگی اگر یہ آپس میں صلح کرنا چاہیں تو دو گواہوں کے سامنے تجدید نکاح کافی ہے اور یہ صلح عدت کے اندر بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں بھی ہو سکتی ہے اور اگر وہ کہے کہ میری مراد اس سے ایک یا دو طلاق ہیں تو ایک یا دو ہی متصور ہوں گی اگر میاں بیوی آپس میں صلح کرنا چاہیں تو عدت کے اندر اندر صرف رجوع کافی ہے تجدید نکاح کی بھی کوئی ضرورت نہیں اگر وہ خاوند کہے کہ میری مراد اس سے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی متصور ہوں گی اور یہ بیوی اس سے جدا ہو جائے گی اگر یہ آپس میں صلح کرنا چاہیں تو سوائے حلالہ کے جائز نہیں اور اگر وہ خاوند کہے کہ اس لفظ بتّہ سے مراد میری کوئی اور چیز تھی تو وہی متصور ہوگی اور اس کا اس کی بیوی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تاہم ان تمام صورتوں میں نیت کے تعین کے سلسلہ میں مرد سے حلف لیا جائے گا اور نیز یہ بات بھی یاد رہنی چاہیئے یہ الفاظ کنایات ہر زبان کے اپنے اپنے ہوتے ہیں اور جس لفظ کی تشریح بیان کی ہے یہ صرف ایک عربی لفظ کی بیان کی ہے

اور عزنی یا غیر عزنی کنایات بہت ہیں۔ موقعہ محل کے اعتبار سے ہی مفتی فتویٰ دے سکتا ہے۔

چیئرمین (خاوند) بیوی کو کونسل کی رکنیت چھوڑنے کا اختیار دے سکتا ہے

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ	اے نبی اپنی بیویوں سے فرما
لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ	دیں کہ اگر تم دنیا اور آخرت
تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	کی زینت چاہتی ہو تو آجاؤ
وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ	میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھی
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ	طرح سے رخصت کر دوں اور
سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝	اگر تم اللہ اور اس کے رسول
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ	کی رضا اور آخرت کا گھر چاہتی
وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ	ہو پس بے شک اللہ نے
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ	تم میں سے نیکی کرنے والوں
اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ	کے لیے بڑا اجر تیار کیا ہے۔
مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔	

(سورۃ احزاب آیت ۲۸-۲۹)

تفسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ سے اپنے اخراجات اور نان نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کیا آپ ان سے ناراض ہو

Marfat.com

کر ایک بالا خانہ میں تشریف لے گئے ایک ماہ کے بعد یہ آیات اتریں ان میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیویوں کو میری طرف سے دو ٹوک فیصلہ سنا دو کہ اگر تم دنیا کی زیب و زینت اور کشائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر (مہر) اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اس کی خوشنودی چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے نیکو کار بیبیوں کے لیے اجر عظیم تیار کیا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اجر عظیم کے لیے محنت کرو تو خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو دو چیزوں میں سے ایک اپنے لیے اختیار کرنے کا حکم دیں ایک نبی کے نکاح میں رہنے کا اور دوسرا مہر وغیرہ وصول کر کے چلے جانے کا پس معلوم ہوا کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے سکتا ہے اس کے بعد اگر وہ طلاق اختیار کرے تو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق اختیار نہ کرے تو طلاق نہیں ہوگی۔ مزید تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	اور حضرت عائشہؓ سے
خَيَّرَنَا رَسُوْلُ	روایت ہے انہوں نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ
وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا	صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ	اختیار دیا تھا پھر ہم نے
يَعُدَّ ذَالِكَ	اللہ اور رسول کو اختیار کیا تو
عَلَيْنَا شَيْئًا۔ (مشکوٰۃ باب الطلاق)	آپ نے اسے ہم پر کچھ

Marfat.com

بھی شمار نہیں کیا تھا۔

تفسیر

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں ایک بات کا اختیار دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کے اس ارشادِ گرامی کی تعمیل کی اور اپنی بیبیوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم پڑھ کر سُنایا تو آپ کی ازواجِ مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا دُنیا کی زیب و زینت کو پسند نہیں کیا پھر آپ نے اس اختیار کو طلاق شمار نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ مرد اگر اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے اور عورت طلاق قبول کرلے تو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق قبول نہ کرے مرد کو اختیار کرے تو نفس اختیار دینے سے طلاق نہیں پڑے گی۔

اگر عورت کے رُکن بننے سے پہلے چیئرمین (خاوند) نے اس رکنیت کا انکار کیا ہو تو رکنیت کے بعد اس انکار کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ	اور حضرت علیؓ نے روایت
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	کی ہے رسول اللہ صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم سے آپ نے
قَالَ لَا طَلَاقَ	فرمایا نکاح سے پہلے طلاق نہیں
قَبْلَ نِكَاحٍ وَلَا	آزادی مگر بعد مالک ہونے کے اور
عِتَاقَ اِلَّا بَعْدَ	نہیں وصال روزے میں اور

Marfat.com

مِلْكٍ وَلَا وِصَالَ فِيْ صِيَامٍ وَلَا يُتْمَ بَعْدَ اِحْتِلَامٍ وَلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَلَا صُمْتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ (رواہ فی شرح السنہ)

نہیں یتیمی بعد بلوغت کے اور نہیں رضاعت بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں خاموشی دن کی رات تک۔

تفسیر

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چھ چیزیں مؤثر نہیں نکاح[۱] سے قبل طلاق۔ ملک[۲] سے پہلے آزادی دینا۔ رات[۳] دن کا روزہ۔ بلوغت[۴] کے بعد یتیمی۔ دودھ[۵] چھڑانے کے بعد دودھ پلانا۔ رات تک[۶] خاموشی کا روزہ۔ ہماری بحث اس وقت صرف پہلی صورت میں ہے یعنی نکاح سے قبل طلاق دینا باقی پانچ کا بیان اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز ہوگا یہ کتاب چونکہ مختصر بھی ہے اور ان مسائل کا یہاں بیان کرنا خارج مبحث بھی ہے اس لیے ہم ان مسائل کو یہاں نہیں چھیڑیں گے۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے اگر کوئی شخص کسی عورت کے متعلق یہ کہہ دے کہ فلاں عورت مجھ پر طلاق ہے اور ابھی اس نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہوا نہیں ہے اور اب اس سے نکاح کرتا ہے تو یہ نکاح جائز ہے۔ نکاح سے قبل کی طلاق اس پر واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ عورت ابھی تک اس کا محل ہی نہیں تھی ہاں اگر نسبت کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں فلاں

عورت سے نکاح کروں تو وہ مجھ پہ طلاق ہے اور بعد میں اس کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو یہ عورت اس پر طلاق ہو جائے گی۔ کتب فقہ میں یہ تفصیل موجود ہے۔

اگر چیئرمین (خاوند) بلا ارادہ بیوی (رُکن کونسل) کی رکنیت کا عدم قرار دے یا رجوع کے الفاظ بلا ارادہ استعمال کرے تو بھی وہ الفاظ مؤثر ہوں گے

وعن ابی هريرة	اور حضرت ابوہریرہؓ سے
ان رسول الله صلی	روایت ہے کہ بے شک
الله عليه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال ثلث جدهن	نے فرمایا تین چیزوں کا قصد
جد وهزلهن	بھی قصد ہے اور ہنسی بھی
جد النكاح والطلاق	قصد ہے نکاح۔ طلاق اور
والرجعة (رواه الترمذی ابوداود)	رجوع۔ (ترمذی و ابوداود)

تفسیر

یعنی اگر کوئی شخص دو گواہوں کے سامنے ارادۃً اور قصداً کہے کہ میں نے فلاں عورت قبول کی تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر ہنسی اور مذاق کے طور پہ کہے تو بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر قصداً اور ارادۃً کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اگر بلا قصد کہے تو بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اسی طرح اگر اپنی مطلقہ رجعیہ بیوی کو قصداً کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع

کیا تو بھی رجوع ہو جائے گا اور بلا قصد کہے تو بھی رجوع ہو جائے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نکاح ۔ طلاق اور رجوع کے الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کا احتیاج نہیں ہے نیت کا لحاظ کنایات میں ہوتا ہے ۔

جبر و اکراہ سے اخراج (طلاق) کرانا مؤثر نہیں ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِيْ اِغْلَاقٍ (رواہ ابوداود)

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے نہیں طلاق اور آزادی زبردستی میں ۔

پیئر مین خاوند) اگر مجنون ہو جائے تو وہ کونسل ارکان (بیویوں) کا اخراج نہیں کر سکتا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ وَالْمَغْلُوْبِ عَلٰى عَقْلِهٖ (ترمذی)

اور حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر طلاق جائز ہے مگر مجنون اور عقل پر غلبہ کیے ہوئے کی

Marfat.com

تفسیر

معتوہ اور مغلوب علی عقلہ ایک ہی چیز ہے اور درمیان میں واؤ تفسیریہ ہے

خواب کی حالت کا اخراج (طلاق) اور بچے کی طلاق مفید نہیں ہے

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَۃٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوْہِ حَتّٰی یَعْقِلَ۔

(ان پانچوں احادیث مشکوٰۃ باب الطلاق سے منقول ہیں)

اور حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھا دی گئی ہے ایک سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ بیدار نہ ہو جائے اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور پاگل سے یہاں تک کہ عقلمند نہ ہو جائے۔

(ترمذی)

تفسیر

اس حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

Marfat.com

کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالی گئی ہے یعنی اس حالت میں اگر ان سے کوئی ناجائز فعل صادر ہو جائے یا ان کے منہ سے کوئی بری بات نکل جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی گرفت نہیں ان پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوگا ان قوانین میں سے ایک طلاق ہے اگر نیند کی حالت میں کوئی اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق نہیں واقع ہوگی اسی طرح اگر کسی نے صغر سنی میں اپنے بچے کا نکاح کر دیا اب وہ بچہ بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کوئی پاگل اپنی بیوی کو طلاق دے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شرعی احکامات اس وقت انسان پر عائد ہوتے ہیں جب کہ اس کے ہوش وحواس قائم ہوں اور سن شعور کو بھی پہنچ چکا ہو اور ظاہر بات ہے کہ بچہ ابھی شعور کو پہنچا ہی نہیں اور پاگل اور سویا ہوا جو ہے ان کے حواس قائم نہیں ہیں اس لیے ایسے لوگ اگر اس دور میں طلاق دے دیں تو ان کی طلاق مؤثر نہیں ہوگی۔ باقی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

چیئرمین (خاوند) اگر استعفیٰ پیش کر دے تو اسے چار ماہ غور کے لیے دینا چاہیئے

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ ان لوگوں کے لیے جو قسم
مِنْ نِّسَآئِهِمْ اٹھاتے ہیں اپنی عورتوں کے
تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ پاس نہ جانے کی انہیں انتظار
اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ کرنا ہے چار مہینے پھر اگر
فَآءُوْ فَاِنَّ وہ رجوع کر لیں تو بے شک

اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝	اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور
وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ	اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں تو
فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ	بے شک اللہ سننے والا
عَلِیْمٌ ۝ (سورۃ بقرۃ آیت ۲۲۷)	جاننے والا ہے۔

تفسیر

آیت کریمہ کے شروع میں جو لفظ یُؤْلُوْنَ آیا ہے یہ اِیْلَاء سے ہے اِیلاء کے معنے قسم کے ہیں اور شرع کی اصطلاح میں ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ خدا کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا یا صرف یوں کہے کہ میں تیرے قریب نہیں آؤں گا اس کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ چار ماہ کی مدت کی قید لگائے دوسری صورت یہ ہے کہ چار ماہ سے زیادہ کی قید لگائے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مدت کچھ بھی بیان نہ کرے ان تینوں صورتوں میں اگر وہ خاوند اپنی اس بیوی کے پاس چار ماہ کے اندر اندر نہ جائے اور چار ماہ گزر جائیں تو قسم بحال رہے گی مگر وہ بیوی طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر وہ خاوند چار ماہ کے اندر اندر بیوی کے پاس چلا جائے تو قسم ٹوٹ جائے گی اس کا کفارہ دینا پڑے گا مگر بیوی اس کی طلاق نہیں ہوگی اور چوتھی صورت یہ ہے کہ چار ماہ سے کم مدت بیان کرے یعنی مثلاً یوں کہے کہ خدا کی قسم میں ساڑھے تین ماہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اگر یہ اس مدت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی کفارہ دینا پڑے گا اور اگر نہ گیا تو نہ بیوی اس پر

Marfat.com

طلاق ہوگی اور نہ قسم ٹوٹے گی اور چونکہ ان سورتیں لفظ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ سے سمجھ میں آرہی ہیں کیونکہ قرآن کریم نے جب یہ الفاظ استعمال کئے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ خاوند چار ماہ کی قید لگائے تو پھر تو چار ماہ ظاہر ہیں اور اگر وہ چار ماہ سے زیادہ کی قید لگائے یا مدت وغیرہ وہ کچھ بھی بیان نہ کرے تو بھی چار ہی متبادر ہوں گے کیونکہ قرآن نے چار کا ذکر کیا ہے اور اگر وہ چار سے کم مدت کی قید لگا دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ قرآن نے چار ماہ کی قید لگائی ہے۔

ایلا میں چار ماہ کی حکمت کا بیان

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے جو ضابطہ ایلا مقرر فرمایا ہے اس سے اشارۃً چار باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو چار ماہ سے زیادہ بیوی کے سوا نہیں رہنا چاہیئے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو بھی چار ماہ سے زیادہ خاوند کے سوا نہیں رہنا چاہیئے اور اس کی خلاف ورزی نظام فطرت کی خلاف ورزی ہوگی جو تسکین کی خاطر زنا کی صورت میں رونما ہو کر شیرازہ اجتماعیہ کو تباہ کر دے گی لہٰذا گورنمنٹ کو چاہیئے کہ گھر سے دُور رہنے والے شادی شدہ ملازمین کو چار ماہ کے بعد گھر میں اپنی بیوی کے پاس جانے کی چھٹی دے اور بیوہ کی چار ماہ دس دن جو عدت رکھی ہے اس میں بھی یہ ہی حکمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ رات کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کرتے تھے تاکہ کوئی چور سوئے ہوئے لوگوں کو نقصان نہ دے چنانچہ ایک رات آپ نے ایک گھر سے ایک عورت کے اشعار سنے جو وہ اپنے خاوند کی جدائی کی وجہ سے بطور

Marfat.com

؛سوس پڑھ رہی تھی تو آپ نے اس کے اشعار سُن کر صُبح کے وقت اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ ایک عورت اپنے خاوند کی جدائی کتنے عرصہ تک برداشت کر سکتی ہے تو فرمایا چار ماہ یا چھ ماہ تک اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ضابطہ رکھ دیا کہ اتنی مدت سے زیادہ کسی بھی سپاہی کو پابند نہ رکھا جائے چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل الفاظ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کئے ہیں۔

فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَتَهٗ	پس حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی
حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ	حفصہ سے پوچھا اللہ ان سے
عَنْهَا كَمْ أَكْثَرُ مَا	راضی ہو کتنی مدت صبر کر سکتی
تَصْبِرُ الْمَرْأَةُ عَنْ	ہے عورت اپنے خاوند سے
زَوْجِهَا فَقَالَتْ سِتَّةُ	جدا رہ کر تو اس نے کہا چھ
أَشْهُرٍ أَوْ أَرْبَعَةُ	ماہ یا چار ماہ پھر عمرؓ نے کہا میں
أَشْهُرٍ فَقَالَ عُمَرُ	نہیں روکوں گا کسی کو بھی لشکر
لَا أَحْبِسُ أَحَدًا مِنَ	میں سے زیادہ اس مدت سے
الْجُيُوشِ أَكْثَرَ مِنْ	
ذَالِكَ (ابن کثیر جلد اول ص۲۲۹	

اور تیسری بات اشارۃً یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کہ شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے یہ ضابطہ ہے تو پھر وہ لڑکے یا لڑکیاں جو بلوغت کو پہنچ چکے ہوں ان کی شادی بھی فوراً کر دینی چاہیئے کیونکہ جس بے راہ روی کا اندیشہ بحالت جدائی شادی شدہ سے ہے وہی اندیشہ بے شادی شدہ سے بھی

Marfat.com

ہے اور چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ مرد اور عورت جو انسان کی انفرادی اور غذائی ترقی کا ذریعہ ہیں ان کو بے کار نہیں چھوڑنا چاہیئے ورنہ رفتار ترقی میں رکاوٹ آئے گی اور یہ بقیہ خلق خدا پر ظلم ہوگا اور پانچویں یہ بات معلوم ہوتی کہ اگر سرکاری مشینری کا کوئی بھی ذمہ دار آدمی اپنے عہدے سے استعفا دے دے تو اسے اس پر غور کرنے کے لیے چار ماہ دینے چاہئیں کیونکہ ہر عہدے کے لیے موزوں آدمی آسانی سے نہیں ملا کرتا اور یہ مفہوم اسی طرح اخذ کیا جا سکتا ہے کہ میاں اور بیوی کا یہ جوڑا انسانی ترقی کی ابتدائی یونٹ اور شان ہے اور اس کے سربراہ کے مستعفی ہونے کے بعد اسے غور کرنے کے لیے چار ماہ دیئے گئے ہیں تو اس یونٹ سے جو بالائی شاخیں یا محکمہ جات وغیرہ ہیں ان کے لیے بھی یہ بھی ضابطہ ہونا چاہیئے یہاں تک کہ وزراء اور سربراہ مملکت کے لیے بھی یہی ضابطہ ہے اگر یہ مستعفی چار ماہ کے اندر اندر واپس آکر اپنے عہدے پر کام کرنا چاہے تو ٹھیک ہے اسے موقعہ دینا چاہیئے اور اگر وہ اس عہدے پر کام نہ کرنا چاہے تو چار ماہ کے بعد اس کے واجبات ادا کر کے اسے رخصت دینا چاہیئے اور یہ الوداعی تقریب انتہائی پُرتپاک ہونی چاہیئے تاکہ باہمی تقلش سے جو تنافر اور تباغض پیدا ہوا ہے وہ دور ہو جائے اور ایسا ہرگز مناسب نہیں ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک عہدے پر کچھ عرصہ تک کام کیا ہو اور اب اگر پیک اسے نہیں چاہتی تو اس کے پُتلے سڑکوں پر جلائے جائیں اور ہر عام اس کو فحش گالیاں دی جائیں یہ کسی شریف معاشرہ کے شایانِ شان نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ملک پاکستان میں ایسا ہو رہا ہے۔ ایسی تحریکات سے

Marfat.com

نہ تو قوموں کی ترقی نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی ملک میں امن و استحکام پیدا ہو سکتا ہے۔

قانونِ الٰہی کو غلط استعمال نہ کیا جائے

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ	اور جب تم عورتوں کو طلاق
فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ	دے دو پھر وہ اپنی عدت
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ	کو پہنچ جائیں تو انہیں حسنِ سلوک
اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ	سے روک لو یا انہیں دستور
بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ	کے مطابق چھوڑ دو اور انہیں
ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا	تکلیف دینے کے لیے
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ	نہ روکو تاکہ تم سختی کرو اور
فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ	جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے
وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ	اوپر ظلم کرے گا اور اللہ کی
اللّٰهِ هُزُوًا ۠ وَّاذْكُرُوْا	آیتوں کا تمسخر نہ اڑاؤ اور اللہ
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ	کے احسان کو یاد کرو جو اس
وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ	نے تم پر کیا ہے اور جو اس
مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ	نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری
يَعِظُكُمْ بِهٖ ۠ وَاتَّقُوا	ہے کہ تمہیں اس سے نصیحت
اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ	کرے اللہ سے ڈرتے رہو
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝	اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو
(سورہ بقرہ آیت ۲۳۱)	خوب جاننے والا ہے۔

Marfat.com

تفسیر

اس آیت میں تین مسائل بیان فرمائے ہیں کہ اوّل یہ ہے اَلصَّدَقٰتُ مَرَّتٰنِ میں یہ بتلایا تھا کہ دو طلاق تک خاوند کو اختیار ہے کہ عدت کو معروف طریقہ سے رکھے یا بالکل چھوڑ دے اب اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے عدت کے بعد خاوند کو اختیار مذکور حاصل نہ ہوگا اور دوسرا یہ بتلایا کہ الطلاق میں جو خاوند کو حق رجوع کا اختیار دیا ہے یہ معروف اور سابقہ دستور کے موافق ہونا چاہیئے۔ اگر خاوند کسی بدنیتی سے رجوع کرنا چاہتا ہے مثلاً اسے مارنا ستانا چاہتا ہے یا ویسے ہی اس کی عدت میں کرنا چاہتا ہے یا اسے اور جگہ نکاح سے روکنے کے لیے رجوع کرتا ہے وغیرہ ذالک تو یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور تیسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ کھیل اور مذاق کے طور پر بھی ایسا نہ کرے یعنی کبھی طلاق دے پھر رجوع کرے پھر طلاق دے پھر رجوع کرے ایسا بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ ان آخر والی دونوں صورتوں کو وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا سے تعبیر فرمایا ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ عورت کا تمہارے ساتھ یہ جوڑ تم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور نعمت ہے اس کی قدر کرو اس کی بے قدری مت کرو۔ کبھی طلاق پھر رجوع پھر طلاق پھر رجوع سے اس کی بے قدری ہو جائے گی اور یہ قانون الٰہی کا غلط استعمال ہوگا اس سے کتاب اللہ کی عظمت بھی دل سے نکل جائے گی اور آخر میں ان مذکورہ ضوابط کی خلاف ورزی کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ اس خدا

Marfat.com

سے ڈرو تمہاری یہ تمام حرکات اس کے علم میں ہیں اگر باز نہیں آؤ گے تو اس کے عذاب سے نہیں بچو گے اگر ایسا کرو گے تو بظاہر یہ ظلم اگرچہ اس عورت پہ ہوگا لیکن حقیقتاً وہ ظلم اس ظالم پہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ اس سے ضرور اس مظلومہ کا انتقام لیں گے اور یہ انتقام دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی۔ ع

پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد
برگردن وے بماند و بر ما بگذشت

چیئرمین (خاوند) اگر عورت ارکان کا کام پر لگنے (صحبت) سے پہلے یا تقرر مہر سیکورٹی) سے پہلے اخراج کر دے تو اسے چاہیئے کہ انہیں کچھ سامان وغیرہ دے کر رخصت کرے

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ — تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں
اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا — کو طلاق دے دو جب کہ انہیں
لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا — ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے
لَهُنَّ فَرِيْضَةً ج وَ — کچھ مہر بھی مقرر نہ کیا ہو اور انہیں
مَتِّعُوْهُنَّ ج عَلَى — کچھ سامان دے دو وسعت
الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ — والے پر اپنے قدر کے مطابق
وَعَلَى الْمُقْتِرِ — اور تنگ دست پر اپنے
قَدَرُهٗ ج مَتَاعًا — قدر کے مطابق سامان حسب
بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا — دستور ہے نیکوکاروں پہ یہ
عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ — حق ہے اور اگر تم انہیں طلاق
وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ — دے دو اس سے پہلے کہ
قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ — انہیں ہاتھ لگاؤ حالانکہ تم ن

Marfat.com

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

(سورہ بقرہ آیت ۲۳۶، ۲۳۷)

کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو تو نصف ہے اس کا جو تم نے مقرر کیا تھا مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور تمہارا معاف کرنا پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے آپس میں احسان کرنا نہ بھولو بے شک اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے

تفسیر

ان آیات میں تین مسائل کا بیان ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خاوند نے بیوی سے جماع بھی نہ کیا ہو اور مہر بھی مقرر نہ کیا ہو اور پہلے ہی کسی وجہ سے طلاق کی نوبت آجائے تو اس صورت میں خاوند پر مہر لازم نہیں ہے البتہ خاوند پر یہ لازم ہے کہ اپنی طرف سے عورت کو کچھ دے دے اس کی مقدار متعین نہیں کی مرد کی حیثیت کا لحاظ رکھا ہے اسے بھی یہ اختیار دے دیا جائے تو معمولی بات پر بھی مرد کو طلاق دے دے گی اس لیے یہ اختیار مرد کو دیا ہے اور آخر میں تعلیم دی ہے کہ آپس میں احسان اور عفو و کرم کا سلسلہ مت بھولو کیوں کہ تمام کاموں

Marfat.com

ہیں اصلی مقصد تقویٰ ہے اور اس عفو و کرم سے سب سے زیادہ تقوٰے نصیب ہوتا ہے۔

مہر اور ہدیہ میں فرق اور اسکی حکمت

دل میں ایک شبہ سا پیدا ہوتا ہے کہ اس پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مہر تو واجب نہیں ہے لیکن مرد کو چاہیئے عورت کو کچھ نہ کچھ ضرور دے اور اس کو متاع سے تعبیر فرمایا ہے تو وہ بھی مال ہی ہے صرف نام کا فرق ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مہر تو اس انتفاع کے معاوضہ کا نام ہے جو خاوند بوقت جماع بیوی سے اُٹھاتا ہے یعنی خاوند نے عورت کے جسم کا وہ مخصوص ٹکڑا خریدا ہے تاکہ اس سے وہ نفع اٹھائے اور یہاں وہ نفع تو اس نے اٹھایا ہی نہیں اس لیے مہر تو اس پر لازم نہیں قرار دیا جا سکتا اور اس خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کی دل شکنی کی ہے اور اس عورت کے ذریعہ دونوں برادریوں کے درمیان جو اخوت اور محبت پیدا ہونے والی تھی اس کو نفرت میں بدل دیا ہے اور یہ اس نے غلطی کی ہے اور خاوند کبھی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور بھی ہوتا ہے اس لیے شارع نے اس کا یہ عذر قبول کرتے ہوئے مہر کا متبادل عطیہ اس پر لازم قرار دیا ہے تاکہ دونوں خاندانوں کے درمیان جو نفرت پیدا ہوئی تھی وہ دُور ہو جائے اور یہ عطیہ اس بات کا واضح ثبوت ہوگا کہ یہ طلاق کسی بہت بڑے معقول عذر کی بنا پر دی گئی ہے نہ کہ کسی ذاتی پرخاش کی وجہ سے اور پھر اس کو کوئی بُرا نہیں منائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو تاکہ تمہاری آپس میں محبت پیدا ہو اور فرمایا ہے کہ امیر اپنی حیثیت

Marfat.com

کے موافق دے اور غریب اپنی حیثیت کے موافق اور اس کا ادنیٰ درجہ ایک جوڑا کپڑے ہے زیادہ جتنی توفیق ہو دینا چاہیئے ۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت سے شادی کی اور ایسی ہی صورت درپیش آئی تو آپ نے مطلقہ کو بیس ہزار کا عطیہ دیا تھا اور قاضی شریح نے بھی ایسے موقعہ پر پانسو درہم کا عطیہ دیا (معارف القرآن) اور آخر میں جو فرمایا ہے حقا علی المحسنین ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عطیہ دینا واجب ہے اور دوسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ خاوند بیوی کو اگر جماع سے پہلے طلاق دے اور مہر مقرر کیا ہوا ہو تو اس صورت میں خاوند نے بیوی کو نصف مہر دینا ہوگا مگر کہ عورت معاف کر دے یعنی نصف بھی نہ لے یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر خاوند نے مہر ادا کیا ہوا نہیں ہے تو اسے چاہیئے کہ نصف ادا کر دے اور اگر سارا ادا کیا ہوا ہے تو خاوند کو حق پہنچتا ہے کہ آدھا عورت کو چھوڑ دے اور آدھا واپس لے لے اور بہتر یہ ہے کہ واپس نہ لے معاف کر دے اور تیسرا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نکاح بحال رکھنا یا توڑنا خاوند کے اختیار میں ہے عورت کے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ آیت میں بیدہ عقدۃ النکاح آیا ہے اور اس کی تشریح خود جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وَلِیُّ عُقْدَۃِ النِّکَاحِ الزوج) نکاح کی گرہ کا مالک خاوند ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مرد میں عورت کی نسبت تدبر زیادہ ہوتا ہے اور عورت میں کم ہوتا ہے ۔ عورت جذباتی زیادہ ہوتی ہے ۔

چیئرمین خاوند، اگر بیوی ارکان کونسل کو اپنے اُوپر حرام قرار دیدے تو اس کا حکم

اس عنوان کی تفصیل سمجھنے کے لیے ایک شرعی ضابطہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں اور انہیں جو شرائع اور کتابیں عطا فرمائی گئی ہیں ان میں یہ ضابطہ تھا کہ ہر وہ عبادت جس کی ادائیگی اور تعمیل انسان پر لازم نہیں ہے اس کی مرضی ہے ادا کرے نہ کرے ادا کرے گا تو ثواب ہوگا نہ کرے گا تو گناہ گار نہیں ہوگا لیکن اگر اس کی نیت کرے تو پھر اس کی تکمیل ضروری ہے۔ یہ ہی حکم تھا پہلے انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں اور یہ ہی حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے لا تبطلوا اعمالکم اپنے اعمال ضائع مت کرو اور اسی طرح ان انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں یہ حکم بھی تھا کہ اگر کوئی شخص کسی حلال چیز کے بارے میں کہہ دے کہ میں اسے نہیں کھاؤں گا تو اس کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اس چیز کو اب نہ کھائے یہ چیز اس کے لیے اب حرام سمجھی جاتی تھی جس طرح یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کیا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ تحریم میں پروردگار نے آپ کو ارشاد فرمایا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ	اے نبی کیوں حرام قرار دیتے
تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ	ہو اس چیز کو جو اللہ نے تیرے
اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ	لیے حلال کی ہے تم اپنی بیویوں

Marfat.com

اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ	کی خوشنودی چاہتے ہو اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ	بخشنے والا مہربان ہے فرض
فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ	کیا ہے اللہ نے تمہارے
تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ	لیے توڑنا تمہاری قسموں کا۔

(سورۃ تحریم آیت ۱-۲)

اس آیت کریمہ کی تشریح اور تفسیر سے پہلے اس کا شان نزول معلوم کرنا بھی ضروری ہے ۔ مفسرین نے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجؓ مطہرات کے لیے جو نوبت مقرر کی ہوئی تھی اس کے علاوہ بھی جب آپ گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے تو نمازِ عصر کے بعد ان کے تمام گھروں میں ان کی دیکھ بھال اور خبر گیری کے لیے اور ان کی ضروریات وغیرہ دریافت کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے ۔ ایک روز حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کچھ دیر لگی ۔ آپ معمول سے زیادہ ان کے ہاں ٹھہرے انہوں نے آپ کو شہد پلایا ۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس پر رشک آیا اور دونوں نے مل کر باہم مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے جس کے گھر میں پہلے تشریف لائیں، تو عرض کریں گے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے ۔ مغافیر ایک قسم کی گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے تو اس بیوی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہوگی اور اس کا رس چوسا ہوگا اس وجہ سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبودار چیزوں سے انتہائی

Marfat.com

نفرت تھی اور آپ ایسی چیزوں سے پرہیز کیا کرتے تھے تو آپ نے قسم کھالی کہ میں پھر شہد نہیں پیؤں گا اس پر قرآن کریم کی آیات نازل ہوئی ہیں ان میں ایسی قسم توڑنے کا حکم ہے تو آپ نے اپنی قسم توڑی اور کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا۔ یہ مضمون تفسیر عثمانی اور معارف القرآن سے مُلَخَّصًا نقل کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 1 کے شروع میں جو لفظ لِمَ تُحَرِّمُ آیا ہے یہ تحریم سے بنا ہے اس کے معنی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر دینے کے آتے ہیں اسکی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے اگر کوئی شخص کسی قطعی حلال شے کو عقیدۃً حرام قرار دے تو یہ کفر ہے کیونکہ تحلیل و تحریم صرف اللہ کا کام ہے بندے کا کام اس کی تعمیل کرنا ہے۔ تحلیل و تحریم کا اختیار پروردگار نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا جیسا کہ اس آیت تحریمیہ سے ظاہر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر عقیدۃً حرام نہ سمجھے لیکن بلا کسی ضرورت اور مصلحت کے قسم کھا کر وہ چیز اپنے اوپر حرام کرلے تو یہ گناہ ہے۔ اس قسم کو توڑنا اور کفارہ ادا کرنا اس پر واجب ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کریں گے اور اگر کوئی ضرورت اور مصلحت ہو تو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ اس چیز کو نہ تو عقیدۃً حرام سمجھے اور نہ قسم اٹھا کر اپنے اوپر حرام قرار دے مگر عملاً اس کو ہمیشہ ترک کرنے کا پختہ عزم کرلے۔ یہ عزم اگر اس نیت سے ہو کہ اسے باعث ثواب سمجھے تو یہ گناہ ہے اور بدعت ہے اور اگر اس ترک کو ثواب نہ سمجھے بلکہ اپنے کسی جسمانی یا روحانی نقصان کی بنا پر ترک کرتا ہے تو یہ

Marfat.com

بلا کراہت جائز ہے ۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو کہتا ہے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس کے اندر بھی یہ تین ہی صورتیں متصور ہونگی یعنی اگر وہ عقیدۃً حرام سمجھے تو وہ کافر اور مرتد ہو جائے گا اور وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور اگر وہ اسے عقیدۃً حرام نہ سمجھے بلکہ قسم اُٹھائے کہ خُدا کی قسم تو مجھ پر حرام ہے تو یہ ایلا ہے اس سے طلاق بائن پڑے گی اور اس کو قسم کا کفارہ دینا ہوگا اس کی تفصیل بحث ایلا میں گزر چکی ہے اور اگر وہ اپنی اس بیوی کو عقیدۃً بھی حرام نہ سمجھے اور قسم سے بھی اس کو حرام نہ قرار دے بلکہ عملاً پختہ ارادہ کرے کہ اب اپنی بیوی کے قریب ہمیشہ نہیں جاؤنگا تو ترکِ قربان اگر ثواب کی نیت سے ہے تو یہ گناہ کبیرہ ہے یہ بدعت ہے یہ رہبانیت اسلام میں نہیں ہے ۔ اس سے عورت کی حق تلفی ہوگی جو کبیرہ گناہ ہے مگر ایسے عزم سے عورت طلاق نہیں ہوگی اور اگر یہ ترکِ قربان کسی مصلحت کی وجہ سے ہے مثلاً کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر وہ بیماری مرد میں ہے جس کی وجہ سے مرد نے عورت کا قرب ترک کیا ہوا ہے اور اس کی اصلاح کی کوئی امید بھی نہیں ہے تو پھر عورت کو حق حاصل ہے کہ اس سے طلاق حاصل کرے اور اگر اسی حالت میں وہ عورت اس کے پاس رہنا چاہے تو بھی اسے اختیار حاصل ہے ۔ مندرجہ ذیل احادیثِ طیبہ سے بھی اس آیت کریمہ کی مزید توضیح اور تشریح معلوم ہوتی ہے انہیں بھی ملاحظہ فرمالیں ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِی الْحَرَامِ — اور حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے انہوں نے

Marfat.com

يُكَفِّرُ لَقَدْ كَانَ
لَكُمْ فِي رَسُوْلِ
اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
(متفق علیہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ
زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ
وَشَرِبَ عِنْدَهَا
عَسَلًا تَوَاصَيْتُ
اَنَا وَحَفْصَةُ اَنَّ
اَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلْتَقُلْ اِنِّيْ اَجِدُ
مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ
اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ
فَدَخَلَ عَلٰى
اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ
لَهٗ ذَالِكَ فَقَالَ

حرام کے بارے میں فرمایا کفارہ
دے البتہ تحقیق ہے تمہارے
لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم بہترین نمونہ ہیں (اس حدیث
پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے)
اور حضرت عائشہ رضؓ سے
روایت ہے کہ بے شک
جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
زینب بنت جحش کے پاس
رُک جاتے تھے اور وہاں شہد
نوش فرماتے تھے تو میں اور
حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا
کہ ہم میں سے جس کے گھر
میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائیں تو اسے یوں
کہنا چاہیئے کہ میں آپ کے
منہ مبارک سے مغافیر کی بدبو
پا رہی ہوں کیا آپ نے مغافیر
کھایا ہے۔ پس آپ ان
دونوں میں سے ایک کے
گھر میں تشریف لائے تو

Marfat.com

لَا بَاْسَ شَرِبْتُ — اس نے وہ بات کہی آپ سے
عَسَلًا عِنْدَ — تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں
زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ — میں نے زینب بنت جحش
فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ — کے پاس شہد پیا ہے پس
وَقَدْ حَلَفْتُ — آئندہ ہرگز نہ پیوں گا اور میں
لَا تُخْبِرِيْ بِذَالِكَ — نے قسم کھالی ہے تو کسی کو
اَحَدًا يَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ — اس کی خبر نہ دینا آپ اپنی بیویوں
اَزْوَاجِهٖ فَنَزَلَتْ — کی خوشنودی چاہتے تھے تو
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ — نازل ہوئی آیت اے نبی کیوں
لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ — حرام قرار دیتے ہو وہ چیز جو
اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ — اللہ نے تیرے لیے حلال
مَرْضَاةَ اَزْوَاجِكَ — کی تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الطلاق سے منقول ہیں)

آپ کی بیویوں نے یہ منصوبہ حضورؐ کے ساتھ فرط محبت کی وجہ سے بنایا نہ کہ حضرت زینب کے ساتھ عداوت کی۔

چیئرمین خاوند اگر اپنی بیوی (ارکان کونسل) کو اپنی محارم سے تشبیہ دیدے تو اس کا حکم

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ — یقیناً اللہ نے اس بی بی کی بات
الَّتِيْ تُجَادِلُكَ — سن لی ہے جو تجھ سے اپنے
فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ — خاوند کے بارے میں جھگڑتی
اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ — تھی اور اللہ کی جناب میں

Marfat.com

يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ط
اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۝
اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ
مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ
اُمَّهٰتِهِمْ ط اِنْ
اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِيْ
وَلَدْنَهُمْ ط وَاِنَّهُمْ
لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا
مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ط
وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ
غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ
يُظٰهِرُوْنَ مِنْ
نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ
يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّتَمَآسَّا ط ذٰلِكُمْ
تُوْعَظُوْنَ بِهٖ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ
لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

میں شکایت کر رہی تھی اور اللہ
تم دونوں کے سوال جواب
کو سن رہا تھا یقینا اللہ سننے
والا دیکھنے والا ہے اور جو
لوگ تم میں سے اپنی بیویوں
کو اپنی ماں کی پیٹھ سے تشبیہ
دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں
ہیں یقیناً ان کی مائیں وہی ہیں
جنہوں نے ان کو جنا ہے
اور بے شک وہ لوگ بری
بات اور جھوٹ کہتے ہیں
اور یقیناً اللہ درگزر کرنے
والا معاف کرنے والا ہے
اور جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی
ماؤں کی پیٹھ سے تشبیہ دیتے
ہیں پھر اپنے مقولہ وہ واپس
کریں تو ان پر ایک غلام آزاد
کرنا ہے صحبت سے پہلے
اس سے تمہیں نصیحت کی
جائے گی اور اللہ تمہارے
اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے

Marfat.com

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	اور جسے وہ نہ ملے تو اس پر
مِنْ قَبْلِ اَنْ	لگاتار دو ماہ کے روزے
يَّتَمَاسَّا ط فَمَنْ	ہیں صحبت سے پہلے پس
لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ	جو اس کی طاقت بھی نہ رکھے
سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ط	تو اس پر ساٹھ مساکین کو کھانا
ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا	کھلانا ہے یہ اس لیے تاکہ
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط	تم اللہ اور اس کے رسول
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط	پر یقین کر لو اور یہ اللہ کی حدود
وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ	ہیں اور کافروں کے لیے
اَلِيْمٌ ۝ (سورہ مجادلہ آیت ۱ تا ۴)	دردناک عذاب ہے۔

شانِ نزول

ان آیات کی تفسیر اور تفصیل سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ان کا شانِ نزول سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے جناب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دورِ جاہلیت میں لوگوں نے اپنے پاس سے یہ دستور مقرر کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دیتا کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اس عورت کو اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ حرام سمجھتے تھے اور پھر ان کے ملنے کے لیے کوئی صورت نہیں تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک واقعہ درپیش آیا آپ کے ایک صحابی اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے خاوند کے متعلق ذکر کیا کہ

اس نے مجھے اس طرح کہا ہے کہ انت علی کمظہر امی کہ تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ تو اس کے جواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں مجھ پہ کوئی وحی تو اتاری نہیں گئی اور میں تو یہ سمجھتا ہوں تو اب اس کے لیے حلال نہیں ہے وہ رونے لگی یا رسول اللہ میرا گھر ویران ہوگا میرے بچے پریشان ہوں گے اور کبھی جھگڑتی یا رسول اللہ میرے خاوند نے تو لفظ استعمال ہی نہیں کیا میں کس طرح اس کے لیے حرام ہوگئی ہوں اور کبھی اللہ کے دربار میں فریاد کرتی اپنے نبی کی زبان پر میری یہ مشکل حل فرما دے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس کی یہ فریاد سنی اور جبریل امین وحی لے کر حاضر ہوئے ۔ ان آیات میں سب سے پہلے اس کی دُعا کی قبولیت کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی دُعا سُن لی ہے اور قبول کر لی ہے جو آپ سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے حضور شکایت کر رہی تھی اس کے بعد ظہار کے مسائل بیان فرمائے ہیں ۔ اس آیت کریمہ میں جو لفظ یُظٰہِرُوْن آیا ہے یہ ظہار سے بنا ہے ۔ ظہار کے معنے اپنی بیوی کو ماں بہن وغیرہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہہ دینا ہے جس کی طرف دیکھنا اس کو منع ہے مثلاً پیٹھ پیٹ وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے وہ عورت اس کی ماں یا بہن تو نہیں بن جاتی طلاق بھی نہیں ہوتی مگر چونکہ اس مرد نے یہ جھوٹ کہا ہے اور اس نے اس طرح کہہ کر اپنی محارم کی توہین کی ہے لہٰذا اس کی یہ سزا رکھی ہے کہ وہ اب اس بیوی کے قریب نہ جائے جب تک کہ وہ یہ سزا نہ بھگتے اور وہ تین چیزیں ہیں ان میں سے ایک چیز ضرور اپنانا ہے اوّل یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگر وہ نہیں تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے

Marfat.com

اور اگر اس کی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے اور جب تک یہ سب نہ بھگتے وہ بیوی سے صحبت اور بوس وکنار نہ کرے اگر کوئی ایسا کرے گا تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوگا لیکن اس کے لیے اور نیا کفارہ نہیں ہے صرف پہلا ہی کفارہ ہے اسے استغفار کرنا چاہیئے اور یہ کفارہ اس صورت میں ہے جب اس نے بیوی کو تشبیہہ دیتے وقت ظہار کی نیت کی ہو یعنی یوں کہے کہ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ وغیرہ اور اگر اس کی نیت طلاق کی ہو تو اس سے طلاق بائن پڑتی ہے اور اگر اسکی نیت کسی چیز کی نہ ہو ویسے ہی یہ لفظ کہہ دیا ہو تو نہ طلاق ہے اور نہ ظہار کچھ بھی نہیں اور پھر کفّارہ وغیرہ بھی کچھ نہیں چنانچہ آنے والی احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ اَنَّ سَلْمَانَ بْنِ صَخْرٍ وَیُقَالُ لَهٗ سَلْمَةُ بْنِ صَخْرِ الْبَیَاضِیْ جَعَلَ اِمْرَاَتَهٗ عَلَیْهِ کَظَهْرِ اُمِّهٖ حَتّٰی یَمْضِیَ رَمَضَانُ فَلَمَّا مَضٰی نِصْفٌ مِنْ رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَیْهَا لَیْلًا فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

اور حضرت ابی سلمہ سے روایت ہے کہ بے شک سلمان بن صخر (جسے سلمہ بن صخر بیاضی بھی کہا جاتا ہے) نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر اپنی ماں کی پیٹھ کی طرح قرار دیا ماہ رمضان گزرنے تک پس جب آدھا ماہِ رمضان گزر گیا تو رات کے وقت اس سے ہمبستر ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کا ذکر

وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا اَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ اَطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا اَجِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَرْوَةَ ابْنِ عَمْرٍ وَاَعْطِهٖ ذَالِكَ الْعِرْقَ وَهُوَ مَكْتَلٌ يَاْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا اَوْ سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا لِيُطْعِمَ مِسْكِيْنًا۔

کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تو غلام آزاد کر اس نے کہا کہ میرے پاس غلام نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا دو ماہ مسلسل روزے رکھ اس نے کہا اس کی طاقت نہیں ہے آپ نے فرمایا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا اس نے کہا میرے پاس نہیں ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ ابن عمر سے فرمایا اسے وہ کھجوروں کا تھیلا دے دو (اور وہ ایک ماپ ہے جس میں پندرہ یا سولہ سیر کھجوریں سماتی ہیں) تاکہ مساکین کو کھلائے

(یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے)

(رواہ الترمذی)

تفسیر

یہ حدیث پاک پہلی آیات کی تشریح ہے اور اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی شخص اگر اپنی بیوی سے ظہار کرے تو وہ اس کے

لیے ہمیشہ ہمیشہ حرام نہیں ہوجاتی بلکہ اس کی حرمت موقت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک کفارہ ادا نہ کرے اس سے ہمبستر نہیں ہوسکتا اور کفارہ یہ ہے کہ یا تو غلام آزاد کرے اگر نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزہ رکھے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے اگر میاں بیوی سے ہمبستر ہو جائے تو اس پر دو کفارے نہیں ہیں بلکہ صرف وہی کفارہ ہے البتہ یہ گناہ کبیرہ ہے اسے توبہ کرنا چاہیئے اور تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر آدمی غریب ہو تو اس کی غربت کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا دوسرے مسلمانوں کو چاہیئے کہ کفارہ ادا کرنے میں اس کا تعاون کریں ۔ اگر پبلک میں سے اسکا تعاون کوئی نہ کرے تو وقتی حکومت کو اس کا تعاون کرنا چاہیئے اور ان کا یہ تعاون صدقہ ہوگا۔

وَ عَنْ سُلَيْمَانِ	اور حضرت سلیمان بن یسار سے
ابْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ	روایت ہے انہوں نے
ابْنِ صَخْرٍ عَنِ	نقل کیا سلمہ بن صخر سے انہوں
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	سے ایسے ظہار کرنے والے
فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ	کے لیے جو کفارہ سے پہلے
قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ	اپنی بیوی سے ہمبستر ہو سوال
قَالَ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ	کیا آپ نے فرمایا ایک کفارہ
(رواہ الترمذی)	ہے۔
وَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ	اور حضرت عکرمہ سے روایت

Marfat.com

ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ — ہے انہوں نے روایت کی
رَجُلاً ظَاهَرَ — ہے ابن عباس سے کہ بیشک
مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَغَشِيَهَا — ایک آدمی نے ظہار کیا اپنی
قَبْلَ اَنْ يُكَفِّرَ — بیوی سے پھر اس سے ہمبستر
فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى — ہوا کفارہ ادا کرنے سے پہلے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — پھر آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهٗ — پاس پھر ذکر کیا اس نے اس کا
فَقَالَ مَا حَمَلَكَ — پس فرمایا آپ نے کس نے
عَلٰى ذَالِكَ فَقَالَ — اُکسایا تجھے اس پر اس نے کہا
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ — یارسول اللہ کہ میں نے چاندنی
رَاَيْتُ بَيَاضَ — رات میں اس کے دونوں
حِجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ — جُوتوں کی سفیدی دیکھی پھر
فَلَمْ اَمْلِكْ نَفْسِيْ — میں اپنے نفس پر کنٹرول نہ
اَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا — کر سکا کہ اس سے ہمبستر ہو گیا
فَضَحِكَ رَسُوْلُ — پس ہنس پڑے رسول اللہ صلی
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — اللہ علیہ وسلم اور اسے حکم دیا
وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ — کہ اس کے قریب نہ جائے
اَنْ لَّا يُقْرَبَهَا — یہاں تک کہ کفارہ نہ ادا کرے
حَتّٰى يُكَفِّرَ — (یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الطلاق سے منقول ہیں)

رکنیت معطّل ہونے کے بعد مطلّقہ عورت سابق چیئرمین (خاوند) کی عدت گزارے گی
اور اس دوران اسی کے گھر میں رہے گی اسکے بعد کسی اور کونسل کی رکن بن سکتی ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا	اے نبی جب تم عورتوں کو
طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ	طلاق دو تو ان کی عدت کے
فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ	موقع پر طلاق دو اور عدت
وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ	گنتے رہو اور اللہ سے ڈرتے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ	رہو جو تمہارا رب ہے نہ تم
لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ	ان کو گھروں سے نکالو اور نہ
بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ	وہ خود نکلیں مگر جب کھلم کھلا
اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ	کوئی بے حیائی کا کام کریں اور
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ	یہ اللہ کی حدیں ہیں اور اللہ
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ	کی حدوں سے جو بڑھا تو اس
اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ	نے اپنے نفس پر ظلم کیا آپ
نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ	کو کیا معلوم شاید اللہ اس کے
لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ	بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے
بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝	پس جب وہ اپنی عدت کو
فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ	پہنچ جائیں تو انہیں دستور سے
فَاَمْسِكُوْهُنَّ	رکھو یا انہیں دستور سے چھوڑ
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ	دو۔ اور دو معتبر آدمی اپنے
فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ	میں سے گواہ کر لو اور اللہ کے
وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ	لیے گواہی پوری دو۔ یہ نصیحت

Marfat.com

عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

(سورۃ طلاق آیت ۱-۲-۳)

کی باتیں انہیں سمجھائی جاتی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کی لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے بیشک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے بے شک اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک انداز مقرر کر دیا ہے۔

ربط

اس سے پہلے ضوابط طلاق کا بیان گزرا ہے جن کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ کوشش یہ کی گئی ہے کہ خاوند بیوی کو طلاق نہ دے کیونکہ یہ فعل اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰهِ الطَّلَاقُ ۔ تمام حلال کاموں میں سے ناپسند کام اللہ کے نزدیک طلاق ہے ۔ اور اگر بامر مجبوری دینا ہی ہو تو اس کا طریقہ کار یہ رکھا ہے کہ پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے اس کے بعد جب ایام ماہواری گزر

Marfat.com

جائیں اور پاکی کا دوسرا دور آئے تو پھر ایک اور طلاق دے دے ۔ پہلی طلاق کے بعد یا دوسری طلاق کے بعد پاکی کے دو دن کے اندر اندر میاں بیوی اگر صلح کرنا چاہیں تو بلا نکاح صلح کر سکتے ہیں اور اگر پاکی کا دوسرا دور گزر جائے پھر بھی اگر صلح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں اور دوسری طلاق کے بعد اگر تیسری طلاق بھی دے دے تو پھر سوائے حلالہ کے صلح کی اجازت نہیں اور یہ ضوابط اس لیے رکھے ہیں تاکہ میاں بیوی باہم مل کر رہنا چاہیں تو مل سکیں اور تین طلاق کے بعد صلح کی اجازت نہیں تاکہ عورت بازیچۂ اطفال نہ بنے کیونکہ یہ اس کے شرف کے منافی ہے کہ جب چاہیں طلاق دیں اور جب چاہیں رکھ لیں جیسا کہ دورِ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ عورت کو سو دفعہ طلاق دے کر بھی رکھ لیتے تھے ۔ اسلام نے اس طرح عورت کی توہین و تذلیل کی اجازت نہیں دی ۔ بہرحال طلاق کی صورت میں ضابطہ یہ ہے کہ عورت کو فوراً کسی اور مرد سے نکاح کی اجازت نہیں بلکہ اس کے لیے ایک عرصہ رکھا ہے شریعت کی اصطلاح میں اس کو عدت کہتے ہیں جس کی تفصیل ان آیات میں اور بعد والی آیات میں آ رہی ہے

تفسیر

ان آیات میں بارہ چیزوں کا بیان ہے ۔ پہلی چیز یہ ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت پر طلاق دو اس کی تشریح عنقریب انشاء اللہ العزیز بیان ہوگی اور دوسری چیز یہ ہے کہ عدت کو شمار کرتے رہو اور تیسری یہ چیز ہے کہ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ۔ یہ قرآن کریم کا طریقہ ہے کہ مکی سورتوں میں عقیدہ توحید

Marfat.com

قیامت اور رسالت کی تعلیم دی ہے اور مدنی سورتوں میں احکام کے ساتھ ساتھ عقیدہ اور قیامت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ یہاں فرمایا ہے اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یعنی اگر تم اس مذکورہ حکم کی خلاف ورزی کرو گے تو وہ تمہیں سخت سزا دے گا اور اس کی طاقت کا اندازہ یوں لگا لو کہ تمہاری تخلیق حیات و بقا اور آب و دانہ اس کے ہاتھ میں ہے اس سے بچ کر تم کہاں جاؤ گے اور چوتھی چیز یہ ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دے دو تو فوراً ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں جب تک کہ عدت مکمل نہ ہو جائے یعنی اس گھر میں اب رہنا صرف ان کا اپنا حق نہیں ہے کہ از سر خود چھوڑ دیں بلکہ یہ اللہ کا حق ہے یہ اس کو معاف نہیں کر سکتی اور نہ خاوند اس کو نکال سکتا ہے اور اس دوران کا نفقہ بھی خاوند پہ لازم ہے اگر عورت حاملہ ہو اس نے اس گھر کو بے حیائی کا اڈا بنا لیا ہو یا مرد کے گھر کا سامان چوری کرتی ہو یا بدزبانی وغیرہ کرتی ہو تو ان صورتوں میں مرد اس کو گھر سے نکال سکتا ہے اور اگر وہ گھر سے از سر خود نکلے گی تو یہ صریح بے حیائی کا کام ہوگا اور پانچواں انتباہ یہ ہے اور اس کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

تلک حدود اللہ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور تلک سے اشارہ ضابطۂ طلاق کی خلاف ورزی کی طرف ہے یعنی حالت حیض میں طلاق دینا۔ عدت کو شمار نہ کرنا، مطلقہ کو اپنے گھر سے نکالنا یا از سر خود اس کا اس گھر سے نکلنا اور اس گھر میں بے حیائی وغیرہ کا ارتکاب کرنا مراد ہے اور ان ضوابط کو حدود اللہ اس لیے فرمایا ہے کہ یہ صرف حق عبد ہی نہیں بلکہ اللہ کا بھی حق ہے اور کسی ملک کی سرحد کو خلاف قانون عبور کرنے سے انسان جس طرح مستحق سزا کا ہوتا ہے اور یہ اپنے کیے کی سزا پاتا ہے اور پھر ایسا مجرم خود

Marfat.com

اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ میری ان حدوں کی جو خلاف ورزی کرے گا وہ اپنے کیئے کی سزا خود پائیگا اور پھر اسے یہ ماننا پڑے گا کہ میں نے یہ ظلم کرکے خود غلطی کی ہے اور چھٹی چیز یہ ہے کہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں گے یعنی مرد کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی مطلقہ عورت کو گھر سے مت نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلے اس کی حکمت کیا ہے فرمایا اس کی حکمت یہ ہے کہ شائد اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کرے یعنی شاید کہ میاں بیوی آپس میں رجوع کرلیں اور ساتویں چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی مقررہ عدت کو پہنچ جائیں تو پھر خاوندوں کو دو اختیار دیئے ہیں ایک یہ ہے کہ اگر تم اپنی مطلقہ بیوی کو رکھنا چاہو تو رکھ سکتے ہو مگر دستور کے موافق رکھنا ہوگا یعنی ان کا نفقہ وغیرہ سابقہ دستور کے موافق رکھنا ہوگا یعنی ان کا نفقہ وغیرہ سابقہ دستور کے موافق دینا ہوگا اور اگر انہیں چھوڑنا چاہو تو چھوڑ سکتے ہو مگر دستور کے موافق یعنی ان کا مہر وغیرہ ادا کریں اور آٹھویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اگر تم اپنی مطلقہ بیویوں سے رجوع کرنا چاہو یا انہیں جدا کرنا چاہو تو دونوں صورتوں میں دو معتبر آدمی گواہ مقرر کرلو اور نویں چیز یہ بیان فرمائی کہ جب گواہی کی ضرورت پڑے تو گواہی صرف اللہ کی رضا کے لیے دینا ہے عصبیت سے کام نہیں لینا اور دسویں چیز یہ بیان کی کہ یہ نصیحت کی باتیں ان کے لیے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن کو مانیں اور جو نہ مانیں وہ ان احکامات کا مخاطب ہی نہیں ہے اور گیارھویں چیز یہ بیان فرمائی کہ جو بھی شخص تقوے

کے دائرہ میں رہ کر کام کرے گا خواہ یہ میاں بیوی ہوں یا کوئی اور ہو، تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے لیے الجھنوں سے نکلنے کی صورت نکالیں گے یعنی میاں بیوی کو طلاق دے دے گا تو دونوں پریشانی سے دوچار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ تم تقویٰ اور دیانت کا دامن نہ چھوڑنا۔ تمہاری تمام پریشانی میں دور کر دوں گا اور ایسی جگہ سے روزی مہیا کروں گا جہاں سے اس کا تمہیں گمان بھی نہیں ہوگا اور آخر میں میاں بیوی کو تعلیم دی ہے کہ صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔ اس پر جو بھروسہ کرے گا وہ اس کے لیے کافی ہے کسی اور چوکھٹ پر اس کو سر جھکانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو وعدہ فرماتے ہیں اسے ضرور پورا کر کے چھوڑتے ہیں اور بارھویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ ہے میاں بیوی کے درمیان جو جوڑ تھا وہ یہیں تک تھا اس کے آگے تقدیر نے اس کا جوڑ ہی نہیں ہے اس لیے اس طلاق کی وجہ سے ان میں سے کسی کو کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے اور دوسرا مقصد اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکلین کے ساتھ جو عہد فرمایا ہے کہ بے گمان ان کی ضروریات کی کفالت فرمائیگا اس میں اگر تاخیر ہو جائے تو انہیں گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اصلاح کے لیے غربت اور افلاس کا بھی ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے اور غنی کا بھی ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے اور ہر مقرر چیز اپنے اپنے وقت پر ضرور پہنچے گی۔

Marfat.com

بُوڑھی عورت اور نابالغہ کی عِدّت
تین ماہ اور حاملہ کی وضع حمل ہے

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ط وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ ط وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا ۝ ذٰلِکَ اَمْرُ اللّٰہِ اَنْزَلَہٗٓ اِلَیْکُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗٓ اَجْرًا ۝

(سورۃ طلاق آیت ۴-۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جن کو حیض کی امید نہیں رہی اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی عدت ان کے بچہ جننے تک ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے کام آسان کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس سے اس کی بُرائیاں دور کرتا ہے اور اس سے بڑا اجر بھی دیتا ہے

ان آیتوں میں سات چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہیں۔ ان کی عدّت تین مہینے ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو گئی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی

Marfat.com

بیماری کی وجہ سے اسے حیض آنا بند ہوگیا ہو۔ ان دونوں صورتوں میں اس کی عدت تین مہینے ہے۔ یہ دونوں صورتیں وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ الآیۃ میں آگئی ہیں اور اسی طرح وہ لڑکی جس کا چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہو اور ابھی وہ نابالغہ ہی ہو اور اسے حیض نہ آتا ہو اور طلاق مل جائے تو اسکی عدت بھی تین مہینے ہے۔ یہ صورت وَالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ میں آگئی ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل (ولادت) ہے یہ صورت واولات الاحمال الایۃ میں آگئی ہے اور یہ عام ہے کہ وہ عورت مطلقہ ہو یا بیوہ دونوں صورتوں میں اس کی عدت وضع حمل ہی ہے۔ ذالک امر اللہ انزلہ اِلَیْکُمْ لگا کر بتادیا کہ عدت کے یہ احکامات اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر اتارے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے یہ احکامات تجویز نہیں کئے اور آگے تقویٰ کی برکات بیان فرمائی ہیں یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے ان احکامات کی پیروی کرے گا اللہ تعالیٰ کے اس کے ساتھ تین وعدے ہیں۔ پہلا وعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آسان کردے گا اور اس طلاق کی وجہ سے درپیش آنے والی مشکلات کو دور فرمادے گا۔ دوسرا وعدہ یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیں گے اور تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ اس پیروی کی وجہ سے بہت اجر بھی دیں گے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ	اور ان عورتوں کو وہیں رکھو
سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ	جہاں تم خود اپنے مقدور کے
وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ	موافق رہتے ہو اور انہیں ایذا
لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ	مت دو تاکہ انہیں تنگ کرو

Marfat.com

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو ان پر خرچ بھی کرو جب تک کہ وضع حمل نہ کریں پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اُجرت دو اور آپس میں دستور کے موافق مشورہ کر لو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو اس کے لیے کوئی دُوسری عورت دُودھ پلائے گی۔ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور تنگدست ہو تو جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسی قدر جو اسے دے رکھا ہے عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا۔

(سورہ طلاق آیت ۶-۷)

تفسیر

ان آیات میں سات چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مطلّقہ

Marfat.com

عدت کے ایام خاوند کے گھر میں گزارے گی خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا بائنہ یا مغلظہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور دوسری چیز یہ ہے کہ ان دنوں کا ان کا خرچ مکان نفقہ وغیرہ بھی اس خاوند ہی کے ذمہ ہے ۔ حاملہ کے بارے میں تو اس آیت میں صراحتہً آگیا ہے کہ اَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ خرچ کرو ان پر یہاں تک کہ ان کا وضع حمل نہ ہو اور غیر حاملہ کے نفقہ کی صراحت تو موجود نہیں لیکن اشارۃً اور ضمناً معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ خواہ رجعیہ ہو بائنہ ہو یا مغلظہ ان تینوں کا نفقہ وغیرہ بھی خاوند کے ذمہ لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی رہائش خاوند کے ذمہ لازم رکھی ہے تو نفقہ کی ذمہ داری اشارۃً خود بخود معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۔ ان عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق اور انہیں ایذا مت دو تاکہ ان پر تنگی کرو اور سب سے بڑی ایذا اور تنگی یہی ہے کہ انہیں خرچ نہ دیا جائے اب رہا یہ سوال کہ حاملہ کے نفقہ کی تصریح کیوں بیان فرمائی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مدت حمل کبھی طویل بھی ہو جاتی ہے اس لیے وضاحت فرما دی کہ جب تک وہ حاملہ جس کا نفقہ خاوند پر لازم ہے واللہ اعلم ۔ اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ ولادت کے بعد اگر وہ ماں اپنے بچے یا بچی کو دودھ پلانا چاہے تو خاوند کے ذمہ لازم ہے کہ اس عورت کو دُودھ پلانے کی مزدوری دے اور پوتھی چیز یہ بیان فرمائی کہ اس سلسلہ میں میاں اور بیوی کو باہم مشورہ کرنا چاہیے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لینا چاہیئے کیونکہ اولاد دونوں کی مشترکہ

ہے اس سلسلہ میں وہی کام کریں جو اولاد کے لیے مفید ہو اور ایسا قدم ہرگز نہ اُٹھائیں جو ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو اور پانچویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اگر میاں بیوی باہم تنگ ظرفی سے کام لیں تو پھر اس نومولود کو کسی اور عورت سے دُودھ پلوا دینا چاہیئے یعنی اگر خاوند کو بیوی پر اعتماد نہیں کہ وہ نومولود کی اچھی طرح نگہداشت کر سکے گی یا اس عورت نے اور شوہر کر لیا ہے اور وہ اجازت نہیں دیتا یا وہ عورت خرچ زیادہ مانگتی ہے اور خاوند اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو ان صورتوں میں خاوند کو اجازت ہے کہ کسی اور عورت سے دُودھ پلوائے اور اگر یہ صورتیں درپیش نہیں ہیں تو پھر خاوند کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے کہ بچے کی ماں کو چھوڑ کر کسی اور عورت سے دُودھ پلوائے چنانچہ سورۃ بقرہ میں یہ آیت گزر چکی ہے کہ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا نہ ضرر دیا جائے ماں کو بوجہ اس کے بچے کے اور بلا کسی وجہ کے بچہ ماں سے چھین لینا یہ اس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے اور چھٹی چیز یہ بیان فرمائی کہ کسی اور عورت سے دودھ پلانے کی صورت میں باپ کو چاہیئے کہ مقدور بھر اس عورت کے اخراجات بھی برداشت کرے کیونکہ غیر کے بچے کو وہی عورت دودھ پلائے گی جو معاشی پریشانیوں سے دوچار ہو گی ۔ اگر باپ اس کی پریشانیوں کو رفع نہیں کرے گا تو یہ بچے کی نگہداشت اور تربیت کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکے گی نیز اگر اس کی خوراک اچھی ہو گی تو اس کا دُودھ بھی اچھا ہو گا بچے کی طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا اور اگر اس کی خوراک اچھی نہیں ہو گی تو اس کا دودھ بھی اچھا نہیں ہو گا اس کا بچے کی طبیعت پر بُرا اثر پڑے گا لہٰذا باپ کو چاہیئے کہ دل کھول کر اسے خرچ دے تاکہ بچے

Marfat.com

بچے کی تربیت اچھی ہو سکے اور ساتویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اس خرچ کرنے کی وجہ سے باپ پر جو تنگی آئی ہے اس کی اسے فکر نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ اس کی یہ تنگی خود دُور کر دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی انسان کو بہت روزی دیتا ہے اس میں باپ کو کنجوسی نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالےٰ اسے دُور کر دے گا۔

حیض والیوں کی عدّت تین حیض ہے اِسکے بعد کسی اور کو نسل کی رکن بن سکتی ہیں،

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ	اور طلاق شدہ عورتیں تین
بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ	حیض تک اپنے آپ کو روکے
قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ	رکھیں اور ان کے لیے حلال
لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ	نہیں کہ وہ چھپائیں وہ چیز جو
مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ	اللہ نے ان کے پیٹوں میں
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ	پیدا کی ہے اگر وہ اللہ اور
يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ	آخرت کے دن پر ایمان رکھتی
الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ	ہیں اور ان کے خاوند انہیں
اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ	لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں
ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا	اس مدت میں اگر وہ اصلاح
اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ	کا ارادہ رکھتے ہوں اور دستور
الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	کے موافق ان عورتوں کا ویسا
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ	ہی حق ہے جیسا ان پر ہے

Marfat.com

دَرَجَةً ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ سب پر غالب حکمت والا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)

تفسیر

ان آیات میں چھ چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ جن مطلقہ عورتوں کو حیض آتا ہے ان کی عدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض گزرنے تک کسی اور جگہ نکاح نہیں کر سکتی اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ ان عورتوں کے پیٹ میں جو ہے وہ بتا دیں یعنی اگر انہیں حیض آتا ہو تو بتا دیں اور اگر حمل ہے تو بتا دیں۔ اگر نہیں بتائیں گی تو یہ حرام ہے اور بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اگر حیض کی حالت نہیں بتائے گی تو حمل کے وہم کی وجہ سے اس سے کوئی شادی نہیں کرے گا۔ رشتہ دار اس کی شادی نکاح کا بندوبست نہیں کریں گے حالانکہ بے نکاح کے نکاح میں تاخیر گناہِ کبیرہ ہے جیسا کہ سورۃ نور والی آیت میں ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ اپنوں میں سے بے نکاحوں کا نکاح کراؤ اور اگر وہ مطلقہ عورت حالت حمل نہیں بتائے گی تو ہو سکتا ہے کہ مدت حمل طویل ہو جائے اور اس سے نومولود کی زندگی داغدار ہو گی اور پھر لوگ اس پر بدگمانی کریں گے اور اگر اس کا نکاح ہو گیا تو یہ حمل نئے خاوند کا متصور ہو گا حالانکہ یہ پہلے خاوند کا ہے اور پھر اس سے وراثت اور حلال و حرام کے بہت سے اصول پامال ہوں گے اور ان سب کی ذمہ داری اس عورت پر عائد ہو گی جو گناہِ کبائر ہیں اور تیسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ یہ عدت

کا حکم اس مطلقہ عورت کے لیے ہے جس کے ساتھ خاوند نے خلوت صحیحہ کی ہو اور اگر نہیں تو پھر عدت اس پر واجب نہیں کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے۔ ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن، ان کے لیے حلال نہیں کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رحموں میں اور اس سے اصلی مقصود اس مرد کا حمل ظاہر کرنا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب میاں بیوی آپس میں خلوت صحیحہ کر لیں گے اور چوتھی چیز یہ معلوم ہوئی کہ اس عدت کے دوران خاوند اگر اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور وہ خاوند اس کا زیادہ حقدار ہے۔ بیوی خواہ راضی ہو یا نہ ہو مگر اس سے مراد ایک یا دو طلاق والی عدت ہے تین والی نہیں کیونکہ دوسری جگہ آیت ۲۳۰ میں یہ واضح طور پر موجود ہے کہ تین طلاق کے بعد رجوع سوائے حلالہ کے جائز ہی نہیں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رجوع اس وقت جائز ہے جب خاوند کی نیت اصلاح کی ہو اور اگر اس کی نیت اصلاح کی نہ ہو بلکہ اس عورت کو کوئی تکلیف وغیرہ دینا مقصود ہو تو یہ رجوع جائز نہیں ہے اور پانچویں چیز ایک شبہ کا ازالہ ہے جو بعولتھن احق بردھن سے پیدا ہوتا ہے اور وہ یوں ہے کہ جب ایک یا دو مرتبہ والی عدت میں خاوند اگر رجوع کرنا چاہے تو وہی زیادہ حقدار ہے اس میں عورت کی رائے یا رضا کا کوئی دخل نہیں اس پر شبہ پیدا ہوا کہ شاید خاوند کو اس کے حقوق سلب کرنے کا بھی حق ہوگا تو اس کے جواب میں فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ترجمہ اور ان عورتوں کے لیے ہے مثل اس کے جو ان پر ہے۔ معروف طریقہ

ہے یعنی میاں بیوی دونوں کے حقوق ایک دوسرے پر حسب سابق ہی ہوں گے اور نیز خاوندوں کی فوقیت اور برتری بھی بدستور قائم ہے البتہ اگر طلاق سے بچنے کے لیے عورت اپنے بعض حقوق از سرِ خود اور اپنی مرضی سے چھوڑ سکتی ہے اور چھٹی چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب حکمت والا ہے یعنی جو بھی شخص مذکورہ ضوابط کی خلاف ورزی کرے گا وہ اس کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا کیونکہ اس کو سب پر ہر طرح کا غلبہ حاصل ہے ہاں اگر وہ گرفت میں تاخیر کرے تو وہ حکمت پر مبنی ہے اس کو اس سے کمزور نہ سمجھا جائے۔

چیئرمین (خاوند) کے فوت ہونے کی صورت میں بیوہ عورت ارکان چار ماہ دس دن گزارنے کے بعد کسی اور ادارہ کی رُکن بن سکتی ہے

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ	اور جو لوگ تم میں سے فوت
وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا	ہو جائیں اور چھوڑ جائیں،
يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ	بیویاں روکیں وہ اپنے نفس
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ج	کو چار مہینے اور دس دن پھر
فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ	جب وہ اپنی عدت پوری کر
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	لیں تو پھر کوئی گناہ نہیں تم پر
فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ	کہ جو وہ دستور کے مطابق
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط	اپنے حق میں کریں اور اللہ اس
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے

Marfat.com

خَبِيْرٌ ۝ وَلَا جُنَاحَ اور کوئی گناہ نہیں تم پر اس
عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ میں کہ عورتوں کو اشارہ سے
بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ پیغامِ نکاح دو اور یا تم اسے
النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ اپنے دِل میں چھپاؤ اللہ جانتا
فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ ہے کہ عنقریب تم ان کو یاد
اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ کرو گے لیکن مخفی طور پر ان
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سے نکاح کا وعدہ نہ کرو مگر
سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا یہ کہ قاعدہ کے موافق کوئی بات
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ وَلَا کرو اور مت ارادہ کرو نکاح
تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ کی گرہ کا جب تک کہ میعاد
حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ نوشتہ پوری نہ ہو اور جان لو
اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ کہ اللہ جانتا ہے جو تمہارے
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ دلوں میں ہے پس اس سے
اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ بڑا بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے۔
حَلِيْمٌ ۝ (بقرہ ۲۳۴/۲۳۵)

تفسیر

ان آیتوں سے چند مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن تک ہے یعنی وہ شادی نہیں کر سکتی مگر بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو اگر وہ حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضع حمل

تک ہے اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور اس دوران وہ اپنے
اس خاوند کے گھر سے بھی نہیں نکل سکتی - اور دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا
کہ وہ مذکورہ عدت گزارنے کے بعد وہ بیوہ جہاں چاہے نکاح کر
سکتی ہے وارث وغیرہ اس پر نکاح کرنے یا نہ کرنے کے سلسلہ میں
جبر نہیں کر سکتے اس کردہ نمبر تفصیل عنوان نمبر ۳۵ میں گزر چکی ہے - البتہ یہ شرط
رکھی گئی ہے کہ نکاح معروف طریقہ پر ہونا چاہیئے یعنی یہ بیوہ عورت اگر
اپنا نکاح اپنی مرضی سے کسی ایسے خاندان میں کرالے جو اس کے خاندان
سے گھٹیا ہو دین کے لحاظ سے مال کے لحاظ سے قومیت وغیرہ کے لحاظ
سے یا اپنا مہر اپنے خاندان کی عورتوں سے کم کرا دے تو ان صورتوں میں اس
کے ورثاء کو حق حاصل ہے کہ وہ اس پر اعتراض کریں اور اگر وہ نکاح فسخ
کرانا چاہیں تو کرا سکتے ہیں کیونکہ یہ نکاح ان کے لیے بدنامی کا باعث
ہے اور مہر کی کمی سے خاندان کی بقیہ عورتیں متاثر ہوں گی کیونکہ یہ ضابطہ
اور رواج بن جائے گا اور اگر وہ بیوہ کسی ایسی جگہ نکاح کرالے جہاں
وارثوں کو اعتراض نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اس کو فلا جناح
علیکم میں بیان فرمایا ہے کیونکہ ایہ عورت اب تجربہ کار ہو چکی ہے - اپنا نفع و نقصان
اچھی طرح سمجھتی ہے یہ اب والدین اور بقیہ رشتہ داروں سے مشورہ
کرنے کی محتاج نہیں ہے تاہم اقربار سے مشورہ کر لینا اس کے لیے
بہرحال بہتر ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے امرھم شوریٰ
بینھم - اور تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ عدت گزرنے کے بعد بیوہ
عورت بناؤ سنگار کر سکتی ہے اچھا خوبصورت لباس پہن سکتی ہے
خوشبو لگا سکتی ہے نکاح کی تیاری کر سکتی ہے کسی مرد سے بالواسطہ

یا بلاواسطہ اس سلسلہ میں بات چیت کر سکتی ہے اس وقت حجاب
اس کے لیے ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس آیت فیما فعلن
فی انفسھن سے ظاہر ہے اور اس کی تائید رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے۔ جو عنوان تحقیق صلاحیت
قبل النکاح میں ذکر ہو چکے ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے مگر اتنی بات یاد رہے
کہ شرعی حجاب جو فرض ہے وہ اس مقام پر بامر مجبوری اس لیے اٹھایا گیا
ہے تاکہ شادی کا معاملہ جو زندگی بھر کا معاملہ ہوتا ہے اس کو طے کرتے
وقت فریقین اچھی طرح تحقیق کر لیں اور ایک دوسرے کے اخلاق اعمال
مزاج دیکھ لیں اور ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کا تصفیہ کر لیں لیکن اس
سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ یہ میاں بیوی بننے والے باہم ملاپ کر کے
اور ہمبستر ہو کر ایک دوسرے کو ٹیسٹ کر لیں کیونکہ قرآن کریم نے یہاں
لفظ معروف ذکر کیا ہے اور اس کا اطلاق قرآن کریم کی اصطلاح میں کسی
اچھے اور نیک کام پر ہوتا ہے اور نکاح کے انعقاد سے پہلے یہ فعل
اچھا نہیں بلکہ یہ برا فعل ہے اور قرآن کریم نے اس برائی کے انسداد کے
لیے ہی تو ضابطہ نکاح رکھا ہے جو بے شمار برکات و فیوضات کا حامل
ہے اب اس اچھے کام کی ابتدا اگر گندے کام سے ہوگی تو پھر انتہا
بھی تو ایسی ہوگی بقول شاعر

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اور نیز بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ خریدنے سے پہلے ان کا استعمال
عرفاً بھی ممنوع ہوتا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس چیز کی قدر و قیمت

Marfat.com

گھٹ جاتی ہے اسی طرح یہ میاں بیوی بننے والے اگر ایک دوسرے کو استعمال کر کے مسترد کریں گے تو ان کا مقام معاشرہ میں گھٹ جائے گا اور جب ایک ادنیٰ چیز کو استعمال کر کے مسترد کرنا عقلاً اور عرفاً بھی بری بات ہے تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے ان کا آپس میں ایک دوسرے کو استعمال کر کے مسترد کر دینا یقیناً بری بات ہے اور تاہم چونکہ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اس لیے شارع نے وقتی طور پر حجاب کی پابندی اٹھائی تاکہ ظاہری طور پر یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ لیں پسند کر لیں اور اگر مزید اطمینان چاہیں تو مرد کا مرد ڈاکٹر سے اور عورت کا لیڈی ڈاکٹر سے معائنہ کرایا جا سکتا ہے اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے واللہ اعلم۔

اور چوتھا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ بیوہ عورت اپنا بناؤ سنگار زیبائش وغیرہ دوران عدت نہیں کر سکتی کیونکہ اس آیت میں عدت گزارنے کے بعد کی شرط لگائی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بیوہ کے لیے دورانِ عدت زیبائش وغیرہ جائز نہیں جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالیہ سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ	حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت
وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ	زینبؓ بنت جحش سے رسول
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	منقول ہے کہ جو عورت اللہ
قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ	اور آخرت کے دن پر ایمان
تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ	رکھتی ہے اس کے لیے
الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى	حلال نہیں کہ تین راتوں سے

Marfat.com

مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ	زیادہ سوگ کرے کسی میت
اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةً	پر مگر خاوند پر چار مہینے دس
اَشْهُرٍ وَ عَشْرًا	دن سوگ کرے۔
(متفق علیہ)	(بخاری اور مسلم کی اتفاقی حدیث ہے)

تفسیر

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی ایمان دار عورت کا بھائی باپ بیٹا وغیرہ کوئی بھی برادری میں سے مرجائے تو اس پر صرف تین دن تک اس کے لیے سوگ کرنا جائز ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے اور اگر اس کا خاوند مرجائے تو اس پر اس نے چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا ہے اب سوگ کس چیز کا نام ہے اس کی تشریح انشاء اللہ العزیز بعد میں آنے والی حدیث پاک میں بیان ہوگی۔

نوٹ : حدیث میں جو تین راتوں کا ذکر ہے اس سے مراد دن رات دونوں ہیں صرف رات مراد نہیں۔

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ	اور حضرت ام عطیہ نے رسول
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نقل کیا ہے آپ نے فرمایا
قَالَ لَا تُحِدُّ اِمْرَاَةٌ	کوئی عورت کسی میت پر
عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ	تین دن سے زیادہ سوگ
ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى	نہ کرے مگر خاوند پر چار مہینے
زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ	دس دن سوگ کرے نہ پہنے

Marfat.com

وَّ عَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصَبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ (متفق علیہ) وزاد اَبُوْ دَاوٗدَ وَلَا تَخْتَضِبُ ۔

رنگ دار کپڑا مگر کپڑا عصب کا نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے مگر جب پاک ہو حیض سے تو کچھ قسط اور اظفار استعمال کرنا درست ہے۔ (یہ بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے۔ اور ابوداود نے زیادہ کیا ہے نہ لگائے مہندی۔

تفسیر

یہ حدیث پہلی حدیث پاک کی تشریح ہے پہلی حدیث میں اتنا آیا ہے کہ صرف خاوند کی مرگ پر چار مہینے دس دن سوگ ہے اور اس حدیث میں تشریح ہے کہ بیوہ اس عرصہ میں رنگ دار کپڑا نہیں پہن سکتی اور اس سے مراد شوخ رنگ ہے البتہ سفید اور سُرخ رنگ کی دھاری دار چادر اوڑھ سکتی ہے اور بیوہ سُرمہ نہیں لگا سکتی اور خوشبو نہیں لگا سکتی البتہ حیض سے جب پاک ہو تو بدبو دُور کرنے کے لیے قُسط اور اظفار جو خوشبو کی قسمیں ہیں تھوڑی سی استعمال کر سکتی ہے اور نیز مہندی بھی نہیں لگا سکتی اور یہ مذکورہ بالا ممانعت اس وقت ہے۔ جب کوئی مجبوری نہ ہو اور اگر ہو تو پھر کوئی قباحت نہیں مثلاً اگر کپڑوں میں جوئیں پڑ گئی ہیں اور ان کے دُور کرنے کی کوئی صُورت نہیں تو ریشمی کپڑا پہن

سکتی ہے اور اسی طرح آنکھیں دُکھ گئی ہیں ان کا اور کوئی علاج نہیں سرمہ ہی مفید ہے تو سرمہ لگا سکتی ہے۔ اسی طرح مہندی اور خوشبو وغیرہ کو قیاس کر لیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ — حضرت ام سلمہؓ سے روایت
قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ — ہے انہوں نے فرمایا میرے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى — پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — وسلم اس زمانہ میں تشریف
حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْسَلَمَةَ — لائے جب ابوسلمہ فوت
وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَيَّ — ہوئے تھے اور میں نے ایلوا
صِبْرًا فَقَالَ مَا — لگایا ہُوا تھا تو آپ نے فرمایا
هٰذَا يَا اُمَّ سَلَمَةَ — یہ کیا ہے ام سلمہ میں نے
قُلْتُ اِنَّمَا هُوَ — عرض کیا یہ ایلوا ہے اس میں
صَبْرٌ لَيْسَ فِيْهَا — خوشبو نہیں ہے تو آپ نے
طِيْبٌ فَقَالَ اِنَّهٗ — فرمایا اس سے چہرہ جوان ہوتا
يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا — ہے یہ مت لگاؤ مگر رات
تَجْعَلِيْهِ اِلَّا بِاللَّيْلِ — کو اور دن کو اسے چھٹا دو
وَتَنْزَعِيْهِ بِالنَّهَارِ — خوشبو اور مہندی آلود کنگھی بھی
وَلَا تَمْتَشِطِيْ بِالطِّيْبِ — نہ کرو کیونکہ یہ خضاب ہے
وَلَا بِالْحِنَّاءِ — میں نے کہا کس سے کنگھی کروں
فَاِنَّهٗ خِضَابٌ — یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا
قُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ — بیری کے پتوں سے اپنے

Marfat.com

اَمْتَشِطُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِالسِّدْرِ تُغَلِّفِیْنَ بِہٖ رَاْسَکِ (رواہ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنِّسَآءِیْ)

سر کو ڈھانپ لے۔ (ابوداؤد اور نسائی نے یہ حدیث نقل کی ہے)

اس حدیث میں پہلی حدیث کی مزید تفصیل بیان فرمائی ہے یعنی بیوہ عورت ایلو بھی دن کو استعمال نہیں کر سکتی البتہ رات کو استعمال کر سکتی ہے نیز خوشبو آلود کنگھی اور مہندی بھی نہیں استعمال کر سکتی کیونکہ یہ خضاب ہے اس سے زینت پیدا ہوتی ہے اور بیوہ عورت کے لیے تزئین جائز نہیں۔

وَعَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَوَفّٰی عَنْہَا زَوْجُہَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّیَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَۃَ وَلَا الْمُحَلِّیَ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَکْتَحِلُ۔

حضرت ام سلمہؓ نے جناب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ کسنبا گیرو رنگ کا کپڑا اور زیور نہیں استعمال کر سکتی اور اسی طرح مہندی اور سرمہ بھی نہیں لگا سکتی۔ (یہ حدیث ابوداود اور نسائی نے نقل کی ہے)

(یہ چاروں احادیث مشکوٰۃ باب العدۃ سے نقل کی گئی ہیں)

تفسیر

یہ حدیث بھی مضمون سابق کی تشریح ہے یعنی ام عطیہ والی حدیث

Marfat.com

میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو رنگ دار کپڑا پہننے سے منع فرمایا اور اس حدیث میں تشریح ہے کہ رنگ دار کپڑے سے مراد کسنبا اور گیرو رنگ کا کپڑا ہے پس معلوم ہوا کہ بیوہ عورت سیاہ اور خاکستری رنگ کا کپڑا پہن سکتی ہے اور پرانے کسنبے کو بھی جس سے خوشبو نہ آتی ہو پہننا جائز ہے اور نیز وہ عورت زیور بھی نہیں استعمال کر سکتی اور یہ عدت وغیرہ کے احکامات ان بیوہ عورتوں کے لیے ہیں جو بالغہ ہوں اور جو نابالغہ یا مجنونہ ہوں ان کے لیے یہ احکامات نہیں ہیں کیونکہ وہ احکامات شرعیہ کی مکلّف نہیں ہیں اور غیر مسلم بالغہ بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

اور پانچواں مسئلہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بیوہ عورت ایام عدت اپنے فوت شدہ خاوند کے گھر میں ہی گزارے گی کیونکہ آیت کریمہ میں یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ کا جملہ ہے اس کے معنے اپنے آپ کو روکنے کے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ بیوہ عورتیں اس مدّت میں نکاح نہ کریں اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور اس تربص کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ایام عدّت اپنے فوت شدہ خاوند کے گھر میں گزارے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے اس کی توضیح اور تشریح ہوتی ہے۔

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبٍ	زینت بنت کعب سے
اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ	نقل ہے کہ فریعہ بنت مالک
مَالِكِ ابْنِ سِنَانٍ هِيَ	بن سنان یہ ابی سعید خدری رضؓ
اُخْتُ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ	کی بہن ہیں اس نے خبر دی
اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا	کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

جَآءَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَسْئَلُهٗ اَنْ
تَرْجِعَ اِلٰی اَهْلِهَا
فِیْ بَنِیْ خُدْرَةَ فَاِنَّ
زَوْجَهَا خَرَجَ فِیْ
طَلَبِ اَعْبُدٍ لَهٗ
اَبَقُوْا فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ
فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ اَرْجِعَ اِلٰی اَهْلِیْ
فَاِنَّ زَوْجِیْ لَمْ
يَتْرُكْنِیْ فِیْ مَنْزِلٍ
يَمْلِكُهٗ وَلَا نَفَقَةَ
فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَعَمْ فَانْصَرَفْتُ
حَتّٰی اِذَا كُنْتُ فِی
الْحُجْرَةِ اَوْ فِی الْمَسْجِدِ
دَعَانِیْ فَقَالَ امْكُثِیْ
فِیْ بَيْتِكِ حَتّٰی يَبْلُغَ

وسلم کے پاس گئی وہ اپنی اہل
بنی خدرہ میں واپس جانے
کی اجازت پوچھ رہی تھی کیونکہ
اسکا خاوند اپنے بھاگے ہوئے
غلام کو ڈھونڈنے کے لیے
نکلا تھا تو انہوں نے اسے
قتل کر دیا اس نے کہا کہ پھر
میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں
اپنی اہل میں واپس چلی جاؤں
کیونکہ میرے خاوند نے
مجھے کسی ایسے گھر میں نہیں
چھوڑا جس کا وہ مالک ہو
اور خرچ بھی نہیں ہے پھر
اس نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہاں پھر میں لوٹی یہاں تک
کہ حجرہ یا مسجد میں پہنچی تو
آپ نے مجھے بلایا پھر فرمایا
ٹھہر تو اپنے گھر میں یہاں تک
کہ پہنچے کتاب (عدت) اپنے

الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ قَالَتْ وقت کو اس نے کہا پھر

فَاعْتَدَدْتُّ فِيْهِ میں نے عدت گزاری اس

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ میں چار ماہ اور دس دن

عَشْرًا (رَوَاهُ مَالِكٌ (یہ حدیث مالک ترمذی ابوداؤد

وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ونسائی ابن ماجہ اور دارمی نے

وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِیُّ) نقل کی ہے)

(مشکوٰۃ باب الصرف)

تفسیر

اس حدیث سے ایک یہ معلوم ہوا کہ بیوہ نے عدت اپنے فوت شدہ شدہ خاوند کے گھر میں گزارنا ہے اور اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے امکثی فی بیتک اس سے مراد عورت کا ذاتی مکان نہیں بلکہ وہ مکان مراد ہے جس میں وہ خاوند کی حیات میں زندگی بسر کرتی رہی ہے خواہ وہ مکان اس کا ذاتی ہو یا کرایہ پر لیا ہوا ہو یا عاریتاً ہو اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس عورت کی طرف مکان کی نسبت کی ہے یہ ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ عورت خاوند کی حیات میں شرعاً اس مکان میں رہنے کی حقدار تھی اور اب بھی ایام عدت گزارنے تک اس کا حق ہے اور اس حدیثِ پاک سے دوسرا یہ معلوم ہوا کہ بیوہ نے رہائش اس مکان میں رکھنا ہے اور ضروریات زندگی کے لیے وہ اس گھر سے اِدھر اُدھر جا سکتی ہے۔ کیونکہ فریعہ بنت مالک جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں جب مسئلہ پوچھنے کے لیے آئی تو آپ نے اسے ٹوکا نہیں کہ تو اپنا گھر چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئی ہے تیرے لیے تو اپنے

Marfat.com

گھر سے نکلنا جائز ہی نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ آپنے گھر میں رہنے سے مراد عرفاً رہنا ہے یعنی جس طرح ایک آدمی رات کو آکر ایک مکان میں سو جائے کپڑے وغیرہ وہیں تبدیل کرے اس کے کھانے پکانے کا وہیں بندوبست ہو اور باقی دن بھر وہ محنت مزدوری کہیں دوسری جگہ کرتا ہو تو عرفاً اس کو وہیں کا رہائشی اور مقیم کہا جاتا ہے جہاں وہ رات گزارتا ہے وہاں کا رہائشی اسے کوئی نہیں کہتا جہاں وہ مزدوری کرتا ہے اسی طرح یہاں اس مقام پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امکثی فی بیتک اس سے مراد صرف رہائش رکھنا ہے اور بقیہ ضروریات زندگی کے لیے وہ اِدھر اُدھر جہاں جانا چاہے تو جا سکتی ہے مثلاً اگر اس کے پاس اگر خرچ نہیں ہے تو مزدوری کے لیے جا سکتی ہے اور اسی طرح وہ مکان اگر گرنے کا خطرہ ہے یا مستعار یا کرایہ پر لیا ہے اور مالک مکان خالی کرانا چاہتا ہے یا چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ ہے تو ان صورتوں میں وہ بیوہ اس مکان سے جا سکتی ہے وغیرہ ذالک۔

چھٹا مسئلہ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شادی کرے اور فوت ہو جائے اور اس نے اس نو بیاہتی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو تو بھی اس بیوہ پر مذکورہ عدت واجب ہے اور اپنے فوت شدہ خاوند کے مال میں وراثت کی بھی حق دار ہے اور مہر کی بھی حق دار ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بیوہ عمر کے لحاظ سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو عیسائی ہو یا مسلم سب کو یہ حکم شامل ہے اور اسی طرح بیوہ کا خاوند فوت ہونے والا چھوٹا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ میں والذین یتوفون الایۃ عام ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اسی آیت کے تحت علامہ ابن کثیر نے ج ا صفحہ ۲۸۴ بحوالہ امام احمد اور ترمذی نقل کیا ہے اور طوالت سے بچنے کے لیے صرف ترجمہ ہی نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا ہے کہ جس نے ایک عورت سے شادی کی ہو اور بلا ہم بستری وہ مر گیا ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ کر سکا ہو اور انہوں نے اس سلسلہ میں کئی بار تردد کا اظہار کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا میں اس میں اپنی رائے پیش کرتا ہوں اگر وہ صحیح ہوئی تو اسے اللہ کی طرف سے سمجھنا اور وہ غلط ہوئی تو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے سمجھنا اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ فرمایا کہ اس کے لیے پورا مہر ہوگا اور ایک جملہ یہ فرمایا کہ اس کے لیے مہر مثل ہے یہ کم بھی نہیں اور زیادہ بھی نہیں اور اس پر عدت بھی ہے اور اس کے لیے وراثت بھی ہے اس کے لیے معقل بن یسار اشجعی اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا پھر عبداللہ بن مسعود اس پر بہت خوش ہوئے پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ قبل از ہم بستری اگر شوہر فوت ہو جائے تو اس کی بیوہ پر بھی عدت منصوصہ لازم ہے۔

عدّتِ وفات کی حکمت

صاحبِ شریعت نے بیوہ کی عدت کے لیے جو چار ماہ دس دن کا عرصہ مقرر کیا ہے اس کی ایک حکمت تو وہ ہے جو حافظ عماد الدین

نے اسی آیت کے تحت ابن کثیرؒ صفحہ ۲۸۵ پر سعید بن مسیب اور ابو العالیہ سے نقل کی ہے کہ ممکن ہے کہ بیوہ کے رحم میں حمل ہو جب اتنا عرصہ وہ انتظار کرے گی تو حمل واضح ہو جائے گا چنانچہ اس کی تائید میں علامہ حافظ عماد الدین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کی ایک حدیث بحوالہ صحیحین نقل ہے۔

اِنَّ خَلْقَ اَحَدِکُمْ	بے شک تم سب کی پیدائش
یَجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ	اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس
اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً	دن تک نطفہ کی صورت میں
ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَۃً	جمع رہتی ہے پھر اتنا ہی عرصہ
مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ	ایک لوتھڑا کی صورت رہتی
یَکُوْنُ مُضْغَۃً	ہے پھر اتنا ہی عرصہ بوٹی کی
مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ	صورت رہتی ہے پھر اس
یُبْعَثُ اِلَیْہِ الْمَلَکُ	کی طرف فرشتہ بھیج دیا جاتا
فَیَنْفَخُ فِیْہِ الرُّوْحَ	ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے

(ابن کثیرؒ صفحہ ۲۸۵)

اس حدیث کا مقصد یہ نظر آتا ہے کہ اکثر اوقات حمل قرار پاتے ہی عورت محسوس کر لیتی ہے کہ اسے حمل ٹھہر گیا ہے مگر ممکن ہے بعض عوارض اور احوال کی وجہ سے وہ محسوس نہ کر سکے لیکن روح پڑنے کے بعد وہ ضرور محسوس کر لے گی اور پھر اس پر دس دن کا اضافہ بطورِ احتیاط ہے اب رہا یہ سوال کہ مطلقہ کے لیے پھر تین حیض یا تین ماہ کی عدت کیوں رکھی گئی ہے۔

Marfat.com

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تین حیض یا تین ماہ کے بعد مطلقہ کے حمل کا احتمال تو منقطع ہو جاتا ہے لیکن بیوہ میں خاوند کے غم کی وجہ سے یہ احتمال باقی رہتا ہے اس لیے اس کی عدت چار ماہ دس دن رکھی گئی ہے واللہ اعلم ۔ اور اس کی دوسری حکمت خاوند کی جدائی کا غم اور سوگ ہے پس معلوم ہوا کہ عورت کے لیے دنیا میں شوہر سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں اس لیے صرف اس کی جدائی پر اتنے سوگ کا حکم ہے ۔

ازدواجی تعلقات استوار کرنے سے قبل ہی اگر خاوند بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی عدت نہیں

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو جب تم مومن
اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ	عورتوں سے نکاح کرو پھر
الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ	انہیں طلاق دے دو اس
طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ	سے پہلے کہ تم انہیں چھوؤ
قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ	تو تمہارے لیے ان پر کوئی
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ	عدت نہیں کہ تم اسے شمار
مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا	کرنے لگو پھر انہیں کچھ فائدہ
فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ	دے دو اور انہیں اچھی طرح
سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝	رخصت کر دو۔

(سورہ احزاب آیت ۴۹)

Marfat.com

تفسیر

اس آیت کریمہ میں تین احکام ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ خلوت سے پہلے شوہر اگر بیوی کو طلاق دے دے تو اس پر عدت نہیں وہ جب چاہے نکاح کر سکتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ عدت رحم صاف کرنے کی غرض ہوتی ہے تاکہ پہلے شوہر کا حمل موجود نہ ہو اور یہاں جب خلوت نہیں ہوئی تو حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور خلوت یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی تنہائی میں ایک کمرہ میں جمع ہو جائیں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اس مطلقہ کو متعہ دو اس کی تشریح مفسرین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اسے ایک جوڑا کپڑے جوتا اور چادر دینی چاہیئے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح سے سے دو خاندانوں کے درمیان جو اخوت پیدا ہوئی تھی وہ طلاق سے ختم ہو گئی تھی اور اب یہ ہدیہ اسے دے کر اس اخوت کو بحال کرنا مقصود ہے اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اس مطلقہ کو خوش اخلاقی سے رخصت کیا جائے اس سے بدزبانی نہ کی جائے۔ مقام غور ہے کہ خالق کائنات نے ایک طرف سے تو طلاق کی اجازت دی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مرد میں کوئی خامی ہو جس کی وجہ سے وہ اس بیوی کی عزت کا تحفظ نہ کر سکتا ہو یا اس عورت میں کوئی خامی ہو جس کی وجہ سے مرد کے مقاصد پورے نہ ہو سکتے ہوں اس لیے طلاق کی اجازت بھی دے دی اور اس طلاق سے اگر برادری کی لڑکی ہوئی تو قطع رحمی ہو گی اور اگر غیر برادری کی ہوئی تو قطع اخوت ہو گی اس لڑکی کی اور اس کی برادری کی دل شکنی ہو گی اور یہ لڑکی بدنام ہو جائے گی اس لیے شریعت نے جانبین کا لحاظ رکھ کر ایسا ضابطہ

Marfat.com

مقرر کیا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے کسی پر حرف نہیں آتا۔ مقاصد بھی پورے ہو جاتے ہیں اخوت اور صلۂ رحمی بھی قائم رہتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ آج کل موجودہ معاشرہ بالکل ہی بے خبر ہے اس لیے شادی کے بعد عموماً لڑکی پر خاوند کی طرف سے اور اسکے والدین وغیرہ کی طرف سے جو ظلم ہوتا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ اور پھر عورتوں کے ہاتھوں سے مردوں کی جو ذلت ہوتی ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ دینی تعلیم نہیں ہے کالجوں میں جو تعلیم ہے اس سے تفریق کا سبق ہی ملتا ہے اور ہمدردی کا سبق نہیں ملتا اور اندھے پن کا حال یہ ہے کہ تفریق والی تعلیم پر کروڑوں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے اور وحدت اور ہمدردی والی تعلیم مفت بھی حاصل کرنے کو تیار نہیں ؎

چیئرمین (باپ) کے فوت ہونیکی صورت میں یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت ورثاء پر ہے،

وعلی الوارث مثل ذالك اور وارثوں پر بھی ایسا ہی ہے یعنی جس طرح والدین پر اپنی اولاد کی تربیت فرض ہے اسی

طرح وارثوں پر بھی فرض ہے مگر وارثوں پر یہ فریضہ کس وقت عائد ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے اور قرآن کریم کی دوسری آیات اور احادیثِ نبویہ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۴)

اور یتیم کے مال کے قریب تک مت جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو جب تک کہ وہ اپنی بلوغت کو نہ پہنچے وہ آپ سے

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۰)

یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیں کہ ان کی اصلاح بہتر ہے اگر تم انہیں ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے سے اصلاح کرنے والے کو جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں تکلیف میں ڈالتا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور ردی کو عمدہ سے مت بدلو اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ بے شک یہ

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ص وَلَا تَاْكُلُوْٓا

Marfat.com

اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى	یہ بڑا گناہ ہے۔
اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ	
حُوْبًا كَبِيْرًا ۝	
وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا	اور اگر تم یتیم لڑکیوں سے ناانصافی
فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا	کرنے کا خدشہ محسوس کرتے
مَا طَابَ لَكُمْ	ہو پھر جو عورتیں تمہیں پسند
مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى	آئیں ان میں سے دو دو تین
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (الآیۃ)	تین اور چار چار سے نکاح کر
وَلَا تُؤْتُوا	سکتے ہو اور بے وقوفوں کو
السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ	اپنا مال مت دو جو اللہ نے
الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ	تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے
لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ	اور انہیں ان مالوں میں سے
فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ	کھلاتے پلاتے اور پہناتے
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا	رہو اور انہیں نصیحت کی بات
مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا	کہتے رہو اور یتیموں کی آزمائش
الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا	کرتے رہو یہاں تک کہ وہ
النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ	بلوغت کو پہنچیں پھر اگر تم ان
مِّنْهُمْ رُشْدًا	میں ہوشیاری دیکھو تو انکے
فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ	مال ان کے حوالے کر دو اور
اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ	انصاف کی حد سے تجاوز کر کے
اِسْرَافًا وَّبِدَارًا	ان کے مال مت کھاؤ اور

Marfat.com

ان تَیکبَرُوا ط وَمَنْ
کَانَ غَنِیًّا فَلْیَستَعْفِفْ ج
وَمَن کَانَ فَقِیرًا
فَلْیَاکُلْ بِالْمَعْرُوفِ
فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ
اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوا
عَلَیْهِمْ ط وَکَفٰی بِاللّٰهِ
حَسِیْبًا ۝ وَاِذَا
حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا
الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی
وَالْمَسَاکِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ
مِنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْیَخْشَ
الَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا
مِنْ خَلْفِهِمْ
ذُرِّیَّةً ضِعَافًا
خَافُوْا عَلَیْهِمْ
فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ
وَلْیَقُوْلُوْا قَوْلًا
سَدِیْدًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ
یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ

ان کے بڑے ہونے کے ڈر
سے ان کے مال جلدی نہ کھاؤ
اور جو امیر ہو اس کو یتیم کے
مال سے بچنا چاہیئے اور فقیر
مناسب مقدار کھالے پھر
جب ان کے مال ان کے
حوالے کرو تو اس پر گواہ بنا
لو اور حساب لینے کے لیے
اللہ کافی ہے اور جب تقسیم
کے وقت رشتہ دار یتیم
اور مسکین آئیں تو اس مال میں
سے انہیں بھی کچھ دے دو
اور ان سے معقول بات کرو
اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے
کہ اگر اپنے بعد وہ چھوٹے
چھوٹے بچے چھوڑ جائیں جن
کی انہیں فکر ہو ان لوگوں کو
چاہیئے خدا سے ڈریں اور
سیدھی بات کہیں۔ بیشک
جو لوگ یتیموں کا مال ناحق
کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ

الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا	آگ سے بھرتے ہیں اور
يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ	عنقریب بھڑکتی آگ میں
نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ	داخل ہوں گے۔
سَعِيْرًا ۝ (سورہ نساء آیت ۲ تا ۱)	

تشریح

ان آیات میں سے پہلی بنی اسرائیل والی آیت میں تین ہدایات دی ہیں پہلی ہدایت یہ ہے کہ یتیموں کے مال کے قریب تک نہ جاؤ یعنی کھاؤ مت اور دوسری ہدایت یہ ہے کہ احسن طریقہ سے ان مال کے قریب جا سکتے ہو اور تیسری ہدایت یہ ہے کہ احسن طریقہ بھی صرف بلوغت تک رہا ہے اور اس احسن طریقہ کی تشریح نہیں سے کردہ کیا ہے اور بقرہ والی آیت اور اس کے بعد نساء والی آیات نے اس احسن طریقہ کی تفسیر اور توضیح بیان فرما دی ہے اور وہ یہ ہے کہ یتیموں کے مال کے قریب جانے کی دس صورتیں ہیں ان میں سے تین جائز ہیں اور پانچ ناجائز ہیں اور ان تین جائز میں سے پہلی صورت وہ ہے جو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۰ میں بیان فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کی تربیت اور کفالت میں یتیم ہوں انہیں چاہیے کہ دقتی طور پر کھانے پینے میں انہیں شریک کر لیں اس میں حرج نہیں ہے کیونکہ اگر یتیم کا کھانا الگ پکے تو اس میں کئی طرح کی مشکلات ہیں ایک مشکل تو لواحقین کے لیے ہے کہ ہر وقت گھر میں دو ہنڈی کون پکا سکتا ہے یہ بڑا مشکل کام ہے اور دوسری مشکل

Marfat.com

خود یتیموں کے لیے ہے کہ الگ پکا ہوا کھانا کبھی وہ سارا کھائے گا اور کبھی نہیں کھائے گا اور جب نہیں کھائے گا تو وہ کھانا ضائع ہو گا اور تیسری شکل بھی یتیموں کے لیے ہے کہ یتیموں کی کوئی کفالت نہیں کرے گا اس لیے پروردگار نے وقتی طور پر یتیم کو کھانے پینے میں شریک کرنے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ اصلی مقصد یتیم کی مصلحت ہے جس بھی صورت میں اس کی بہتری ہو وہی اختیار کرنا چاہیے اور اس آیت کریمہ کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسی ہی مشکلات سے دوچار تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی ان مشکلات کو رفع فرمایا اور آخر میں واللہ یعلم المفسد عن المصلح فرما کر یہ بتا دیا کہ یتیموں کو ساتھ شریک کرنے کے لیے اس ضابطے سے کوئی غلط فائدہ نہ اُٹھائے یعنی یتیم جتنا کھا سکتا ہے اس سے زیادہ اس کا خرچ شامل نہ کیا جائے ورنہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں مشقت میں بھی ڈال سکتے تھے لیکن اس نے تم پر فضل فرمایا ہے اس نے ایسا نہیں کیا ہے اور آخر میں ان اللہ عزیز حکیم لگا کر بتا دیا ہے کہ اگر اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرو گے تو اس کی گرفت سے نہیں بچو گے۔

اور دوسری صورت سورۃ نساء کی آیت نمبر ۵ میں بیان فرمائی ہے کہ اگر یتیم بیوقوف ہوں تو پھر مال انہیں دینا ہی نہیں چاہیئے بلکہ وہ مال وارثوں کا ہے انہیں خود سنبھال لینا چاہیئے اور اس بیوقوف یتیم کو خرچ وغیرہ دینا چاہیئے اور ان وارثوں کو چاہیئے کہ اسے نصیحت کرتے

Marfat.com

رہیں تاکہ سفاہت اس سے نکل جائے اور بلوغت تک اسکی آزمائش کرتے رہیں تاکہ سمجھدار ہوں تو انہیں مال دینا چاہیئے ورنہ نہیں دینا چاہیئے ۔ اور تیسری صورت آیت نمبر ۶ میں بیان فرمائی ہے کہ اگر یتیم کا کفیل فقیر تنگ دست ہو تو پھر وہ یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ یتیم اگر امیر ہو اور اس کا کفیل غریب ہو اور ظاہر بات ہے وہ یتیم تو چھوٹا ہونے کی وجہ سے اپنا مال سنبھال نہیں سکے گا اور کفیل اگر اس کے مال کی طرف توجہ دے تو اپنی ضروریات اس کی پوری نہیں ہو سکیں گی اور اگر وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے کہیں اور مزدوری کرے گا تو ادھر یتیم کا مال ضائع ہو گا اس لیے پروردگار نے اس یتیم کی مصلحت کی خاطر اس غریب کفیل کو اجازت دی ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ بقدر ضرورت یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے یعنی جتنا معاوضہ اسے دوسری جگہ سے ملتا ہے اتنا معاوضہ وہ یتیم کے مال میں سے لے لے اور یتیم کے مال کا تحفظ کرے زمین ہے تو اس میں کاشت کرے کارخانہ یا دکان ہو تو اسے خود چلائے اس کی نگرانی کرے اور پانچ ناجائز صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت سورۂ نساء آیت نمبر ۲ میں بیان فرمائی ہیں ۔

پہلی صورت یہ ہے وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ یتیموں کا مال انہیں دے دو اور ایسا مت کرو کہ تبدیل کر کے یتیم کا اچھا مال یا زمین وغیرہ خود رکھ لو اور اپنا ردی اور ناقص مال انہیں دے دو اور دوسری ناجائز صورت یہ ہے کہ یتیم کا کل مال اپنے مال میں شامل کر لیا جائے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ۔ ولا

تاکلوا اموالھم الی اموالکم اور مت کھاؤ ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر بے شک یہ بڑا گناہ ہے اور تیسری ناجائز ان الفاظ میں بیان فرمائی وان خفتم الا تقسطو فی الیتمٰی الایۃ اگر تمہیں یتیم بچیوں میں ناانصافی کا اندیشہ ہے تو ان کے بجائے اور عورتوں سے نکاح کر لو ان سے نکاح نہ کرو دراصل دورِ جاہلیت میں اگر کسی کی کفالت میں یتیم بچیاں ہوتی تھیں تو وہ بچیاں اگر خوبصورت ہوتیں تو ان سے ورثاء نکاح تو کرتے تھے لیکن انہیں مہر نہیں دیتے تھے اور اگر بدصورت ہوتی تھیں تو ان سے خود بھی نکاح نہیں کرتے تھے اور کہیں اور بھی نکاح کر کے نہیں دیتے تھے تاکہ وہ اس کا خاوند پھر اس کے مال کا مطالبہ نہ کرے بہرحال چونکہ یہ بھی یتیموں کی حق تلفی کا ایک طریقہ ہے تو اللہ پاک نے اس سے بھی روکا ہے اور چوتھی ناجائز صورت اس آیت میں بیان فرمائی ولا تاکلوا اسرافا وبدارًا ان یکبرو اور مت کھاؤ ان کا مال اسراف سے اور جلدی جلدی کہ وہ بڑے ہو جائیں گے یعنی پہلی جن تین صورتوں میں یتیم کا مال کھانے کی اجازت دی ہے ان میں اسراف جائز نہیں ہے اور پانچویں ناجائز صورت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ ومن کان غنیا فلیستعفف جو غنی ہے وہ بچے اور یتیموں کا مال نہ کھائے اور آیت نمبر ۶ کے آخر میں نوواں حکم یہ فرمایا ہے فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ فَاَشْھِدُوْا عَلَیْھِمْ جب یتیموں کو ان کا مال ان کے حوالے کرو تو اس پر گواہ بنا لو اور آخر میں دسویں چیز یہ فرمایا ہے وکفی باللہ حسیبا۔ اللہ

Marfat.com

حساب لینے والا کافی ہے یعنی تم نے پورا دیا یا کم اس کا حساب اللہ لے گا اور آیت نمبر ۸ اور نمبر ۹ میں غیر وارث یتیم کے ساتھ بھی حسن سلوک اور دل جوئی کی ترغیب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کی وراثت تقسیم ہو رہی ہو اور اس وقت کچھ ایسے لوگ یتیم وغیرہ بھی آجائیں جن کو اس وراثت میں سے حصّہ نہیں ملتا تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دینا چاہیئے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس مرنے والے نے تیسرے حصّے کی وصیت کی ہو یا بالغ ورثاء اپنے اپنے حصہ میں سے دیں اور اگر مشترکہ مال سے دیں گے جس میں نابالغ بھی ہوں یا بالغ بھی ہوں مگر موجود نہ ہو تو اس طرح دینا ناجائز اور حرام ہے اور آخر میں اولیاء یتیم کو بڑی جاذب نصیحت فرمائی ۔ فرمایا سوچو اگر تم مر جاؤ اور تمہارے چھوٹے بچے رہ جاتے تو تمہیں کتنا افسوس ہوتا اسی طرح تم میں سے ہی ایک بھائی مر گیا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے ہیں اس کو بھی تو افسوس ہوا ہوگا اور اس کے بچوں کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ ان بچوں سے حسن سلوک کرو نہ کہ ان کا سارا مال بھی سمیٹ لو۔

یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے کی اخروی سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ	بے شک جو لوگ یتیموں کا
اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا	مال ظلم زیادتی سے کھاتے ہیں
اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ	بے شک وہ اپنے پیٹوں میں
بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ	آگ بھرتے ہیں اور عنقریب

سَعِيْرًا ۝ (سورۃ نساء آیت ۱۰)

وہ بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوں گے

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے پس وہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا پس ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں کے مقصد کو بھولے ہوئے ہیں اور جو دکھلاوے کے لیے پڑھتے ہیں اور لوگوں سے برتنے کی چیز بھی منع کرتے ہیں۔

(سورۃ الماعون)

تشریح

سورۃ نساء والی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم اور زیادتی سے کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور سورہ ماعون میں ایسے شخص کو قیامت کا منکر قرار دیا کیونکہ وہ یتیم کو دھکے دے کر نکال دیتا ہے اگر اس کا قیامت پر یقین ہوتا تو ایسا کیوں کرتا فرمایا ایسے انسان

Marfat.com

کے لیے بربادی ہے اگر وہ نمازیں پڑھاتا ہے تو اس کی نمازیں دکھلاوے کی ہیں وہ مقصدِ نماز سے بھولا ہوا ہے کیونکہ مقصدِ نماز تو یہ ہے اللہ کی مرضی کے سوا کوئی لقمہ منہ میں نہ لے جائے اور جب یہ یتیم کا مال ہڑپ کر رہا ہے اس سے تو اس کی تمام عبادات برباد ہو جائیں گی، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ایک حرام لقمہ پیٹ میں چلا جائے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ دعا مستجاب ہوتی ہے بہرحال ان آیات میں یتیموں کا مال کھانے والے کی سزا بیان فرمائی ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ سزا کیسی ہوگی اور کتنے عرصے تک ہوگی اس کی تفصیل جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور ارشاداتِ عالیہ میں ملاحظہ فرمائیں جو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	حضرت ابوہریرہ سے روایت
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	ہے کہ بے شک رسول اللہ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ	سات ہلاک کرنے والی چیزوں
قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	سے بچو عرض کیا گیا یا رسول اللہ
وَمَا هُنَّ قَالَ	وہ کونسی ہیں آپ نے فرمایا
اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ	اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ جادو
وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ	کرنا۔ ناجائز قتل کرنا۔ سود
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ	کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ میدانِ
وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ	جہاد سے فرار اختیار کرنا پاک

Marfat.com

مَالَ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (ابن کثیر جزء اول صلح ۲۵۶

دامن گناہ سے بے خبر مومنہ عورتوں کو تہمتِ زنا لگانا۔

تشریح

اس حدیث پاک میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کو معاشرہ کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بتایا ہے ان میں سے یتیم کا مال کھانا بھی ہے اور ان سب کی تفصیل بیان کرنے کی تو یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ یتیم کا مال کھانے کی سزا کی تفصیل مزید آرہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَئَیْتَ لَیْلَۃً اُسْرِیَ بِکَ قَالَ اِنْطَلَقَ بِیْ اِلٰی خَلْقٍ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ کَثِیْرٍ رِجَالٌ کُلُّ رَجُلٍ مِنْھُمْ لَہٗ مِشْفَرٌ کَمِشْفَرِ الْبَعِیْرِ وَھُوَ مُوَکَّلٌ بِھِمْ رِجَالٌ یَفْکُوْنَ لَحَاءَ

حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دیکھا آپ نے اس رات جس میں آپ کو معراج کرایا گیا آپ نے فرمایا لے گیا وہ مجھے طرف بہت سی مخلوق کے اللہ کی مخلوق سے بہت سے مرد ہیں ہر مرد کے ہونٹ اونٹ جیسے ہیں اور ان پر کچھ لوگ مقرر ہیں جو ان کے

Marfat.com

احدهم ثم یجاء	جبڑوں کو چیرتے ہیں پھر آگ
بصخرة من	کا ایک پتھر لایا جاتا ہے جو
نار فتقذف	ان میں سے ہر ایک کے منہ
فی فی احدهم	میں پھینک دیا جاتا ہے یہاں
حتی یخرج من	تک کہ اس کے نیچے سے
اسفله ولهم جوار	نکل جاتا ہے اور وہ چیخ و پکار
ووصرخ قلت یا	رہے تھے۔ میں نے کہا
جبرائیل من هؤلاء و	جبرائیل یہ کون لوگ ہیں تو
قال هولاء الذین	اس نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں
یاکلون اموال الیتمی	جو یتیموں کا مال ظلم و زیادتی
ظلما انما یاکلون	سے کھاتے ہیں یقیناً وہ
فی بطونهم نارا و	اپنے پیٹ میں آگ بھرتے
سیصلون سعیرا	ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی
(ابن کثیر جزء اول)	آگ میں داخل ہوں گے۔

تشریح

اس حدیثِ پاک میں یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے والوں کو جو سزا بیان ہوئی ہے شب معراج میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا عملی نمونہ دکھایا گیا تھا تاکہ آپ امت کو بتائیں اور پھر وہ عبرت حاصل کریں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نمونہ بیان فرما دیا۔

عَنْ اَبِیْ بُرْزَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْقَوْمُ مِنْ قُبُوْرِھِمْ تَاَجَّجَ اَفْوَاھُھُمْ نَارًا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ قَالَ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ قَالَ اَنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ (الایۃ (ابن کثیر)

حضرت ابی برزہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اٹھائی جائے گی جن کے منہ آگ سے جلے ہوئے ہوں گے۔ کہا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے۔

تشریح

پہلی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں قیامت کے دن ان کا منہ کھول کر اور اسے کشادہ کر کے اس میں آگ کے پتھر مارے جائیں گے جو پاخانہ کے راستے سے نکل جائینگے اور ابی برزہ والی حدیث میں آیا ہے کہ جب وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ان کے منہ آگ سے جلے ہوئے ہوں گے پس معلوم ہوا کہ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے والے کو آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور قبر میں بھی عذاب ہوگا لیکن قبر والے عذاب کی کیفیت یہ ہوگی

Marfat.com

تشریح

ان آیتوں میں چار چیزوں کو زوالِ دولت و نعمت اور کاروباری پریشانی کا ذریعہ بتایا ہے۔ پہلی چیز یتیم کا اکرام نہ کرنا۔ دوسری چیز مساکین کے کھانے پر کسی کو ترغیب نہ دینا تیسری یتیمی وغیرہ کی وراثت ناجائز طور پر کھا جانا اور چوتھی چیز مال و دولت سے محبت رکھنا اور یہ آیات مجمل ہیں ان کی توضیح و تشریح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	روایت ہے انہوں نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ	مسلمانوں کے گھروں میں
بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ	سے بہترین گھر وہ ہے جس
یُحْسَنُ اِلَیْهِ	میں یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک
وَشَرُّ بَیْتٍ فِی	کیا جائے اور مسلمانوں کے
الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ	گھروں میں سے بدترین گھر
فِیْهِ یَتِیْمٌ	وہ ہے جس میں یتیم کے
یُسَآءُ اِلَیْهِ	ساتھ بدسلوکی کی جائے۔

(رواہ ابن ماجہ)

Marfat.com

کہ یتیم کا مال کھانے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں جو آگ بھرے گی اس کا اثر منہ سے ظاہر ہوگا اور قیامت والے عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کا منہ کھول کر کے اس میں پتھر مارا جائے گا جو پاخانے کے راستے سے نکل جائے گا اور یہ طریقہ اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ اس پیٹ میں اس نے یتیم کا مال کھایا ہے اس لیے اسے یہ سزا دی جائے گی - واللہ اعلم -

یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی دنیاوی سزا

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ	بہرحال جب اللہ تعالیٰ اسے
فَقَدَرَ عَلَيْهِ	آزماتا ہے پھر اس پر اس
رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ	کی روزی تنگ کرتا ہے
رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝	پھر وہ کہتا ہے کہ میرے
كَلَّا بَلْ لَّا	رب نے مجھے ذلیل کر دیا
تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝	ہے ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى	کی عزت نہیں کرتے تھے
طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝	اور مساکین کے کھانے پر کسی
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ	کو ترغیب نہیں دیتے اور
اَكْلًا لَّمًّا ۝	مال وراثت کو سمیٹ کر کھا
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ	جاتے تھے اور تم مال سے
حُبًّا جَمًّا ۝	بڑی محبت رکھتے تھے

(سورۃ الفجر آیت نمبر ۱۵ تا ۲۰)

Marfat.com

تشریح

اس حدیث میں سورۂ فجر والی آیتوں کی تشریح و توضیح ہے کیونکہ فجر والی آیتوں میں فرمایا ہے کہ جو شخص یتیم کا اکرام نہ کرے اور اس کی وراثت ناجائز طور پر سمیٹ کر کھا جائے اللہ تعالیٰ اس کی روزی تنگ کر دیتے ہیں اور اس حدیث ایسے شخص کے گھر کو شر فرمایا یعنی اس گھر میں روزی تنگ ہونے کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی شر ہوگی جھگڑا فتنہ فساد اور امراض وغیرہ پیدا ہوں گی بہرحال یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے سے انسان دنیا کے اندر بھی مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے سب کو پناہ عطا فرمائے

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل اور برکات

وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ اس کا رشتہ دار ہو یا غیر جنت میں اس طرح ہونگے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی سے

وَالْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَیْنَهُمَا شَیْئًا (راہ البخاری)

اشارہ فرمایا اوران دونوں کے درمیان تھوڑا فاصلہ رکھا۔ (امام بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی تعلیم وتربیت اور کفالت کرنے والے کی فضیلت فوقیت اور درجات کو بیان فرمایا ہے اور یہ سمجھانے کے لیے آپؐ نے اپنی مبارک دو انگلیاں کھڑی کیں ایک انگشتِ شہادت جو سبابہ بھی کہلاتی ہے اور ایک درمیانی بڑی انگلی اور درمیان میں جگہ تھوڑی سی خالی چھوڑی اس میں ایک تو یہ اشارہ فرمایا کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرا ساتھی ہوگا اور اس کا مرتبہ سب سے بلند ہوگا اور دوسرا یہ اشارہ فرمایا کہ وہ رتبہ میں برابر نہیں ہوگا کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ساری مخلوق سے زیادہ ہے اور یہ بھی فرما دیا کہ یہ مرتبہ صرف اپنے رشتہ دار یتیم کی کفالت سے ہی نصیب نہیں ہوتا بلکہ کسی بھی یتیم کی کفالت سے نصیب ہو سکتا ہے خواہ وہ برادری کا ہو یا غیر برادری کا ہو

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں

Marfat.com

يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ

یتیم ہو اور اس سے حسنِ سلوک کیا جائے اور مسلمانوں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جائے۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الشفقۃ سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث پاک کے دو حصے ہیں ایک حصے میں خیر کا ذکر ہے اور دوسرے میں شر کا ذکر ہے اور اس کی تشریح ابھی کچھ پہلے گزر گئی ہے اور خیر والی خبر کی تشریح یہ ہے کہ جس گھر میں یتیم ہو اور اہل خانہ اسکے ساتھ اچھے پیش آئیں اس کے ساتھ شفقت اور پیار کریں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار کرتے ہیں اور اس کے مال و متاع کی اسی طرح حفاظت کریں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کے لیے مال کی حفاظت کرتے ہیں تو ایسے گھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت اور رحمت نازل ہوگی اور آفات و بلیات سے محفوظ رہیں گے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ إِلَّا لِلّٰهِ كَانَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ يَمُرُّ

اور حضرت ابی امامہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا محض اللہ کی رضا کے لیے

عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٍ
وَمَنْ اَحْسَنَ
اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْ يَتِيْمٍ
عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا
وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ
كَهَاتَيْنِ
وَقَرَنَ بَيْنَ
اِصْبَعَيْهِ
(رواہ احمد وانس مدنی)

کے لیے ہر بال کے بدلے
جو اس کے ہاتھ کے نیچے
آئے نیکیاں ہوں گی اور
جس کے پاس یتیم بچی یا بچہ
ہو اور وہ اس کے ساتھ
حسن سلوک کرے میں اور
وہ جنت میں ایسے ہونگے
اور آپ نے اپنی انگلیوں
کو ملایا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا
اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ
اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ
الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا
اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا
لَا يُغْفَرُ وَمَنْ
عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ
اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ
الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ

اور حضرت ابن عباس سے
روایت ہے انہوں نے
فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
نے یتیم کو اپنے کھانے پینے
کی طرف پناہ دی اللہ نے
اس کے لیے یقیناً جنت
واجب کر دی ہے مگر وہ
کوئی ایسا گناہ کرے جو قابلِ
معافی نہ ہو اور جس نے
تین بچیوں کی یا تین بہنوں
کی تربیت کی پھر انہیں ادب

Marfat.com

وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِثْنَيْنِ قَالَ اَوْ اِثْنَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ

(رواہ فی شرح السنۃ)

سکھایا اور ان کے ساتھ شفقت کی یہاں تک کہ اللہ انہیں غنی کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ اور دو۔ تو فرمایا یا دو یہاں تک اگر وہ کہتے ایک تو آپ فرماتے ایک اور اللہ تعالیٰ جس کے دو کریم لے جائے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا اس کی دو کریم کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کی دو آنکھیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ فَقَالَ اِمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ

اور حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا دل سخت ہونے کی شکایت کی آپ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلا

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الشفقۃ سے منقول ہیں)

Marfat.com

انسداد زناکاری

مرد اور عورت کے اندر جو جنسی خواہشات ہیں درحقیقت یہ ہی ترقی کا ذریعہ اور سرمایہ ہیں۔ خالق کائنات مختلف اجزا اور عناصر کے نچوڑ کو جمع کر کے نطفہ کی شکل و صورت میں رحم مادر میں محفوظ کر لیتا ہے اور یہ میاں اور بیوی کی چوکھی حرکت کا نتیجہ ہے اور اس خالق کائنات نے اس نطفہ کو جس طرح رحم مادر کے تین پردوں میں محفوظ کیا ہے اسی طرح ان اجزا کے سلسلہ میں بھی چار ضابطے ہیں اولین یہ ہے کہ اس نطفہ کے اجزا پاکیزہ ہونے چاہئیں۔ گندے غلیظ اور ردی قسم کے اجزا نہیں ہونا چاہئیں اب کون سے اجزا پاکیزہ ہیں اور کون سے اجزا پاکیزہ نہیں ہیں اب اس سلسلہ میں میاں بیوی کی رائے اور صوابدید کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس خالق نے خود ہی نشاندہی فرما دی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تفصیل موجود ہے جو چیزیں حلال قرار دی ہیں وہ پاکیزہ ہیں اور جو چیزیں حرام قرار دی ہیں وہ گندی ہیں۔ یہ تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام میں آئے گی اس کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے اور پاکیزہ اور عمدہ اجزا سے تیار ہونے والا یہ انسان عمدہ نفع مند خلق خدا کو فائدہ پہنچانے والا ہوگا اور گندے اجزا سے جو انسان تیار ہوگا وہ نفع مند نہیں ہوگا کیونکہ جیسے ان اجزا کی تاثیرات ہوں گی ایسے ہی تاثیرات ان سے تیار ہونے والے مادہ میں بھی ہونگی بلکہ ان خبیث اور گندے اجزا کے جمع ہونے سے ان کی ضرر رسانی میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا اور جب پورا معاشرہ ہی ایسا ہوگا تو پھر ان کی تباہی یقینی ہے اور

Marfat.com

دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا باہم نکاح ہو اس کی تفصیل گزشتہ ابواب میں بیان ہو چکی ہے اور ان مذکورہ نکاح کے اصولوں کو ملحوظ رکھ اگر نکاح کیا جائے گا اور اگر میاں بیوی ان ہی اصولوں پر گامزن رہیں گے تو ایسی شادی سے صلۂ رحمی کے رشتے قائم ہوں گے دونوں خاندانوں کے درمیان اتفاق و اتحاد، اخوت اور محبت پیدا ہوگی اور اس ملاپ سے جو اولاد تولد ہوگی اس کے ساتھ ان والدین کو محبت ہوگی اور ایسی اولاد جوان ہو کر اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ ہمدردی برتے گی لیکن اگر نکاح کے ذریعہ اولاد تولد نہیں کی جائے گی تو ایسی اولاد سے اس کے ماں باپ کو محبت نہیں ہوگی بلکہ اس کی ماں بننے کے لیے کوئی عورت تیار نہیں ہوگی اس کا باپ بننے کے لیے کوئی مرد تیار نہیں ہوگا اور اسی طرح بقیہ رشتہ داروں کو قیاس کر لیں، اس کا تایا، چچا، خالہ پھوپھی ماموں وغیرہ کون بننے کو تیار ہوگا۔ یہ تو نقصان ہے دوسرے ضابطہ کی خلاف ورزی یعنی زنا کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے کا اور تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ یہ نکاح تاحیات ہو یعنی متعہ اور نکاح موقت نہ ہو کیونکہ جو نقصان زنا کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے سے ہوتا ہے، وہی نقصان متعہ اور نکاح موقت سے بھی ہے اگرچہ اس درجہ کا نقصان نہ سہی تاہم ہے تو سہی اور نومولود بچے کو شفقت تامہ کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف اور صرف نکاح تاحیات سے ہی آسکتی ہے اور چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ ایک عورت کا خاوند ایک ہی ہو بیک وقت متعدد خاوند نہیں ہونا چاہئیں اس کی تین وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّلین یہ ہے کہ اصل مقصود اولاد کی صحیح تربیت ہے اور ان کے حقوق کی نگہداشت ہے اگر باپ ایک نہیں ہوگا تو اولاد کی تربیت کا مسئلہ الجھ جائے گا تقسیم وراثت

Marfat.com

ہیں بڑی مشکلات درپیش آئے گی تو غرضیکہ ایک عورت کے متعدد خاوند ہونے کی صورت میں ایک تو وہی نقصان ہے کہ جو زنا کی صورت میں ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک عورت متعدد خاوندوں کی متحمل بھی نہیں ہو سکے گی اس کے اخراجات اور حقوق کے مسائل الجھ جائیں گے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ متعدد خاوندوں کے مواد جمع ہونے سے بیک وقت متعدد بچے بھی پیدا ہو سکتے ہیں جس کی عورت متحمل نہیں ہے اور نیز مختلف مواد کی وجہ سے اولاد کے مزاج پر بھی بُرا اثر پڑے گا جو باعث فساد امراض وغیرہ ہوگا اس لیے شریعت نے مطلقہ اور بیوگان کی عدّت رکھی ہے تاکہ مختلف مواد کے جمع ہونے سے مذکورہ نقصانات پیدا نہ ہوں الغرض مرد اور عورت کے اندر جو جنسی خواہشات ہیں ایک طرف تو یہ ترقی کا ذریعہ ہیں اور دوسری طرف زوال کا ذریعہ بھی ہیں اگر ان کو بالکل کھلی چھٹی دے دی جائے جس طرح چاہیں کریں تو اس طرح ترقی کے بجائے تنزل ہوگا لہٰذا ہر ذی عقل کے نزدیک ان پر کنٹرول ضروری ہے اسی لیے ہر ملک میں مرد اور عورت کو جوڑنے کے لیے کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے مگر اس سلسلہ میں جو قانون اسلام نے رکھا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے اور دنیا میں جو نظام مروج ہیں وہ مقاصد نکاح کو کماحقہٗ اور احسن طریقہ سے پورا نہیں کر سکتے اسی لیے وہاں ان ممالک میں برکات نکاح بھی سامنے نہیں آتی ہیں اور اسلام نے جو زرّیں اصول بتائے ہیں پندرہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی جو اس دستور پر عمل کرتا ہے تو اسلام کی برکات کو موجود پاتا ہے تو خلاصہ یہ نکلا کہ جنسی خواہشات پر کنٹرول کے لیے اسلامی دستور کے موافق نکاح اور اس پر عمل از بس ضروری

ہے اور اس کی خلاف ورزی درحقیقت انسانیت کے ساتھ دشمنی ہے اور جو لوگ اس کو ذاتی فعل سمجھتے ہیں وہ ان عظیم مقاصد سے بے خبر ہیں اسی لیے خالق کائنات نے انسداد زناکاری کے لیے بڑی سخت سزائیں رکھی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب بیان کریں گے مگر پہلے قرآن اور سنت کی روشنی میں زنا سے بچنے والوں کے اوصاف اور فضائل بیان ہوں گے اور پھر اس کے بعد زنا کی مذمت ممانعت اس کی دنیاوی اور اخروی سزا بیان ہوگی۔

زنا سے بچنے والوں کی
دُنیاوی اور اُخروی کامیابی کا بیان

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	تحقیق کامیاب ہوگئے وہ
اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ	مومن جو اپنی نمازوں میں
صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝	عاجزی کرتے ہیں اور جو
وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ	بے ہودہ کاموں سے منہ
اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝	پھیرتے ہیں۔
وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ	اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں
فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ	اور جو اپنی شرمگاہوں کی
لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ	حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی
۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ	بیویوں پر یا ان باندیوں پر کہ
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ	مالک ہوئے ان کے داہنیں

Marfat.com

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(سورہ مومنون آیت ۱ تا ۱۱)

ہاتھ پس بے شک وہ ملامت کیئے ہوئے نہیں ہیں پس جو اس کے سوا راستہ تلاش کریگا وہ زیادتی کرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں کی اور عہدوں کی رعایت رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں پر حفاظت کرتے ہیں وہی وارث ہیں جو وارث ہوں گے فردوس کے ۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔

تشریح

ان آیات میں سات صفات کے حامل ایمانداروں سے اللہ پاک نے دو وعدے فرمائے ہیں ایک دُنیاوی کامیابی اور ایک اُخروی کامیابی اوران صفات میں سے ایک صفت یہ ہے جو اپنے آپ کو زنا سے بچاتے ہیں اور سورۃ فرقان میں ایسے بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ رحمان کے خاص بندے ہیں پس معلوم ہوا کہ جو لوگ زنا سے بچتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندے بھی اوران کے لیے دنیا میں بھی کامیابی ہوگی اور آخرت میں بھی کامیابی ہوگی ۔

زنا کی مذمت کا بیان

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

زنا کے قریب مت جاؤ بیشک وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (انعام آیت ۱۵۹)

اور بے حیائیوں کے قریب مت جاؤ خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (سورۃ الاعراف آیت ۲۸-۳۳)

اور جب وہ بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اسی طریقے پر اپنے ابا کو پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا آپ فرما دیں اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا تم اپنی نا سمجھی سے اللہ پر بہتان لگا رہے ہو آپ فرما دیں بے شک میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام کیا ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا

اور ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیئے جو نکاح کی توفیق

Marfat.com

حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَی الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ النور آیت ۳۳)

نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اپنی لونڈیوں کو جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں زنا پر مجبور مت کرو تاکہ دنیا کا فائدہ حاصل کر لو اور جو انہیں مجبور کریگا تو بیشک اللہ بعد ان کے مجبور ہونے کے بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح

ان آیات میں اللہ رب العزّت نے زنا کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے یہ تم پر حرام ہے اس کے قریب تک نہ جانا، شادی کی توفیق نہیں ہے تو بھی بچ کر رہو اللہ تعالےٰ خود تمہاری یہ ضرورت پوری فرمائیں گے اور اپنی پاک دامن باندیوں کو بھی اس بے حیائی پر مجبور مت کرو۔ ہاں اگر کسی ظالم نے ان پر زبردستی کی تو پھر وہ باندیاں گناہ گار نہیں ہیں۔

یہ جو تشریح عرض کی ہے یہ صراحتاً معلوم ہو رہی ہے اور مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ان آیات کی مزید توضیح و تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے اللہ ان سے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَحَدٌ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

راضی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں اس لیے اس نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

عَنْ مَوْلَاةِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ ابْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَئَيْتُ مَعَ اِمْرَاَتِيْ رَجُلًا لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ فَوَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْ سَعْدٍ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ

اور حضرت مغیرہ کے غلام سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے فرمایا اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو اسے سوائے منہ پھیرنے کے قتل کر دونگا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو قسم اللہ کی میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ

Marfat.com

حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

(ابن کثیر جلد دوم صـ ۱۸۸)

غیرت مند ہے اسی لیے اس نے بے حیائیوں کو حرام کہا ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ فَتًی شَابًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِئْذَنْ لِیْ بِالزِّنَا فَاَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَیْهِ فَزَجَرُوْهُ وَقَالُوْا مَهْ مَهْ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَا مِنْهُ قَرِیْبًا فَقَالَ اِجْلِسْ فَجَلَسَ فَقَالَ اَتُحِبُّهٗ لِاُمِّكَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِیْ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِاُمَّهَاتِهِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ

حضرت ابی امامہ سے نقل ہے کہ بے شک ایک نوجوان آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے زنا کی اجازت دیں پھر لوگوں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ڈانٹا اور اسے کہا کہ اسے چھوڑ دو اسے چھوڑ دو پھر آپ نے اسے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ تو آپ کے قریب ہوا آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس زنا کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتا ہے اس نے کہا نہ اللہ کی قسم

Marfat.com

لِاِبْنَتِكَ قَالَ
لَا وَاللّٰهُ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ جَعَلَنِيْ
اللّٰهُ فِدَاكَ
قَالَ وَلَا النَّاسُ
يُحِبُّوْنَهٗ لِبَنَاتِهِمْ
قَالَ اَفَتَحِبُّهٗ
لِاُخْتِكَ قَالَ
لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِيْ
اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ
وَلَا النَّاسُ
يُحِبُّوْنَهٗ لِاَخَوَاتِهِمْ
قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ
لِعَمَّتِكَ قَالَ
لَا وَاللّٰهُ جَعَلَنِيْ
اللّٰهُ فِدَاكَ
قَالَ وَلَا النَّاسُ
يُحِبُّوْنَهٗ لِعَمَّاتِهِمْ
قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ
لِخَالَتِكَ قَالَ
لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِيْ

اللہ مجھے آپ پر قربان کردے
آپ نے فرمایا باقی لوگ بھی
اسے اپنی ماؤں کے لیے پسند
نہیں کرتے آپ نے فرمایا
کیا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے
پسند کرتا ہے تو اس نے کہا
نہ اللہ کی قسم اے رسول اللہ
اللہ مجھے آپ پر قربان کردے
آپ نے فرمایا اور لوگ بھی
اسے اپنی بیٹیوں کے لیے
پسند نہیں کرتے آپ نے
فرمایا کیا تو اسے اپنی بہن
کے لیے پسند کرتا ہے اس
نے کہا نہ اللہ کی قسم اللہ مجھے
آپ پر قربان کردے آپ
نے فرمایا اور لوگ بھی اسے
اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں
کرتے آپ نے فرمایا کیا تو
اسے اپنی پھوپھی کے لیے
پسند کرتا ہے اس نے کہا نہ
اللہ کی قسم اللہ مجھے آپ پر

اللّٰہُ فِدَاکَ قربان کردے۔ آپ نے فرمایا
فَقَالَ وَلَا النَّاسُ اور لوگ بھی اسے اپنی پھوپھیوں
یُحِبُّوْنَہٗ کے لیے پسند نہیں کرتے آپ
لِخَالَاتِہِمْ فَقَالَ نے فرمایا کیا تو اسے اپنی خالہ
فَوَضَعَ یَدَہٗ کے لیے پسند کرتا ہے اس نے
عَلَیْہِ وَقَالَ کہا نہ اللہ کی قسم اللہ مجھے آپ
اللّٰھُمَّ اغْفِرْ پر قربان کردے آپ نے
ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ فرمایا اور لوگ بھی اسے اپنی
قَلْبَہٗ وَاَحْصِنْ خالاؤں کے لیے پسند نہیں
فَرْجَہٗ قَالَ کرتے۔ راوی نے کہا پھر آپ
فَلَمْ یَکُنْ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور
بَعْدَ ذَالِکَ دُعا کی اے اللہ اس کے گناہ
الْفَتٰی یَلْتَفِتُ معاف فرمادے اور اس کے
اِلٰی شَیْءٍ دل کو پاک کر اور اسکی شرمگاہ
(ابن کثیر صہ ۳۸ ج ۳) کی حفاظت فرما راوی نے
کہا اس کے بعد وہ جوان کسی
بری چیز کی طرف توجہ نہیں
کرتا تھا۔

زنا کی دنیاوی تباہ کاری

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اور حضرت عمر بن عاص سے

Marfat.com

الْعَاصِ قَالَ	روایت ہے انہوں نے
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ	فرمایا کہ میں نے سنا رسول
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا	آپ فرماتے تھے جس بھی
مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ	قوم میں زنا پیدا ہو جائے
فِيْهِمُ الزِّنَا اِلَّا	ان پر قحط سالی مسلّط کی جاتی
اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ	ہے اور جس میں رشوت
وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ	پیدا ہو جائے ان کے دلوں
فِيْهِمُ الرِّشَا اِلَّا	میں دشمن کا رعب ڈال
اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ	دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الحدود ص۳۱۳)

تشریح

اس حدیث میں دو گناہوں کی سزا بیان ہوئی ہے۔ ایک زنا اور دوسرا رشوت۔ رشوت کی تفصیل تو انشاء اللہ العزیز اپنے مقام میں بیان ہوگی اور زنا کے متعلق پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے قطع رحمی ہوتی ہے۔ اخوت اور بھائی چارے کے رشتے ختم ہوتے ہیں اور ظاہر بات ہے اور تجربات اور مشاہدات بھی ہیں کہ اس سے انسان بڑی بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور تمام انسانوں کو جو لوگ مصیبت میں ڈالتے ہیں ایسے لوگوں پر یقیناً اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے اس کی ایک قسم قحط سالی ہے جس کا بیان اس حدیث میں ہے۔ اعاذنا اللہ

عَنِ الْهَيْثَمِ ابْنِ مَالِكِ الطَّائِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهٗ

(ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۸ ۔ ۳۷۱ پہلے دیکھیں)

اور حیثم بن مالک طائی سے روایت ہے انہوں نے روایت کی جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا نہیں کوئی گناہ شرک کے بعد بڑا اللہ کے نزدیک نطفہ سے کر ڈالے آدمی اسے رحم میں جو اس کے لیے حلال نہیں۔

تشریح

زنا کی تباہ کاری اور بربادی کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آچکی ہے اور کوئی بھی غیرت مند باپ۔ بیٹا بھائی وغیرہ ایسا نہیں ہے جو اپنے سامنے طاقت رکھتے ہوئے اپنی ماں بیٹی بہن وغیرہ کی ذلت رسوائی اوباشوں کے ہاتھوں سے برداشت کرلے ہاں اگر کوئی دیوث ہو تو وہ الگ بات ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ صلہ رحمی کے رشتے ہیں یہ خون مشترکہ ہے ایک باغیرت انسان ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور ان کی ذلت کو اپنی ذلت سمجھتا ہے اور انسان کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق خداوند پاک کا ہے اس سے زیادہ انسان پر کوئی مہربان نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی ہمدرد نہیں وہی اس کا خالق

Marfat.com

وہ مالک مربّی و محسن ہے وہ اپنے بندوں اور بندیوں کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور ان کی ذلت کو اپنی ذلت تصوّر کرتا ہے اس لیے اس نے انہیں ازلی ابدی عزت دینے کے لیے دنیا اور آخرت کی ذلت سے انہیں بچانے کے لیے ضوابط مقرر فرمائے ہیں اور یہ ضوابط سمجھانے کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے ہیں ان میں سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باقی انبیاء کی طرح آپ بھی اللہ پاک کی رحمتوں اور شفقتوں کا مظہر اتم تھے آپ بھی انسانیت کی عزت کو اپنی عزت اور ان کی ذلت اور رُسوائی کو اپنی رُسوائی تصوّر کرتے تھے اس لیے رب العالمین کے ان ضوابط کو رحمۃ للعالمین نے انتہائی شفیقانہ انداز میں سمجھایا کہ جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے مقام غور ہے کہ وہ ایک شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور اس دو جہاں کے سردار سے بھری مجلس میں بلا جھجک بے دھڑک اور سوائے شرم وحیا کے آپ جیسی ہستی سے زنا جیسے خبیث فعل کی اجازت مانگتا ہے اور لوگ اس کو ڈانٹتے ہیں سرزنش کرتے ہیں ملامت کرتے ہیں مگر قربان جاؤں اس متاع دوعالم روح دوعالم جانِ دو عالم محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ سوائے کسی زجر و توبیخ کے اس کو اپنے پاس بُلا کر دستِ شفقت پھیرتے ہیں حکمت اور دانائی سے بھرپور الفاظ کے موتی بکھیرتے ہوئے اسے فرماتے ہیں اور اسے نصیحت کرتے جاتے ہیں اور وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرتا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کیا تو اپنی ماں سے زنا پسند کرے گا کہا نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے تو آپ نے فرمایا اور لوگ بھی تو ایسا پسند نہیں کرتے اسی طرح

Marfat.com

بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کا بھی آپ نے تذکرہ فرمایا تو اس نے ہر موقعہ پر یہی مذکورہ جوابات دیئے تو آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت بھرے لب و لہجے میں اللہ کے حضور میں اس کی مغفرت اور اصلاح کی دُعا مانگی اللہ پاک نے آپ کی دُعا قبول فرمائی تو اس کے دِل میں ایسا انقلاب آیا کہ آئندہ کے لیے یہ بُرا فعل اس کے خواب و خیال سے بھی نکل گیا۔ افسوس آج علماء کرام عوام الناس کو اس انداز بلیغ سے سمجھائیں تو بُرائی کا قلع قمع ہو مگر علماء نے یہ انداز تبلیغ چھوڑ دیا ہے اسی لیے علماء کرام کے وعظ و نصیحت میں اثر نہیں۔ خُفتہ را خُفتہ کے کند بیدار بہر حال بحث کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ زنا کا فعل انتہائی مذموم اور معاشرہ کے لیے زہر قاتل ہے۔ اخوت کی بنیادیں اس سے منہدم ہو جاتی ہیں اور ایسے عناصر درحقیقت انسانیت کے دشمن اور ناسُور ہیں جن کا اپریشن ضروری ہے چنانچہ اس خالق کائنات نے ان لوگوں کے لیے بڑی سخت اور عبرت ناک سزائیں رکھی ہیں تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ آنے والی آیات میں ان شاء اللہ العزیز ہم وہ سزائیں بیان کریں گے۔

زنا کے ذریعہ انسانی شیرازہ بکھیرنے والوں کی دُنیاوی سزا اور اسکے ثبوت کا طریقہ

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ	اور تمہاری عورتوں میں کوئی
مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا	بدکاری کرے تو ان پر اپنوں

Marfat.com

عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ
فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى
يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ
يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ
سَبِيْلًا ۝

میں سے چار مرد گواہ لاؤ پھر
اگر وہ گواہی دے دیں تو
ان عورتوں کو گھروں میں بند
رکھو یہاں تک کہ انہیں موت
آجائے یا اللہ ان کے لیے
کوئی راستہ نکال دے۔

(سورۃ نساء آیت ۱۵)

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ
فَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا
اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ
وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا
تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا
رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ
عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ نور آیت ۱-۲)

یہ ایک سورۃ ہے جس کو
ہم نے نازل کیا ہے اور
اسے فرض کیا ہے اور اس
میں ہم نے صاف صاف احکام
نازل کئے ہیں تاکہ تمہیں نصیحت
آئے۔ زانیہ عورت اور
مرد پس ہر ایک کو سو سو
دُرّے مارو
اور تمہیں ان پر اللہ کا حکم نافذ
کرنے میں شفقت نہ پکڑے
اگر تم اللہ اور آخرت کے
دن پر ایمان رکھتے ہو اور
انہیں سزا دیتے وقت ایمان
والوں کی ایک جماعت ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

تشریح

ان آیتوں میں سے پہلی نساء والی آیت میں اجمال ہے تفصیل نہیں ہے اس میں صرف اتنا فرمایا ہے کہ زنا کی مرتکبات عورتوں کے خلاف اگر چار گواہ گواہی دے دیں تو انہیں گرفتار کر کے تاحیات گھروں میں بند کر دو یا اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل نکالے گا اس میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ عاقلہ ہوں یا غیر عاقلہ، بالغہ ہوں یا غیر بالغہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی بیوہ ہوں یا غیر بیوہ ہوں مجبورہ ہو یا غیر مجبورہ نیز گواہان کے بارے میں بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ وہ عادل ہوں یا غیر عادل وغیرہ ذالک اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور اس میں صرف عورتوں کا ذکر ہے مردوں کا کوئی ذکر نہیں ہے اور یہ ذکر بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی مرد ایسی حالت میں اس عورت کو رکھنا چاہے تو اسے رکھ سکتا ہے یا نہیں لہٰذا یہ آیت انتہائی مجمل ہے اور قرآن کا یہ دستور ہے القران یفسر بعضہ للبعض اس ضابطہ کے تحت کچھ تفصیل تو سورہ نور والی آیات میں بیان فرمائی ہیں اور کچھ تفصیل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں بیان فرمائی ہیں اب سب سے پہلے سورہ نور والی آیات کی تشریح عرض کرتا ہوں۔

واللہ ھوالموفق والمعین ۔ اس سورۃ میں سب سے پہلے یہ فرمایا ہے اللہ پاک نے کہ اس سورت کو میں نے خود اتارا ہے اس کے احکامات میں نے تم پر فرض کئے ہیں اور انہیں بالکل واضح اور کھول کر بیان کیا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ احکامات بنا لیے ہیں اور فرمایا کہ یہ بھی نہ سمجھنا کہ یہ احکامات کوئی

معمولی نوعیت کے ہیں بلکہ ان کی تعمیل تمہارے فرائض میں شامل ہے ان کی اگر خلاف ورزی کروگے تو فریضہ میں کوتاہی ہوگی اور پھر فرمایا کہ ان احکامات کی تعمیل کروگے تو تمہارا اپنا ہی بھلا ہوگا اور خلاف ورزی کروگے تو تمہارا اپنا ہی نقصان ہوگا خدا کا اس میں فائدہ ہے نہ نقصان اس کے بعد یجعل اللہ لھن سبیلا کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس جرم کا مرتکب مرد ہو یا عورت دونوں کو سو سو دُرّے مارنا ہے دوسرا یہ فرمایا کہ شفیقانہ انداز سے نہ مارے جائیں بلکہ بے رحمی اور بے دردی سے مارے جائیں کیونکہ انہوں نے صلۂ رحمی کے رشتے کو توڑ کر بے رحمی کی فضا پیدا کی ہے اور تیسرا یہ فرمایا کہ یہ سزا سرِعام ہونا چاہیئے بہرحال سورہ نور والی آیت نے سورہ نساء والی آیت کی تفصیل تو بیان فرمائی مگر پھر بھی یہ تفصیل پوری نہیں ہے اور نیز اس آیت نے یتوفھن الموت والی سزا بھی منسوخ کر دی ہے کیونکہ جب سبیلا کی وضاحت آگئی تو یتوفھن والی سزا کی ضرورت خود ختم ہوگئی اور اب ہم آنے والی احادیث میں جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مجمل آیت کی جو تشریح اور توضیح بیان فرمائی ہے وہ عرض کرتے ہیں اور نیز آنے والی احادیث سے یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ فاجلد وھو کل واحد الایۃ سے مراد سخت سزا ہے اور یہ زانی افراد کی حیثیت پر موقوف ہے کہیں یہ سزا زیادہ سخت ہے اور کہیں بالکل نرم ہے اور کہیں بالکل نہیں ہے اور اس سے احادیث کی اہمیت بھی معلوم ہوگئی۔

زانیہ اور زانی کنوارے ہوں تو انکی سزا
سُو سُو دُرّے ہے اور شادی شدہ کی رجم ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَزَیْدِ ابْنِ خَالِدٍ اِنَّ رَجُلَیْنِ اِخْتَصَمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اِقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَجَلْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِیْ اَنْ اَتَکَلَّمَ قَالَ تَکَلَّمْ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ کَانَ عَسِیْفًا عَلٰی هٰذَا فَزَنَا بِامْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلَی ابْنِیْ الرَّجْمَ

اور حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت زیدؓ بن خالد سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں جھگڑا پیش کیا ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کریں اور دوسرے نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کریں اور مجھے اجازت دیں کہ میں بات کروں آپ نے فرمایا بات کر تو اس نے کہا میرا بیٹا اس کا مزدور تھا پھر اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا پھر مجھے کچھ علماء نے

Marfat.com

فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ
بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ
لِي ثُمَّ إِنِّي
سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ
فَأَخْبَرُونِي أَنَّ
عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ
وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَ
إِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى
امْرَأَتِهِ فَقَالَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَا وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ
بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ
اللهِ أَمَّا غَنَمُكَ
وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ
عَلَيْكَ وَأَمَّا
ابْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ
مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ
عَامٍ وَأَمَّا
أَنْتَ يَا أُنَيْسُ

کہا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے
تو میں نے اس کی طرف سے
ایک سو بکری اور ایک اپنی
کنیز فدیہ ادا کیا ہے پھر میں
نے اہلِ علم سے پوچھا، تو
انہوں نے مجھے بتایا ہے
کہ میرے بیٹے پر سو دُرّے
اور ایک سال کی جلا وطنی
ہے اور اس کی بیوی پر رجم
ہے پس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو
قسم ہے اس ذات کی جس
کے دست پاک میں ہے
میری جان میں ضرور تمہارے
درمیان کتاب اللہ کے موافق
فیصلہ کروں گا پھر تمہاری بکریاں
اور کنیز تجھے واپس دی جائیگی
اور تیرے بیٹے پر سو دُرّے
اور ایک سال کی جلا وطنی
ہے اور بہر حال اے اُنیس
تو اس عورت کے پاس جا

Marfat.com

فَاغْدُ اِلٰی اِمْرَاَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا (متفق علیہ)

اگر وہ اعتراف کرے تو اسے رجم کر دے (اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو شخصوں نے پہلے یہودی علماء سے فیصلہ کرایا اور یہ فیصلہ دو لحاظ سے غلط تھا اوّلاً اس لیے کہ اس زانی مرد پر رجم نہیں تھا رجم اس عورت زانیہ پر تھا اور انہوں نے زانی مرد پر رجم عائد کیا اور دُوسرا اس لحاظ سے غلط تھا کہ رشوت لے کر اس سزا کو معاف کر دیا اور یہودی علماء کا یہ ہی معمول تھا اسی لیے اللہ پاک نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نئی شریعت دے کر مبعوث فرمایا چنانچہ آپ نے اس موقعہ پر وہ رشوت کی بکریاں اور کنیز واپس کرائی اور زانی مرد پر چونکہ شادی شدہ نہیں تھا تو سو دُرّوں کی سزا عائد کی اور عورت پر رجم کا فیصلہ دیا۔

وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ جَلْدُ

اور حضرت زید بن خالد سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ حکم دیتے تھے اس شخص کے بارے میں جو زنا کرے

مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ

(رواہ البخاری)

اور محصن نہ ہو کہ اس پر سو دُرّے اور ایک سال جلا وطنی ہے (امام بخاریؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوْا عَنِّیْ خُذُوْا عَنِّیْ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا اَلْبِکْرُ بِالْبِکْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِیبُ عَامٍ وَالثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ

اور حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو مجھ سے لو مجھ سے یقیناً اللہ نے ان کے لیے راستہ نکال دیا ہے۔ کنوارہ کنواری لڑکی سے زنا کرے تو ان پر سو سو دُرّے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو ان پر سو سو دُرّے اور رجم ہے (مسلم)

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الحدود ص ۳۰۹ سے منقول ہیں)

تشریح

ان دونوں احادیث میں جو دو دو سزاؤں کا ذکر ہے یعنی کنوارے مرد اور کنواری لڑکی کے لیے سو سو دُرّے اور ایک سال جلا وطنی

بھی اور شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے تنسو تنسو دُرّے اور رجم
بھی یہ درحقیقت ایک عدالتی ضابطے پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ
ایک مجرم جب دو سزاؤں کا مستحق ہوتا ہے تو حاکم وقت دونوں سزاؤں
کا اعلان تو کرتا ہے مگر ان دونوں میں سے جو سنگین نوعیت کی سزا ہو
وہ تو بہرحال نافذ ہی کی جاتی ہے وہ معاف نہیں کی جاتی اور وہ سزا جو
ہلکی نوعیت کی ہے وہ حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے کہ چاہے تو
وہ اسے اس مجرم پر نافذ کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ نافذ کرے اسی طرح
یہاں بھی ہے یعنی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ ہی دستور
ہے کہ کنوارے زانی اور کنواری زانیہ کے لیے دو سزائیں ہیں ایک سخت
اور دوسری نرم۔ دُرّوں کی سزا سخت ہے اور جلاوطنی کی سزا نرم ہے اور
دو سزاؤں کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت یہاں جرم دو ہیں ایک اللہ کے
حکم کی خلاف ورزی اور دوسرا دوسرے کی حق تلفی۔ اب کسی حاکم وقت
کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دُرّوں کی سزا معاف کر دے البتہ جلاوطنی والی
سزا بھی ہے اس کے سلسلہ میں حاکم وقت کو اختیار ہے کہ مجرم پر اسے
نافذ کرے یا معاف کرے اور اس طرح زانی اور زانیہ شادی شدہ
ہوں تو ان کی بھی دو سزائیں ہیں ایک تنسو تنسو دُرّے اور ایک رجم ان
دونوں میں اوّل الذکر جو ہے یہ بھی حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے
چاہے تو نافذ کرے اور اگر نہ چاہے تو نافذ کرے کیونکہ یہ سزا ان دونوں
کے حق میں ہلکی ہے اور دوسری سزا ان کی رجم ہے اور یہ سزا ان کے
حق میں سخت ہے کسی بھی حاکم وقت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ
معاف کر دے اور ان احادیث میں ان دونوں سزاؤں کو بیان

تو کیا ہے مگر یہ کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے خلفائے راشدین نے بیک وقت یہ دونوں سزائیں نافذ کی ہوں چنانچہ آنے والی احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ	اور حضرت عبداللہ بن عمر رض
عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَآءُوْا	سے روایت ہے کہ بیشک
اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ	یہودی رسول اللہ صلے اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	علیہ وسلم کے پاس آئے پھر
وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ	انہوں نے آپ کے سامنے
اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ	ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد
وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ	اور ایک عورت نے باہم
لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ	زنا کیا ہے پھر رسول اللہ صلی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا
مَا تَجِدُوْنَ فِيْ	کیا تم تورات میں رجم کے
التَّوْرَاةِ فِيْ شَاْنِ	بارے میں کچھ نہیں پاتے
الرَّجْمِ فَقَالُوْا	انہوں نے کہا کہ انہیں رسوا
نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ	کرتے ہیں اور انہیں دُرّے
فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ	مارے جاتے ہیں عبداللہ
ابْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ	ابن سلام نے کہا کہ تم نے
اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ	جھوٹ کہا ہے یقیناً تورات
فَاَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ	میں رجم ہے پھر انہوں نے
فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ	تورات لائی پھر اسے کھولا

Marfat.com

اَحَدُهُمْ بِيَدِهٖ — تو ان میں سے ایک نے
عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ — اپنا ہاتھ رجم والی آیت پر
فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا — رکھ دیا پھر اس نے اس
وَمَا بَعْدَهَا — آیت کا ماقبل اور مابعد پڑھا
فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ — پھر عبداللہ ابن سلام نے
ابْنُ سَلَامٍ — کہا اپنا ہاتھ ہٹا پھر اس نے
اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ — اپنا ہاتھ ہٹایا تو اس تورات
فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ — میں رجم کی آیت تھی پھر انہوں
الرَّجْمِ فَقَالَ صَدَقْتَ — نے کہا کہ عبداللہ بن سلام
يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا — نے سچ کہا ہے اے محمدؐ
اٰيَةُ الرَّجْمِ — اس میں آیت آیت رجم
فَاَمَرَ بِهِمَا — ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ — نے ان دونوں کے بارے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — میں رجم کا حکم دیا تو انہیں رجم
فَرُجِمَا وَفِيْ — کیا گیا اور ایک روایت میں
رِوَايَةٍ قَالَ — ہے کہ عبداللہ ابن سلام
اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ — نے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹا پھر
فَاِذَا فِيْهَا — اس نے ہٹایا تو اس تورات
اٰيَةُ الرَّجْمِ — میں آیت رجم چمک رہی
تَلُوْحُ فَقَالَ يَا — تھی پھر ان میں سے ایک
مُحَمَّدُ اِنَّ — نے کہا کہ محمدؐ اس میں آیت

Marfat.com

فِيهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ	رجم ہے لیکن ہم نے اسے
وَلٰكِنَّهَا نُكَاتِمُهٗ	اپنے مابین چھپایا ہوا ہے
بَيْنَنَا فَاَمَرَ	پھر آپ نے ان دونوں
بِهِمَا فَرُجِمَا	کے بارے میں حکم دیا پھر
(متفق علیہ)	انہیں رجم کیا گیا۔

تشریح

اس حدیث پاک کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی جو آپ کے پاس زنا کا قضیہ لائے تھے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں ان کے دین کی بہ نسبت آسان سزا ہو مگر بارش سے بھاگے پرنالے کے نیچے آگئے جس سخت سزا کو انہوں نے مدتوں سے چھپایا ہوا تھا وہی بھگتنی پڑی اور انہوں نے اس موقعہ پر بھی اس سزا کو چھپانے کی بہتیری کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے حق کو ظاہر کیا اور حضرت عبداللہ ابن سلام کی زبان سے اس کی گواہی دلا دی اور حضرت عبداللہ ابن سلام دراصل یہود کے بڑے بلند پایہ عالم تھے اور بہ مشرف باسلام ہو چکے تھے اس لیے یہ آیت رجم ان کو انہوں نے چھپانے نہیں دی جس کا بعد میں انہوں نے خود اعتراف کیا بہر حال اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی یہ ہی حکم تھا۔

Marfat.com

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنَا اِذَا اَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ

(متفق علیہ)

اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو حق دے کر بھیجا ہے اور ان پر کتاب اتاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اتارا ہے اس میں آیت رجم بھی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے اور رجم اللہ کی کتاب میں برحق ہے ہر اس شخص پر جو زنا کرے جب کہ محصن ہو خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ گواہ قائم ہوں یا زنا کا حمل ہو یا اعتراف ہو (یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے)

تشریح

اس حدیث پاک میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا!

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنَا اِذَا اَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو حق دے کر بھیجا ہے اور ان پر کتاب اتاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اتارا ہے اس میں آیت رجم بھی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے اور رجم اللہ کی کتاب میں برحق ہے ہر اس شخص پر جو زنا کرے جب کہ محصن ہو خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ گواہ قائم ہوں یا زنا کا حمل ہو یا اعتراف ہو (یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے)

تشریح

اس حدیث پاک میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی ہے
اس میں رجم کی آیت ہے اور وہ برحق ہے اس کے متعلق محدثین کی
رائے گرامی تو یہ ہے کہ اصل تو آیت کریمہ یہ تھی اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ
اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا الْبَتَّۃَ نکالا من اللہ واللہ عزیز
حکیم یعنی بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب باہم زنا کریں تو ان
کو ضرور رجم کرو اللہ کی طرف سے یہ عبرت ہے اللہ سب پر غالب حکمت
والا ہے لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے مگر اس کا حکم باقی ہے
اس پر خود جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل موجود ہے اور اسی طرح
آپ کے خلفاء کا عمل بھی موجود ہے اور یہ تواتر سے ثابت ہے اور
بوقت تحریر احقر کے ناقص ذہن میں یہ توجیہہ بھی آئی ہے کہ چونکہ قرآن
کریم پہلی انبیاء علیہم السلام پر اتاری ہوئی کتابوں کا مُصَدِّق ہے اور اس
کی تفصیل یہ ہے کہ توحید رسالت قیامت یہ تو تینوں عقائد تمام انبیاء
علیہم السلام کے اتفاقی ہیں اور اسی طرح نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ یہ
اصولِ دین بھی اتفاقی ہیں اور جو اصول اتفاقی ہیں ان پر عمل کرنا ضروری
ہے اور جن کو منسوخ کر دیا ہے ان پر عمل کرنے کی اس امت کو اجازت
نہیں اور رجم کے متعلق اس حدیث سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے
کہ آیت رجم تورات میں تھی جس کی تصدیق یہود کے جید علماء نے کی اور
اس کے منسوخ ہونے کی کوئی آیت قرآن میں نہیں اتاری گئی اور قرآن
میں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ
وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یعنی ایمان دار وہ لوگ ہیں جو ایمان
لاتے ہیں اس کتاب پر جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں

پہلی ایمان لاتے ہیں جو آپ سے قبل اتاری گئی ہیں اور اس طرح کی اور بھی کئی آیات ہیں۔ پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ پہلی کتابوں کے وہ تمام احکامات جو قرآن نے منسوخ نہیں کئے ان پر ایمان لانا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور آیت رجم کو چونکہ منسوخ تو نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کے بموجب حکم رجم باقی ہے اور اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے بہرحال جمہور محدثین کی رائے گرامی اور اس ناچیز کی اس توجیہہ کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو حکم رجم کی قطعیت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

بہرحال یہ مذکورہ سزا اس صورت میں ہے کہ جب چار گواہ گواہی دے دیں کہ فلاں آدمی اور عورت نے زنا کیا ہے اور اگر چار گواہ نہ ہوں ایک دو یا تین ہوں تو ان کی گواہی سے یہ مذکورہ حد نہیں لگائی جائے گی اس کے علاوہ اور جو سزا حکومت مناسب سمجھے دے سکتی ہے۔

زانی مرد یا عورت چار مرتبہ زنا کا از سر خود اعتراف کریں تب بھی ان پر حد نافذ ہوگی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے
قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی	روایت ہے انہوں نے
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	فرمایا کہ جناب نبی صلی اللہ
رَجُلٌ وَهُوَ فِیْ	علیہ وسلم کے پاس ایک
الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ یَا	آدمی آیا اور وہ مسجد میں تھے

Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ زَنَیْتُ
فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
فَتَنَحّٰی لِشِقِّ وَجْهِهٖ
الَّذِیْ اَعْرَضَ
قِبَلَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ
زَنَیْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا
شَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ
دَعَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ اَبِكَ جُنُوْنٌ
قَالَ لَا فَقَالَ اَحْصَنْتَ
قَالَ نَعَمْ یَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ
اِذْهَبُوْا بِهٖ
فَارْجُمُوْهُ قَالَ اِبْنُ
شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ
مَنْ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ
عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ

پھر اس نے انہیں بلایا یا
رسول اللہ بے شک میں نے
زنا کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس کی طرف سے
منہ پھیرا پھر آیا وہ اس کی
طرف جدھر آنحضرت کا چہرہ
تھا پھر کہا بے شک میں نے
زنا کیا ہے پس پھیرا جناب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کی طرف سے اپنا منہ
پھر جب اس نے چار مرتبہ
گواہی دی تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسے بلایا پس فرمایا
کیا تو پاگل ہے اس نے کہا
نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تو
شادی شدہ ہے اس نے کہا ہاں
یا رسول اللہ فرمایا آپ نے
لے جاؤ اسے پھر اس کو رجم
کرو کہا ابن شہاب نے خبر دی
مجھے اس نے جس نے سنا
جابر بن عبداللہ سے وہ فرماتے

Marfat.com

فَرَجَمْنَاهُ بِالْمَدِيْنَةِ
فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ
الْحِجَارَةُ هَرَبَ
حَتّٰى اَدْرَكْنَا بِالْحَرَّةِ
فَرَجَمْنَاهُ حَتّٰى
مَاتَ۔
(متفق علیہ)

تھے پھر رجم کیا ہم نے اسے
مدینہ میں پس جب اسے
پتھر لگے تو بھاگا یہاں تک
کہ پایا ہم نے اس کو سنگستان
میں پھر ہم نے اس کو رجم
کیا یہاں تک کہ مر گیا (یہ
حدیث بخاری و مسلم کی اتفاقی
ہے)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیْ
عَنْ جَابِرٍ بَعْدَ
قَوْلِهٖ نَعَمْ فَاَمَرَ
بِهٖ فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰی
فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ
الْحِجَارَةُ فَرَّ فَاُدْرِكَ
فَرُجِمَ حَتّٰی
مَاتَ فَقَالَ
لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
خَیْرًا وَصَلّٰی
عَلَیْهِ

اور بخاری کی ایک روایت
میں ہے جو جابر سے ہے
بعد اس کے قول کے ہاں
پھر حکم دیا آپ نے اس
کے بارے میں پھر اس کو
جنازگاہ میں رجم کیا گیا پھر
جب اس کو پتھر لگے تو
بھاگا پھر وہ پکڑا گیا پھر رجم
کیا گیا یہاں تک کہ مر گیا پھر
اس کے متعلق نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اچھا فرمایا
اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

وعن بریدة قال

اور حضرت بریدہ سے

Marfat.com

جَاءَ مَاعِزُ ابْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ اِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَالِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ اُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے انہوں نے
فرمایا کہ ماعز بن مالک جناب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئے پھر عرض کیا یا
رسول اللہ مجھے پاک کر دیں
پھر فرمایا آپ نے افسوس
تجھ پر واپس جا اللہ سے
ما معافی مانگ اور اس کی
طرف توبہ کر۔ راوی نے
کہا پھر وہ تھوڑی دور تک گیا
پھر آیا پس عرض کیا یا رسول اللہ
آپ مجھے پاک کر دیں پھر
فرمایا جناب نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسی طرح یہاں تک
جب چوتھی بار آیا تو فرمایا اسے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کس جرم میں پاک کروں میں
تجھے اس نے کہا زنا سے،
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کیا یہ مجنوں ہے پھر
آپ کو بتایا گیا کہ وہ مجنوں نہیں

اَبِهٖ جُنُوْنٌ فَاَخْبَرَ — ہے پس فرمایا آپ نے کیا
اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ — اس نے شراب پی ہے
فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا — پس اُٹھا ایک آدمی پھر اس
فَقَامَ رَجُلٌ — کے مُنہ کو سونگھا پس نہ پائی
فَاسْتَنْكَهَهٗ فَلَمْ — اس نے بُو شراب کی پھر
يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ — فرمایا آپ نے کہا تو نے
خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَيْتَ — زنا کیا ہے اس نے کہا ہاں
قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ — پھر حکم دیا آپ نے اس
بِهٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا — کے بارے میں پھر اسے رجم
يَوْمَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً — کیا گیا پھر ٹھہرے وہ لوگ دو
ثُمَّ جَآءَ رَسُوْلُ — دن یا تین دن پھر آئے جناب
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — پھر فرمایا آپ نے معافی مانگو
فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِمَا — تم اللہ سے واسطے ماعز بن
عِزِّ ابْنِ مَالِكٍ لَقَدْ — مالک کے تحقیق اس نے
تَابَ تَوْبَةً لَوْ — اتنی بڑی توبہ کی ہے اگر
قُسِمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ — اسے امت کے درمیان تقسیم
لَوَسِعَتْهُمْ ثُمَّ — کر دیا جائے تو اسے پوری
جَآءَتْهُ اِمْرَاَةٌ — ہو جائے پھر آئی آپ کے
مِنْ غَامِدٍ — پاس ایک عورت غامدی قبیلہ
مِنَ الْاَزْدِ فَقَالَتْ — ازد کی پھر اس نے کہا اے

Marfat.com

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ اللہ کے رسول آپ مجھے
فَقَالَ وَيْحَكِ اِرْجِعِيْ پاک کریں پھر آپ نے فرمایا تجھ
فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ پر افسوس ہے واپس جا اللہ
وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ سے معافی مانگ اور اس کے
فَقَالَتْ تُرِيْدُ اَنْ دربار میں توبہ کر پھر اس نے
تَرُدَّنِيْ كَمَا رَدَدْتَ کہا کیا آپ مجھے لوٹانا چاہتے
مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ ہیں جس طرح آپ نے ماعز
اَنَّهَا حُبْلٰى مِنَ بن مالک کو لوٹایا ہے بیشک
الزِّنَا فَقَالَ اَنْتِ وہ تو زنا سے حاملہ ہے پھر
فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ آپ نے فرمایا تو اس نے
لَهَا حَتّٰى تَضَعِيْ مَا کہا ہاں آپ نے اسے فرمایا
فِيْ بَطْنِكِ یہاں تک کہ جنے تو وہ جو
قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ تیرے پیٹ میں ہے راوی
مِنَ الْاَنْصَارِ نے کہا پھر کفیل بنا اس کا ایک
حَتّٰى وَضَعَتْ فَاَتَى آدمی انصار میں سے یہاں
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تک کہ جنا اس نے پھر آیا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ پاس پھر کہا اس نے تحقیق جنا
الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ ہے غامدیہ نے پس کہا آپ
اِذًا لَا نَرْجُمُهَا نے اس وقت ہم اسے رجم
وَنَدَعُ وَلَدَهَا نہیں کریں گے اور چھوڑیں

ضَعِيْرًا لَيْسَ لَهٗ مَنْ — گے ہم اس کا بچہ چھوڑتا نہیں
يُرْضِعُهٗ فَقَامَ — ہے کوئی جو اس کو دودھ
رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ — پلائے پھر کھڑا ہوا ایک
فَقَالَ اِلَيَّ رِضَاعُهٗ — آدمی انصار میں سے پھر اس
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَقَالَ — نے کہا مجھ پر ہے اسے
فَرْجُمْهَا وَفِيْ — دودھ پلانا اے اللہ کے
رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ — نبی پھر اسے رجم کیا گیا اور
لَهَا اِذْهَبِيْ حَتّٰى — ایک روایت ہے کہ آپ
تَلِدِيْ فَلَمَّا وَلَدَتْ — نے اسے فرمایا چلی جا یہاں
فَقَالَ اِذْهَبِيْ فَأَرْضِعِيْهِ — تک کہ تو جنے پس جب
حَتّٰى تُفْطِمِيْهِ — اس نے جنا آپ نے فرمایا
فَلَمَّا فَطَمَتْهُ — چلی جا اسے دودھ پلا یہاں
اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ — تک کہ اس کا دودھ چھڑائے
فِيْ يَدِهٖ كِسْرَةٌ — پس جب اس نے اس
خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا — کا دودھ چھڑایا لائی آپ کے
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ — پاس بچہ اس کے ہاتھ میں
فَطَمْتُهٗ وَقَدْ — روٹی کا ٹکڑا تھا پس کہا اس
اَكَلَ الطَّعَامَ — نے یہ ہے اے اللہ کے
فَدَفَعَ الصَّبِيَّ — نبی تحقیق میں نے اس کا
اِلٰى رَجُلٍ — دودھ چھڑا دیا ہے اور یقیناً
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ — وہ کھانا کھاتا ہے پس دیا

Marfat.com

ثُمَّ اَمَرَ بِهَا — آپ نے وہ بچہ ایک آدمی
فَحُفِرَ اِلٰی — کو مسلمانوں میں سے پھر حکم
صَدْرِهَا وَاَمَرَ — دیا اس کے بارے میں پھر
النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا — گڑھا کھودا گیا اس کے سینے
فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ — تک اور حکم دیا آپ نے
الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ — لوگوں کو پھر انہوں نے اس
فَرَمَا رَأْسَهَا — کو رجم کیا پس آگے بڑھے
فَتَنْفَحُ الدَّمُ — خالد بن ولید ساتھ پتھر کے
عَلٰی وَجْهِ — پھر مارا اس کے سر پہ پس
خَالِدٍ فَسَبَّهَا — چھینٹے پڑے خون کے خالد
فَقَالَ النَّبِيُّ — کے چہرے پہ پھر اس نے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — اس عورت کو برا کہا پس
وَسَلَّمَ مَهْلًا — فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
يَا خَالِدُ فَوَالَّذِيْ — نے خالد اسے مہلت دو (برا
نَفْسِيْ بِيَدِهٖ — نہ کہو) پس قسم ہے اس
لَقَدْ تَابَتْ — ذات کی میری جان اسکے
تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا — ہاتھ میں ہے اس نے یقیناً
صَاحِبُ مَكْسٍ — ایسی توبہ کی ہے کہ اگر توبہ
لَغُفِرَ لَهٗ ثُمَّ — کرے محصول لینے والا تو
اَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى — اس کی بخشش کی جائے پھر
عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ — حکم دیا اس کے بارے میں

Marfat.com

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

پھر نماز جنازہ پڑھائی اس کی اور دفن کر دی گئی۔

تشریح

حدیث ابی ہریرہ اور بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مجموعی طور پر تیرہ ۱۳ مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت غامدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دُرّوں کی سزا نہیں دی انہیں صرف رجم ہی کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث میں ایسے مجرمین کے لیے جو رجم اور درّوں کی دو سزاؤں کا ذکر ہے وہ دونوں ضروری نہیں ہیں صرف رجم ہی ضروری ہے اگر رجم کے ساتھ دُرّوں کی سزا بھی ضروری ہوتی، تو جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نافذ کرتے یا اگر دُرّوں کی سزا ضروری ہوتی اور رجم کی ضروری نہ ہوتی تو صرف دُرّوں کی نافذ کرتے پس معلوم ہوا کہ ضروری جو ہے وہ صرف رجم کی ہے اس لیے اسے نافذ کیا اور۔

دوسرا مسئلہ ان دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایسے جرم کا مرتکب از سرِ خود قاضی کے سامنے اپنے اس جرمِ سیاہ کا اعتراف کرے تو نفس اعتراف سے اس پر یہ حد جاری نہیں کی جائیگی جب تک کہ وہ چار دفعہ اعتراف نہ کرے اور یہ چار دفعہ کا اعتراف جو ہے یہ درحقیقت چار گواہوں کی گواہی کے قائم مقام ہے جو اس باب میں شرط ہے اور تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی ایسے جرم کا اعتراف کرے تو قاضی پہلے اس کو ٹالنے کی کوشش کرے

Marfat.com

اس سے روگردانی کرے جیسا جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ کے ساتھ کیا اور چوتھا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص قاضی کی اتنی روگردانی کے باوجود اپنے آپ کو اس سنگین سزا کے لیے پیش کرے تو پھر بھی قاضی اس کے حالات دریافت کرے ڈاکٹر سے اس کا دماغی معائنہ کرائے اس کے گھر کے حالات معلوم کرائے کیا گھریلو حالات سے تنگ آکر خودکشی تو نہیں کرنا چاہتا یا کیا وہ منشیات کا عادی تو نہیں ہے اگر اس میں یہ مذکورہ خامیاں ہوں تو پھر اس کو رجم نہیں کیا جائے گا اور اگر یہ نہ ہوں تو پھر اسے رجم کر دیا جائے گا۔ اور پانچواں مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر زانیہ عورت حاملہ ہو تو جب تک اس کا بچہ پیدا ہو کر کھانے پینے کے قابل نہ ہو جائے تب تک اس کو رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ اگر بچہ پیٹ میں ہوتے ہوئے اسے رجم کیا جائے تو اس کے ساتھ اس بے قصور بچے کا قتل ہوگا جو ظلم ہے اور پیدائش کے بعد اگر اسے رجم کر دیا جائے تو بھی اس بچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لیے جب تک یہ بچہ کھانا کھانے کے قابل نہ ہو اس وقت تک اس کی اس ماں کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ اور چھٹا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ عورت مزنیہ کو سرِعام کھڑا کر کے رجم نہیں کرنا بلکہ اس کے لیے ازبین میں ایک گہرا گڑھا کھود کر اس میں اسے بٹھا کر رجم کیا جائے گا کیونکہ اس طریق کار سے اس کا ستر کھل جانے کا اندیشہ نہیں ہے اور اگر سرِعام اس کو سزا دی جائے تو اس کا ستر کھل جانے کا خطرہ ہے اس لیے اسکی بے حرمتی ہوگی جو شرعاً ممنوع ہے اور ساتواں مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ رجم کے لیے زانی مرد یا زانیہ عورت کا محصن ہونا ضروری ہے اگر وہ محصن نہیں،

Marfat.com

ہوں گے تو انہیں رجم نہیں کیا جائے گا اور محصن اسے کہتے ہیں کہ وہ آزاد ہو عاقل بالغ ہو مسلمان ہو اور آزاد مسلمان عورت سے نکاح کیا ہو اور وہ نکاح صحیح بھی ہو فاسد نہ ہو اور میاں بیوی ہم بستری بھی کر چکے ہوں اور آٹھواں[۸] مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو قاضی کے سامنے آکر از سر خود پیش کرے اور اپنے اس جرم سیاہ کا اعتراف کرے اور یوں کہے کہ آپ مجھے پاک کریں مجھ پہ یہ سزا شرعی نافذ کریں تو یہ اس شخص کی توبہ ہے اور یہ سب سے اونچی توبہ ہے اور نواں[۹] مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اس شخص کے دل میں خدا کا ڈر ہے خوف ہے تب ہی تو وہ اپنے آپ کو اتنی سنگین سزا کے لیے پیش کرتا ہے اور دسواں[۱۰] مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اس کی نماز جنازہ بھی مسلمانوں کو پڑھنا چاہیئے یہ نہیں کہ اس جرم کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ ترک کر دیں اور خصوصاً جب کہ اس نے اتنی عظیم توبہ بھی کی ہے اور گیارھواں[۱۱] مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے علاوہ بھی اس کے لیے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیئے اور بارھواں[۱۲] مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کو اب اپنی مجالس میں اس کی مذمت نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ایسا برا تھا زنا کار تھا وغیرہ وغیرہ اور تیرھواں[۱۳] مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اب مسلمانوں کو اپنی مجالس میں اس کی تعریف کرنا چاہیئے کہ اس کا یہ عظیم کارنامہ ہے بڑی اونچی قربانی ہے اس نے صدق دل سے توبہ کی ہے اللہ تعالیٰ سب کو ایسی سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

Marfat.com

اگر زنا کا معترف حد قائم ہونے سے پہلے یا درمیان میں منحرف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائیگی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ مَا عِزُ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَمَرَ بِهٖ فِی الرَّابِعَةِ فَاُخْرِجَ اِلَی الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ماعز اسلمی جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر کہا کہ بے شک اس نے زنا کیا ہے پھر آپ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر آیا وہ دوسری جانب سے پس کہا بے شک اس نے زنا کیا ہے پھر آپ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر آیا وہ دوسری جانب سے پس کہا یا رسول اللہ بے شک اس نے زنا کیا ہے پھر حکم دیا آپ نے اس کے بارے میں چوتھی مرتبہ پھر اس کو نکالا گیا طرف سنگستان کے پھر اسے رجم کیا

فَلَمَّا وَجَدَ — گیا ساتھ پتھروں کے پس
مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ — جب لگے اس کو پتھر تو
يَشْتَدُّ حَتّٰى مَرَّ — بھاگا تیزی سے یہاں تک
بِرَجُلٍ مَعَهٗ لَحْيُ — کہ گزرا ایک آدمی کے پاس
جَمَلٍ فَضَرَبَهٗ — سے اور اس کے پاس اونٹ
بِهٖ وَضَرَبَهُ — کے جبڑے کی ہڈی تھی پس
النَّاسُ حَتّٰى مَاتَ — مارا اس نے اسے اس سے
فَذَكَرُوْا ذَالِكَ — اور مارا اسے لوگوں نے بھی
لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى — یہاں تک کہ مر گیا پھر ذکر کیا انہوں
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ
اَنَّهٗ فَرَّ حِيْنَ — علیہ وسلم کے سامنے کہ
وَجَدَ مَسَّ — بے شک وہ بھاگا جب پایا
الْحِجَارَةِ وَمَسَّ — اس نے چھونا پتھروں کا
الْمَوْتِ فَقَالَ — اور چھونا موت کا پس فرمایا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نے کیوں نہیں چھوڑ دیا تم
هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ — نے اس کو ! یہ روایت
(رواہ الترمذی وابن ماجہ) — ترمذی اور ابن ماجہ کی ہے)
وَفِيْ رِوَايَةٍ هَلَّا — اور ایک روایت میں ہے
تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ — کیوں نہیں چھوڑا تم نے اس
اَنْ يَتُوْبَ فَيَتُوْبُ — کو شاید کہ وہ توبہ کرتا پس اللہ

Marfat.com

اللہ علیہ
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ
کتاب الحدود سے منقول ہیں)

اس کی توبہ قبول فرماتا۔

تشریح

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم نے اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیا اس کا مقصد یہ ہے کہ جس شخص نے قاضی کے سامنے اپنے جرم زنا کا اعتراف کیا ہو اور قاضی نے پھر اسے رجم کرنے کا فیصلہ دے دیا ہو اور جلادوں نے اسے رجم کرنا شروع کر دیا ہو اور وہ مجرم اس سزا کی تکلیف محسوس کر کے اس سزا سے اگر بھاگے تو پھر اسے بقیہ سزا نہیں دینا چاہیئے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا کا معترف اگر حد جاری ہونے سے قبل ہی رجوع کر لے مثلاً یوں کہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا وغیرہ ذالک تو پھر بھی اس سے یہ حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ جب دورانِ سزا رجوع کرنے سے اس کی بقیہ سزا جاری کرنے کی اجازت نہیں تو حد جاری ہونے سے پہلے اگر رجوع کرے تو پھر یقیناً یہ سزا اس پر جاری نہیں ہونا چاہیئے اور صحابہؓ نے جو رجوع کرنے کے بعد اس پر بقیہ سزا جاری کی جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھا اس لیے انہیں قاتل نہیں کہا جا سکتا ہے بہرحال اس حد کے ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدود کے سلسلہ میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ حدود کسی بھی شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی لیے زانی کے اعتراف کے وقت بھی اسے ٹالنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا ذہنی توازن وغیرہ دیکھا جاتا ہے اور یہاں حد جاری ہونے سے

Marfat.com

قبل یا دورانِ حد اگر وہ رجوع کرتا ہے تو اس میں بھی ایک طرح کا شبہ تو ہو سکتا ہے کہ شاید اس نے کسی اور جذبے کے تحت ایسا اعتراف کیا ہو اس لیے رجُوع کی صورت میں اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

زانی اور زانیہ جماع کریں تب حد لازم ہوگی

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَتٰى مَاعِزُ ابْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ فَقَالَ لَهٗ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْ غَمَزْتَ اَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَتِكْتُهَا لَا يَكْنِيْ قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذَالِكَ اَمَرَ بِرَجْمِهٖ

(بخاری)

اور حضرت عباس سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب ماعز ابن مالک جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اسے فرمایا شاید کہ تُو نے اسے بوسہ دیا ہوگا یا اسے چھُوا ہوگا یا دیکھا ہوگا اس نے کہا نہیں یا رسُول اللہ پھر آپ نے فرمایا کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے آپ نے کنایہ نہیں استعمال کیا اس نے کہا ہاں پھر اس وقت آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری)

Marfat.com

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کو صرف بوسہ دے دے یا صرف ہاتھ لگا دے یا صرف دیکھ لے خواہ برہنہ کی حالت کیوں نہ ہو اس سے اس پر حد جاری نہیں ہو گی کیونکہ یہ اسباب زنا ہیں زنا نہیں ہے اگرچہ مجازی طور پر ان اسباب پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے مگر حقیقی زنا نہیں اور حد کے لیے حقیقی زنا ہونا ضروری ہے۔

وَعَنْ يَزِيْدَ ابْنِ	حضرت یزید بن نعیم بن ھزال
نُعَيْمِ ابْنِ هَزَالٍ عَنْ	سے روایت ہے انہوں نے
اَبِيْهِ قَالَ كَانَ	اپنے دادا سے نقل کیا ہے
مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ	انہوں نے فرمایا ماعز بن مالک
يَتِيْمًا فِيْ حِجْرِ	یتیم تھے میرے باپ کی پرورش
اَبِيْ فَاَصَابَ جَارِيَةً	میں تھے پھر زنا کیا اس نے
مِنَ الْحَيِّ فَقَالَ لَهٗ	قبیلہ کی ایک لڑکی سے پھر
اَبِيْ اِئْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ	اسے میرے باپ نے کہا کہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ	وسلم کے پاس جاؤ انہیں بتاؤ
بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهٗ	جو تم نے کیا ہے شاید وہ
يَسْتَغْفِرُ لَكَ	تمہارے لیے معافی مانگ
وَاِنَّمَا يُرِيْدُ	لیں اور بے شک انکی اس

Marfat.com

بِذَالِكَ رَجَاءَ اَنْ — سے یہ امید تھی کہ اس کے
يَّكُوْنَ لَهٗ مَخْرَجًا — لیے کوئی راہ نکل آئے گی
فَاَتَاهُ فَقَالَ يَا — پھر وہ آپ کے پاس آیا اور
رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ — کہا یارسول اللہ میں نے زنا
زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ — کیا ہے آپ مجھ پر اللہ کی
كِتَابَ اللّٰهِ فَاَعْرَضَ — کتاب کا حکم قائم کریں تو آپ
عَنْهُ فَعَادَ فَقَالَ — نے اس سے منہ پھیرا وہ پھر
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ — لوٹا اور کہا یارسول اللہ میں
زَنَيْتُ فَاَقِمْ — نے زنا کیا ہے آپ مجھ پر
عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ — اللہ کی کتاب کا حکم قائم کریں
حَتّٰى قَالَهَا اَرْبَعَ — یہاں تک کہ اس نے چار
مَرَّاتٍ قَالَ رَسُوْلُ — مرتبہ ایسا کہا رسول اللہ صلی
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک
وَسَلَّمَ اِنَّكَ قَدْ — تو نے چار مرتبہ کہا ہے بتا
قُلْتَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ — کس سے زنا کیا ہے اس نے
فَبِمَنْ قَالَ بِفُلَانَةٍ — کہا کہ فلاں عورت سے آپ
قَالَ هَلْ ضَاجَعْتَهَا — نے فرمایا اس کے ساتھ تم
قَالَ نَعَمْ قَالَ — لیٹے تھے اس نے کہا ہاں
هَلْ بَاشَرْتَهَا — آپ نے فرمایا اس کے بدن
قَالَ نَعَمْ قَالَ — سے تم نے اپنا بدن ملایا تھا
هَلْ جَامَعْتَهَا — اس نے کہا ہاں آپ نے

Marfat.com

قَالَ نَعَمْ قَالَ
فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ
يُرْجَمَ فَاُخْرِجَ
بِهٖ اِلَى الْحَرَّةِ
فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ
مَسَّ الْحِجَارَةِ فَجَزِعَ
فَخَرَجَ يَشْتَدُّ
فَلَقِيَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ
ابْنُ اُنَيْسٍ وَ قَدْ عَجَزَ
اَصْحَابُهٗ فَنَزَعَ
لَهٗ بِوَظِيْفِ بَعِيْرٍ
فَرَمَاهُ بِهٖ فَقَتَلَهٗ
ثُمَّ اَتَى
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذَكَرَ ذَالِكَ
فَقَالَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ
لَعَلَّهٗ اَنْ يَتُوْبَ
فَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

فرمایا تو نے اس سے جماع
کیا تھا اس نے کہا ہاں راوی
نے کہا پھر آپ نے حکم دیا اس
کو رجم کرنے کا پھر اسے نکالا
گیا طرف سنگستان کے
پس جب اسے رجم کیا گیا پس
پائی اس نے تکلیف پتھروں
کی تو گھبرایا اور بڑی تیزی کے
ساتھ وہاں سے بھاگا پھر
ملے اس کو عبداللہ بن انیس
اور اس کے ساتھی عاجز آ
گئے تھے پھر اس نے اس
کے لیے اُونٹ کی ہڈی نکالی
اس سے اس کو مارا پھر اسے
قتل کر دیا پھر آئے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پھر ذکر کیا گیا آپ
کے سامنے اس کا تو آپ
نے فرمایا تم نے کیوں نہیں
اسے چھوڑا شاید وہ توبہ کرتا
اللہ اس کی توبہ قبول کرتا۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

(ابوداؤد)

Marfat.com

تشریح

اس حدیث پاک سے پہلی حدیث کے مضمون کی تائید ہو رہی ہے کیونکہ جب حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو چار مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے فوراً اس پر حد نافذ کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا بلکہ پہلے اس سے تفصیل پوچھی ہے کہ تُو نے کس سے زنا کیا ہے اس کے ساتھ تم لیٹے بھی تھے س کے بدن سے اپنا بدن ملایا تھا اور آخر میں پوچھا کہ کیا تم نے اس سے جماع بھی کیا تھا یعنی اس کی شرمگاہ میں اپنا آلۂ تناسل داخل کیا تھا جب اس کا بھی اعتراف کیا تب آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا معلوم ہوا کہ صرف عورت کو دیکھنے سے یا اس کے بدن کو چھُونے سے یا اس کے ساتھ لیٹ جانے سے اگر حد واجب ہو جاتی تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماع کے بارے میں اس سے نہ پوچھتے جب اس نے اس کے ساتھ لیٹنے کا جب اعتراف کیا تھا فوراً اس پر حد نافذ فرما دیتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ جماع کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ شرعی حد کے لیے یہ ضروری ہے کہ زانی نے اس سے جماع بھی کیا ہو۔

غلط فہمی میں دُروں کی حد لگ جانے سے رجم ساقط نہیں ہوتی

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ — اور حضرت جابرؓ سے روایت

Marfat.com

رَجُلاً زَنَا بِامْرَاَةٍ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ اُخْبِرَ اَنَّہٗ مُحْصَنٌ فَاَمَرَ بِہٖ فَرُجِمَ

(مشکوٰۃ کتاب الحدود)

ہے کہ بے شک ایک آدمی نے ایک عورت سے زنا کیا پھر جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے دُرّے مارے گئے پھر پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے پھر آپ نے حکم دیا تو اسے رجم کیا گیا

(ابو داؤد)

تشریح

اس حدیث میں جس شخص پر دُرّوں کی سزا نافذ کرنے کا ذکر ہے اس میں یہ تو نہیں کہ آپ نے اس کے معاملہ میں تحقیق بھی کی تھی یا نہ لیکن دوسری احادیث میں ایسے کیسوں میں جب تحقیقات کا ذکر ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحقیق کی ہوگی۔ تب ہی تو اس پر دروں کی سزا نافذ فرمائی ہوگی مگر باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہوگا کہ پہلی تحقیق میں غلطی ہوگئی ہے تو پھر آپ نے اس پر رجم کی حد جاری کی تو معلوم ہوا کہ غلط فہمی کی وجہ سے اگر کوئی حاکم کم درجہ کی سزا نافذ کردے اور بعد میں پتہ چلا کہ پہلی تحقیق غلط ہے دوسری صحیح ہے جو اہم ہے اور وجوب کا درجہ رکھتی ہے تو اسے بھی نافذ کردے سابقہ غلطی کی وجہ سے یہ حد ساقط نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

Marfat.com

زنا بالجبر سے حد لازم نہیں ہوتی

وَعَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ اُسْتُكْرِهَتْ اِمْرَاَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَاَ عَنْهَا الْحَدَّ وَاَقَامَهُ عَلَى الَّذِيْ اَصَابَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهُ جَعَلَ لَهَا مَهْرًا (رواه الترمذی)

اور حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت سے زبردستی زنا کیا گیا تو آپ نے اس سے حد ہٹا دی تھی اور اس پر حد قائم کی جس نے اس سے زنا کیا تھا اور راوی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے اس عورت کے لیے مہر مقرر کیا تھا (ترمذی)

وَعَنْهُ اَنَّ اِمْرَاَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا

اور ان ہی سے نقل ہے کہ بے شک ایک عورت جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو اس کو ایک آدمی ملا پھر اس نے اس کو ڈھانپ لیا پھر اس نے اپنی حاجت پوری کی اس سے پھر وہ چلائی اور

Marfat.com

فَصَاخَتْ وَانْطَلَقَ — وہ چلا گیا اور گزری ایک
وَمَرَّتْ عَصَابَةٌ — جماعت مہاجرین میں سے
مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ — پس کہا اس عورت نے
فَقَالَتْ اِنَّ ذَالِكَ — بے شک اس فلاں آدمی
الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ — نے میرے ساتھ ایسا کیا
كَذَا وَكَذَا فَاَخَذُوْ — پھر انہوں نے اس آدمی کو
الرَّجُلَ فَاَتَوْا بِهٖ — پکڑ لیا پھر وہ اسے رسول اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى — صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — لائے پس آپ نے فرمایا اس
فَقَالَ لَهَا اِذْهَبِيْ — عورت کو تو چلی جا بے شک
فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ — اللہ نے تجھے معاف کر دیا
لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ — ہے اور اس شخص کے بارے
الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا — میں فرمایا جس نے اس سے
اُرْجُمُوْهُ وَقَالَ — زنا کیا کہ اس کو رجم کر دو اور
لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً — آپ نے فرمایا یقیناً اس نے
لَوْ تَابَهَا اَهْلُ — ایسی توبہ کی ہے اگر مدینہ
الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ — والے توبہ کرتے تو ان کی
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے — طرف قبول کی جاتی (ترمذی ابوداؤد)
منقول ہیں)

تشریح

ان دونوں احادیث کا ماحصل اور لب لباب یہ ہے کہ اگر کسی

عورت سے جبراً زنا کیا گیا ہو تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرد کو کوئی زنا پر مجبور کرے یعنی قتل وغیرہ کی اس کو دھمکی دے اور وہ جان بچانے کے لیے اگر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسی پر بھی حد واجب نہیں ہوگی ۔

لوطی کی سزا کا بیان

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا	اور جب ہمارے بھیجے ہوئے
لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ	لُوط کے پاس پہنچے تو اُن کے آنے
بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ	سے وہ غمگین ہوا اور دل میں تنگ
هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝	ہوا اور کہا کہ آج کا دن بڑا سخت
وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ	ہے ۔ اور اس کی قوم اس کے
يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ	پاس بے اختیار دوڑتی ہوئی آئی ۔
قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	اور یہ لوگ اس سے پہلے بھی بُرے
السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ	کام کیا کرتے تھے ۔ اس نے کہا
هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ	اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں
اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا	وہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں
اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ	پس اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے
ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ	مہمانوں میں رُسوا نہ کرو کیا تم میں
رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا	سے کوئی بھلے مانس آدمی نہیں ہیں
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ	انہوں نے کہا کہ یقیناً تجھے پتہ
بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ	ہے کہ تیری بیٹیوں سے ہمیں کوئی

لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ غرض نہیں ہے اور یقیناً تو ہمارے
قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ ارادوں کو جانتا ہے اس نے کہا
بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ افسوس تمہارے مقابلے کے
اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۝ قَالُوْا لیے میرے پاس کوئی طاقت ہوتی
یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ یا میں کسی زبردست سہارے کی
لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ پناہ میں چلا جاتا ۔ ان رسولوں نے
بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ کہا اے لوط بے شک ہم تیرے
الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ
مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے
اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ نکل جاؤ تم اپنی اہل کو لے کر رات
اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ کے کچھ حصہ میں اور تم میں کوئی
مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی بیشک
اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝ اس پر بھی وہی مصیبت آنے والی
فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ہے جو ان پر آئے گی ان کے
جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح
وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا قریب نہیں پس جب ہمارا حکم
حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ آگیا ہم نے وہ بستیاں الٹ دیں
مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا
عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا شروع کئے جو لگاتار گر رہے
هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تھے جن کا خاص نشان تھا تیرے
بِبَعِیْدٍ (سورۃ ہود آیت ۷۷ تا ۸۳) رب کی طرف سے اور وہ پتھر

Marfat.com

(سورہ ھود)

ظالموں سے دور نہیں ۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ تَجْهَلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ (سورۃ نمل آیت ۵۴ تا ۵۸)

اور لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا = کیا تم بے حیائی کرتے ہو حالانکہ تم سمجھدار ہو کیا تم آتے ہو مردوں کے پاس شہوت سے سوائے عورتوں کے بلکہ تم حماقت کر رہے ہو پھر اس کی قوم کا سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں تھا مگر کہا انہوں نے کہ نکال دو آلِ لوط کو اپنی آبادی سے بے شک وہ پاک بنتے پھرتے ہیں ۔ پھر ہم نے اس لوط کو اور اس کی آل کو نجات دی مگر اس کی بیوی اس کے بارے میں فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ پیچھے رہنے والوں سے ہوگی ۔ اور ہم نے ان پر بارش برسا دی ۔ پس ڈرائی ہوئی قوم کی بری بارش تھی ۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

اور لوط کو بھیجا ۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم

Marfat.com

اَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِيْنَ ۝	سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ کیا
اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ	تم مردوں کے پاس جاتے ہو
وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ	اور ڈاکے ڈالتے ہو اور بھری
وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ	مجلس میں برائیاں کرتے ہو پھر اس
الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ	کی قوم کے پاس اس کے سوا اور
جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ	کوئی جواب نہیں تھا مگر انہوں نے
قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ	کہا کہ لے آؤ تم اللہ کا عذاب
اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝	اگر تم سچوں سے ہو۔ اس نے
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ	کہا میرے رب میری نصرت فرما
عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ۝	فساد کرنے والی قوم پر۔

(سورۂ عنکبوت آیت ۲۸ تا ۳۰)

تفسیر

ان آیات میں سے بعض آیات سورہ ہود کی ہیں بعض سورہ نمل کی ہیں اور اور بعض عنکبوت کی ہیں۔ ان میں حضرت لوط کی قوم کے واقعہ کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ ہود والی آیات میں عذاب الٰہی کے نزول سے چند گھنٹے پہلے اس قوم پر جو اتمام حجت کیا گیا اس کا بیان ہے مگر وہ قوم اپنے جرائم میں اندھی ہو چکی تھی اس لیے انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی اس آخری وارننگ سے بھی فائدہ نہ اٹھایا تو صبح کے قریب اس قوم پر عذاب اترا اور سرزمین کو تہ و بالا کر دیا گیا اور ان پر پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ اور اس سورہ ہود والی آیات میں ان کے جرائم کی تفصیل مذکور نہیں ہے کہ وہ کیا تھے صرف اتنا فرمایا ومن

Marfat.com

قبل کانوا یعملون السیّئات کہ وہ اس سے پہلے بُرے کام کرتے تھے ۔ بہرحال اس سے اتنا پتہ چل گیا کہ وہ لوگ بہت سے جرائم میں مبتلا تھے اور سورہ نمل والی آیات میں ان کے صرف ایک جرم کا بیان ہے کہ وہ لوگ اغلام بازی کرتے تھے اور سورہ عنکبوت والی آیات میں اس کی مزید تفصیل بیان فرمائی گئی ہے ایک تو وہی ہے جو سورہ نمل والی آیات میں اغلام بازی کا ذکر آیا ہے اور دوسرا یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ اس جرم کے موجد تھے اس سے پہلے جتنی اقوام گزری ہیں ان میں اس کا تصور نہیں تھا اور تیسرا یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ ڈاکو اور رہزن بھی تھے اور چوتھا یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ ایسی برائیاں اور جرائم چھپ کر اور پسِ پردہ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اس کے لیے سرِعام اور بڑی بڑی محافل و مجالس منعقد کرتے تھے دراصل یہ لوگ بہت ہی آسودہ حال اور امیر تھے ۔ قوم صدوم کا یہ علاقہ برلب دریا ہونے کی وجہ سے مصر کی طرح بہت ہی سرسبز و شاداب تھا اور اچھے کھاتے پیتے لوگ تھے اور جب انسان کے پاس دولت آجائے تو پھر اسے ایسی برائیاں سوجھتی ہیں اور پھر شیطان انسان کو ایسے جرائم پر اکساتا ہے چنانچہ اس قوم کے مردوں نے مردوں سے اور عورتوں نے عورتوں سے ہم جنسی اور شادیاں رچانے کا سلسلہ شروع کیا جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں ہو رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت لُوط علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا ۔ حضرت لُوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ۔ آپ نے اس قوم کی اصلاح کی خاطر بڑی کوشش فرمائی مگر وہ لوگ باز نہ آئے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغمبر کو اس ملک سے نکالنے پر تیار ہو گئے تو پھر حضرت لُوط علیہ السلام نے ان کی تباہی اور بربادی کے لیے بد دُعا فرمائی تو اللہ تعالےٰ

Marfat.com

نے وہ بد دعا قبول فرمائی اور اس قوم کو تباہ کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انکی تباہی کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے ایسا طریقہ اس سے پہلے کسی قوم کی تباہی کے لیے نہیں اختیار کیا گیا کیونکہ اس سے پہلے کسی قوم نے ایسا فعل اختیار ہی نہیں کیا تھا ۔ یہ بدمعاشی صرف اسی قوم کو سُوجھی تھی تو پھر اللہ تعالےٰ نے بھی انہیں غارت کرنے کے لیے انوکھا ہی طریقہ کیا کہ پہلے تو انہیں پتھروں سے ہلاک اور سنگسار کیا جو قریب ہی گندک کی پہاڑی سے اُڑ اُڑ کر ان پر پڑ رہے تھے اور پھر اس سرزمین کو ہی ان پر اُلٹا دیا گیا کیونکہ یہ کام اُلٹا اور فطرت کے خلاف تھا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل زنا سے بھی برا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو دُگنا سزا دی ہے کیونکہ انسان اگر شادی شدہ ہو تو اس کے لیے شریعت میں صرف رجم کی سزا ہے اور اگر شادی شدہ نہ ہو تو اس کے لیے صرف دُرّوں کی سزا ہے دو اکٹھی سزائیں نہیں ہیں اور قوم لُوط کے لیے دونوں سزاؤں کو جمع کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ گناہ عند اللہ زنا سے بھی زیادہ برا اور سخت ہے اور آج کل ایسے جرائم کے مرتکبین کے لیے اللہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے وہ ایڈز کی شکل میں پوری دُنیا میں ظاہر ہو چکی ہے اور یہ سزا قوم لوط والی سزا سے کہیں زیادہ سخت ہے ۔ بہرحال اس سلسلہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عکرمہ سے روایت ہے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرنے والا پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت سے

Marfat.com

مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ — دُور ہے وہ شخص جو قوم لوط
قَوْمِ لُوْطٍ رواہ — والا عمل کرے اور اسکی ایک
رزین وَفِی رِوَایَةٍ — روایت میں ہے جو ابن
لَهٗ عَنِ ابْنِ — عباس سے کہ بے شک
عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِیًّا — حضرت علی نے ان دونوں
اَحْرَقَهُمَا وَاَبَابَكْرٍ — کو جلایا تھا اور حضرت ابوبکر
هَدَمَ عَلَیْهِمَا حَائِطًا — نے ان پر دیوار گرائی تھی۔

تشریح

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط کا عمل کرنے والوں کو سزا ضرور دینا ہے عند اللہ یہ گناہ کبیرہ ہے مگر ان کی سزا متعین نہیں ہے۔ حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے خواہ انہیں قتل کردے یا انہیں جلادے یا انہیں کھڑا کرکے ان کے اوپر دیوار گرا دی جائے اور آنے والی احادیث سے اس فعل خبیث کی مزید مذمت معلوم ہوتی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ — اور حضرت جابر سے روایت
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ — ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ — نے فرمایا مجھے اپنی امت
مَا اَخَافُ عَلٰی — پر سب سے زیادہ ڈر قوم
اُمَّتِیْ عَمَلَ — لوط والے کام کا ہے اس

قَوْمِ لُوْطٍ

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوْ اِمْرَاَةً فِىْ دُبُرِهَا۔

حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔

اور ان ہی سے روایت ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عزّ وجل نہیں دیکھیں گے قیامت کے دن اس آدمی کو جو کسی مرد یا عورت کا پائخانہ والا حصہ استعمال کرے۔

(یہ پانچوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

ان دونوں حدیثوں سے قوم لوط والے فعل کی مذمت معلوم ہوتی ہے اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں اس فعل کے پائے جانے کے خطرے کا اظہار فرمایا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جس قوم میں یہ فعل پایا جائے گا اس قوم پر قوم لوط والا عذاب بھی تو یقیناً ہوگا۔ اعاذنا اللہ

عوام حدود معاف کرسکتی ہے
حکومت معاف نہیں کرسکتی

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ

اور عمر بن شعیب سے روایت

Marfat.com

شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِ ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ۔

ہے انہوں نے اس کے باپ سے انہوں نے اس کے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آپس میں اپنے مابین حدود معاف کرو پس مجھ تک جو حد پہنچے پس تحقیق وہ واجب ہوئی۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی) (ابو داؤد ونسائی)

تشریح

اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زنا، چوری، شراب نوشی اور زنا میں ملوث پایا جائے لوگوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ انہیں معاف کر دیں اور حکومت تک اس کی شکایت نہ پہنچائیں اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکومت تک جب ان مجرمین کی شکایت پہنچائے تو پھر حکام انہیں معاف نہ کریں اور ان پر شرعی حد نافذ کریں اگر حکام ایسا نہیں کریں گے تو مجرم ہوں گے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور حضرت عائشہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دفع کرو مسلمانوں سے ضرور جہاں تک تمہاری طاقت ہو پس اگر اس کے لیے فلاح کی کوئی صورت ہو تو اسے چھوڑ دو پس بے شک امام کا معاف کرنے میں خطا کرنا بہتر ہے سزا میں خطا کرنے سے۔

(یہ دونوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث سے پہلی حدیث کی تائید معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

عزت والوں کی حدود معاف نہیں ہو سکتی

وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْلُوْا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ (رواہ ابوداؤد)

اور ان ہی سے روایت ہے کہ بے شک جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاف کرو عزت والوں کی لغزشیں مگر حدود معاف نہیں۔

Marfat.com

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معاشرہ میں جو اونچا طبقہ ہے ان سے اگر کوئی معمولی غلطی ہو جائے تو انہیں معاف کر دینا چاہیئے۔ حکام کو چاہیئے کہ ان کی گرفت نہ کریں انہیں کوئی سزا نہ دیں لیکن چوری شراب نوشی اور تہمتِ زنا وغیرہ کی حد انہیں بھی معاف نہیں ہے۔

حکام اپنے اقربا پر بھی حدود نافذ کریں

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِي الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَلَا تَاْخُذْكُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ (رواہ ابن ماجہ)

اور عبادہ بن صامت سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قائم کرو حدود اللہ اپنے قریبی اور دور والے پر اور نہ پکڑے تمہیں اللہ کے دین میں ملامت، ملامت کرنے والے کی۔ (ابن ماجہ)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام حدود اللہ کے معاملہ میں اپنے کسی رشتہ دار کی رعایت نہیں کر سکتے

Marfat.com

نفاذ حدود اللہ کی برکات

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقَامَۃُ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ خَیْرٌ مِنْ مَطَرِ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً فِی بِلَادِ اللّٰہِ

اور ابن عمر سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے شہروں میں حدود اللہ قائم کرنا چالیس راتوں کی بارانِ رحمت سے بہتر ہے

(ابن ماجہ)

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں۔)

تشریح

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حدود اللہ کا نفاذ بارانِ رحمت سے بھی بہتر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ زنا چوری شراب نوشی اور تہمتِ زنا ایسے جرائم ہیں جن سے رحمتِ خداوندی بند ہو جاتی ہے ملک میں فتنہ و فساد برپا ہو جاتا ہے۔ کوئی انسان امن اور چین سے نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ بارانِ رحمت بھی بند ہو جاتی ہے اور یہ حدود قائم کرنے سے لوگ جرائم چھوڑ دیتے ہیں ملک میں امن و امان پیدا ہوتا ہے پھر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اس لیے حدود اللہ کا نفاذ بارانِ رحمت سے بھی بہتر ہے۔

Marfat.com

تہمتِ زنا کی دنیوی سزا ایس

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں
ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ پر تہمت لگاتے ہیں پھر نہیں
شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ لاتے چار گواہ پھر انہیں اسّی
ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا درے مارو اور ان کی گواہی
لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا کبھی قبول نہ کرو اور وہی لوگ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ توبہ کر لی اس کے بعد اور
بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ اصلاح کر لی تو بے شک اللہ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ نور رکوع ۴-۵)

تشریح

آیت نمبر ۴ میں جو لفظ مُحْصِنٰت آیا ہے یہ محصنۃ کی جمع ہے جو حِصْنٌ سے مشتق ہے اس کے معنے پارسا اور پاک دامن عورت کے آتے ہیں۔ احصان بھی اسی مادے سے ہے اصطلاح شرع میں احصان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا حد زنا میں اعتبار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس پر زنا کا ثبوت ہو جائے وہ عاقل بالغ آزاد مسلمان ہو اور کسی عورت کے ساتھ نکاح صحیح کر چکا اور اس سے مباشرت بھی ہو چکی ہو تو اس پر سزائے رجم و سنگساری جاری ہوگی اور دوسری قسم

وہ ہے جس کا اعتبار حدِ قذف یعنی تہمتِ زنا میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے وہ عاقل بالغ آزاد مسلمان ہو اور عفیف ہو یعنی پہلے کبھی اس پر زنا کا ثبوت نہ ہوا ہو اس آیت میں یہی معنے محصنت کے ہیں (معارف القرآن) اب آیت کا معنے یہ ہوا کہ جو لوگ ایسی عورتوں کو زنی کا الزام دیتے ہیں جو عاقلہ بالغہ حُرّہ ہوں اور اس سے قبل ان پر زنی کا ثبوت نہ ہوا ہو تو ان الزام دینے والوں پر حدقذف جاری کی جائے یعنی ان کو اسّی دُرّے مارے جائیں گے اور یہ پہلی دنیوی سزا ہے۔ شانِ نزول کے لحاظ سے اگرچہ یہ حکم خاص نظر آتا ہے کہ تہمت لگانے والے مرد ہوں اور ملزمہ مذکورہ صفات والی ہوں تب ان الزام لگانے والوں پر شرعی حد جاری ہوگی لیکن مشہور ضابطہ تفسیر یہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص المعانی کے تحت یعنی اشتراک علت کے پیشِ نظر یہ حکم عام ہے کہ کوئی بھی مرد یا عورت کسی بھی مرد یا عورت پر یہ الزام لگائے تو الزام لگانے والا یا تو چار گواہ پیش کرے ورنہ اس پر یہ شرعی حد قائم کی جائے گی اور یہ حد تب جاری ہوگی کہ جس پر یہ الزام لگایا گیا ہے وہ عدالت میں جاکر اس کے خلاف چارہ جوئی کرے اس کے خلاف رپورٹ دے کہ فلاں آدمی نے مجھ پر ایسا الزام لگایا ہے اس سے میری توہین ہوئی ہے اس پر حد جاری کی جائے کیونکہ یہ اس کا حق بھی ہے اور اللہ کا حق بھی ہے بخلاف حدِ زنا کے کہ وہ خالصتاً اللہ کا حق ہے کوئی مطالبہ کرے یا نہ کرے حدِ زنا جرم ثابت ہونے پر جاری کی جائے گی (معارف القرآن) یہ مذکورہ سزا وقتی ہے اور دوسری دائمی، دنیاوی

Marfat.com

سزا یہ ہے کہ آئندہ کے لیے کسی بھی معاملہ میں اس کی شہادت قبول نہ کی جائے جب تک کہ توبہ نہ کرے اور اس کی توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی ندامت کے ساتھ معافی مانگے اور جس پر تہمت لگائی ہے اس سے بھی معافی مانگے یہ مسئلہ حد شرعی جو تہمتِ زنا پر ذکر کی گئی ہے اسی درے اسی تہمت کے ساتھ مخصوص ہے کسی دوسرے جرم کی تہمت کسی پر لگائی جائے تو یہ حد شرعی اس پر جاری نہیں ہوگی ہاں تعزیری سزا حاکم کی صوابدید کے مطابق ہر مجرم کو دی جا سکتی ہے الفاظ قرآن میں اگرچہ صراحتہ حد کا تہمت زنا کے ساتھ مخصوص ہونا ذکر نہیں مگر چار گواہوں کی شہادت کا ذکر اس خصوصیت کی دلیل ہے کیونکہ چار کی شرط صرف ثبوت زنا کے لیے مخصوص ہے۔ (جصاص و ہدایہ بحوالہ معارف القرآن)

تہمتِ زنا کی اخروی سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ	جو لوگ پاک دامنوں بے خبر
الْمُحْصَنٰتِ الْغَافِلٰتِ	ایماں والیوں پر تہمتِ زنا
الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا	لگاتے ہیں ان پر دنیا اور
فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ	آخرت میں لعنت بھیج دی
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ	گئی ہے اور ان کے لیے
(سورہ نور آیت ۲۳)	بڑا عذاب ہے۔

تشریح

اس آیت کریمہ میں کسی پر تہمتِ زنا لگانے کی دو سزائیں بیان

Marfat.com

ہوئی ہیں ایک دنیوی اور دوسری اُخروی اللہ رب العزت نے ان دونوں سزاؤں کو لعنت سے تعبیر فرمایا ہے دنیوی سزا کی تفصیل تو آیت نمبر ۴ اور ۵ میں گزر چکی ہے اور اُخروی سزا اس آیت میں بیان فرمائی ہے اور وہ ہے عذاب عظیم مگر یہ مجمل ہے اس کی تفصیل جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے چنانچہ مندرجہ احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	حضرت ابی ہریرہ سے
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی	روایت ہے کہ بے شک
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	جناب رسول اللہ صلی اللہ
قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ	علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات
الْمُوْبِقَاتِ قِیْلَ	ہلاک کرنے والی چیزوں سے
وَمَا هُنَّ یَا رَسُوْلَ	بچو کہا گیا وہ کون سی چیزیں
اللّٰهِ قَالَ اَلشِّرْكُ	یارسول اللہ آپ نے فرمایا
بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ	اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو
وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ	کرنا ناجائز قتل کرنا مگر کہ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ	جس کا قتل شرعاً روا ہو، سود
وَاَكْلُ الرِّبَا	کھانا، یتیم کا مال کھانا میدان
وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ	جہاد سے فرار اختیار کرنا پاک
وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ	دامنوں بے خبر ایمان والیوں
وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ	کو تہمت زنا لگانا۔
الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ	(ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۲۷۷)

Marfat.com

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کو معاشرہ کی تباہی بربادی اور ہلاکت کا باعث بتایا ہے اللہ کے ساتھ[1] شرک کرنا، کسی پر[2] جادو کرنا، کسی کو ناحق[3] قتل کرنا، سود[4] کھانا، یتیم کا مال[5] کھانا، جہاد سے فرار[6] اختیار کرنا، پاک دامن[7] عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ اس وقت پہلی چھ چیزیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں اس لیے ان کی تفصیل سے تعرض نہیں کریں گے اس وقت ہمارے زیر بحث ساتویں چیز ہے یعنی کسی پاک دامن اور پارسا عورت کو تہمت زنا لگانا ہے اس کو بھی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ کی ہلاکت کا ذریعہ بتایا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ہلاکت کا ذریعہ ہے تو اس کا سہل جواب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کی ماں، بہن، بہو، بیٹی پر زنا کی تہمت لگائے گا تو وہ اس کو معاف تو نہیں کریں گے یا تو اس پر بھی ایسا ہی الزام لگائیں گے یا اسے قتل کریں گے اور یہ پھر انہیں قتل کریں گے تو یہ ایک خونریزی اور سفاکی کا بازار گرم ہوگا جس کا سدباب مشکل ہوگا اور پھر ہزاروں گناہ کبائر کا ذریعہ بنے گا جن میں قتل ناحق تو بہرحال دائمی داخلہ جہنم کا ذریعہ تو ہے ہی اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شروع سے ہی اپنی زبانوں کو بند رکھو کسی کی ماں بہن بہو بیٹی پر یہ الزام نہ لگاؤ ورنہ اس کے برے نتائج کے لیے تیار ہو جاؤ اور ان نتائج میں سے ایک نتیجہ داخلہ جہنم ہے۔

عَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت

Marfat.com

النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَذْفُ الْمُحْصَنَۃِ یَھْدِمُ عَمَلَ مِائَۃِ سَنَۃٍ

(ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۲۷۷)

ہے انہوں نے روایت کی ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاک دامن عورت کو تہمتِ زنا لگانے سے سو سال کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

تشریح

اس حدیث میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کِسی پاک دامن عورت پر تہمتِ زنا لگانے کا دوسرا نقصان بتایا ہے کہ اس سے الزام لگانے والے کے سو سال کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جب نیک اعمال ہی ضائع ہو جائیں گے تو دوزخ میں داخلہ یقینی ہے اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کِسی پرایسی تہمت لگانے سے بچنے کی تعلیم دی ہے اب ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو متقی اور پرہیز گار ہو اور سو سال تک وہ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ تمام نیک اعمال کرتا رہا ہو اگر ایسا شخص اپنی زبان سے صرف ایک مرتبہ کسی نیک اور پارسا عورت پر زنا کا الزام لگا دیتا ہے تو اس کے اس ایک جرم کی وجہ سے اس کی سو سالہ نیکیوں کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ آخر کار ایسا کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نیک متقی پرہیز گار پارسا اور پاک دامن عورت انسانی ترقی اور عروج کا پہلا

Marfat.com

زینہ ہے ایسی عورت ہزاروں علماء اولیاء صلحا اور مجاہدین کی پیدائش کا ذریعہ ہے اور کارخانۂ قدرت میں ایسی عورت کا بہت بلند مقام ہے اور ایسی عورتوں کی عفت اور عصمت کو داغدار بنانا عنداللہ بہت بڑا جرم ہے اس لیے اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں کی دنیاوی ایک سزا تو اسی درّے رکھی ہے اور دوسری سزا یہ ہے کہ کسی بھی مجلس میں اور کسی بھی معاملہ میں اس کی شہادت قبول کرنے کی اجازت نہیں دی اور اخروی سزا یہ رکھی ہے کہ اس کے سارے نیک اعمال اکارت کر کے جہنم رسید ہونے کی دھمکی سُنا دی ہے کیونکہ اس نے عورت کو داغ دار بنا دیا ہے سارے معاشرہ میں اسے بدنام کر دیا ہے اب پہلے تو اس سے کوئی شادی ہی نہیں کرے گا اگر کوئی کر بھی لے گا تو وہ عورت خود بھی اور اس سے پیدا ہونے والی اس کی اولاد بھی معاشرہ میں بدنام ہوگی اور نسل در نسل یہ ہی چلتا رہے گا اگر ایسی عورت سے پیدا ہونے والا کوئی ولی اللہ اور بہت بڑا عالم دین علامہ ہی کیوں نہ بن جائے اس کی بات پر کبھی بھی اعتماد نہیں ہوگا سننے والے یوں کہیں گے کہ یہ اس کی فلانی کا ہی تو لڑکا ہے اس کا دادا ایسا تھا اس کی دادی ایسی تھی اور ایسے پارسا لوگوں کی آبرو ریزی اللہ پاک برداشت نہیں کر سکتے اس لیے ایسی ہستیوں کو جو لوگ بدنام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ خود انہیں ذلیل کرتے ہیں:

Marfat.com

بنیادی کونسل کے ارکان کی ریٹائرمنٹ (ضعیف) ہونے کے بعد انکے اخراجات اور خدمت اولاد پر ہے

وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّآ
تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ
وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ
كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ
لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا
تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ
لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۵
وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ
الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
وَ قُلْ رَّبِّ
ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ؕ
(بنی اسرائیل ع ۳)

اور تیرے رب نے فیصلہ
کیا ہے کہ اس کے سوا کسی
کی عبادت مت کرو اور
والدین کے ساتھ نیکی کرو اگر
تیرے سامنے ان میں سے
ایک یا دونوں بڑھاپے کو
پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی
نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور
ان سے نرمی کے ساتھ بات
کرو اور ان کے سامنے شفقت
اور عاجزی کے ساتھ جھکے
رہو اور کہو اے میرے
رب جس طرح انہوں نے
مجھے بچپن میں پالا ہے اسی
طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ
بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ
اُمُّهٗ وَهْنًا
عَلٰی وَهْنٍ

اور ہم نے انسان کو اس
کے ماں باپ کے متعلق
تاکید کی ہے اس کی ماں نے
ضعف پر ضعف اٹھا کر

Marfat.com

فِصَالُهٗ فِیْ	اسے پیٹ میں رکھا اور
عَامَیْنِ اَنِ	دو برس اس کا دودھ چھڑانا
اشْکُرْ لِیْ	ہے کہ میری اور اپنے ماں
وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ	باپ کی شکر گزاری کرے
الْمَصِیْرُ ۝ وَاِنْ	میرے پاس ہی لوٹ کر آنا
جَاهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ	ہے اور اگر تجھ پر اس بات
تُشْرِكَ بِیْ	کا زور ڈالے کہ تو میرے اس
مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ	کو شریک بنائے جس کو تو
عِلْمٌ فَلَا	جانتا بھی نہ ہو تو ان کا کہنا نہ
تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا	مان اور دنیا میں اس کے ساتھ
فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا	نیکی سے پیش آ۔

(لقمان ع ۲)

ان آیات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق بیان فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ ہی درحقیقت سب کا خالق مالک مُربّی و محسن ہے تو پھر انسان کو چاہیئے کہ صرف اور صرف اس کی بندگی اور عبادت کرے اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے حتیٰ کہ ماں باپ جیسے محسن بھی اگر اسے شرک پر مجبور کریں تو اسے چاہیئے کہ اس سلسلہ میں ان کا حکم بھی نہ مانے اور دوسرے نمبر پر اطاعت والدین ہے ان کا ادب و احترام اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ ان کے سامنے عاجزی انکساری اور شریفانہ گفتگو کی تعلیم ہے انہیں جھڑکنے، ستانے اور تنگ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے

Marfat.com

اور ان کے آگے ایسا لفظ بولنے کی اجازت نہیں ہے جس سے اُن کا دِل آزردہ ہو بلکہ یہ تعلیم دی کہ اے انسان جس طرح تیرے والدین نے تیری تربیت، نگاہ داشت، تحفظ اور خدمت گزاری میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ تیرے لیے محنت مزدوری اور سخت مشقت اُٹھاکر بھی تجھے روزی اور آب و دانہ پہنچایا ہے تیری صحت بہبود اور ترقی کے لیے شب و روز دعائیں مانگ مانگ کر اپنے آپ کو انہوں نے تھکا دیا تھا۔ اے انسان اب تیرے اوپر بھی فرض ہے کہ اسی جذبہ اور محبت کے ساتھ ایسی ہی محنت اور مشقت اُٹھا کر ان کی خدمت کر اور اللہ پاک سے شب و روز ان کے لیے دعائیں مانگ اور خصوصی طور پر ماں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اس نے ایام حمل اور شیر خوارگی میں انتہائی ضعف کی حالت میں تیری جو خدمات کی ہیں انہیں کبھی بھی تجھے بھولنا نہیں چاہیئے یہاں تک ان ایات قرآنیہ سے جو مفہوم ظاہری اور سرسری طور پر معلوم ہوا۔ عرض کیا گیا ہے

اب آئندہ انشاء اللہ العزیز ترجمان وحی محسنِ انسانیت محبوب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت والدین کے جو فوائد اور طریقے ارشاد فرمائے ہیں ان کا بیان ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ	ابی ہریرہ سے کہا ایک
قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ	آدمی نے اے اللہ کے
اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ	رسولؐ میرے احسان کا کون
بِحُسْنِ صِحَابَتِیْ قَالَ	زیادہ مستحق ہے فرمایا تیری
اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ	ماں پھر کہا اور کون۔ فرمایا

مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ — تیری ماں پھر کہا اور کون کہا
ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ — تیری ماں پھر کہا اور کون فرمایا
قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ — تیرا باپ۔
اَبُوْكَ ۔ (متفق علیہ بحوالہ
مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۸ باب البر والصلۃ)

تشریح

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے تین سوالوں کے جواب میں تین مرتبہ صرف ماں کا ذکر فرمایا اور چوتھی دفعہ کے سوال کے جواب میں باپ کا ذکر فرمایا ہے اس کا مقصد تاکید در تاکید ہے یعنی قرآن کریم میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے اس میں ماں مقدم ہے اور اس کا حق پہلے ہے اور باپ کا حق بعد میں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں بحیثیت عورت ہونے کے فطرتی طور پر کمزور ہوتی ہے اور بڑھاپا آنے کی وجہ۔ اس پر ضعف در ضعف آجاتا ہے اس لیے اس کا حق مقدم ہے اور باپ بحیثیت مرد ہونے کے فطرتی طور پر قوی اور توانا ہوتا ہے اور اگر ضعیف بھی ہو جائے تب بھی فطرتی توانائی اس میں کچھ نہ کچھ موجود ہوتی ہے اس لیے اس کا حق مؤخر ہے نیز ماں کی خدمات اور احسانات اولاد پر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہیں کیونکہ ماں کم از کم چھ ماہ تک بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے اور ولادت کے وقت اسے انتہائی تکلیف ہوتی ہے اور بعد از ولادت اس کی گندگی اور پاخانہ تک صاف کرتی ہے اور اس کی خاطر اپنی رات کی نیند بھی حرام کر دیتی ہے اور اس

Marfat.com

کی بہ نسبت باپ کی خدمات کم ہیں لہٰذا خدمات کے سلسلہ میں ماں کا حق مقدم ہے اور باپ کا مؤخر۔

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ	اسماء بنت ابی بکر سے کہا
بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ	میری والدہ میرے پاس آئی
عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ	اور وہ دور قریش میں مشرکہ تھی
مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ	میں نے کہا اے اللہ کے رسول
قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ	میری والدہ آئی ہے اور اسے
اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ	دین سے رغبت نہیں ہے
عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ	کیا میں اس سے صلۂ رحمی
اَفَاَصِلُھَا قَالَ نَعَمْ	کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں
صِلِیْھَا۔	اس سے صلہ رحمی کر۔

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ صفحہ ۴۱۹)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان کرنا ہے اصل میں اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب یہی ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا جائے اس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں ہے تو پھر مذہب کی بنا پر اتنے بڑے محسنین ماں اور باپ کا حق کس طرح روکا جا سکتا ہے اس لیے آپ نے فرمایا کہ اس کے مشرکہ ہونے کے باوجود اس سے صلہ رحمی کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ	عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں
عَمْرٍو قَالَ قَالَ	نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ

کو گالی دینا بڑا گناہ ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا اپنے والدین کو کوئی گالی دیگا فرمایا ہاں کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا وہ اس کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دیگا۔

(متفق علیہ) بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ ص ۴۱۹)

اس حدیث پاک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو اپنے والدین کے علاوہ دوسروں کے والدین کا ادب و احترام اور تعظیم کرنے کی تعلیم دی ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنے سے منع فرمایا ہے فرمایا اگر ایسا کرو گے تو وہ تمہارے والدین کے ساتھ ایسا کریں گے تو جو چیز اپنے والدین کی توہین یا بے ادبی کا باعث بنے اس سے بھی بچنے کی ترغیب دی ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ

حضرت ابن عمر سے نقل ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک نیکیوں میں بڑی نیکی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ

Marfat.com

اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ — اس کی عدم موجودگی میں صلہ
اَنْ یُّوَلِّیَ (رواہ مسلم) — رحمی کرنا ہے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

تشریح

اس حدیث پاک میں باپ کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف باپ کے دوستوں کی تعظیم و تکریم بیان کرنا نہیں بلکہ ماں کے تعلق داروں کی بھی تعظیم کرانا مقصود ہے۔ باپ کا ذکر اتفاقی طور پر ہوا اور ان کے دوستوں کی تعظیم اور صلہ رحمی کا حکم اس لیے دیا کہ اگر اولاد ایسا نہیں کرے گی تو ماں باپ کو کوفت ہوگی گویا کہ یہ توہین اور قطع رحمی بالواسطہ طور پر والدین کی ہو رہی ہے جو گناہ کبیرہ ہے اس سے بھی انسان کو بچنا چاہیئے اور والدین کے اقارب اور دوستوں کے ساتھ بدستور تعلقات صلہ رحمی اور احسانات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے سب سے بڑی نیکی کا اجراء اور ثواب پانا چاہیئے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان یہ سلسلہ جاری رکھے گا تو ایک طرف سے اس کے والدین کو صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات کا ثواب ملے گا اور دوسری طرف سے خود یہ اجر پائے گا لہٰذا انسان کو چاہیئے نہ خود اس عبادت سے محروم رہے اور نہ اپنے والدین کو محروم کرے۔

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ — ابی اسید ساعدی سے

Marfat.com

السا عدی قال بینما
نحن عند رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
اذ جاءہ رجل من
بنی سلمۃ فقال
یا رسول اللہ ھل
بقی من بر ابوی
شیئ ابرھما بہ
بعد موتھما قال
نعم الصلوٰۃ علیھما
والاستغفار لھما
وانفاذ عھدھما
من بعدھما وصلۃ
الرحم التی لا توصل
الا بھما واکرام
صدیقھما (رواہ ابوداؤد

انہوں نے کہا اس دوران کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس تھے۔ جب
ایک آدمی آپ کے پاس
بنی سلمہ میں سے آیا اور کہا
اے اللہ کے رسول کیا باقی
ہے میرے والدین کی نیکی میں
سے کچھ کروں میں وہ نیکی ان
کے ساتھ بعد ان کے مرنے
کے فرمایا ہاں ان کے لیے
دعا استغفار ان کے کیے
ہوئے عہد کا ایفا صلہ رحمی
جو ان کے ذریعہ ہوتی تھی۔
اور ان کے دوستوں کا اکرام۔

وابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ صفحہ ۴۲۰

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ والدین کے فوت ہونے کے بعد بھی اولاد پر ان کے پانچ حقوق ہوتے ہیں پہلا حق یہ ہے کہ انسان ان کے لیے بلندی درجات کی ہر وقت اللہ تعالےٰ سے دعا مانگتا رہے۔

دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی معافی مانگتا رہے۔

تیسرا حق یہ ہے کہ انہوں نے اگر اپنی زندگی میں کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہو مثلاً مال میں سے تیسرے حصّہ کی وصیت کوئی ھبہ کوئی صدقہ جاریہ وغیرہ تو اولاد کو چاہیئے کہ وہ ان کو پورا کریں۔

چوتھا حق یہ ہے کہ ماں باپ اپنی زندگی میں اپنی برادری میں سے جس جس کے ساتھ صلہ رحمی رکھتے تھے وہ اسے بدستور اب جاری رکھیں۔

پانچواں حق یہ ہے کہ اولاد کو چاہیئے ان کے دوستوں اور احباب و رفقار کا اسی طرح اکرام اور تعظیم کریں جس طرح وہ خود کیا کرتے تھے۔

ان پانچ چیزوں کے اپنانے سے ماں باپ کو بھی اجر ملتا رہے گا اور ان کے ساتھ نیکی ہوگی۔

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ	نقل ہے ابی طفیل سے کہا
رَئَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی	دیکھا میں نے نبی صلی اللہ
اللّٰہُ یُقْسِمُ لَحْمًا	علیہ وسلم کو جعرانہ میں گوشت
بِالْجَعْرَانَۃِ اِذْ	تقسیم کرتے ہوئے۔ ایک
اَقْبَلَتْ اِمْرَأَۃٌ	عورت آئی یہاں تک کہ
حَتّٰی دَنَتْ اِلَی	وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ	قریب ہوئی تو آپ نے اس
عَلَیْہِ فَبَسَطَ لَھَا	کے لیے چادر بچھائی تو وہ
رِدَآءَہٗ فَجَلَسَتْ	اس پر بیٹھی۔ میں نے کہا یہ
عَلَیْہِ فَقُلْتُ مَنْ	کون ہے۔ انہوں نے کہا

Marfat.com

هِیَ فَقَالُوْا هِیَ اُمُّہٗ	یہ ان کی وہ ماں ہے جس نے
الَّتِیْ اَرْضَعَتْہٗ	انہیں دودھ پلایا۔

(رواہ ابوداود بحوالہ مشکوٰۃ باالبر والصلۃ صفحہ ۴۲۰)

اس حدیث پاک میں عورت کا ذکر ہے وہ حلیمہ ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا آپ نے ان کا بھی اتنا احترام کیا کہ ان کے لیے چادر بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ پہلے تعظیماً اُٹھ کر کھڑے ہو گئے پھر چادر بچھائی اور اس پر بٹھایا اس کے اندر تعلیم ہے کہ جو عورت دودھ پلائے اس کی بھی تعظیم کرنا چاہیئے۔

اطاعتِ والدین کی دنیاوی برکات

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ	انس سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پسند
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ	کرتا ہے کہ اس کی روزی
اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ	کشادہ کی جائے اور عمر بڑھا
فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَأَ لَہٗ	دی جائے تو اسے چاہیئے
فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ	کہ صلہ کرے۔

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ صفحہ ۴۱۹)

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی دو دُنیاوی برکتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک روزی میں وسعت، فراوانی اور دوسری عمر میں برکت یعنی صلہ رحمی کرنے والا انسان اپنی عمر میں اتنے

Marfat.com

عظیم کارنامے سرانجام دینا ہے کہ اس کے مقابلے میں لاکھوں افراد مل کر بھی ایسا کام نہیں کر سکتے اور اس کے لیے مرنے کے بعد بھی یہ کارنامے صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اقارب کے ساتھ صلۂ رحمی کے یہ فوائد بیان فرمائے ہیں اور اس سلسلہ میں والدین اور خصوصاً والدہ تو سب سے مقدم ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ معلوم ہوا کہ جب عام اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کا یہ انعام ہے تو والدین کے ساتھ اور خصوصاً والدہ کے ساتھ احسان کرنے کا یقیناً یقیناً یہ صلہ اور انعام ملے گا تو انسان کو چاہیئے کہ مقدور بھر والدین کی خدمت پر کمربستہ رہے۔

ترجمہ نقل ہے ابن عمر سے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ	اور انہوں نے نقل کیا
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے
وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا	فرمایا کہ اس دوران کہ چلے تین
ثَلَاثَۃُ نَفَرٍ یَتَمَاشَوْنَ	آدمی پھر پکڑ لیا ان کو بارش
اَخَذَھُمُ	نے پس مائل ہوئے طرف
الْمَطَرُ فَمَالُوْا اِلٰی	غار کے پہاڑ میں پس گر
غَارٍ فِی الْجَبَلِ	پڑی ان کی غار کے منہ
فَانْحَطَّتْ عَلٰی فَمِ	پر ایک چٹان پہاڑ سے
غَارِھِمْ صَخْرَۃٌ مِنَ	پس برابر مضبوط ہو گئی وہ
الْجَبَلِ فَاَطْبَقَتْ	ان پر پس کہا انہوں نے
عَلَیْھِمْ فَقَالَ	ایک دوسرے کو غور کرو
بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا	تم اپنے نیک اعمال جو

Marfat.com

اَعْمَالاً عَمِلْتُمُوْهَا کئے تم نے رضائے الٰہی
لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوْا کے لیے دُعا کرو ان کے
لَّهٗ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا وسیلہ سے شائد کہ
فَقَالَ اَحَدُهُمُ اللّٰهُمَّ دور کرے اللہ ان سے
اِنَّهٗ كَانَ لِيْ وَالِدَانِ اس کو پس کہا ان میں
شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ سے ایک نے اے
وَلِيْ صَبِيَّةٌ صِغَارٌ اللہ یقیناً میرے والدین
كُنْتُ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ بہت بوڑھے تھے اور
فَاِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ میری شیر خوار بچی تھی میں
فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ ان کے بکریاں چراتا تھا جب
بِوَالِدَيَّ اَسْقِيْهِمَا شام کو ان کے پاس واپس
قَبْلَ وَلَدِيَّ وَاِنَّهٗ آتا تو دُودھ نکال کر پہلے
قَدْ نَاٰى بِيَ ان والدین کو پلاتا اپنے بچوں
الشَّجَرُ فَمَا اَتَيْتُ سے دور رکھا مجھے درختوں
حَتّٰى اَمْسَيْتُ نے پس نہ آیا میں یہاں تک
فَوَجَدْتُّهُمَا قَدْ نَامَا کہ شام کی میں نے پس پایا
فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ میں نے ان کو سو چکے تھے
اَحْلُبُ فَجِئْتُ بس نکالا میں نے دودھ جیسا
بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ کہ نکالتا تھا پس لایا میں دودھ
عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا پس کھڑا ہو گیا پاس اُن کے
اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا سر کے مکروہ جانا کہ بیدار

Marfat.com

وَاَكْرَهُ اَنْ اَبْدَاَ — کروں اور مکروہ جانا کہ پہلے
بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا — پلاؤں دودھ بچی کو قبل ان
وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ — کے اور بچی بلک رہی تھی
عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ — میرے قدموں کے پاس
يَزَلْ ذَالِكَ دَاْبِيْ — پس مسلسل یہی حالت رہی
وَدَاْبُهُمْ حَتّٰى طَلَعَ — میری اور ان کی یہاں تک
الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ — کہ صبح ہوئی پس اگر تو جانتا
تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ — ہے کہ بے شک میں نے
ذَالِكَ اِبْتِغَآءَ وَجْهِكَ — یہ کیا تیری رضا کے لیے
فَافْرُجْ لَنَا — تو کھول دے ہمارے لیے
فُرْجَةً نَرٰى مِنْهَا — ایک سوراخ دیکھ لیں ہم
السَّمَآءَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ — اس سے آسمان کو پس کھولا
لَهُمْ حَتّٰى يَرَوْنَ — اللہ نے ان سے یہاں تک
السَّمَآءَ (مشکوٰۃ ص۴۲۰ باب البر والصلۃ) دیکھنے لگے۔

یہ حدیث کافی مفصل ہے صرف مدعا کا مضمون ہی نقل کیا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ پاک کسی انسان پر مصیبت اتار دے تو ماں باپ کی خدمت کی برکت سے اس مصیبت کو دور بھی فرما دیتے ہیں جیسا کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں تین آدمیوں نے پہاڑی سفر اختیار کیا بارش ہوئی تو اس کی وجہ سے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی اوپر سے ایک بڑی چٹان گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا ان آدمیوں کو ہلاکت کا خطرہ لاحق ہوا انہوں نے باہم مشورہ کر کے اپنی

Marfat.com

اپنی نیکیوں کا وسیلہ پیش کیا جن میں سے ایک نے اپنے والدین کی خدمت کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ پاک نے ان پر اُتری ہوئی مصیبت ٹال دی اوران کو اس ہلاکت سے نجات بخشی

اطاعتِ والدین کی اُخروی برکات

عن عائشۃ قالت	ترجمہ نقل ہے حضرت عائشہؓ
قال رسول اللہ صلی	سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم	اللہ علیہ وسلم نے میں جنت
دخلت الجنۃ فَسَمِعتُ	میں داخل ہوا تو میں نے
فیھا قراءَۃً فقلت	قرأت کی آواز سنی میں نے
من ھذا قالوا حارثۃ	کہا یہ کون ہے انہوں نے
ابن النعمان کذالکم	کہا حارثہ بن نعمان ہیں۔ تمہیں
البر کان ابر	بھی ایسی نیکی کرنا چاہیے تمہیں
الناس بامہ	ایسی نیکی کرنا چاہیئے وہ اپنی
(بحوالہ مشکوٰۃ صـ۴۱۹)	ماں کے ساتھ سب لوگوں
	سے زیادہ نیکی کرنے والا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں اور باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے اس کے بقیہ اعمال صالحہ بھی بارگاہ ایزدی درجہ قبولیت پاتے ہیں جیسا کہ حادثہ بن نعمان زمین پر جو قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے تو اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کی حالت میں جنت کی سیر کرائی تو ان کی تلاوت بھی جنت میں سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

دریافت فرمانے پر بتایا کہ یہ تمہارے فلاں صحابی حارثہ بن نعمان کی تلاوت ہے تو آپ نے صحابہ کو فرمایا تمہیں بھی یوں نیکی کرنا چاہیئے جس طرح اس نے کی فرمایا یہ شرف اسے اپنی ماں سے نیکی کی بدولت نصیب ہوا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِىْ رِضَى الْوَالِدِ وَ سَخَطُ الرَّبِّ فِىْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔

ترجمہ نقل ہے عبداللہ بن عمر سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

(رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۱۹)

تشریح

اس حدیث میں صرف والد کا ذکر خصوصیت کے طور پر اہتمام کے لیے ہے کہ والد کا بھی احترام کرنا چاہیئے یہ مقصد نہیں کہ والدہ کا احترام نہ ہو بلکہ بعض احادیث میں والدہ کے احترام کو مقدم رکھا گیا ہے اس میں والد کا ذکر فرما کر اس کی تعظیم کا بھی حکم دے دیا۔ خلاصہ یہ ہے جو خدا کی رضا چاہتا ہے وہ والدین کو راضی کرے جس پر والدین ناراض ہوں گے اس پر خدا بھی ناراض ہوگا اور دوسری آیات اور احادیث سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اطاعت والدین اللہ کی تابعداری میں ہے نافرمانی میں نہیں۔

Marfat.com

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً — ترجمہ نقل ہے ابن عمرؓ سے کہ
اَمَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ — بے شک ایک آدمی نبی صلی
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ — اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس
یٰارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ — کہا اے اللہ کے رسول میں
اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا — نے ایک بہت بڑا گناہ کیا
فَھَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ — ہے کیا میری توبہ ہے فرمایا
قَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ — کیا تیری ماں ہے کہا نہیں فرمایا
اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَھَلْ — کیا تیری خالہ ہے کہا ہاں فرمایا
لَکَ مِنْ خَالَۃٍ قَالَ — پھر اس کے ساتھ نیکی کر۔
نَعَمْ قَالَ فَبِرَّھَا

(سورہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۰)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی اور حُسنِ سلوک کرے تو وہ اس کے گناہوں کا کفّارہ بنتا ہے اور اگر ماں باپ بحیات نہ ہوں تو ان کے اقارب کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ یہ رشتے اُخروی برکات کا بھی باعث ہیں۔

عَنْ مُعٰوِیَۃَ بْنِ — ترجمہ نقل ہے معٰویہ بن جاہمہ
جَاھِمَۃَ اَنَّ جَاھِمَۃَ — سے کہ بے شک جاہمہ نبی
جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی — صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَدْتُّ
اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ
جِئْتُ اَسْتَشِیْرُکَ
فَقَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ
اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ
تَلْزَمُھَا فَاِنَّ الْجَنَّۃَ
عِنْدَ رِجْلِھَا ۔

آیا پس کہا اے اللہ کے رسول
میں چاہتا ہوں کہ جہاد کروں
اور آپ کے پاس مشورہ کرنے
آیا ہوں پس فرمایا کیا تیری ماں
ہے کہا ہاں فرمایا پس اسی کے
ساتھ چمٹ جاؤ پس بیشک
جنت اس کے قدموں کے
پاس ہے۔

(فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۲۱)

اس حدیثِ پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کی خدمت جہاد جیسے مقدس فریضہ سے بھی مقدم اور بہتر ہے تب ہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہمہ صحابی کو اپنے ساتھ جہاد پر جانے کی اجازت مرحمت نہ فرمائی اور اسے والدہ کی خدمت پر مامور فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ
اَنَّ رَجُلاً قَالَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا
حَقُّ الْوَالِدَیْنِ
عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ
ھُمَا جَنَّتُکَ
وَنَارُکَ

ترجمہ ابی امامہ سے نقل ہے
کہ بے شک ایک آدمی نے
کہا اے اللہ کے رسول والدین
کا اولاد پر کیا حق ہے فرمایا
وہ دونوں تیری جنت اور
دوزخ ہیں۔

(رواہ ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ مذکورہ)

Marfat.com

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک انسان ہزاروں نیکیاں کرے لیکن وہ والدین کا نافرمان ہو تو وہ جنت میں نہیں بلکہ دوزخ میں جائے گا اور اگر بڑا نافرمان ہو مگر ماں باپ کا تابعدار ہو تو وہ جنت میں جائے گا لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ بہرحال ماں باپ کی تابعداری کرے اور نافرمانی سے بچے اور مقدور بھر ان کی خدمت کرے تاکہ وہ اس سے ناراض ہو کر دنیا سے نہ جائیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ	ترجمہ انسؓ سے نقل ہے
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ	وسلم نے بے شک آدمی کے
الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ	والدین یا ایک مرجائے اور
اَوْ اَحَدُھُمَا وَاِنَّہٗ	وہ ان کا نافرمان ہو اور پھر
لَھُمَا لَعَاقٌّ فَلَا	مسلسل ان کے لیے دُعا اور
یَزَالُ یَدْعُوْا لَھُمَا	استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ
وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی	اس کو والدین کے ساتھ نیکی
یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا	کرنے والا لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ اگر کسی کے والدین ناراض فوت ہو جائیں اور پھر اولاد ان کے لیے دعا استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو فرمانبرداروں میں لکھتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ	ترجمہ نقل ہے ابن عباس سے

Marfat.com

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ
فِي وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ
لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ
مِنَ الْجَنَّةِ
وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا
فَوَاحِدًا وَمَنْ
اَصْبَحَ عَاصِيًا
لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ
اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ
مَفْتُوْحَانِ
مِنَ النَّارِ اِنْ
وَاحِدًا فَوَاحِدًا
قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ
ظَلَمَاهُ قَالَ
وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ
ظَلَمَاهُ وَاِنْ
ظَلَمَاهُ۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۲۱)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص
صبح کرے دراں حالیکہ
والدین کے بارے میں اللہ کا
مطیع ہو تو صبح کے وقت اس
کے لیے جنت کے دو
دروازے کھول دیئے جاتے
ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک
کھول دیا جاتا ہے اور جو
صبح کرے دراں حالیکہ والدین
کے بارے میں اللہ کی نافرمانی
کرنے والا ہو تو صبح کے وقت
اس کے لیے دوزخ کے
دو دروازے کھول دیئے
جاتے ہیں اور اگر ایک ہو
تو ایک کھول دیا جاتا ہے۔
ایک آدمی نے کہا اگرچہ وہ
زیادتی کریں فرمایا ہاں اگرچہ وہ
زیادتی کریں اگرچہ وہ زیادتی
کریں اگرچہ وہ زیادتی کریں۔
ترجمہ انہیں سے نقل ہے

Marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَا
مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ یَنْظُرُ
اِلٰی وَالِدَیْہِ نَظْرَۃً
رَحْمَۃٍ اِلَّا کَتَبَ
اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ
نَظْرَۃٍ حَجَّۃً
مَبْرُوْرَۃً قَالُوْا
وَاِنْ نَظَرَ کُلَّ
یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ
قَالَ نَعَمْ اللّٰہُ اَکْبَرُ
وَاَطْیَبُ (حوالہ مذکورہ)

کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا نہیں کوئی نیک
لڑکا جو اپنے والدین کی طرف
ایک دفعہ شفقت سے نظر
کرے مگر اللہ تعالےٰ ہر
نظر کے بدلے اس کے لیے
حج مقبول کا ثواب لکھتے ہیں
انہوں نے کہا اگرچہ روزانہ
سو دفعہ دیکھے فرمایا ہاں اللہ
بہت بڑا ہے بہت پاکیزہ
ہے۔

یہ دونوں حدیثیں پہلی حدیثوں کی تفصیل ہیں۔

والدین کی نافرمانی کی دُنیاوی نحوست

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ
اَوْفٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ
الرَّحْمَۃُ عَلٰی قَوْمٍ فِیْہِمْ
قَاطِعُ رَحِمٍ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ نقل ہے عبداللہ بن اوفیٰ
سے انہوں نے کہا سنا میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے آپ فرماتے تھے
نہیں اترتی رحمت اس قوم
پر جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو۔

Marfat.com

تشریح

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسلِ انسانی کو ایک بہت بڑے عذاب سے آگاہ فرمایا ہے اور وہ قطع رحمی ہے اور اس میں بنیادی حیثیت ماں اور باپ کی ہے باقی رشتے اپنے مقام پر ہیں انہیں کے طفیل سے فرمایا جس قوم میں قطعی رحمی کرنے والا ہوگا وہاں رحمتِ خداوندی نہیں اترے گی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ جتنے بھی رشتے ہیں مثلاً ماں باپ، بھائی بہن، تایا چچا، ماموں خالہ پھوپھی، دادی دادا، نانی نانا وغیرہ ۔ اللہ پاک نے ان کو اپنی رحمت کے نزول کا ذریعہ بنایا ہے ۔ ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کی جو محبت موجزن ہوتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اور پھر ان کے واسطے سے باقی انسان خویش واقارب کی محبت کا مرکز بنتا ہے اور جب انسان پر تکلیف آتی ہے تو اس وقت ماں باپ اور بقیہ رشتے داروں کے دل سے جو گزرتی ہے وہ وہی جانتے ہیں لیکن جو شخص ان رحیمانہ رشتوں کو توڑتا ہے تو وہ درحقیقت رحمتِ خداوندی کا دروازہ اسے وہ خود بند کرتا ہے اور اس سے وہ اکیلا متأثر نہیں ہوتا بلکہ پوری قوم اور برادری متأثر ہوتی ہے مثلاً اگر وہ اپنی ماں کو کوئی تکلیف یا اذیت پہنچائے گا تو ماں کی طرف کے سارے رشتے اس سے کٹ جائیں گے اسی طرح اگر وہ اپنے باپ کو تکلیف دے گا تو باپ کی طرف کے سارے رشتے اس سے کٹ جائیں گے ۔ خوں ریزی جنگ وجدل تک نوبت آئے گی ۔ بیسیوں بلکہ بسا اوقات سینکڑوں آدمی اس فساد کی زد میں آتے ہیں اور قتلِ ناحق سے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور قطع رحمی

Marfat.com

کے اس ایک گناہ کی وجہ سے ہزاروں گناہ ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیادی گناہ سے بچنے کی تعلیم دی ہے اور اس کے اندر جو خطرات مضمر ہیں ان سے آگاہ فرمایا یہی وجہ ہے کہ آج وہ قومیں یا ممالک جہاں ان رشتوں کا پاس نہیں ہے ان میں درندگی وحشت اور بربریت پائی جاتی ہے۔ ان کے دلوں میں اور انسان تو کجا اپنے والدین کے ساتھ بھی کوئی الفت اور محبت نہیں ہے وہ باہم انسانوں کو اس طرح چیر اور پھاڑ رہے ہیں جس طرح ایک جنگل کا درندہ شکار کو پکڑ کر پھاڑتا ہے اور جہاں ان رشتوں کا پاس ہے وہاں انسان تو کجا حیوانات پر بھی شفقت اور رحم کے مظاہرے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ صلہ رحمی انسانی ترقی اور عروج کی بنیاد اور ستون ہے اگر اس کا تحفظ ہوگا تو انسان ترقی کریگا ورنہ ترقی نہیں کر سکتا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سب سے زیادہ زور دیا۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ	ترجمہ نقل ہے کعب بن عجرہ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ علیہ وسلم نے سارے
وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا	جمع ہو جاؤ منبر کے پاس پس
الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا	ہم جمع ہو گئے جب چڑھے
ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ	وہ سیڑھی پر فرمایا آمین پس
اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقٰى	جب چڑھے وہ دوسری
الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ	سیڑھی پر فرمایا آمین جب
قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا	چڑھے وہ تیسری سیڑھی پر فرمایا

Marfat.com

ارتقیٰ الدرجۃ الثالثۃ قال آمین پس جب اترے ہم نے
قال آمین ولما کہا اے اللہ کے رسول تحقیق
نزل قلنا یا رسول سنی ہم نے آپ سے آج
اللہ لقد سمعنا منک ایک ایسی چیز نہیں سنتے
الیوم شیئا ما کنا تھے فرمایا جبریل آئے میرے
نسمعہ قال ان پاس پس کہا دور ہو وہ جو
جبریل عرض لی پائے رمضان پس نہ بخشش
فقال بعد من کی جائے اس کی۔ میں نے
ادرک رمضان فلم کہا آمین جب چڑھا میں دوسری
یغفر لہ قلت سیڑھی پر کہا دور ہو وہ ذکر
امین فلما رقیت کیا جائے تیرا پاس اس کے
الثانیۃ قال پس نہ درود پڑھے آپ
بعد من ذکرت پر میں نے کہا امین جب
عندہ فلم یصل چڑھ گیا میں تیسری سیڑھی پر
علیک قلت امین کہا دور ہو وہ پائے اس
فلما رقیت الثالثۃ کے والدین کو بڑھاپا اس کی
قال بعد من موجودگی میں یا ایک کو پس
ادرک ابویہ الکبر نہ داخل کرائیں وہ اسے
عندہ او احدھما جنت میں، میں نے کہا امین۔
فلم یدخلاہ الجنۃ
قلت امین۔

Marfat.com

تشریح

اس حدیث پاک میں تین آدمیوں پر جبریل امین کی بدعا کا ذکر ہے اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین فرمانے کا ذکر ہے۔ آمین کے معنی ہیں اے اللہ اس بد دُعا کو قبول فرما۔ وہ تین آدمی یہ ہیں تارک روزہ، تارک درود اور والدین کا نافرمان۔ ہمیں اس وقت پہلے دو کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اس وقت صرف تیسرے کے بارے میں غور کرنا ہے کہ اس کے خلاف اتنی اونچی دو ہستیوں کی بد دُعا کیوں ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام فرشتے بشمول جبریل امین کے سارے شفیع المذنبین ہیں ان کے کام تو گناہ گاروں کی شفاعت کرنا اور ان کے لیے معافی مانگ کر انہیں تباہی، بربادی اور ہلاکت سے بچانا ہے نہ کہ ان کی ہلاکت کے لیے بد دعائیں کرنا۔ اسی لیے مقام طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے لیے بد دُعا نہیں فرمائی حالانکہ ان درندہ خصلت کافروں کی سنگ باری سے آپ کا جسم اطہر زخموں سے چور چور ہو چکا تھا اور آپ سے کہا گیا کہ آپ ان کے لیے بد دُعا مانگیں تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے زحمت بنا کر مبعوث نہیں فرمایا اور دُعا فرمائی اے اللہ میری اس قوم کو ہدایت عطا فرما یہ ناسمجھ ہیں تو والدین کے نافرمان کے لیے بد دُعا کیوں فرمائی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ جو رشتے ہیں ترقی اور تعمیر انسانی میں ان کی حیثیت بنیادی اجزاء اور عناصر کی ہے اور ماں باپ ان کا محور ہیں ان رشتوں کے باہم تعاون سے ہی معاشرہ اور قوم ترقی پذیر ہوتی ہے اور ان میں خامی،

Marfat.com

اور کمزوری آنے سے پوری قوم تباہی کا شکار ہوتی ہے اور ماں باپ سے قطع رحمی کرنے والا پوری قوم کو تباہی کے گڑھے میں دھکیلنے والا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام اقوام عالم کی نجات کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے اور آپؐ نے ان بنیادی اجزا عناصر اور رشتوں کو جوڑ کر نسلِ انسانی کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا تھا اور لوگ ملتِ اسلامیہ کی ضیا پاشیوں سے محظوظ و مستفید ہو رہے تھے اور صدیوں سے اُن ٹوٹے ہوئے رشتوں کو از سرِ نو جوڑ رہے تھے۔ اخوت، بھائی چارے اور ہمدردی کی نمونہ ایک ایسی جماعت تیار ہو چکی تھی جو تا قیامت آنے والی نسلِ انسانی کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی تھی مگر آپ کو اندیشہ تھا کہ شاید کوئی ایسا منچلہ عنصر پیدا ہو کر ان بنیادی اجزاء میں رخنہ نہ ڈالے اور لوگ اس کی اہمیت کو نہ سمجھتے ہوں اور اس کی طرف عدم توجہ سے پھر تباہی کا شکار نہ ہو جائیں اس لیے جبریل امین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دُعا دے کر بتا دیا کہ ایسا انسان صرف اپنے ماں باپ کا ہی دشمن نہیں بلکہ پُوری انسانیت کا دشمن ہے اور ایسا انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مشن کا دُشمن ہے اور آپ کی محنت پر پانی پھیرنے والا ہے اور ایسا آدمی کافروں سے بھی بدتر ہے اس لیے آپ نے اور جبریل امین نے اس کے لیے بد دُعا فرمائی ہے کیونکہ کافر اور مشرک تو انسانیت کی اس عمارت کے بنانے میں رکاوٹ پیدا کر رہے تھے اور ایسا آدمی بنی ہوئی عمارت کو زمین بوس کرتا ہے اور یہ یقیناً کافر سے بدتر ہے غرضیکہ ماں باپ کی نافرمانی کے رُجحان سے دنیا میں ایسی نحوست پڑتی ہے اس لیے آج وہ ممالک جہاں یہ رجحان ہے وہاں ماں باپ اولاد کی ہمدردیوں اور

Marfat.com

اولاد ان کی شفقتوں سے محروم ہے اور آج وہ پوری انسانیت کے لیے تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

والدین کی نافرمانی کی اخروی سزا

وَعَنْهُ (ابی ہریرہ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

(رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۱۸)

ترجمہ ابی ہریرہ سے نقل ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک آلود ہو ناک اس کی خاک آلود ہو ناک اس کی خاک آلود ہو ناک اس کی کہا گیا کس کی یا رسول اللہ فرمایا جو پائے اپنے والدین کو بڑھاپے میں ایک کو یا دونوں کو پھر نہ داخل ہو جنت میں۔

اس حدیث پاک کا خلاصہ مطلب یہ ہے جو ماں باپ کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نہیں کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا گویا کہ ماں باپ انسان کی جنت بھی ہے اور دوزخ بھی جس کا جی چاہے ان کی خدمت کر کے جنت اختیار کرے اور جس کا جی چاہے ان کی نافرمانی کر کے دوزخ اختیار کرے۔

Marfat.com

یہاں تک جو اصول و ضوابط اور قواعد بیان ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک مضبوط خاندان، قبیلہ اور برادری کی بنیاد پڑتی ہے۔ جو آپس میں اخوت اور محبت کا پیکر ہوتے ہیں۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں یک دل اور یک جان ہو کر کام کرتے ہیں۔ اگر برادری کے کسی فرد کو تکلیف اور زحمت پہنچے تو ایک جسم کی مانند سارے افراد اسے محسوس کرتے ہیں۔ اور حسب استطاعت و توفیق اور اس کی ضرورت کے مطابق اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس برادری اور خاندان کے قیام کا منشا بھی یہی ہے کہ یہ آپس میں یک جان ہونے کا ثبوت دیں اور ایک دوسرے کے لئے اپنا آرام راحت قربان کریں۔ مگر یہ اصول تو بالکل ابتدائی باڈی کے لئے ہیں جو گھر کے ایک دائرہ تک محدود ہوتی ہے اور جو ایک فرد واحد چیئرمین (باپ کے نام سے شہرت حاصل کرتی ہے)۔

Marfat.com

اور ظاہر بات یہ ہے کہ ایسی برادری خاندان' قوم اور قبیلہ ہی دنیا میں ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ہو سکتا ہے اور جن میں بغض و عناد سرایت کر جائے وہ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے اور اسی خاندان میں سے کہ جب یہ ترقی کی راہ پہ گامزن ہونا شروع کرتا ہے اور گھر کی چار دیواری سے نکل کر شہر یا باقی ملک میں پھیلتا ہے) ایک فرد اٹھتا ہے جو اس جذبہ ایثار کے ساتھ اپنی وسعت اختیار کرنے والی برادری کی خدمات سرانجام دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں ماں باپ کی طرح برادری کی محبت موجزن ہوتی ہے تو برادری کے وسعت اختیار کرنے والے اور پھیلنے والے افراد اسے اپنی جائے پناہ سمجھ کر اس کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتے ہیں اور اسی کے نام پر یہ قبیلہ اور قوم مشہور ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید پٹھان' قریشی' ہاشمی وغیرہ۔ ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے اصول رکھے ہیں جو عنقریب بیان ہوں گے۔

خاندان اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے تعارف کا ذریعہ ہے

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ○ (سورۃ الفرقان آیت 54)

اور وہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کے رشتہ نسب اور دامادی قائم کیا اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر : یہاں دو چیزوں کا بیان ہے ایک یہ ہے کہ خاندان' قبیلہ اور برادری اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ نعمت کا معنی نرم و نازک ہے اور عرف میں نعمت ہر چیز اس کا نام ہے جس سے انسان کی نشوونما اور ترقی اور عروج ہوتا ہے۔ جیسا کہ اربعہ عناصر اور خاندان اور برادی اس لئے نعمت ہے کہ اس کا بھی انسان کی پیدائش اور حیات و بقاء میں عمل دخل ہوتا ہے اور قدم قدم پر خاندان کے افراد ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور دوسری چیز یہ ہے کہ یہ خاندان اللہ تعالیٰ کے

تعارف کا نمونہ بھی ہے۔ کیونکہ اس نے پانی سے انسان کو بنایا ہے اور دوسری جگہ ہے کہ انسان کی تخلیق میں پانی کے ساتھ مٹی بھی شامل ہے اور آگ اور ہوا بھی شامل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش ان چاروں عناصر سے ہے۔ اور یہ کام خدا کے سوا کوئے نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی اربع عناصر بنا سکتا ہے۔ اور نہ ان سے کوئی ایسا انسان بنا سکتا ہے لیکن مقام غور ہے کہ ان چاروں عناصر کو جو مختلف التاثیرات ہیں) یکجا کر کے جو انسان بنایا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ بنظر غائر دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی اصل میں اکائی اور وحدت ہی مقصود ہے۔ کیونکہ آگ' پانی' مٹی اور ہوا چاروں الگ الگ افراد ہیں۔ انہیں جوڑ کر ایک انسان بنایا گیا ہے اور ان مختلف التاثیرات اور متضاد عناصر اور اجزاء کو ایک قالب میں جمع کیا گیا ہے کیونکہ ان اجزاء سے انفرادی طور پورا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جو ان کی اجتماعی شکل میں حاصل ہو رہا ہے اور اسی طرح ان اجزاء اور عناصر سے جو انسان تیار ہوتا ہے۔ اس کی انفرادیت سے بھی وہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو اس کی اجتماعی' خاندانی اور قبائلی صورت میں حاصل ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان اصولوں کو اپنانے سے انسانوں کی خود بخود آپس میں کشش اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب لگتے ہیں اور جڑ جاتے ہیں۔

خاندانی نظام انسانی معاشرہ کے لئے باعث سکون اور محبت ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (سورۃ الروم آیت 21)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لئے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو۔ اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ

Marfat.com

غور کرتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

تشریح : یہ سورۃ الروم کی آیت اکیس ہے۔ اس میں دو مضمون ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عورت کی تخلیق بحیثیت بیوی مرد کی تسکین اور سکون کی خاطر ہے۔ اور دوسرا اس میں یہ بتایا ہے کہ یہ آپس میں دوستی اور محبت کا ذریعہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کا یہ جو نظام اختیار فرمایا ہے کہ مرد سے عورت کو اور عورت سے مرد کو پیدا کرتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرد کے دل میں عورت کی محبت پیدا ہوتی ہے اور عورت کے دل میں مرد کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ باہم ملنے کے سوا بے چین اور مضطرب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اصلاً" ان کا خمیر ایک ہوتا ہے۔ اگرچہ قالب مختلف ہوتے ہیں۔

سوال : قرآن مجید کی اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ نے آپس کی تسکین اور محبت کے لئے پیدا فرمایا ہے مگر بہت سے گھرانے ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں شادیوں کے بعد بربادیاں ہو جاتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

اس کا جواب : یہ ہے کہ اس اللہ تعالیٰ نے شادیوں کے لئے کچھ اصول بھی بیان فرمائے ہیں جن کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پس ان اصولوں کے تحت جہاں شادیاں ہوتی ہیں وہاں محبت ہوتی ہے۔ اور جہاں ان اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے وہاں محبت نہیں ہوتی۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ یہ خاندانی نظام معاشرہ کے لئے باعث سکون اور محبت ہے۔

خاندانی نظام کے قیام کا مقصد باہم تعارف اور نیکی پھیلانا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ (سورۃ الحجرات آیت 13)

Marfat.com

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمیں آپس میں پہچان ہو۔

تشریح : یہ سورۃ الحجرات کی آیت تیرہ کے دو حصے ہیں۔ پہلے جملے میں فرمایا ہے کہ تمام انسانوں کو ہم نے ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اس سے مراد حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام ہیں۔ کہ انہیں سے یہ پوری نسل انسانی دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور یا اس سے مراد ہر میاں بیوی بھی ہو سکتے ہیں کہ ان سے باقی نسل دنیا میں پھیلی ہے اور پھیل رہی ہے۔ اور دوسرے جملے میں یہ بتایا ہے کہ انسانوں کے جتنے خاندان' قومیں اور قبائل ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ نے خود بنائے ہیں۔ اور ان کے بنانے کا مقصد بھی بیان فرمایا ہے کہ لتعارفو کہ تمہیں آپس میں پہچان ہو شعوب شعب کی جمع ہے بڑے خاندان کو کہتے ہیں۔ اور قبائل قبیلہ کی جمع ہے۔ یہ شعب سے چھوٹا ہوتا ہے۔ ایک باپ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ تعارفو جمع حاضر مضارع کا صیغہ ہے۔ باب تفاعل سے ہے۔ یہ باب مشارکت کے لئے آتا ہے۔ یعنی دو آدمی مل کر جو کام کرنا چاہیں تو ان کے اس فعل کو بتانے کے لئے جو لفظ ہوتا ہے اسے اس باب سے لاتے ہیں تاکہ ان کی شرکت واضح ہو جائے اور یہ صیغہ عرف سے ہے۔ اس کے تین معنی آتے ہیں۔ نیک' بلندی' اور پہچان۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں کسی ایک معنی کو متعین نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تینوں مقصود ہیں۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو خاندان قومیں اور قبائل بنایا ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو' مل جل کر نیکی کرو اور بلندی حاصل کرو۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ خاندان بنانے سے مقصد تین چیزیں ہیں آپس میں تعارف' اجتماعی نیکی اور اجتماعی ترقی۔

اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ انسان اگر اس دنیاوی دوڑ میں اپنے عصروں سے آگے نکلنا چاہے تو اسے ہمدرد رفقاء اور احباب کی ضرورت ہوتی ہے ان کے

Marfat.com

سوا وہ آگے نہیں نکل سکتا۔ بلکہ ترقی کرنا تو کجا اس کے لئے اس دنیا میں رہنا سہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لئے ایسے ہمدرد کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ بس ایک تو ہمدرد بیوی ہو سکتی ہے جس کی تفصیلات پہلے آچکی ہیں اور اس طرح ماں اور باپ' خاندان' برادری اور قبیلہ ہو سکتا ہے۔ اگر انسان کے ایسے معاونین ہوں تو پھر دنیا میں اس کا تعارف بھی ہوتا ہے اور پھر وہ اجتماعی نیکی اور ترقی بھی کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کے لئے قبیلہ اور برادری کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں۔ اور انہیں انسان کے لئے اپنی نعمت قرار دیا ہے اور اس قبائلی زندگی میں انسانوں کو جڑنے کی تعلیم دی ہے۔ اور اس انتظام کی مخالفت کرنے والے کو انسانی دشمن قرار دیا ہے۔

خاندان کا سردار سب سے زیادہ متقی ہونا چاہئے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

(سورۃ الحجرات آیت 13)

بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

تشریح : سورۃ الحجرات کی آیت تیرہ کے دو جملے ہیں۔ پہلے میں فرمایا ہے کہ بنی آدم میں سب سے زیادہ باعزت وہ آدمی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ یعنی قوم اور خاندان کا سردار ایسا آدمی ہونا چاہیے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں لفظ اتقی استعمال فرمایا ہے۔ یہ صیغہ اسم تفضیل ہے۔ اور اسم تفضیل میں تناسب اور درجات کا لحاظ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں جب یہ لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاندان اور برادری کی سیادت و قیادت کے لئے تناسب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں ادنیٰ درجے کا متقی تو وہ ہے جو توحید پرست ہو

Marfat.com

مشرک نہ ہو اور اعلیٰ درجے کا متقی وہ ہے جو مشتبہ چیز سے بھی بچے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَا لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِى الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِى الْحَرَامِ۔

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیز بھی ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شبہ والی چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی۔ اور جو شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔

عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهٖ بَاْسٌ (مشکوۃ باب الکسب وَطلب الحلال صفحہ 24)

عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک متقی لوگوں میں سے نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس چیز کو نہ چھوڑے جس میں حرج نہ ہو۔ اس سے بچنے کے لئے جس میں حرج ہو۔

عَنْ دُرَّةَ بِنْتِ اَبِىْ لَهَبٍ قَالَتْ قَامَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ اَقْرَاُهُمْ وَاَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاٰمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

وَاَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ (ابن کثیر جلد چہارم صفحہ 216 مطبوعہ مصر)

درہ بنت ابی لہب سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور آپ سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے سب سے بہتر کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ اور سب سے زیادہ نیکی کا امر کرنے والا اور برائی سے روکنے والا ہو اور جو سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو۔

تشریح : یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں قرآن مجید کی اس آیت ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر ہے۔ پہلی حدیث تو نعمان بن بشیر سے مروی ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ یعنی قرآن و حدیث میں ان کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں بہت سے لوگوں کو ان کا پتہ نہیں ہے بس جو آدمی ان شبہ والی چیزوں سے بچ گیا تو وہ اپنی عزت بھی بچا لے گا اور دین بھی بچا لے گا اور جو ان سے نہ بچا تو وہ حرام میں پڑ جائے گا اور دوسرے حدیث عقبہ والی ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ مباح چیزیں بھی نہ چھوڑے۔ اور تیسری حدیث درہ بنت ابی لہب والی ہے۔ اس میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ آدمیوں کو سب سے بہتر فرمایا ہے۔ پہلا قاری قرآن اور دوسرا اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا۔ اور تیسرا سب سے زیادہ نیکی کا امر کرنے والا اور چوتھا سب سے زیادہ برائی سے روکنے والا اور پانچواں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے۔ پس ان احادیث کو سورہ حجرات کی مذکورہ آیت سے تطبیق دینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ ایسے آدمی کو اپنا سردار بنائیں کیونکہ

Marfat.com

یہ مانا ہوا اصول ہے کہ ماتحت طبقہ ہمیشہ بڑوں کی نقالی کرتا ہے۔ اور جب ایک قبیلہ کا سردار اس درجہ کا متقی پرہیزگار اور قومی ہمدرد ہوگا تو ماتحت اسے دیکھ کر کے وہ بھی ایسا ہی نمونہ اختیار کریں گے اور اگر قبیلہ کا سردار بدعنوان اور برکردار قسم کا آدمی ہوگا تو ماتحت بھی ایسے ہی ہو جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات کی آیت میں فرمایا ہے کہ تمہارا سب سے زیادہ عزت والا سب سے زیادہ متقی ہونا چاہئے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صیغہ اتقی استعمال فرمایا ہے جو اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اس میں تناسب کا لحاظ ہوتا ہے۔ تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر اعلیٰ درجے کا متقی اگر نہ ہو تو اس سے کم درجے یا اس سے کم درجے کا سہی بہرحال قبیلہ سردار نیک آدمی چاہئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ۔ قَالَ اَکْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ ذَالِکَ نَسْئَلُکَ۔ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنُ خَلِیْلِ اللّٰهِ۔ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ ذَالِکَ نَسْئَلُکَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْئَلُوْنِیْ۔ قَالُوْا نَعَمْ۔ قَالَ فَخِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا (مشکوۃ صفحہ 417 باب المفاخرہ والعصبیۃ)

ابی ھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ عزت والا کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ متقی ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزت والا یوسف اللہ کا نبی۔ اللہ کے نبی کا بیٹا اللہ کے نبی کا بیٹا خلیل اللہ کا بیٹا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم اس سے نہیں پوچھتے۔ تو

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ عرب کے کانوں کے بارے میں پوچھتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ دور جاہلیہ میں تم میں سے جو بہتر تھے اسلام میں بھی وہ بہتر ہی ہوں گے جب وہ دین میں سمجھ حاصل کر لیں۔

تشریح : اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے استفسار پر فرمایا کہ دور جاہلیت میں جو لوگ بہتر سمجھے جاتے تھے اسلام کے اندر بھی وہ بہتر ہوں گے یعنی دور جاہلیت میں جن لوگوں کو سردار مانا جاتا تھا اسلام کے اندر بھی انہیں سردار ہی مانا جائے گا۔ جبکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں اور یہ تشریح پہلے آچکی ہے کہ اسلام میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی، پرہیز گار، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرنے والا ہو اور اس سے زیادہ وہ جو صلہ رحمی کرنے والا ہو۔

عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ (مشکوۃ صفحہ 418 باب الفاخرۃ والعصبیۃ)

سراقہ بن مالک بن جعشم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو خاندان کی طرف سے دفاع کرے۔

تشریح : اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برادری کے سردار کی ایک اور ذمہ داری بتائی ہے کہ ان پر کوئی مصیبت آئے تو ان سے دفاع کرے۔ یعنی ان پر اگر کوئی ظلم کرتا ہے تو انہیں ظلم سے بچائے۔ اگر کوئی ان کی حق تلفی کرتا ہے تو انہیں ان کا حق دلائے۔ بس خلاصہ یہ ہوا کہ برادری کا سردار وہ ہونا چاہیے جو خود متقی ہو اور دوسروں کو بھی تقویٰ کی تعلیم دے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ صلہ رحمی کرے اور مصیبت میں انکا ساتھ دے۔

Marfat.com

خاندان والوں کو اپنے سردار کا اکرام کرنا چاہئے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْا قُرَیْظَةِ عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْہِ وَکَانَ قَرِیْبًا مِنْہُ فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ (مشکوۃ باب القیام صفحہ 403)

ابی سعید خدری نے فرمایا کہ جب بنو قریظہ سعد کو حکم ماننے پر اترے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور وہ ان کے قریب ہی تھے۔ تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا کہ اپنے سردار کی طرف اٹھ کھڑے ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ (مشکوۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق صفحہ 424)

اور عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو اپنے مراتب پر اتارو۔

تشریح : اس سے پہلے جو احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کے سردار کی ذمہ داریوں کو بیان فرمایا ہے اور لوگوں کو تعلیم دی ہے کہ متقی پرہیز گار، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کرنے والے۔ صلہ رحمی کرنے والے، مصیبت میں کام آنے والے کو اپنا سردار مانو۔ اور ان احادیث میں لوگوں کو تعلیم دی ہے کہ ان سرداروں کی عزت کرو۔

چنانچہ ابی سعید خدریؓ والی روایت میں آپ نے انصار کو حکم دیا تھا کہ اپنے سردار کی عزت کی خاطر اٹھو۔ اور یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ جب قبیلہ بنو قریظہ

Marfat.com

کے ساتھ آپکی جنگ ہوئی تھی۔ اور اس جنگ میں انہیں شکست ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور ان کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا تھا کہ سعد بن معاذ ان کے بارے میں جو فیصلہ کرے۔ وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ اور سعد بن معاذ انصار کے ایک قبیلہ کے سردار تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اطلاع بھیجی تو وہ آئے۔ جب قریب پہنچے تو آپ نے ان کی برادری کے اور خاندان کے لوگوں کو فرمایا کہ ان کی طرف تم اٹھ کھڑے ہو اور دوسری حدیث میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے مراتب پر اتارو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ والا واقعہ خصوصی نہیں ہے۔ بلکہ تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ اپنے بڑوں کی عزت کریں اور خصوصاً" جب کہ سردار ہو اور قوم کی خدمت گزار بھی ہو تو اس کے ماتحتوں اور چھوٹوں کو اس کی عزت کرنا چاہئے۔

سردار کے اکرام و احترام میں مبالغہ نہیں ہونا چاہئے

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِی کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (مشکوۃ باب الفاخرۃ والعصبیۃ صفحہ 417)

عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے بارے میں مبالغہ کیا تھا۔ میں اس اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس کا بندہ اور رسول کہو۔

تشریح : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سوائے باپ کے اپنی طاقت اور قدرت سے پیدا فرمایا۔ اور پھر ان کو اپنا رسول بنایا تھا مگر ان کی عیسائی امت نے آپ کے بارے میں مبالغہ کیا اور ان کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا۔ اور گمراہ ہو گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں امت کو

Marfat.com

گمراہی سے بچانے کے لئے نصیحت فرمائی کہ میرے بارے میں تم ایسا مبالغہ نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حد سے بڑھ کر اکرام اور احترام جائز نہیں تو پھر کسی اور لیڈر یا سردار کا یقینی جائز نہیں۔

خاندان کے سردار کو اپنے اس عہدہ پر فخر نہیں کرنا چاہئے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَاءِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین صفحہ 513)

ابی سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ میں فخر نہیں کرتا۔ اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں فخر نہیں کرتا۔ اور حضرت آدم سے لیکر تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے مجھ سے زمین کھولی جائے گی اور میں فخر نہیں کرتا۔

تشریح : اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہدوں کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن عطا فرمائیں گے پہلا یہ کہ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کی سیادت اور قیادت آپ کے پاس ہوگی اور دوسرا یہ ہے کہ حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور تمام انبیاء آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور تیسرا یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ قبر سے اٹھائے جائیں گے اور آپ نے فرمایا کہ اس میں فخر نہیں کرتا۔ اس میں تعلیم ہے کہ کسی کو بھی اپنے عہدے پر فخر نہیں کرنا چاہئے۔ کہ سردار اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے۔

Marfat.com

فخر کرنے والے سردار کی سزا دوزخ ہے

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا لَهٗ قَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا

(مشکوۃ باب القیام صفحہ 403)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ بات اچھی لگے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو اسے اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرنا چاہئے۔ ابی امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی کے سہارے گھر سے نکلے تو ہم آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کھڑے نہ ہوا کرو جیسا کہ عجمی بعض بعض کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تشریح : یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت معاویہؓ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ جس کے سامنے کھڑے ہوں اور وہ اس پر خوشی محسوس کرے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ خوشی محسوس نہیں کرتا تو حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حضرت معاذ کے سامنے کھڑا ہونے کا حکم دیا تھا۔ اور دوسری حدیث میں آپ نے اپنے صحابہ کو اپنے سامنے کھڑا ہونے سے منع فرمایا تھا۔ آپ میں تو تکبری نہیں آسکی تھی مگر آپ کا مقصد تعلیم دینا تھا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

Marfat.com

وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (مشکوۃ باب الغضب والکبر صفحہ 433)

ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو تو ایک آدمی نے عرض کیا آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور جوتا اچھا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جمیل ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبری حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

تشریح : اس حدیث میں پہلی حدیثوں کی تفصیل آگئی ہے۔ کہ تکبر کس چیز کا نام ہے۔ یعنی اگر لوگ اپنے سردار کی عزت کریں اور اس کے سامنے کھڑے ہوں۔ اور اس کے دل میں خوشی پیدا ہو اور ان اپنی تعظیم کرنے والوں کو حقیر جانے تب تو یہ تکبر ہے اور اس کی یہ مذکورہ سزا ہوگی اور اگر لوگوں کو اپنی تعظیم و تکریم کی وجہ سے حقیر نہ سمجھے اور اس کے دل میں فخر غرور نہ آتا ہو تو پھر اس کی ایسی تعظیم کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر وہ خود لوگوں کو اپنی تعظیم کی تعلیم دیتا ہو اور اس کے دل میں فخر و غرور بھی آتا ہو تو پھر ایسے سردار کے سامنے کھڑا ہونا حرام ہے۔

بوقت شجاعت اپنے آباء و اجداد کا نام لینا تکبری نہیں ہے

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ فِي يَوْمِ حُنَيْنٍ كَانَ اَبُوْسُفْيَانُ ابْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ يَعْنِي بَغْلَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِيَهٗ

Marfat.com

اَلْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِّیُ لَا كَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبْ۔ قَالَ فَمَا رُاِیَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ (مشکوۃ باب الفاخرۃ والعصبیۃ صفحہ 417)

براء بن عازب نے کہا کہ (جنگ) حنین کے دن ابوسفیان بن حارث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خچر کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ جب آپ پر مشرکین کا ہجوم ہوا تو اترے اور یہ کہنا شروع کیا کہ میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس دن آپ کی بنسبت لوگوں میں سے کوئی بھی زیادہ بہادر دکھائی نہیں دیا گیا۔

تشریح : اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے۔ اور آپ نے اس موقعہ پر اپنے مرتبہ نبوت اور اپنے دادا عبدالمطلب کا نام لیا تھا۔ واقعہ اصل میں یہ ہے کہ ہجری آٹھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حنین والوں نے از خود آپ پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ ہے اس کو حنین کہتے ہیں۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیاری کا علم ہوا تو ان کے مقابلہ کے لئے حنین بھی تشریف لے گئے اور جب مقابلہ شروع ہوا تو پہلے حملے میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور آپ کے صحابہؓ تتر بتر ہو گئے اور آپ کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے تھے تو اس وقت آپ اپنے خچر سے اترے اور یہ کلام منظوم پڑھا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اللہ کا سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے اندر دو صفتیں رکھی ہیں۔ ایک نبی والی صفت ہے۔ اور نبی بزدل نہیں ہوتا بہادر ہوتا ہے۔ اور دوسری صفت یہ ہے کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور عرب میں اس وقت یہ خاندان شریف اور بہادر مشہور تھا۔ تو مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب میرے اندر یہ دو صفتیں رکھی ہیں تو میں اکیلا بھی تم سے جنگ لڑوں گا۔ پس خلاصہ مقصد یہ ہوا

Marfat.com

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شجاعت دکھانے کے موقع پر یہ کلام منظوم جو آپ نے خود بالبدیہ بنایا تھا) پڑھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے شجاعت کے موقع پر اپنے مرتبہ اور اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرنا اور ان کا نام لینا تفاخر اور عصبیت نہیں ہے۔ بلکہ یہ اپنی بہادری اور جرات کا اظہار ہے تاکہ دشمن کو مرعوب کیا جاسکے۔

اس باب میں اور بھی آیات اور احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ کے لئے خاندانی اور قبائلی نظام بہت ضروری ہے۔ مگر اختصار کی خاطر ان کو نظر انداز کر دیا ہے اور بقدر ضرورت آیات اور احادیث یہاں نقل کر دی گئی ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ خاندانی نظام انسانی ترقی کی خاطر اہم ہے۔ اس کے سوا انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ مگر بعض لوگ اس زرّیں اصول سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں کہ قبائل اور خاندان اس کو برتری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اور بعض قبائل اپنے آپ کو اعلیٰ اور دوسروں کو ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اس اونچ اور نیچ سے دنیا میں دنگا فساد ہوتا ہے اور دنیا میں آج تک جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں وہ تقریباً" انہیں بنیادوں پر ہوئی ہیں اور آج بھی پوری دنیا میں فساد ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔ اور یہ قومی تعصب اور فخر و غرور اتنا سخت ہوتا ہے کہ انسان دوسروں کو مٹانے کے درپے ہو جاتے ہیں اور دوزخ میں جانا تو پسند کرتے ہیں مگر اس قومی بت کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسے نقش پر راضی نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند آیات قرانی ہدیہ ناظریہ کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے خاص مواقع میں ان نظریات کی تردید کے لئے اتاری ہیں۔

غرور عصبیت ختم کرنیکا واقعہ اول

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ

Marfat.com

حِسَابِکَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○ (سورۃ الانعام آیت 52)

اور جو لوگ اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں انہیں اپنے سے دور نہ کر وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ تیرے ذمہ ان کا حساب نہیں ہے۔ اور نہ تیرا کوئی حساب ان کے ذمہ اگر تو نے انہیں دور ہٹایا پس تو بے انصافوں میں سے ہوگا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰکَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا○ (سورۃ الکہف آیت 28)

تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور نہ ہٹیں تیری آنکھیں ان کی طرف سے۔ تو دنیا کی زینت چاہتا ہے اور ان کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کرایا ہے اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے۔ اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

تشریح : یہاں دو آیتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں قومی عصبیت سے روکا گیا ہے۔ اور اس کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ پہلی آیت میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جو لوگ رضا الٰہی کے لئے تیرے پاس آئیں آپ کو ان کو ہٹائیں نہ ان کے باطن کا حساب آپ پر نہیں اور آپ کے باطن کا حساب ان پر نہیں۔ اگر آپ انہیں ہٹا دیں گے تو یہ ظلم ہوگا۔

اور دوسری آیت میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ آپ خود بھی ان سے نہ ہٹیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ آپ کی نگاہیں بھی ان سے نہ ہٹیں۔ یعنی ان کی طرف پوری توجہ دیں۔ اور اس

Marfat.com

آیت کے آخری جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس سے ایمان والوں کو ہٹانے کی جو ممانعت فرمائی ہے۔ یہ ایک مطالبہ کی وجہ سے فرمائی ہے۔ ترید زینتہ الحیوۃ الدنیا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطالب کرنے والے بڑے مخیر اور امیر قسم کے لوگ تھے۔ اور ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کے بارے میں غافل تھے۔ اور واتبع ھَوَاہُ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مشرک بھی تھے اور دکان امرہ فرطا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جرائم پیشہ تھے۔

شان نزول اور تشریح : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ نے علامہ ابن کثیر کے حوالہ سے ان آیات کا شان نزول یہ نقل کیا ہے کہ قریش کے سرکردہ سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہم تمہارے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کو اور ماننے کو تیار ہیں مگر ہمارے لئے ایک رکاوٹ یہ بھی ہے کہ ان کی مجلس میں یا تو ہمارے آزاد کردہ غلام ہوتے ہیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں ہو ہمارے ہی رحم و کرم پر زندگی گزار رہے تھے۔ ان ذلیلوں کے ہوتے ہوئے ہم ان کی مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ وہ ہمارے آنے کے وقت اگر ان کو ہٹا دیں تو ان کی مجلس میں بیٹھیں گے اور ان کی بات سنیں گے اور غور کریں گے آپ کے چچا ابوطالب نے ان کا مطالبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور آپ کے صحابی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ عرض کیا کہ اس میں حرج کیا ہے؟ کچھ دنوں کے لئے آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ کیونکہ یہ دو جماعتوں کی تشکیل اعلیٰ اور ادنیٰ کی بنا پر تھی اور اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے۔

Marfat.com

غرور عصبیت ختم کرنے کا واقعہ دوم

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ○ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ○ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی ○ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی ○ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ○ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ○ وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ○ وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی ○ وَهُوَ یَخْشٰی ○ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ○ کَلَّآ اِنَّهَا تَذْکِرَةٌ ○ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَهٗ ○ (سورۃ عَبَسَ آیت 12)

پیغمبر چین بجبیں ہوئے۔ اور منہ موڑ لیا کہ ان کے پاس ایک اندھا آیا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید وہ پاک ہو جائے۔ یا وہ نصیحت پکڑ لے تو اس کو نصیحت نفع دے۔ لیکن وہ جو پرواہ نہیں کرتا تو آپ اس کے لئے توجہ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ پر اس کے نہ سدھرنے کا کوئی الزام نہیں۔ لیکن جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور وہ ڈر رہا ہے تو آپ اس سے بے پروائی کرتے ہیں۔ خبردار ایسا نہیں چاہئے۔ بے شک یہ (قرآن) تو نصیحت ہے پس جو چاہے اس کو یاد کرے۔

تشریح : ان آیات کا شان نزول ایک خاص واقعہ ہے۔ جو مفسری نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ اتفاقاً" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ سرکردہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو اس دوران عبداللہ بن ام مکتوم ایک صحابی آئے اور انہوں نے آپؐ سے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں استفسار کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران گفتگو یہ سوال ناگوار معلوم ہوا۔ آپؐ کے چہرہ انور پر اس کے آثار بھی نمودار ہوئے۔ اور خیال مبارک یہ تھا کہ یہ مخلص ہے اس کو تو بعد میں بھی سمجھایا جا سکتا ہے۔ اور یہ جو بیٹھے ہوئے ہیں پہلے ان کو سمجھا دینا چاہئے۔ اس وقت یہ آیتیں اتری ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تعلیم دی ہے کہ اس نابینا کو بھی اس مجلس میں بیٹھا دیتے تاکہ ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز نہ پیدا ہوتا۔ اور آپ کے طرز عمل سے ایسا ہو گیا ہے۔ آئندہ ایسا

Marfat.com

نہیں چاہیئے۔ قرآن مجید ایک نصیحت ہے۔ اس کی تعلیم بلا امتیاز ہونا چاہیئے۔ اس تعلیم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ملاحظہ فرمائیں۔

ظلم پر کسی کی حمایت کرنے کا نام عصبیت ہے
اور ایسا آدمی مسلمان نہیں ہے

عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارِ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ

عیاض بن حمار مجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے کہ آپس میں عاجزی کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی پر بدزبانی نہ کرے۔

عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْعَصَبِیَّۃُ قَالَ اَنْ تُعِیْنَ قَوْمَکَ عَلَی الظُّلْمِ

واثلہ بن اسقع نے کہا کہ میں نے کہا یارسول اللہ عصبیت کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّۃً وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ

(مشکوۃ باب المفاخرۃ والعصبیۃ صفحہ 417-416)

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی ہم میں سے نہیں جو عصبیۃ کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں ہو عصبیۃ کی خاطر آپسی لڑیں وہ آدمی ہم میں سے نہیں جو عصبیۃ پر مرے۔

Marfat.com

تشریح : یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی عیاضؓ والی اور دوسری واثلہؓ والی اور تیسری جبیرؓ والی ہے۔ یہ تینوں حدیثیں سورۃ عبس کی مذکورہ آیات کی تفسیر ہیں۔ پہلی حدیث میں عاجزی کی تعلیم ہے اور فخر کرنے اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی سے منع فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں آپ نے ظلم کی ایک مثال اور صورت بیان فرمائی ہے۔ کہ ظلم اور زیادتی پر کسی کی مدد اور حمایت کرنا عصبیت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم کی حمایت کرنا عصبیت نہیں ہے اور تیسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ جو آدمی کسی دوسرے آدمی کو عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت کی خاطر کسی سے جنگ لڑے۔ اور اسی سلسلہ میں مرجائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کا امتی نہیں ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ تو ان طبقاتی نفرتوں کو ختم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور یہ ان کو فروغ دے رہا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے دین اور مشن کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اس لئے وہ رسول اللہ ﷺ کا امتی اور مسلمان نہیں ہو سکتا لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ احادیث سورۃ عبس کی آیات کی تفسیر ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ کہاں سے اور کیسے معلوم کیا؟ اور عصبیت کی خاطر لڑنے کو ظلم قرار دے دیا اور ایسے آدمی کو اپنی امت سے خارج کردیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ اتفاقاً" ایک دفعہ سرکردہ لوگوں کو دعوت دے رہے تھے اور اس وقت اس مجلس میں ایک نابینا آگیا تھا اور اس کے سوال پر آپ چین بجبین ہوئے تھے اور اس سے قبل آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی واضح ہدایت بھی اس سلسلہ میں ملی ہوئی نہیں تھی تاکہ اس کی خلاف ورزی مان لی جائے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تو اس سے یہ بات خود بخود معلوم ہو گئی کہ جو آدمی قصداً" اور بالارادہ عصبیت برتے اس کو فروغ دے اور اس کی خاطر لڑے تو وہ یقیناً" عنداللہ بہت بڑا جرم ہے کیونکہ جس طرح والدین اپنی ساری اولاد کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے سب بندوں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اور احادیث میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں ہے اور جو لوگ تضاد سمجھتے ہیں یہ ان کی کوتاہ فہمی ہے۔ احادیث تو قرآن مجید کی تفسیر ہیں۔

تمام جانوروں میں اور پرندوں میں خاندانی نظام ہے

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ۝ (سورۃ انعام آیت 38)

اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز پھر سب اپنے رب کی سامنے جمع ہوں گے۔

تفسیر: یہ آیت بڑی جامع ہے۔ اس کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ وما من دابۃ سے لیکر امثالکم تک ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تمام حیوانات میں اور پرندوں میں بھی خاندانی طرز نظام ہے۔ اور اس آیت کا دوسرا حصہ ما فرطنا فی الکتب من شئی ہے یہاں کتاب سے مراد کتاب تقدیر لی گئی ہے۔ اور فرطنا جمع متکلم ماضی ہے۔ فرط سے بنا ہے۔ اسکے بعد اگر لفظ فی ہو تو پھر یہ لفظ بے غم خوار چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ اب آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ان حیوانات اور چرند و پرند کو تقدیر میں بے غم نہیں چھوڑا۔ بس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے یہ جو خاندانی نظام رکھا ہے۔ یہ ایک دوسرے کی غم خواری پر مبنی ہے۔

اور آیت کا تیسرا حصہ ثم الی ربھم یحشرون ہے۔ اس سے مراد روز قیامت ہے۔ یعنی قیامت میں یہ نظام ختم کر دیا جائے گا۔ اور یہ تمام اجناس اور انواع اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع کئے جائیں گے۔ اور ہر ایک کا حساب ہو گا۔ جس نے اس نظام کی خلاف ورزی کی ہوگی وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور جس نے اس کے موافق عمل کیا ہوگا وہ جنت جائے گا۔ اور جنت میں چونکہ انسان کو ایک دوسرے کی ہمدردی اور غم کی ضرورت ہی نہیں رہے گی اس لئے وہاں یہ نظام

Marfat.com

ختم کر دیا جائے گا اور دوزخ میں چونکہ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اس لئے اسے ختم کیا جائے گا۔ اور پہلے جو آچکا ہے۔ ایمان والوں کو اولاد مل جائے گی۔ یہ ضرورت کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ ان کی خواہش پوری کی جائے گی۔

اب ہم اس سلسلہ میں ذیل میں امثلہ پیش کریں گے۔

مثال اول کو ابرادری کی آپس میں ہمدردی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ○ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ○ (سورۃ مائدہ آیت 27تا31)

اور سنا ان کو حال واقعہ آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی۔ کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے' اگر تو ہاتھ چلا دے گا مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے

Marfat.com

میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا ظالموں کی' پھر اس کو راضی کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں' پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کرید تا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھال دے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنی بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوے کی کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی پھر لگا پچھتانے۔

قصہ ہابیل و قابیل : ان آیات میں حق تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ آپؐ اہل کتاب پوری امت کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح صحیح سنا دیجئے۔

قرآن مجید پر نظر کرنے والے جانتے ہیں کہ قران کریم کوئی قصہ کہانی یا تاریخ کی کتاب نہیں جس کا مقصد کسی واقعہ کو اول سے آخر تک بیان کرنا ہو لیکن واقعات ماضیہ اور گزشتہ اقوام کی سرگزشت اپنے دامن میں بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں رکھتی ہے۔ وہی تاریخ کی اصلی روح ہے اور ان میں بہت سے حالات و واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر مختلف احکام شرعیہ کی بنیاد ہوتی ہے۔ انہی فوائد کے پیش نظر قرآن کریم کا اسلوب ہر جگہ یہ ہے کہ موقع بہ موقع کوئی واقع بیان کرتا ہے اور اکثر پورا واقعہ بھی ایک جگہ بیان نہیں کرتا بلکہ اس کے جتنے حصہ سے اس جگہ کوئی مقصد متعلق ہوتا ہے اس کا وہی ٹکڑا یہاں بیان کر دیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا یہ قصہ بھی اسی اسلوب حکیم پر نقل کیا جا رہا ہے' اس میں موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے بہت سی عبرتیں اور مواعظ ہیں اور اس کے ضمن میں بہت سے احکام شرعیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اب پہلے الفاظ قرآن کی تشریح اور اس کے تحت میں اصل قصہ دیکھئے اس کے بعد اس کے متعلقہ احکام و مسائل کا بیان ہو گا۔

Marfat.com

اس سے پہلی آیات میں بنی اسرائیل کو حکم جہاد اور اس میں ان کی کم ہمتی اور بزدلی کا ذکر تھا۔ اس قصہ میں اس کے بالمقابل قتل ناحق کی برائی اور اس کی تباہ کاری کا بیان کر کے قوم کو اس اعتدال پر لانا مقصود ہے کہ جس طرح حق کی حمایت اور باطل کو مٹانے میں قتل و قتال سے دم چرانا غلطی ہے۔ اسی طرح ناحق قتل و قتال پر اقدام دین و دنیا کی تباہی ہے۔

پہلی آیت میں ابنی ادم کا لفظ مذکور ہے' یوں تو ہر انسان آدمی اور آدم کی اولاد ہے' ہر ایک کو ابن آدم کہا جا سکتا ہے' لیکن جمہور علماء تفسیر کے نزدیک اس جگہ ابنی ادم حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی اور حقیقی بیٹے مراد ہیں۔ یعنی ہابیل و قابیل' ان دونوں کا قصہ بیان کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔

تاریخی روایات کی نقل میں احتیاط اور سچائی واجب ہے

واتل علیھم نبا ابنی ادم بالحق "یعنی ان لوگوں کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح واقعہ کے مطابق سنا دیجئے۔ اس میں بالحق کے لفظ سے تاریخی روایات کی نقل میں ایک اہم اصول کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ تاریخی روایات کی نقل میں بڑی احتیاط لازم ہے جس میں نہ کوئی جھوٹ ہو نہ کوئی تلبیس اور دھوکہ اور نہ اصل واقعہ میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی زیادتی۔ (ابن کثیر)

قرآن کریم نے صرف اسی جگہ نہیں بلکہ دوسرے مواقع میں بھی اس اصول پر قائم رہنے کی ہدایات دی ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے ان ھذا لھوا القصص الحق دوسری جگہ ارشاد ہے نحن نقص علیک نبا ھم بالحق ان تمام مواقع میں تاریخی واقعات کے ساتھ لفظ حق لا کر اس بات کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہ نقل واقعات میں حق و صدق کی رعایت لازمی ہے' روایات و حکایات کی بنا پر جس قدر مفاسد دنیا میں ہوتے ہیں ان سب کی بنیاد عام طور پر نقل واقعات میں بے احتیاطی ہوتی ہے۔ ذرا سا لفظ اور عنوان بدل دینے

سے واقعہ کی حقیقت مسخ ہو جاتی ہے۔ پچھلی اقوام کے مذاہب و شرائع اسی بے احتیاطی کی راہ سے ضائع ہو گئے۔ اور ان کی مذہبی کتابیں چند بے سند و بے تحقیق کہانیوں کا مجموعہ بن کر رہ گئیں اس جگہ ایک لفظ بالحق کا اضافہ کرکے اس اہم مقصد کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

اس کے علاوہ اسی لفظ میں قرآن کریم کے مخاطبین کو اس طرف بھی رہنمائی کرنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو امی محض ہیں' اور ہزاروں سال پہلے کے واقعات بالکل سچے اور صحیح بیان فرما رہے ہیں تو اس کا سبب بجز وحی الٰہی اور نبوت کے کیا ہو سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ان دونوں بیٹوں کا واقعہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا: اذا قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر یعنی ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی اپنی قربانی پیش کی' مگر ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔

لفظ قربان' عربی لغت کے اعتبار سے اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو کسی کے قرب کا ذریعہ بنایا جائے' اور اصطلاح شرع میں اس ذبیحہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔

اس قربانی کے پیش کرنے کا واقعہ جو صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ منقول ہے اور ابن کثیر نے اس کو علماء سلف و خلف کا متفقہ قول قرار دیا ہے۔ یہ ہے کہ جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام دنیا میں آئے اور توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچے توام پیدا ہوئے ایک لڑکا اور دوسری لڑکی اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں بجز بہن بھائیوں کی کوئی اور نہ تھا۔ اور بھائی بہن کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا تو اللہ جل شانہ نے اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے شریعت آدم علیہ السلام میں یہ خصوصی حکم جاری فرما دیا تھا کہ ایک حمل سے جو لڑکا اور لڑکی پیدا ہو وہ تو آپس میں حقیقی بہن بھائی سمجھے

جائیں اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے۔ لیکن دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لیے پہلے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہوگی۔ بلکہ ان کے درمیان رشتہ ازدواج و مناکحت جائز ہوگا۔

لیکن ہوا یہ کہ پہلے لڑکے قابیل کی ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ حسین و جمیل تھی اور دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی بدشکل تھی۔ جب نکاح کا وقت آیا تو حسب ضابطہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بدشکل لڑکی قابیل کے حصہ میں آئی۔ اس پر قابیل ناراض ہو کر ہابیل کا دشمن ہو گیا اور اس پر اصرار کرنے لگا کہ میرے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہی میرے نکاح میں دی جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شرعی قاعدہ کے موافق اس کو قبول نہ فرمایا۔ اور ہابیل و قابیل کے درمیان رفع اختلاف کے لئے یہ صورت تجویز فرمائی کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لئے پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی یہ لڑکی اس کو دی جائے گی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو یقین تھا کہ قربانی اسی کی قبول ہوگی جس کا حق ہے، یعنی ہابیل کی۔

اس زمانہ میں قربانی قبول ہونے کی ایک واضح اور کھلی ہوئی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور قربانی کو کھا جاتی تھی اور جس قربانی کو آگ کھائے تو یہ علامت اس کے مقبول ہونے کی ہوتی تھی۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں، اس نے ایک عمدہ دنبہ کی قربانی کی، قابیل کاشتکار آدمی تھا اس نے کچھ غلہ، گندم وغیرہ قربانی کے لئے پیش کیا اور ہوا یہ کہ حسب دستور آسمان سے آگ آئی ہابیل کی قربانی کو کھا گئی اور قابیل کی قربانی جوں کی توں ہی پڑی رہ گئی اس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رسوائی کا غم و غصہ اور بڑھ گیا تو اس سے رہا نہ گیا اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا لا قتلنک یعنی میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔

ہابیل نے اس وقت بھی غصہ کی بات کا جواب غصہ کے ساتھ دینے کے

بجائے ایک ٹھنڈی اور اصولی بات کہی جس میں اس کی ہمدردی و خیر خواہی بھی تھی کہ انما یتقبل اللہ من المتقین یعنی اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی پرہیزگار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں"۔ اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی بھی قبول ہوتی، تم نے ایسا نہیں کیا تو قربانی قبول نہ ہوئی اس میں میرا کیا قصور ہے؟

اس کلام میں حاسد کے حسد کا علاج بھی ذکر کر دیا گیا ہے کہ حاسد کو جب یہ نظر آئے کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی خاص نعمت عطا فرمائی ہے جو اس کو حاصل نہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنی محرومی کو اپنے عملی کوتاہی اور گناہوں کے سبب سے سمجھ کر ان سے تائب ہونے کی فکر کرے نہ یہ کہ دوسرے سے اس نعمت کے زوال کی فکر میں پڑ جائے۔ کیونکہ یہ اس کے فائدہ کے بجائے ضرر کا سبب ہے کیونکہ مقبولیت عنداللہ کا مدار تقویٰ پر ہے۔ (مظہری)

قبولیت عمل کا مدار اخلاص و تقویٰ پر ہے

یہاں ہابیل و قابیل کی باہمی گفتگو میں ایک ایسا جملہ آگیا جو ایک اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے کہ اعمال و عبادات کی قبولیت تقویٰ اور خوف خدا پر موقوف ہے۔ جس میں تقویٰ نہین اس کا عمل مقبول نہیں۔ اسی وجہ سے علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عبادت گزاروں اور عمل کرنے والوں کے لئے بڑا تازیانہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عامر بن عبداللہ اپنی وفات کے وقت رو رہے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تو عمر بھر اعمال صالحہ اور عبادات میں مشغول رہے۔ پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا تم یہ کہتے ہو اور میرے کانوں میں اللہ کا یہ ارشاد گونج رہا ہے۔ انما یتقبل اللہ من المتین مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میری کوئی عبادت قبول بھی ہوگی یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میرا عمل

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا لیا تو یہ وہ نعمت ہے کہ ساری زمین کا سونا بن کر اپنے قبضہ میں آجائے تو بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہ سمجھوں۔

اسی طرح حضرت ابوالدرداؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات یقینی طور پر طے ہو جائے کہ میری ایک نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہو گئی تو میرے لئے وہ ساری دنیا اور اس کی نعمتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص کو خط میں یہ نصائح لکھیں کہ:

"میں تجھے تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور اہل تقویٰ کے سوا کسی پر رحم نہیں کیا جاتا' اور اس کے بغیر کسی چیز پر ثواب نہیں ملتا' اس بات کا وعظ کہنے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں"۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے اور جو عمل مقبول ہو جائے وہ چھوٹا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

معارف القرآن ان آیات کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے جب اس برادری مشن کی خلاف ورزی کی اور اپنے حقیقی بھائی کو ایک لڑکی کی خاطر مار ڈالا اور اس کی لاش بے گوروکفن پڑی ہوئی تھی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا اور اس کوے کے پاس ایک مردہ کوے کی لاش تھی۔ تو اس نے زمین کو کریدا۔ اور مٹی ہٹا کر اس مردہ کوے کو اس میں دفنایا تب اسے ہوش آئی اور نادم ہوا کہ میں تو اس حقیر سے کوے سے بھی گیا گزرا ہوں۔ کہ وہ تو اپنی برادری کا محافظ ہے۔ اور میں نے اپنے حقیقی بھائی کی جان لے لی۔ اور اب میں اسے دفنانے کا طریقہ نہیں جانتا تاکہ اس کی لاش چھپاؤں معلوم ہوتا ہے کہ کوا اپنی برادری کا بڑا خیر خواہ اور ہمدرد ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے اس کا نمونہ پیش فرمایا۔

اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم اور برادری کا خیر خواہ رنگ وغیرہ کے لحاظ سے کالا ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی حرکات و سکنات اور اس کے اقوال و افعال سب پسند ہیں تب ایک کوے کے کردار کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش فرمایا کہ تمہیں بھی چاہئے کہ اپنی قوم کی اس طرح خیر خواہی اور ہمدردی کرو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ ہمدردی کا سلسلہ صرف اپنی قوم اور برادری سے ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ دوسری قوموں اور برادریوں سے بھی ایسی ہی ہمدردی ہونا چاہیے جیسا کہ ایک کوے نے اپنی مخالف جنس انسان کی خیر خواہی کی۔ اور اسے مردہ دفنانے کا طریقہ بتایا۔ جس کا نمونہ آج پوری دنیا میں موجود ہے۔

قیامت میں اہل ایمان کی دوستی اور برادری قائم رہے گی

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (سورۃ نساء آیت 69-70)

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ (سورۃ طور آیت 21)

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد

Marfat.com

ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں۔

تفسیر : یہاں تین آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی دو 69-70 سورہ النساء کی ہیں۔ ان کا مفہوم سمجھنے کے لیے ان کا شان نزول عرض کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں علامہ ابن کثیر سے ان آیات کا جو شان نزول اور تفسیر نقل کی ہے وہ ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے یہ واضح معلوم ہوجاتا ہے کہ قیامت میں اہل ایمان کی دوستی اور رفاقت قائم رہے گی اور ان کی یہ دوستی لازوال ہے اور یہ نظام رفاقت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ اس لئے قیامت میں بلاضرورت بھی اسے قائم اور دائم رکھیں گے۔

معارف و مسائل منقول از معارف القرآن ج صفحہ 465 تا 470 یہاں تک تو سورہ النساء کی آیت 69 اور 70 کی تشریح بیان ہوئی ہے۔ اس کے بعد سورہ الطور کی آیت 21 ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ اہل ایمان کی اولاد جو ایمان کامل میں اپنے والدین کے تبع ہوں گے ان کا آپس میں الحاق ہوگا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں مومنوں کی ہر خواہش پوری کریں گے۔ اور نیک اولاد چونکہ مومن کی کمائی ہے اور انسان اپنی کمائی پر خوش ہوتا ہے۔ اور خصوصی طور پر جب کہ کوئی خوشی کا موقعہ ہو تو انسان کی دلی تمنا یہ ہوتی ہے کہ میری اولاد بھی اس میں شریک ہو اور جنت کا داخلہ بہت بڑا خوشی کا مقام ہے بس اللہ تعالیٰ ہر مومن کی یہ خواہش پوری فرمائیں اور ان کی اولاد کو بھی اس میں شریک کریں گے۔ اور آگے فرمایا ہے کہ یہ الحاق ان کے اعمال میں کمی کے لیے نہیں ہوگا۔ بلکہ انہیں اپنے اپنے اعمال کے مطابق اور درجات پر رکھتے ہوئے یہ الحاق ہوگا۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ ہر ایک نفس اپنے اپنے کسب کے مطابق گروی ہوگا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد کافر ہیں۔ یہاں اختصار کی

خاطر تین مثالوں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اس بحث مین اور بھی متعدد آیات ہیں۔

جنت کے درجات اعمال کے اعتبار سے ہوں گے

جو لوگ ان تمام چیزوں پر عمل کریں جن کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اوران تمام چیزوں سے پرہیز کریں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے عمل اور حسن عمل کے اعتبار سے ان کے مختلف درجات ہوں گے اول درجہ کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جنت کے مقامات عالیہ میں جگہ عطا فرمائیں گے' اور دوسرے درجہ کے لوگوں کوان کے ساتھ جگہ عطا فرمائیں گے جو انبیاء کے بعد ہیں۔ جن کو صدیقین کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ اجلہ صحابہ جنہوں نے بغیر کسی جھجک اور مخالفت کے اول ہی ایمان قبول کر لیا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر تیسرے درجہ کے حضرات شہداء کے ساتھ ہوں گے۔ شہداء وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال قربان کر دیا پھر چوتھے درجہ کے حضرات صلحاء کے ساتھ ہوں گے اور صلحاء وہ لوگ ہیں جو اپنے ظاہر و باطن میں اعمال صالح کے پابند ہیں۔

خلاصہ : یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کرنے والے ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مقبول ہیں جن کے چار درجے بتلائے گئے ہیں۔ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین۔

شان نزول : یہ آیت ایک خاص واقعہ کی بناء پر نازل ہوئی ہے جس کو امام تفسیر حافظ ابن کثیر نے متعدد اسانید سے نقل کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز ایک صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

Marfat.com

کیا یارسول اللہؐ میرے دل میں آپؐ کی محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہے' اپنی بیوی سے بھی اپنی اولاد سے بھی' بعض اوقات میں اپنے گھر میں بے چین رہتا ہوں یہاں تک کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کی زیارت کرلوں تب سکون ہوتا ہے۔ اب مجھے فکر ہے کہ جب اس دنیا سے آپؐ کی وفات ہو جائے اور مجھے بھی موت آجائے گی تو میں جانتا ہوں کہ آپؐ جنت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ درجات عالیہ میں ہوں گے اور مجھے اول تو یہ معلوم نہیں کہ میں جنت میں پہنچوں گا بھی یا نہیں' اگر پہنچ بھی گیا تو میرا درجہ آپ سے بہت نیچے ہوگا' میں وہاں آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا تو مجھے کیسے صبر آئے گا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کلام سن کر کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت مذکورہ نازل ہو گئی ومن یطع اللہ ورسولہ فاولئک مع النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت سنادی کہ اطاعت گزاروں کو جنت میں انبیاء علیہم السلام اور صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ ملاقات کا موقع ملتا رہے گا یعنی درجات جنت میں تفاضل اور اعلیٰ ادنیٰ..... ہونے کے باوجود باہم ملاقات و مجالست کے مواقع ملیں گے۔

جنت میں ملاقات کی چند صورتیں

جس کی ایک صورت یہ بھی ہوگی کہ اپنی اپنی جگہ سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے جیسا کہ موطاء امام مالکؒ میں بروایت ابوسعید خدریؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنی کھڑکیوں میں اپنے سے اوپر کے طبقات والوں کو دیکھیں گے جیسے دنیا میں تم ستاروں کو دیکھتے ہو۔

اور یہ بھی صورت ہوگی کہ درجات میں ملاقات کے لئے آیا کریں گے جیسا کہ ابن جریر نے بروایت ربیع نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد فرمایا کہ اونچے درجات والے نیچے درجات کی طرف اتر کر آیا کریں گے اور ان کے ساتھ ملاقات اور مجالست ہوا کرے گی۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیچے کے درجات والوں کی ملاقات کے لئے اعلیٰ درجات میں جانے کی اجازت ہو' اس آیت کی بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے لوگوں کو جنت میں اپنے ساتھ رہنے کی بشارت دی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت کعب بن اسلمیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گزارتے تھے۔ ایک رات تہجد کے وقت کعب اسلمیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور مسواک وغیرہ ضروریات لا کر رکھی تو آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا: مانگو کیا مانگتے ہو' کعب اسلمیؓ نے عرض کیا' میں جنّت میں آپؐ کی صحبت چاہتا ہوں آپؐ نے فرمایا اور کچھ؟ تو انہوں نے عرض کیا اور کچھ نہیں' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو "اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود" یعنی تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا لیکن اس میں تم بھی میری مدد اس طرح کرو کہ کثرت سے سجدے کرو' یعنی نوافل کی کثرت کرو۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اس بات کی شہادت دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں پانچ وقت کی نماز کا بھی پابند ہوں اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہوں' اور رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں' یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرجائے۔ وہ انبیاء' صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ بشرطیکہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے۔

اسی طرح ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء
"یعنی وہ بیوپاری جو سچا اور ایماندار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا"۔

قرب کی شرط محبت ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت آپؐ کے ساتھ محبت کرنے سے حاصل ہوگی چنانچہ صحیح بخاری میں طرق متواترہ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اس شخص کا کیا درجہ ہوگا جو کسی جماعت سے محبت اور تعلق رکھتا ہے مگر عمل میں ان کے درجہ کو نہیں پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا: "المرء مع من احب" یعنی محشر میں ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے"۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو دنیا میں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس حدیث سے، کیونکہ اس حدیث نے ان کو بشارت دے دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے محشر اور جنت میں بھی حضورؐ کے ساتھ ہوں گے۔

رسول ﷺ کی رفاقت کسی رنگ و نسل پر موقوف نہیں

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حبشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے حسن صورت اور حسین رنگ میں بھی ممتاز ہیں، اور نبوت و رسالت میں بھی، اب اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لے آؤں جس پر آپؐ ایمان رکھتے ہیں اور وہی عمل کروں جو آپؐ کرتے ہیں تو کیا میں بھی جنت میں آپؐ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ضرور (تم اپنی حبشیانہ بدصورت سے نہ گھبراؤ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت میں کالے رنگ کے حبشی سفید اور حسین ہو جائیں گے اور ایک ہزار سال کی مسافت سے چمکیں گے اور جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اس کی فلاح و نجات اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتی ہے اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتا ہے اس کا نامہ اعمال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

یہ سن کر مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا' یارسول اللہؐ جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حسنات کی اتنی سخاوت ہے تو ہم پھر کیسے ہلاک ہو سکتے ہیں؟ یا عذاب میں کیسے گرفتار ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا (یہ بات نہیں) حقیقت یہ ہے کہ قیامت میں بعض آدمی اتنا عمل اور حسنات لے کر آئیں گے کہ اگر ان کو پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ بھی ان کے بوجھ کا تحمل نہ کر سکے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں آتی ہیں اور ان سے موازنہ کیا جاتا ہے تو انسان کا عمل ان کے مقابلہ میں ختم ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو اپنی رحمت سے نوازیں۔

اس حبشی کے سوال و جواب پر ہی سورہ دہر کی یہ آیت نازل ہوئی۔ هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکورا حبشی نے حیرت سے سوال کیا یارسول اللہؐ میری آنکھیں بھی ان نعمتوں کو دیکھیں گی جن کو آپؐ کی مبارک آنکھیں مشاہدہ کریں گی؟۔

آپؐ نے فرمایا: "ضرور' یہ سن کر حبشی نو مسلم نے رونا شروع کیا' یہاں تک کہ روتے روتے وہیں جان دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی۔

درجات کی تفصیل

آیت کی تفسیر مع شان نزول اور متعلقہ تشریحات کے بیان ہو چکی' اب ایک

Marfat.com

بات قابل غور باقی رہ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جن لوگوں پر انعام ہے ان کے چار درجے بیان فرمائے گئے ہیں یہ درجے کس اعتبار سے ہیں' اور ان چار درجوں میں باہمی نسبت اور فرق کیا ہے' اور کیا یہ چاروں درجے کسی ایک شخص میں جمع ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں؟۔

حضرات مفسرین نے اس بارے میں مختلف اقوال اور طویل تفصیل لکھی ہے' بعض نے فرمایا کہ یہ چاروں درجے ایک شخص میں بھی جمع ہو سکتے ہیں اور یہ سب صفات متداخلہ کی طرح ہیں' کیونکہ قران کریم میں جس کو نبی فرمایا گیا ہے اس کو صدیق وغیرہ کے القاب بھی دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے: انہ کان صدیقا نبیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے: ونبیا من الصلحین اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وکھلا من الصلحین آیا ہے۔

اس کا اصل یہ ہے کہ اگرچہ مفہوم و معنی کے اعتبار سے یہ چار صفات اور درجات الگ الگ ہیں لیکن یہ سب صفات ایک شخص میں بھی جمع ہو سکتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے مفسر' محدث' فقیہہ' مورخ اور متکلم مختلف صفات علماء کی ہیں' لیکن بعض علماء ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو مفسر بھی ہوں' محدث بھی' فقیہہ بھی اور مورخ و متکلم بھی' یا جس طرح ڈاکٹر' انجنیئر' پائلٹ مختلف صفات ہیں' مگر یہ سب کسی ایک شخص میں بھی جمع ہو سکتی ہیں۔

البتہ عرف عام میں قاعدہ ہے کہ جس شخص پر جس صفت کا غلبہ ہوا ہے اسی کے نام سے وہ معروف ہو جاتا ہے' طبقات پر کتابیں لکھنے والے اس کو اسی طبقہ میں شمار کرتے ہیں' اسی وجہ سے عامہ مفسرین نے فرمایا کہ "صدیقین" سے مراد اجلہ صحابہ اور "شہداء" سے شہداء احد اور "صالحین" سے عام نیک مسلمان مراد ہیں۔

امام راغب اصفہانی نے ان چاروں درجات کو مختلف درجات قرار دیا ہے۔

Marfat.com

تفسیر بحر محیط' روح المعانی اور مظہری میں بھی یہی مذکور ہے۔ یعنی یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو چار قسموں میں تقسیم کر کے ہر ایک کے لئے درجات اعلیٰ و ادنیٰ مقرر فرمائے ہیں اور عام مسلمانوں کو اس کی ترغیب دی ہے کہ وہ ان میں سے کسی کے درجہ سے پیچھے نہ رہیں' علمی اور عملی جدوجہد کے ذریعہ ان درجات تک پہنچنے کی کوشش کریں' ان میں نبوت ایک ایسا مقام ہے جو جدوجہد سے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا' لیکن انبیاء کی معیت پھر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ امام راغبؒ نے فرمایا کہ ان درجات میں سب سے پہلا درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے جب قوت الہیہ کی امداد حاصل ہے' اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو قریب سے دیکھ رہا ہو' اسی لئے حق تعالیٰ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا۔ "افتمارونہ علی ما یری"۔

صدیقین کی تعریف : دوسرا درجہ صدیقین کا ہے' اور وہ وہ لوگ ہیں جو معرفت میں انبیاء علیہم السلام کے قریب ہیں اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو دور سے دیکھ رہا ہو' حضرت علی کرم اللہ وجہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں کسی ایسی چیز کی عبادت نہیں کر سکتا جو کو نہ دیکھا ہو' پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں نے آنکھوں سے تو نہیں دیکھا' لیکن ان کے قلوب نے حقائق ایمان کے ذریعہ دیکھ لیا ہے۔ اس دیکھنے سے حضرت علیؓ کی مراد اسی قسم کی رویت ہے کہ ان کی معرفت علمی مثل دیکھنے کے ہے۔

شہداء کی تعریف : تیسرا درجہ شہداء کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مقصود کو دلائل و براہین کے ذریعہ جانتے ہیں' مشاہدہ نہیں ہے' ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چیز میں آئینہ میں قریب سے دیکھ رہا ہو' جیسے حضرت حارثہ نے فرمایا کہ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے رب کریم کے عرش کو دیکھ رہا

Marfat.com

ہوں۔

اور حدیث اعبداللہ کانک تراہ میں بھی اسی قسم کی رویت مراد ہو سکتی ہے۔

صالحین کی تعریف : چوتھا درجہ صالحین کا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مقصود کو تقلید و اتباع کے ذریعہ پہچانتے ہیں' ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی چیز کو آئینہ میں دور سے دیکھے اور حدیث میں فان لم تکن تراہ فانہ یراک وارد ہوا ہے اس میں بھی رویت کا یہی درجہ مراد ہو سکتا ہے۔ امام راغب اصفہانی کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ یہ درجات معرفت کے درجات ہیں اور معرفت کے مختلف درجات کی بنا پر مختلف مدارج ہیں------ بہرحال آیت کا مضمون صاف ہے کہ اس میں مسلمانوں کو یہ بشارت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کرنے والے درجات عالیہ کے رہنے والوں کے ساتھ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ محبت ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین۔

مثال دوم شہد کی مکھی کا قومی کردار

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ○ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ (سورۃ نحل آیت 68-69)

اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنائے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں پھر کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راستوں میں اپنے رب کے صاف پڑی ہیں نکلتی ہیں ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے' اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو دھیان

کرتے ہیں۔

تفسیر : اوحی، وحی یہاں اپنے اصطلاحی مفہوم میں نہیں ہے بلکہ لغوی معنی میں ہے، وہ یہ کہ متکلم مخاطب کو کوئی خاص بات مخفی طور پر اس طرح سمجھادے کہ دوسرا شخص اس بات کو نہ سمجھ سکے۔

النحل، شہد کی مکھی اپنی عقل و فراست اور حسن تدبیر کے لحاظ سے تمام حیوانات میں ممتاز جانور ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو خطاب بھی امتیازی شان کا کیا ہے، باقی حیوانات کے بارے میں تو قانون کلی کے طریقہ پر اعطی کل شی کلقه ثم هدی فرمایا لیکن اس ننھی سی مخلوق کے بارے میں خاص کر اوحی ربک فرمایا جس سے اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ یہ دوسرے حیوانات سے بہ نسبت عقل و شعور اور سوجھ بوجھ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

شہد کی مکھیوں کی فہم و فراست کا اندازہ ان کے نظام حکومت سے بخوبی ہوتا ہے اس ضعیف جانور کا نظام زندگی انسانی سیاست و حکمرانی کے اصول پر چلتا ہے۔ تمام نظم و نسق ایک بڑی مکھی کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جو تمام مکھیوں کی حکمران ہوتی ہے۔ اس کی تنظیم اور تقسیم کار کی وجہ سے پورا نظام صحیح سالم چلتا رہتا ہے۔ اس کے عجیب و غریب نظام اور مستحکم قوانین و ضوابط کو دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ خود یہ "ملکہ" تین ہفتوں کے عرصہ میں چھ ہزار سے بارہ ہزار تک انڈے دیتی ہے یہ اپنی قدو قامت اور وضع و قطع کے لحاظ سے دوسری مکھیوں سے ممتاز ہوتی ہے یہ ملکہ تقسیم کار کے اصول پر اپنی رعایا کو مختلف امور پر مامور کرتی ہے۔ ان میں سے بعض دربانی کے فرائض انجام دیتی ہیں، اور کسی نامعلوم اور خارجی فرد کو اندر داخل نہیں ہونے دیتی۔ بعض انڈوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ بعض نابالغ بچوں کی تربیت کرتی ہیں۔ بعض معماری اور انجینرنگ کے فرائض ادا کرتی ہیں۔ ان کے تیار کردہ اکثر چھتوں کے خانے بیس ہزار سے

Marfat.com

تیس ہزار تک ہوتے ہیں۔ بعض موم جمع کر کے معماروں کے پاس پہنچاتی رہتی ہیں جن سے وہ اپنے مکانات تعمیر کرتے ہیں۔ یہ موم نباتات پر جمے ہوئے سفید قسم کے سفوف سے حاصل کرتی ہیں۔ گنے پر یہ مادہ بکثرت نظر آتا ہے ان میں سے بعض مختلف قسم کے پھولوں اور پھلوں میں بیٹھ کر اس کو چوستی ہیں جو ان کے پیٹ میں شہد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ شہد ان کی اور ان کے بچوں کی غذا ہے اور یہی ہم سب کے لئے بھی لذت و غذا کا جوہر اور دواء و شفاء کا نسخہ ہے۔ یہ مختلف پارٹیاں نہایت سرگرمی سے اپنے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہیں اور اپنی "ملکہ" کے حکم کو دل و جان سے قبول کرتی ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی گندگی پر بیٹھ جائے تو چھتے کے دربان اسے باہر روک لیتے ہیں اور ملکہ اس کو قتل کر دیتی ہے' ان کے اس حیرت انگیز نظام اور حسن کارکردگی کو دیکھ کر انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ (از الجواہر)

بیوتا۔ اوحی ربک سے جو ہدایت دی گئی ہے ان میں سے یہ پہلی ہدایت ہے جس میں گھر بنانے کا ذکر ہے یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ہر جانور اپنے رہنے سہنے کے لئے گھر تو بناتا ہی ہے۔ پھر اس اہتمام سے "گھروں" کی تعمیر کا حکم مکھیوں کو دینے میں کیا خصوصیت ہے۔ پھر یہاں لفظ بھی "بیوت" کا استعمال فرمایا جو عموماً" انسانی رہائش گاہوں کے لئے بولا جاتا ہے اس سے اشارہ ایک تو اس طرف کر دیا کہ مکھیوں کو چونکہ شہد تیار کرنا ہے اس کے لئے پہلے سے ایک محفوظ گھر بنا لیں دوسرا اس طرف اشارہ کر دیا کہ جو گھر یہ بنائیں گی وہ عام جانوروں کے گھروں کی طرح نہیں ہوں گے۔ بلکہ ان کی ساخت و بناوٹ غیر معمولی قسم کی ہوگی چنانچہ ان کے گھر عام جانوروں کے گھر سے ممتاز ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر انسانی عقل بھی ششدر رہ جاتی ہے۔ ان کے گھر مسدس شکل کے ہوتے ہیں۔ پرکار اور مسطر سے بھی اگر ان کی پیائش کی جائے تو بال برابر بھی فرق نہیں رہتا۔ مسدس شکل کے علاوہ دو دوسری کسی شکل مثلاً" مربع اور مخمس

وغیرہ کو اس لئے اختیار نہیں کرتیں کہ ان کے بعض کونے بیکار رہ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو محض گھر بنانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کا محل وقوع بھی بتلا دیا کہ وہ کسی بلندی پر ہونا چاہئے کیونکہ ایسے مقامات پر شہد کو تازہ اور صاف چھنی ہوئی ہوا پہنچتی رہتی ہے وہ گندی ہوا سے بچتا رہتا ہے اور توڑ پھوڑ سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

من الجبال ومن الشجر ومما یعرشون یعنی ان گھروں کی تعمیر پہاڑوں' درختوں اور بلند عمارتوں پر ہونی چاہئے تاکہ شہد بالکل محفوظ طریقہ سے تیار ہو سکے۔

ثم کلی من کل الثمرات یہ دوسری ہدایت ہے جس میں مکھی کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنی رغبت اور پسند کے مطابق پھل پھول سے رس چوسے' یہاں من کل الثمرت فرمایا۔ لیکن بظاہر یہاں لفظ "کل" سے دنیا بھر کے پھل پھول مراد نہیں ہیں بلکہ جن تک آسانی سے اس کی رسائی ہو سکے اور مطلب حاصل ہو سکے۔ "کل" کا یہ لفظ ملکہ سبا کے واقعہ میں بھی وارد ہوا ہے واوتیت من کل شی اور ظاہر ہے کہ وہاں بھی استغراق کلی مراد نہیں ہے کہ ملکہ سباء کے پاس ہوائی جہاز اور ریل موٹر ہونا بھی لازم آئے۔ بلکہ اس وقت کی تمام ضروریات و مناسبات مراد ہیں یہاں بھی من کل الثمرات سے یہی مراد ہے--- یہ مکھی ایسے ایسے لطیف اور قیمتی اجزاء چوستی ہے کہ آج کے سائنسی دور میں مشینوں سے بھی وہ جوہر نہیں نکالا جا سکتا۔

فاسلکی سبل ربک ذللا یہ مکھی کو تیسری ہدایت دی جا رہی ہے کہ اپنے رب کے ہموار کئے ہوئے راستوں پر چل پڑ۔ یہ جب گھر سے دور دراز مقامات پر پھل پھول کا رس چوسنے کے لئے کہیں جاتی ہے تو بظاہر اس کا اپنے گھر میں واپس آنا مشکل ہونا چاہئے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے راہوں کو آسان بنا دیا ہے۔ چنانچہ وہ میلوں دور جاتی ہے اور بغیر بھولے بھٹکے اپنے گھر

Marfat.com

واپس پہنچ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضاء میں اس کے لئے راستے بنا دیئے ہیں کیونکہ زمین کے پیچ دار راستوں میں بھٹکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضاء کو اس حقیر و ناتواں مکھی کے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اپنے گھر آسانی سے آجا سکے۔

اس کے بعد وحی کے اس حکم کا جو حقیقی ثمرہ تھا اس کو بیان فرمایا یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس "کہ اس کے پیٹ میں سے مختلف رنگ کا مشروب نکلتا ہے۔ جس میں تمہارے لئے شفاء ہے" رنگ کا اختلاف غذاء اور موسم کے اختلاف کی بناء پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی خاص علاقے مین کسی خاص پھل پھول کی کثرت ہو تو اس علاقہ کے شہد میں اس کا اثر و ذائقہ ضرور ہوتا ہے۔ شہد عموماً" چونکہ سیال مادہ کی شکل میں ہوتا ہے اس لئے اس کو شراب (پینے کی چیز) فرمایا۔ اس جملے میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کاملہ کی قاطع دلیل موجود ہے کہ چھوٹے سے جانور کے پیٹ سے کیسا منفع بخش اور لذیذ مشروب نکلتا ہے۔ حالانکہ وہ جانور خود زہریلا ہے۔ زہر میں سے یہ تریاق واقعی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی عجیب مثال ہے پھر قدرت کی یہ بھی عجیب صنعت گری ہے کہ دودھ دینے والے حیوانات کا دودھ موسم اور غذا کے اختلاف سے سرخ و زرد نہیں ہوتا اور مکھی کا شہد مختلف رنگوں کا ہو جاتا ہے۔

فیہ شفاء للناس شہد جہاں قوت بخش غذا اور لذت و طعم کا ذریعہ ہے وہاں امراض کے لئے نسخہ شفاء بھی ہے اور کیوں نہ ہو خالق کائنات کی یہ لطیف گشتی مشین جو ہر قسم کے پھل پھول سے مقوی عرق اور پاکیزہ جوہر کشید کر کے اپنے محفوظ گھروں میں ذخیرہ کرتی ہے اگر جڑی بوٹیوں میں شفاء و دوا کا سامان ہے تو ان کے جوہر میں کیوں نہ ہوگا۔ بلغمی امراض میں بلاواسطہ اور دوسرے امراض میں دوسرے اجزاء کی ساتھ مل کر بطور دوا شہد کا استعمال ہوتا ہے۔ اطباء معجونوں

میں بطور خاص اس کو شامل کرتے ہیں۔ اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ خود بھی خراب نہیں ہوتا اور دوسری اشاء کی بھی طویل عرصہ تک حفاظت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزارہا سال سے اطباء اس کو الکحل کی جگہ استعمال کرتے آئے ہیں۔ شہد مسہل ہے اور پیٹ سے فاسد مادہ نکالنے میں بہت مفید ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی نے اپنے بھائی کی بیماری کا حال بیان کیا تو آپؐ نے اسے شہد پلانے کا مشورہ دیا۔ دوسرے دن پھر آکر اس نے بتلایا کہ بیماری بدستور ہے۔ آپؐ نے پھر وہی مشورہ دیا۔ تیسرے دن جب اس نے پھر کہا کہ اب بھی کوئی فرق نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا صدق اللہ وکذب بطن اخیک "یعنی اللہ کا قول بلاریب سچا ہے۔ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے"۔ مراد یہ ہے کہ دوا کا قصور نہیں مریض کے مزاج خاص کی وجہ سے جلدی اثر ظاہر نہیں ہوا اس کے بعد پھر پلایا تو بیمار تندرست ہو گیا!

یہاں قرآن کریم میں شفاء نکرہ.... تحت الاثبات ہے جس سے اس کا ہر مرض کے لئے تو شفاء ہونا معلوم نہیں ہوتا لیکن شِفَاءٌ کی تنوین جو تعظیم کے لئے ہے اس بات پر ضرور دلالت کرتی ہے کہ شہد کی شفاء عظیم اور ممتاز نوعیت کی ہے------ اور اللہ تعالیٰ کے بعض اہل دل بندے وہ بھی ہیں جن کو شہد کے کسی بھی مرض کے لئے شفاء ہونے میں کوئی شبہ نہیں ان کو اپنے رب کے قول کے اس ظاہر ہی پر اس قدر مستحکم یقین اور مضبوط اعتقاد ہے کہ وہ پھوڑے اور آنکھ کا علاج بھی شہد سے..... کرتے ہیں اور جسم کے دوسرے امراض کا بھی------ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایات میں ہے کہ انکے بدن پر اگر پھوڑا بھی نکل آتا تو اس پر شہد کا لیپ کر کے..... علاج کرتے۔ بعض لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو جواب میں فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا فیہ شفاء للناس (قرطبی)۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا ان بندوں کا

Marfat.com

اپنے رب کے متعلق اعتقاد ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا انا عند ظن عبدی بی یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ جو کچھ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں (یعنی اس کے مطابق کر دیتا ہوں)۔

ان فی ذلک لا یۃ لقوم یتفکرون ○ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی مذکورہ بالا مثالیں بیان فرمانے کے بعد انسان کو پھر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ کہ قدرت کی ان مثالوں میں غور و فکر کر کے تو دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو پانی برسا کر زندہ کر دیتا ہے۔ وہ غلاظت و نجاست کے درمیان سے تمہارے لئے صاف و شفاف اور خوشگوار دودھ کی نالیاں بہاتا ہے۔ وہ انگور و کھجور کے درختوں پر شیریں پھل پیدا کرتا ہے جن سے تم لذیذ شربتیں اور مزے دار مربے بناتے ہو وہ ایک چھوٹے سے زہریلے جاندار کے ذریعہ تمہارے لئے لذت و طعم اور غذاء و شفاء کا بہترین سامان مہیا کرتا ہے ——— کیا اب بھی تم دیوی' دیوتاؤں کو پکارو گے؟ کیا اب بھی تمہاری عبادت و وفا اپنے خالق و مالک کے بجائے پتھر اور لکڑی کی بے جان مورتیوں کے لئے ہوگی؟ اور خوب سمجھ لو! کیا یہ بھی تمہاری عقل میں آسکتا ہے کہ یہ سب کچھ اندھے' بہرے اور بے شعور مادے کی کرشمہ سازی ہو؟ صنعت و کاریگری کے یہ بے شمار شاہکار' حکمت و تدبیر کے یہ حیرت انگیز کارنامے اور عقل و دانش کے یہ بہترین فیصلے اپنی زبان حال سے پکار پکار کر گویا ہیں کہ ہمارا ایک خالق ہے' یکتا و حکمت والا خالق' وہی عبادت و وفا کا مستحق ہے۔ وہی مشکل کشاء ہے اور شکر و حمد اسی کو سزاوار ہے۔

فوائد : (1) آیت سے معلوم ہوا کہ عقل و شعور انسانوں کے علاوہ دوسرے جانداروں میں بھی ہے وان من شئ الا یسبح بحمدہ البتہ عقل کے درجات مختلف ہیں۔ انسانوں کی عقل تمام ذی حیات اشیاء کی عقول سے زیادہ کامل ہے۔ اسی وجہ سے وہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر جنون کی وجہ سے انسان کی عقل میں فتور آجائے تو دوسری مخلوقات کی طرح وہ بھی

Marfat.com

مکلف نہیں رہتا۔

(2) شہد کی مکھی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی فضیلت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النّبّانُ کلها فی النار یجعلها عنابا لاهل النار الا النحل (نوادر الاصول بحوالہ قرطبی)

"یعنی دوسری ایذا رساں جانداروں کی طرح مکھیوں کی بھی تمام قسمیں جہنم میں جائیں گی۔ جو وہاں جہنمیوں پر بطور عذاب مسلط کر دی جائیں گی۔ مگر شہد کی مکھی جہنم میں نہیں جائیں گی"۔

نیز ایک اور حدیث میں آپؐ نے اس کو مارنے سے منع فرمایا (ابوداؤد)

(3) اطباء کا اس میں کلام ہے کہ شہد مکھی کا فضلہ ہے' یا اس کا لعاب ہے' ارسطاطالیس نے شیشے کا ایک نفیس چھتہ بنا کر مکھیوں کو اس میں بند کر دیا تھا وہ ان کے نظام کار کو جاننا چاہتا تھا لیکن ان مکھیوں نے سب سے پہلے برتن کے اندرونی حصہ پر موم اور کیچڑ کا پردہ چڑھا دیا اور جب تک پوری طرح پردہ پوش نہیں ہو گئیں اس وقت تک کام شروع نہیں کیا۔

حضرت علی کرم واللہ وجہہ نے دنیا کی حقارت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

اشرف لباس بنی ادم فیه لعاب دودة واشرف شرابه رجیع نَحلة

"انسان کا بہترین ریشمی لباس اس کائنات کے ایک چھوٹے سے کیڑے کا لعاب ہے اور اس کا نفیس لذت بخش مشروب مکھی کا فضلہ ہے"۔

(4) فیه شفاء للناس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دواء سے مرض کا علاج کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بطور انعام ذکر کیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وننزل من القران ما هوا شفاء وَرَحْمَةٌ

للمومنین' حدیث میں دواء استعمال کرنے اور علاج کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض حضرات نے سوال کیا کہ کیا ہم دواء استعمال کریں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں' علاج کر لیا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی مرض پیدا کیا ہے اس کے لئے دواء بھی پیدا فرمائی ہے مگر ایک مرض کا علاج نہیں۔ انہوں نے سوال کیا وہ مرض کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا بڑھاپا (ابوداؤد' والترمذی بحوالہ قرطبی)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ جو ہم جھاڑ پھونک کا عمل کرتے ہیں یا دواء سے اپنا علاج کرتے ہیں اسی طرح بچاؤ اور حفاظت کے جو انتظامات کرتے ہیں کیا یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل سکتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ بھی تو تقدیر الٰہی ہی کی صورتیں ہیں۔

غرض یہ کہ علاج کرنے اور دواء استعمال کرنے کے جواز پر تمام علماء متفق ہیں۔ اور اس سلسلے میں بے شمار احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کی اولاد میں اگر کسی کو بچھو کاٹ لیتا تھا تو اسے تریاق پلاتے تھے' اور جھاڑ پھونک سے اس کا علاج فرماتے' آپ نے لقوہ کے مریض پر داغ لگا کر اس کا علاج کیا۔ (قرطبی)

بعض صوفیاء کے متعلق منقول ہے کہ وہ علاج کو پسند نہیں کرتے تھے اور حضرات صحابہ میں سے بھی بعض کے عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً" روایت.... ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور ان سے پوچھا آپ کو کیا شکایت ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے اپنے گناہوں کی فکر ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا پھر کس چیز کی خواہش ہے؟ فرمایا میں اپنے رب کی رحمت کا طلبگار ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ پسند کریں تو میں طبیب کو بلوا لیتا ہوں؟ انہوں

نے جواب دیا۔ طبیب ہی نے تو مجھے لٹایا ہے (یہاں مجازی طور پر طبیب سے مراد اللہ تعالیٰ شانہ ہیں)۔

لیکن اس قسم کے واقعات اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ حضرات علاج کو مکروہ سمجھتے تھے ہو سکتا ہے کہ اس وقت ان کے ذوق کو گوارہ نہیں تھا۔ اس لئے طبیعت کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے انہوں نے پسند نہیں کیا۔ یہ وقتی طور پر غلبہ حال کی ایک کیفیت ہوتی ہے جس کو علاج کے ناجائز یا مکروہ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ حضرت عثمانؓ کا حضرت ابن مسعودؓ سے درخواست کرنا کہ میں آپ کے لئے طبیب لے آتا ہوں خود اس بات کی دلیل ہے کہ علاج جائز ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں یہ دوا واجب بھی ہو جاتا ہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ

پس ان آیات کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ انسان بھی اگر شہد کی مکھی کی طرح قومی اور انسانی خدمات کا کردار ادا کرے اور اپنے رب کے احکامات کی تعمیل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی بلندی اور سرفرازی عطا فرمائیں گے۔ جس طرح شہد کی مکھی کو عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں شہد کی مکھی کو تین حکم دیئے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ رہائشی مکان صرف تین جگہ بنانا ہے۔ پہاڑوں میں' درختوں میں اور ان چھتوں میں جو لوگ ان کے لئے بناتے ہیں۔ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ صرف درختوں کا پھل کھانا ہے۔ اور انہیں تیسرا حکم یہ ہے کہ اپنے رب کے تجویز کردہ راستوں پر چلنا ہے۔ اور تجربات شاہد ہیں کہ شہد کی مکھی کی قوم۔ اللہ تعالےٰ کے ان احکامات پر پوری طرح عمل پرا ہے (جن کی تفصیل پہلے آچکی ہے) پس اس کے نتیجہ میں اس کے پیٹ سے جو برکتیں نکلتی ہیں۔ ان سے وہ مکھی برادری خود بھی استفادہ کرتی ہے اور باقی انسانی خاندان بھی شفایاب ہوتا ہے۔ پس انسان بھی اگر اسی نمونے کو سامنے رکھ کر اپنے رب کی پیروی کرے اور ہر معاملہ دیانت داری برتے تو اس کا وجود بھی اسی طرح باعث برکت ہوگا اور شہد کی مانند ایک ایک بات قابل قدر ہوگی۔ چنانچہ

Marfat.com

حضرات انبیاء علیہم السلام نے اور ان کے سچے پیرو کاروں نے ایسا ہی کیا ہے۔ تو ان کی سرفرازی اور ان کے ارشادات عالیہ کی قدر و قیمت سب پر عیاں ہے۔

مثال سوم چیونٹی کا قومی کردار

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ○ حَتّٰى اِذَا اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ○ (سورۃ النمل آیت 17-19)

اور سلیمان کے لئے ان کا لشکر جمع کیا گیا جن بھی اور انسان بھی اور پرندے بھی اور انہیں (صف بندی کے لئے) روکا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالیں۔ اور انہیں خبر بھی نہ ہو (سلیمان) اس بات پر مسکرا کر ہنس پڑے۔ اور کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے اس پر مداومت دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کیا کروں۔ جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا کی ہیں۔ اور اس پر بھی کہ میں نیک کام کیا کروں جس سے تو راضی ہو۔ اور مجھے اپنی رحمت سے داخل رکھ اپنے نیک بندوں میں۔

چیونٹی : (روزنامہ رہبر دکن حیدر آباد کے سائنسی کالموں سے)

چیونٹی بظاہر بڑی حقیر اور بڑی غیر اہم معلوم ہوتی ہے لیکن، محنت اور ذہانت

Marfat.com

کے لحاظ سے ایک ایسا نادر نمونہ ہے جس کی مثال ملنی دشوار ہے۔ نہ کبھی نچلی بیٹھتی ہے نہ کبھی بیکار' ہر وقت مصروف' ہر وقت مشغول' اس کی زندگی کے مختلف ادوار اور اس کے رہنے سہنے کے طریقوں کا حال سنلیا جائے تو آپ ششدر رہ جائیں۔ تنظیم اور تقسیم کلر کے لحاظ سے ہو یا ذہانت اور ذکاوت کی بنا پر چیونٹی کی زندگی ہر طرح مکمل اور مربوط ہوتی ہے!

حقیقت افسانہ سے زیادہ تعجب خیز ہوتی ہے چیونٹی کسی طرح اشرف المخلوقات حضرت انسان سے کمتر نیں ہے۔ یہ جانور پالتی ہے ان کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتی ہے۔ فوج رکھتی ہے۔ دشمن پر حملہ کرتی ہے اسے کھیتی باڑی کا سلیقہ بھی آتا ہے!!۔۔۔۔۔ کھیتوں میں ناگر چلاتی ہے۔ بیج بوتی ہے کاشت تیار ہوتی ہے تو اسے دور کرتی ہے اور احتیاط کے ساتھ تہ خانوں میں محفوظ اور منتقل کر دیتی ہے۔ مدارج کے فرق البتہ اس میں بھی پائے جاتے ہیں۔۔۔ اس قوم میں بھی حیدر آباد کا نظام جاگیرداری موجود ہے۔ ان کے جاگیردار ہمارے جاگیرداروں کی طرح مطلبی' آرام پسند' قومی فرائض سے غافل' خود پسند اور تن آسان ہوتے ہیں۔ ان کو کسی کام سے کوئے غرض نہیں ہوتی دن بھر کھاتے اور پڑے اینڈھا کرتے ہیں!

اب تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنی نوع سے ہٹ کر دوسری نوع کے جانوروں کو پالنا' ان سے فائدہ اٹھانا صرف اشرف المخلوقات کا حصہ ہے لیکن تجربات نے اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچادی ہے کہ چیونٹی جیسی حقیر خلقت بھی اس خصوص میں انسان کی رقیب ہے۔ چیونٹی کی گائے بھینس ایک قسم کے کیڑے ہوتے ہیں جن کو (Aphiads) افائیڈس کہا جاتا ہے۔ ان کے شکم میں شہد بھرا رہتا ہے۔ چیونٹیاں اپنے چھوٹے چھوٹے ڈنکوں کی مدد سے ان کیڑوں سے شہد حاصل کر لیتی ہیں۔ بعض مرتبہ چیونٹیاں ان دودھیلے جانوروں کو اپنے چھتوں میں اٹھالاتی ہیں اور ان کے انڈے بچوں کی بڑی سخت نگہداشت کی جاتی

Marfat.com

ہے۔

چیونٹی کی ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے جو خود دودھ دیتی ہے۔ یہ میکسیکو اور آسٹریلیا کے بعض حصوں میں بکثرت سے پائی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اپنے دیگر ہم قوموں کو آرام اور غذا پہنچانا ہوتا ہے۔ ابتداء میں قومی مزدور اور رضاکار ان کو گائے بھینسوں کی طرح اچھی اچھی غذا مہیا کرتے ہیں۔ یعنی خوب چارہ ڈال کر ان کو دودھ حاصل کرنے کی غرض سے پالا اور پرورش کیا جاتا ہے جس طرح کبوتر اپنے بچوں کو غذا بھراتا ہے۔

رضاکار چیونٹیاں ان گائے بھینسوں کو شہد بھرایا کرتی ہیں۔ جوں جوں یہ عمل جاری رہے گائے بھینسوں کا جثہ بڑھتا جاتا ہے..... یہاں تک کہ ان کے لئے چلنا پھرنا حتیٰ کہ سرکنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ یوں بھی ان کو چلنے پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور یہ اپنے لئے بنے ہوئے مخصوص خانوں کی دیواروں سے چمٹ جاتی ہیں یہ خاص کمرہ تقریباً" تین انچ لمبا اور ایک انچ چوڑا ہوتا ہے۔ اس کی شکل کروی یعنی گول ہوتی ہے---- یہ کمرے دراصل چوپال کا کام دیتے ہیں جہاں گائے بھینس باندھی جاتی ہیں!! ان کی دیواروں سے شہد بھری چیونٹیاں اس طرح لٹکتی رہتی ہیں جیسے انگور کے خوشے لٹک رہے ہوں۔ مزدوروں اور رضاکاروں کو جب بھی بھوک ستائے وہ ان زندہ مرتبانوں کے پاس آکر اپنی غذا لیتے اور پھر کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یوں تو عموماً" چیونٹیوں کی یہ گائیں چل پھر سکنے سے معذور ہوتی ہیں لیکن اگر ان کے شکم میں بھرا ہوا شہد کم ہو جائے تو ان کو چلتے پھرتے بھی دیکھا گیا ہے۔ آیئے اب چیونٹیوں کے جاگیرداروں اور نوابین کا حال سن لیجئے۔ یہ دراصل مفت خورے ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں ایک آدھ مرتبہ مزدوروں رضاکاروں کے محلوں پر دھاوا بول کر ان کے انڈے اپنے پاس اٹھا لاتے ہیں۔ اور جب ان سے بچے نکلتے ہیں تو ان سے ملازمین کا سا کام لیتے ہیں۔ گھربار کی نگہداشت' صفائی' تعمیر ترمیم بچوں کی نگرانی'

غذا کی فراہمی یہ سب ان ہی رضاکاروں کے ذمہ ہوتی ہے۔ مشہور فرانسیسی سائنس داں ہیوبر نے اس خصوص میں ایک بڑا دلچسپ تجربہ دہرایا ہے۔ اس نے تقریباً (30) جاگیردار چیونٹیوں کو ان کے رضاکاروں سے علیحدہ کر کے ایک ڈبہ میں علیحدہ کر دیا۔ ہاتھ پیر ہلانے کی توفیق تو خدا نے ان کو دی نہ تھی دو دن کے اندر نصف سے زیادہ جاگیردار دوسری دنیا کو سدھار چکے تھے۔ وہ بھی لب گور، سکت جواب دے چکی تھی۔ چہرے زرد، موت آنکھوں کو سامنے کھیل رہی تھی۔ ہیوبر کو ان کی حالت پر رحم آگیا۔ اس نے صندوق میں ایک رضاکار کو بھی منتقل کر دیا۔ اس رضاکار نے تن تنہا بغیر کسی دوسرے کی مدد کے سب کے رہنے کے لیے زمین میں ایک گھر بنالیا سب کو اس میں منتقل کیا۔ غذا مہیا کی بیماروں کی تیمارداری کی۔ ان کو بھلا چنگا بنایا اور دیکھتے دیکھتے اس چھوٹی سی جگہ میں زندگی کی ہماہمی پھر سے پیدا ہو گئی!!

شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیوں کی بھی تین گروہوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ نر اور مادہ اور غیر نمونہ یافتہ مادہ یا رضاکار---- یہ امر تو ہمیں بہت قدیم سے معلوم ہے کہ چیونٹیاں کفایت شعار اور گرہستی بھی ہوتی ہیں۔ غذائی دانے محفوظ کر لینا ان کا ایک عام وطیرہ ہے لیکن یہ حالیہ انکشاف بے حد تعجب خیز ہے کہ چیونٹیوں کی بعض انواع نہ صرف یہ کہ آئندہ کے استعمال کے لئے اپنی غذا محفوظ کرتی ہیں بلکہ ان کو باضابطہ طریقہ سے اور خوش سلیقگی سے کاشت کرنا بھی آتا ہے!

ان کسان چیونٹیوں کا رنگ بھورا ہوتا ہے یہ جسامت میں بھی دوسری چیونٹیوں کے مقابلہ میں بڑی ہوتی ہیں اور مناسب موسم آنے پر بالکل کسانوں کی طرح بیج بونے کی تیاریاں شروع کر دیتی ہیں۔ کھیت کے لئے زمین کے انتخاب کے بعد وہ ایک مٹی کا پٹھا بنالیتی ہیں۔ یہ چار تا چھ انچ ہوتا ہے پوری چوڑائی تین تا چار فیٹ ہوتی ہے۔ اس پٹھے کے اطراف تین چار فیٹ تک کی زمین بالکل

صاف کر دیتی جاتی ہے---- جیسے کسی پائیں باغ کی تیاری ہو! اس صاف شدہ اراضی پر کسی قسم کی نباتات اگنے نہیں دی جاتی ہے البتہ صرف ایکِ خاص قسم کی گھاس اگتی ہے جو بیج دار ہوتی ہے یہی چیونٹیوں کا کھیت ہے۔ اگر دوسری قسم کی گھاس اس میں اگنے لگے تو بیکار گھاس کو چیونٹیاں فوراً علیحدہ کر دیتی ہیں یہ بیج دار گھاس جو اہتمام سے اگائی جاتی ہے چاول سے بہت کچھ ملتی ہوتی ہے۔ فصل کے تیار ہونے پر چیونٹیاں بڑی احتیاط سے اس کو گودام میں منتقل کر دیتی ہیں۔ گودام میں منتقل کرنے کے بعد ان کی صفائی کی جاتی ہے اور بھوسہ دوبارہ باہر پھینک دیا جاتا ہے!!

اگر گودام میں غلہ نمی اور رطوبت کی وجہ سے خراب ہونے لگے تو کبھی کبھی باہر نکال کر دھوپ کھلا لیا جاتا ہے۔ یہ تمام تحقیق سب سے پہلے ڈاکٹر لنکم نے کی تھی۔ اور پھر میک کک نے 1877ء میں اس کی تصدیق کی۔ اس کے بعد متواتر تجربات نے رہے سہے شبہ کو بھی بالکل دور کر دیا---- لوگ کہتے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں بڑا اختلاف ہے۔ لیکن کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ سائنس دراصل اپنے ان تجربات اور معلومات سے ایک ان دیکھے خدا کی عظمت اور قدرت کے تصور میں غیر معمولی اضافہ کر دیتا ہے۔ پس اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی چیونٹی اپنی قوم کی خیر خواہ ہے۔ اور اس سے نسل انسانی کو یہ سبق دلانا مقصود ہے کہ تم بھی اپنی نسل کی اسی طرح خیر خواہی اور تحفظ کرو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اپنی قوم کی بہتری کے لئے آدمی جو بھی قدم اٹھائے اور جو بھی محنت کرے وہ قابل قدر ہے۔ تب ہی تو اپنی حقیر سی مخلوق کی کارکردگی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں نمونے کے طور پر بیان فرمایا

بحیثیت اشرف المخلوقات ہونے کے انسان کو بقیہ تمام اقوام اور خاندانوں پر کنٹرول اور ان کی نگہداشت کا حکم

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 70)

اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور دریا (دونوں) میں سوار کیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں عطا کیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی۔

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ○ (سورۃ طٰہٰ آیت 53-54)

کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بیشک اس (سارے نظام) میں دلیلیں موجود ہیں اہل عقل کے لئے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ○ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ○ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ○ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ○ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ○ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ○ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ○ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ○ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ○ (سورۃ عبس آیت 24-32)

سو انسان ذرا دیکھے تو اپنے کھانے کی طرف ہم نے خوب پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو خوب پھاڑا پھر ہم نے اگایا اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارے تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے۔

تشریح ۔ ان آیات مذکورہ میں سے پہلی آیت سورہ بنی اسرائیل کی آیت ستر

Marfat.com

ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے انسانی قوم کو بقیہ اقوام پر جو فضیلت اور برتری دی ہے۔ اسے بیان فرمایا ہے اور یہ برتری ظاہری جسم کے اعتبار سے بھی ہے۔ کہ اس کا جسم سب سے زیادہ خوبصورت' ملائم اور جاذب نظر ہے۔ اور ان کی دوسری برتری اس کی خوراک کے اعتبار سے ہے۔ کہ اس کی روزی سب سے عمدہ ہے۔ اور تیسری برتری یہ ہے کہ انسان بقیہ اقوام پر سواری کرتا ہے اور ان پر بوجھ لادتا ہے۔ اور سورہ طٰہٰ کی آیت 53 میں تو سورہ بنی اسرائیل والی آیت کی مزید تشریح اور وضاحت ہے اور آیت 54 میں بنی نوع انسان کو دو حکم ہیں۔ ایک یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نعمتیں کھاؤ۔ اور دوسرا حکم یہ ہے کہ ان جانوروں میں سے جو تمہارے ماتحت ہیں۔ انہیں چراؤ۔ مگر مویشیوں کے چرانے کی تفصیل نہیں بتائی تھی کہ انہیں کیا کیا چرانا ہے۔ تو آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ قدرت کی پیدا کی ہوئی بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ ان میں سے جو جو ان کے مناسب ہے وہ انہیں چراؤ۔ اور سورہ عبس والی آیتوں میں انسانی غذاؤں اور بقیہ حیوانات کی غذاؤں کی تفصیل آگئی ہے۔ ان میں سے پانی سب کی مشترکہ غذا ہے۔ اور چارہ حیوانات کی خصوصی غذا ہے اور بقیہ پھل فروٹ وغیرہ انسان کی خصوصی غذا ہے۔ بہرحال خلاصہ بحث یہ ہے کہ انسان کو بقیہ خاندانوں پر چونکہ برتری حاصل ہے۔ اس لئے اس نے باقیوں پر کنٹرول کرنا ہے انکی نگہداشت کرنا ہے اور ان کی دیکھ بھال کرنا ہے۔ ان سے کام لے کر اپنے لئے بھی روزی کمانا ہے۔ اور ان کے لئے بھی اور یہ نظام خلافت کا ایک حصہ ہے۔

Marfat.com

صفحہ دو سو چھیانوے سے لے کر یہاں تک جو اصول بیان ہوئے ہیں یہ تو وہ ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے برادری، خاندان اور قبائل کے درمیان اخوت، محبت، اور الفت پیدا ہوتی ہے۔ اور قوم کا ہر فرد بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے کی خدمت اور تعاون کرتا ہے۔ اور اس خدمت کو اپنی برتری اور فوقیت کا نہیں بلکہ اپنی سعادت کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور یہ سب، کچھ رضاء الٰہی کے لیے کرتا ہے اور اگر کوئی شخص اس برادری اور خاندانی نظام کو توڑے یا انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو ایسے لوگوں کے لیے آنے والی آیات اور احادیث میں خداوند تعالیٰ نے ان جرائم کے مطابق سزائیں رکھی ہیں تاکہ کوئی کم عقل اس نظام کو توڑ نہ سکے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاندانی نظام کو توڑنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مجرم ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عادلانہ فیصلوں کا حکم

انا انزلنا الیک	بے شک ہم نے تیری
الکتب بالحق	طرف سچی کتاب اتاری ہے

Marfat.com

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰاكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۝ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ

تاکہ تو لوگوں میں انصاف
کرے جو کچھ تمہیں اللہ
سمجھا دے اور تو بددیانت
لوگوں کی طرف سے جھگڑا
کرنے والا نہ ہو۔ اور
اللہ سے بخشش مانگ
بے شک اللہ بخشنے والا
مہربان ہے اور ان لوگوں
کی طرف سے مت جھگڑ
جو اپنے دل میں دغا رکھتے
ہیں۔ جو شخص دغاباز گنہگار
ہو بے شک اللہ اسے
پسند نہیں کرتا۔ وہ لوگوں
سے چھپاتے ہیں اور اللہ
سے وہ نہیں چھپا سکتے
حالانکہ وہ اس وقت بھی
ان کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ
رات کو چھپ کر اس
کی مرضی کے خلاف مشورہ
کرتے ہیں اور اللہ نے
ان کے تمام اعمال کا احاطہ

Marfat.com

عَنْهُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ق ف
فَمَنْ يُّجَادِلُ
اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ
يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ
وَكِيْلًا ۝ وَمَنْ
يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ
يَظْلِمْ نَفْسَهٗ
ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ
يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ
يَّكْسِبْ اِثْمًا
فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ
عَلٰى نَفْسِهٖ ط وَكَانَ
اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
وَمَنْ يَّكْسِبْ
خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا
ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ
بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ
بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

کیا ہوا ہے۔ ہاں تم لوگوں
نے ان کی طرف سے
دنیاوی زندگی میں جھگڑا
کر لیا ہے۔ پھر قیامت
کے دن ان کی طرف سے
کون جھگڑا کرے گا یا ان
کا وکیل کون ہوگا۔ اور جو
کوئی برا فعل کرے یا اپنے
نفس پر ظلم کرے پھر اس
کے بعد اللہ سے بخشوائے
تو اللہ کو بخشنے والا مہربان
پائے۔ اور جو کوئی گناہ
کرتا ہے سو اپنے ہی حق
میں کرتا ہے۔ اور اللہ
سب باتوں کو جاننے والا
حکمت والا ہے اور جو
کوئی خطا یا گناہ کرے
پھر کسی بے گناہ پر تہمت
لگائے تو اس نے بڑے
بہتان اور صریح گناہ کا
بار سمیٹ لیا اور اگر تجھ

Marfat.com

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر سکتے اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تجھے وہ باتیں سکھائی ہیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا تجھ پر بڑا فضل ہے۔

(سورۃ النساء آیت ۱۰۵ تا ۱۱۳)

تفسیر

ان آیات کا شانِ نزول ترمذی نے یہ نقل کیا ہے کہ بشیر نامی ایک شخص نے اور ابن جریر نے طعمہ نام نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت رفاعہ کے گھر سے گندم کا آٹا اور اسلحہ رات کے وقت چرایا اور حضرت رفاعہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ

Marfat.com

کو ساتھ لے کر تلاش شروع کی تو اس مذکورہ شخص پر شک گزرا۔ اور جب اسے علم ہوا کہ یہ لوگ تو مجھ پر شک کر رہے ہیں۔ تو خود حضرت رفاعہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو ہم پر غلط شبہ ہو گیا ہے۔ یہ کام تو دراصل سُبَیْد بن سہل کا ہے۔ اور یہ بڑے نیک اور بزرگ صحابی تھے انہیں پتہ چلا کہ یہ لوگ چوری کا الزام مجھ پر ڈال رہے ہیں تو تلوار لے کر نکل آئے اور فرمایا کہ جب تک اس چوری کی حقیقت واضح نہیں ہو گی اس وقت تک تلوار نیام میں نہیں رکھوں گا۔ اور بشیر یا طعمہ نے جب یہ حال دیکھا تو مال مسروقہ اٹھا کر ایک یہودی کے گھر میں بطور امانت رکھ دیا اور ہوشیاری یہ کی کہ حضرت رفاعہ کے گھر سے لے کر اس یہودی کے گھر تک تھوڑا تھوڑا آٹا بکھیر دیا۔ اور تفتیش کے بعد یہ مال مسروقہ جب اس یہودی کے گھر سے برآمد ہوا تو اس نے قسم اٹھا کر کہا کہ یہ مال تو بشیر یا طعمہ نے میرے پاس بطور امانت رکھا ہے اور حضرت رفاعہ بشیر یا طعمہ کے خلاف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کر چکے تھے۔ اور بشیر یا طعمہ نے آ کر آپ سے کہا کہ ان لوگوں نے ہماری طرف غلط نسبت کی ہے۔ چوری تو فلاں یہودی نے کی ہے اور اس کے گھر سے سامان مسروقہ بھی برآمد ہو چکا ہے۔ اب جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رفاعہ کو بلا کر ڈانٹ دیا کہ تم نے بے قصور پر الزام لگایا ہے۔ اور اس یہودی کا ہاتھ کاٹنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت رفاعہ کو بڑا افسوس ہوا کہ میں نے حضور کے سامنے یہ واقعہ کیوں بیان کیا۔ نہ کرتا تو اچھا ہوتا۔ اور پھر صبر کیا اور دُعا مانگی۔ واللہ المستعان۔

اس معاملہ پر کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ یہ آیات نازل ہو گئیں۔ ان

Marfat.com

آیات میں چوری کا راز منکشف ہوگیا کہ چور یہودی نہیں ہے بشیر یا طعمہ ہے تو پھر اس کی برادری بنو ابیرق مال مسروقہ لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مال حضرت رفاعہ کو واپس دیا۔ وہ اصل چور بشیر نامی فرار ہوکر مکہ چلا گیا اور مشرکین کے ساتھ مل گیا اور ایک عورت کے مکان میں ٹھہرا مگر جب اس عورت کو پتہ چلا کہ یہ تو ایسا چور ہے تو اس نے اُسے نکال دیا۔ پھر اس نے ایک اور شخص کے مکان میں نقب لگائی تو اس کے مکان کی دیوار گر گئی اور وہ وہیں دب کر مر گیا۔ پیغمبرِ اسلام کی مخالفت کا یہ نتیجہ نکلا۔

بہرحال یہ تو ایک واقعہ ہے جس کے بارے میں یہ آیات اتری ہیں مگر تمام مفسّرین کے نزدیک یہ مانا ہوا اصول ہے کہ بعض آیات کا شانِ نزول تو خاص ہوتا ہے لیکن حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تمام بنی نوعِ انسان کی رشد و ہدایت کے لیے نازل فرمایا گیا ہے۔ یہ کسی خاص طبقہ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔

اسی طرح ان آیات میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدایات دی گئی ہیں۔ یہ آپ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ ہدایات ان تمام حکام کے لیے ہیں جو اس عدل و انصاف کے منصب پر فائز ہوں۔ اور وہ ہدایات تیرہ ہیں۔

پہلی ہدایت یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی سچّی کتاب ہے۔ یہ کتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یا کسی اور کی بنی ہوئی نہیں ہے۔ یہ مضمون انا انزلنا الیک الکتب

Marfat.com

بالحق میں بیان فرمایا ہے۔

دوسری ہدایت یہ ہے کہ اس کتاب کے نازل کرنے کا مقصد لوگوں کے مابین بلا امتیاز حق و انصاف سے فیصلہ کرنا ہے مسلم یا غیر مسلم۔ قوم یا برادری کا لحاظ نہیں کرنا۔ یہ مضمون لتحکم بین الناس سے معلوم ہوا۔

تیسری ہدایت یہ ہے کہ آپ اس کے موافق فیصلہ کیا کریں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے اس سے مراد وحی ہے اور آپ پر جو وحی اتاری گئی تھی وہ دو قسم کی تھی۔ ایک وحی جلی جیسے قرآن مجید۔ اور دوسری وحی خفی تھی۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ وحی جلی کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور مضامین بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور وحی خفی کے مضامین تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور الفاظ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے جب کہ وحی خفی کا مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ وحی خفی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جیسا کہ ایک ڈاک خانہ کے بابو کے پاس جب کوئی تار کا مضمون لکھ کر لے جاتا ہے تو وہ بابو من وعن وہ مضمون دوسرے ڈاک خانے کے بابو کے پاس نہیں پہنچاتا بلکہ وہ اپنے الفاظ میں اس مضمون کو ترتیب دے کر اس دوسرے تک پہنچائے گا اور پھر وہ اپنے الفاظ میں اس کو ترتیب دے کر مرسل الیہ تک پہنچائیگا مگر اب یہ کوئی نہیں کہتا کہ فلاں ڈاک خانے کے بابو کا تار آیا ہے بلکہ اصل مرسل کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے جس کا وہ مضمون ہے

Marfat.com

اسی طرح یہاں احادیث کے معاملہ میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ احادیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ مضامین اس کی طرف ہیں اور اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آپ کو اجتہاد کا بھی اختیار دیا ہوا تھا، کہ آپ اپنے اجتہاد سے فیصلے کریں۔ یہ تینوں مضامین (وحی جلی ، اور اجتہاد) بما اراک اللہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر آپ کے اجتہاد کی حیثیت بھی عام مجتہدین کے اجتہاد جیسی نہیں تھی کہ جس میں غلطی کا احتمال بھی ہو بلکہ جہاں اجتہاد میں آپ کو غلطی لگ جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ آگاہ فرما دیتے تھے۔

جیسا کہ اس کی ایک مثال یہی واقعہ ہے کہ آپ نے پہلے یہودی کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ بظاہر قرائن ہی بتا رہے تھے کہ یہودی کے گھر تک آٹا جانے کی علامات بھی پائی گئی تھیں اور سامان مسروقہ بھی اسی کے گھر سے برآمد ہوا تھا مگر ابھی آپ نے یہودی کا ہاتھ کاٹنے کی سزا پر عمل نہیں کیا تھا کہ فوراً وحی اتر آئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہودی بے قصور ہے تو اب سزا نافذ ہونی تھی اصل مجرم پر جس کا نام طعمہ یا بشیر لکھا ہے تو وہ مدینہ سے فرار ہو گیا۔

اسی طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں جہاں آپ کو اجتہاد میں غلطی لگی تو اللہ تعالیٰ نے وحی سے آپ کو آگاہ فرمایا ہے مگر طوالت سے بچنے کے لیے ہم صرف اس ایک پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور جہاں آپ کا اجتہاد صحیح ہوتا تھا وہاں وحی نہیں آتی تھی۔ اس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ اجتہاد صحیح ہے بہرحال یہ سارا مضمون بما اراک اللہ سے نکلتا ہے

چوتھی ہدایت آپ کو یہ تھی کہ آپ خیانت کرنے والوں کی طرفداری

Marfat.com

نہ کریں ۔ اور یہ مضمون ولا تکن للخائنین خصیما سے واضح ہوتا ہے ۔ آپ نے قصداً اگرچہ خائنین کی طرف داری تو نہیں کی تھی لیکن انہوں نے آپ کو دھوکہ دیا تھا جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور آپ نے مالکوں کو ڈانٹ دیا تھا کہ تم نے ان پر کیوں الزام لگایا ہے حالانکہ چور تو یہودی ہے تو اس طرح ان کی طرف داری بن گئی تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو آگاہ فرما دیا ۔

اور آپ کو پانچویں ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اجتہاد بما ارالہ اللہ کی روشنی میں ہونا چاہیئے ۔ یعنی وحی جلی اور خفی کے تحت دلالت النص، اشارۃ النص یا اقتضاء النص سے مسئلہ معلوم کرنا ہے ۔ اپنی ذاتی رائے سے نہ ہو ۔ کیونکہ یہ اتباع ہوا ہو جائے گی ۔ اور جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ من قال فی القرآن برائہ فلیتبوأ مقعدہ من النار، جو قرآن میں اپنی رائے سے بات کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تلاش کرے ۔

چھٹی ہدایت آپ کو یہ دی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ وہ آپ کو معاف کر دیگا لیکن سوال یہ ہے کہ کس بات کی معافی مانگیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جو آپ سے خطا اجتہادی ہو گئی تھی اس پر معافی مانگنے کا حکم ہے ۔ اور آیت ۱۰۷ ولا تکن للخائنین خصیما کی تاکید مزید ہے کہ آپ دغابازوں کی طرف سے جھگڑا مت کریں وہ لوگ اللہ تعالےٰ کو اچھے نہیں لگتے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خائنین اور جرائم پیشہ لوگوں کی طرف سے وکالت بھی ناجائز ہے اور جب نبی کے لیے اس وکالت کی اجازت

Marfat.com

ہے کہ ایسے خائنین اللہ سے اپنے عیوب چھپاتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس نے ان کے تمام اعمال کو گھیرا ہوا ہے۔ اور آیت ۱۰۹ میں یہ فرمایا ہے کہ اگر دنیا میں کسی نے ان کی طرف سے جھگڑا کر بھی لیا تو قیامت میں تو ان کی طرف سے کوئی وکالت نہیں کر سکے گا۔ اور آیت ۱۱۰ میں یہ بتایا ہے کہ گناہ کے بعد اگر کوئی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں۔ اور آیت ۱۱۱ میں یہ بتایا ہے کہ اگر وہ معافی نہ مانگے تو اس کے گناہ کا وبال اس پہ پڑے گا۔ اور آیت ۱۱۲ میں یہ بتایا ہے کہ اگر کوئی گناہ کرے دوسرے پہ الزام لگائے تو اس کا وبال بھی اس پہ پڑے گا۔ اور آیت ۱۱۳ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پہ فضل اور رحم ہو گیا ہے کہ اس نے آپ کے ہاتھ کو ظلم سے بچا لیا ہے ورنہ ان منافقین نے تو آپ کو فریب دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور پھر خود ہی پروپیگنڈا کرتے کہ یہ کیسا نبی ہے جو بے قصوروں پر شرعی حد نافذ کرتا پھرتا ہے۔ سچے اور جھوٹے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔

بہرحال یہ عدل و انصاف کا اعلیٰ ترین اور فقید المثال نمونہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے بے شعوری میں بھی ظلم صادر نہیں ہونے دیا اور پھر یہودی جو ایک کافر اور مشرک تھا اس پر بھی زیادتی نہیں ہونے دی۔ اور سے سزا سے بچا لیا۔ اور یہ واقعہ جو چوری کے متعلق ہے اس کا ذکر احادیث میں ہے جو ان آیات کے شان نزول کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی ان آیات میں چوری کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان آیات میں جو عدل و انصاف

Marfat.com

کا حکم ہے یہ عام ہے۔ صرف چوری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور اگر چوری کا ذکر کر دیا جاتا تو حکم عدل چوری کے ساتھ مخصوص ہو جاتا۔

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ	اور ہم نے تجھ پر سچی کتاب
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ	اتاری جو اپنے سے پہلی
مُصَدِّقًا لِّمَا	کتابوں کی تصدیق کرتے
بَيْنَ يَدَيْهِ	والی ہے۔ اور ان کے
مِنَ الْكِتٰبِ	مضامین پر نگہبانی کرنے
وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ	والی ہے۔ سو تو ان میں
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ	اس کے موافق حکم کر جو
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	اللہ نے اتارا ہے۔ اور
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ	ان کی خواہشات کی پیروی
عَمَّا جَآءَكَ	نہ کر اس لیے کہ تیرے
مِنَ الْحَقِّ ؕ	پاس حق آگیا ہے۔ ہم نے
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ	تم میں سے ہر ایک کے
شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ	لیے ایک شریعت اور
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ	ایک واضح راہ مقرر کر دی
لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً	ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو تم
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ	سب کو ایک ہی امت
لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ	بنا دیتا لیکن وہ تمہیں اپنے
مَآ اٰتٰىكُمْ	دیئے ہوئے حکموں میں
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ	آزماتا ہے۔ لہٰذا نیکیوں میں

Marfat.com

إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ ط فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ط وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ط ۝ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا

ایک دوسرے سے بڑھنے
کی کوشش کرو۔ تم سب
کو اللہ کے پاس پہنچنا ہے
پھر تمہیں جتائے گا جس
میں تم اختلاف کرتے
تھے اور کہ تم اس کے موافق
حکم کرو جو اللہ نے اتارا
ہے اور ان کی خواہشوں
کی پیروی نہ کر۔ اور ان
سے بچتا رہ کہ تجھے کسی
ایسے حکم سے بہکا نہ دیں جو
اللہ نے تیری طرف اتارا
ہے۔ پھر اگر یہ منہ موڑ لیں
تو جان لو کہ اللہ کا ارادہ
انہیں ان کے بعض گناہوں
کی پاداش میں مصیبت میں
مبتلا کرنے کا ہے۔ اور
بے شک ان لوگوں میں
بہت سے نافرمان ہیں تو
کیا پھر جاہلیّہ کا فیصلہ چاہتے
ہیں۔ حالانکہ جو لوگ یقین

Marfat.com

لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ (سورۃ المائدہ آیت ۴۸ تا ۵۰)

رکھنے والے ہیں ان کے ہاں اللہ سے بہتر کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔

تفسیر

اس سے پہلے سورۃ نساء کی آیات متعلقہ عدل وانصاف کی تشریح بیان ہوئی ہے ان میں تو قرآن مجید کے نزول کا مقصد بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں میں عدل وانصاف کے فیصلے کریں۔ اور یہاں سورۃ مائدہ کی آیات ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ چیزیں بتائی ہیں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ قرآن مجید پہلی کتابوں کا مُصدِّق ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں اور ان میں جو عقائد اور اصول وضوابط بیان فرمائے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی وہی عقائد اور اصول وضوابط ہیں اور ان اصولوں میں سے عدل وانصاف بھی ہے اور یہ قرآن مجید کے نازل کرنے سے پہلے لوگوں نے ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا تھا اور اب آپ پر یہ نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان اصولوں کا احیاء فرمائیں۔

دوسری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دو مرتبہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کتاب کے موافق فیصلہ کرنیکا حکم دیا ہے۔

تیسری چیز آپ کو دو مرتبہ لوگوں کی خواہشات کی اتباع سے

روکا گیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے دینِ قانون اور نظام کو پسند نہیں کرتے اس لیے وہ تجھے بھی اس سے روکنا چاہتے ہیں۔

چوتھی چیز یہ بیان فرمائی کہ اگر یہ لوگ آپ کے نافذ کردہ فیصلے نہیں مانیں گے تو پھر اس کی سزا خدا خود ان کو دے گا۔ کیونکہ ان لوگوں کی اکثریت جرائم پیشہ ہے۔

پانچویں چیز یہ بیان فرمائی کہ جاہلیت کے فیصلے اب ان کو نہیں تلاش کرنا چاہیئے۔ یعنی نظام اسلام کے اترنے سے پہلے لوگوں نے اپنے مابین جھگڑے ختم کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی اصول تو بنائے ہوئے تھے مگر وہ جاہل قسم کے انسانوں کے خود ساختہ تھے۔

چھٹی چیز یہ بتائی کہ قرآن مجید جو ہے یہ تو رب العٰلمین کا نازل کردہ ہے جو سراپا عدل ہے اور لوگوں کے مابین فیصلوں کے لیے اس سے اچھی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اور اس سے ثابت ہوا کہ آج دنیا میں جو بھی نظام مروج ہیں وہ سب ظالمانہ اور جاہلانہ ہیں اور قرآن مجید کے عادلانہ نظام کو چھوڑ دیا ہے اس لیے پوری دنیا قعرِ مذلت میں گر گئی ہے۔ یہ وہی نظام عدل ہے کہ جس پر عمل کرا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گری ہوئی قوم کو اونچا کیا۔ اور آج یہ وہی قوم ہے جو اس قرآن کو چھوڑ کر ذلیل و خوار ہو گئی ہے۔

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ	کہہ دو میں اس کتاب پر ایمان
اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ	لایا ہوں جو اللہ نے اتاری۔
كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ	اور مجھے حکم ملا ہے کہ تمہارے

Marfat.com

لَا عُدِلَ بَيْنَكُمُ	درمیان انصاف سے فیصلہ
اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ	کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا
لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ	رب ہے۔ ہمارے اعمال
اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ	ہمارے لیے اور تمہارے
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ	اعمال تمہارے لیے۔ ہمارے
اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا	درمیان اور تمہارے درمیان
وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ	کوئی جھگڑا نہیں ہے اللہ ہم
(سورۃ شعراء آیت ۱۵)	سب کو جمع کرے گا اسی
	کی طرف لوٹنا ہے۔

تفسیر

اس آیت میں سات چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ آپ اعلان کریں کہ میں اللہ کی کتاب مانتا ہوں اور آپ کی وساطت سے امت کو حکم ہے کہ صرف اللہ کی کتاب کے احکام مانو اور کسی حکومت کا قانون نہ مانو۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ اعلان کرو کہ میں اس کتاب کے ذریعے تمہارے درمیان انصاف سے فیصلے کروں گا۔ ان فیصلوں کو مانو۔ پہلا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ ہم سب کا رب ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بعض لوگ انبیاء پیروں اور مولویوں کو رب مانتے تھے اس نظریہ کی تردید ہے۔ اور دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ یہ بھی ایک غلط

Marfat.com

نظریہ کی تردید ہے۔ بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ برے لوگوں کے گناہ نیک لوگوں پر ڈالے جاتے ہیں جیسا کہ عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے تاقیامت ہونے والے گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈال دیئے گئے ہیں۔ اور تیسرا فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے اور چوتھا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا۔ اور پانچواں فیصلہ یہ ہے کہ ہم سب نے اس کی طرف لوٹنا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے درمیان عقائد، مذہبی اور دنیاوی فیصلوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے اور آپ عدل و انصاف کا پیکر ہیں۔

مُسلم حُکّام کو عادلانہ فیصلوں کا حکم

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ	بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں
اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ	حکم دیتا ہے کہ امانتیں
اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا	والوں کو پہنچا دو۔ اور
حَکَمْتُمْ بَیْنَ	جب لوگوں کے درمیان
النَّاسِ اَنْ	فیصلہ کرو تو انصاف
تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط	سے فیصلہ کرو بے شک
اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا	اللہ تمہیں نہایت اچھی
یَعِظُکُمْ بِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ	نصیحت کرتا ہے بیشک
کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝	اللہ سننے والا دیکھنے

Marfat.com

(سورۃ النساء آیت ۵۸) والا ہے۔

آیت کا شانِ نزول

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ایک خاص واقعہ ہے کہ کعبہ کی خدمت اسلام سے پہلے بھی بڑی عزت سمجھی جاتی تھی اور جو لوگ بیت اللہ کی کسی خاص خدمت کے لیے منتخب ہوتے تھے وہ پوری قوم میں معزز اور ممتاز مانے جاتے تھے۔ اسی لیے بیت اللہ کی مختلف خدمتیں مختلف لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ زمانۂ جاہلیت سے ایام حج میں حجاج کرام کو زمزم کا پانی پلانے کی خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمّ محترم حضرت عباس رضؓ کے سپرد تھی جس کو سقایہ کہا جاتا تھا۔ اسی طرح اور بعض خدمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچا ابوطالب کے سپرد تھیں۔ اسی طرح بیت اللہ کی کنجی رکھنا اور ایام حج میں کھولنا اور بند کرنا عثمان بن طلحہ سے متعلق تھا۔ عثمان بن طلحہ کا اپنا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم پیر اور جمعرات کے روز بیت اللہ کو کھولا کرتے تھے۔ اور لوگ اس میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ہجرت سے ایک روز پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تشریف لائے (اس وقت تک عثمان بن طلحہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے) انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جانے سے روکا اور انتہائی ترشی دکھائی۔ آپ نے بڑی بردباری کے ساتھ اس کے سخت کلمات کو برداشت کیا۔ پھر فرمایا۔ اے عثمان شاید تم ایک روز یہ بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے۔ جبکہ

Marfat.com

مجھے اختیار ہوگا کہ جس کو چاہوں سپرد کروں۔ عثمان بن طلحہ نے کہا کہ اگر ایسا ہوگیا تو قریش ہلاک اور ذلیل ہوجائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس وقت قریش آباد اور عزت والے ہوجائیں گے۔ آپؐ یہ کہتے ہوئے بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے یقین سا ہوگیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔

مَیں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا ارادہ کر لیا لیکن میں نے اپنی قوم کے تیور بدلے ہوئے پائے۔ وہ سب کے سب مجھے سخت ملامت کرنے لگے۔ اس لیے میں اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکا۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بُلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب فرمائی مَیں نے پیش کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ عثمان بن طلحہ کنجی لے کر بیت اللہ کے اوپر چڑھ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور زبردستی کنجی ان کے ہاتھ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔ بیت میں داخلہ اور وہاں نماز پڑھنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو پھر مجھ کو کنجی واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ لو اب یہ کنجی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس تاقیامت رہے گی۔ جو شخص تم سے یہ کنجی لے گا وہ ظالم ہوگا۔ مقصد یہ تھا کہ کسی دوسرے شخص کو اس کا حق نہیں کہ تم سے یہ کنجی لے لے۔ اس کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی کہ بیت اللہ کی اس خدمت کے صلہ میں جو مال مل جائے اس کو شرعی قاعدہ کے موافق استعمال کرو۔

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ جب میں کنجی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو آپؐ نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا۔ کیوں عثمان جو بات میں نے

Marfat.com

کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں ؟ اب مجھے وہ بات یاد آگئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے فرمائی تھی کہ ایک روز تم یہ کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے ۔ مَیں نے عرض کیا کہ بے شک آپکا ارشاد پورا ہوا ۔ اور اسی وقت مَیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ۔

مظہری بروایت ابن سعد، حضرت فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو یہ آیت آپ کی زبان پر تھی ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۔ اس سے پہلے میں نے یہ آیت کبھی آپ کی زبان سے نہ سُنی تھی ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت جوف خانہ کعبہ میں نازل ہوئی تھی ۔ اسی آیت کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی ان کے سپرد کی ۔ کیونکہ عثمان بن طلحہ نے جب یہ کنجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی تو یہ کہہ کر دی تھی کہ میں یہ امانت آپ کے سپرد کرتا ہوں ۔ اگرچہ ضابطہ کی رُو سے اس کا یہ کہنا صحیح نہ تھا ۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کا اختیار تھا کہ جو چاہیں کریں ۔ لیکن قرآن کریم نے صورتِ امانت کی رعایت فرمائی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ہدایت فرمائی کہ کنجی عثمان بن طلحہ ہی کو واپس فرما دیں ۔ حالانکہ اس وقت حضرت عباس، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ جس طرح بیت اللہ کی خدمت سقایہ اور سدانہ ہمارے پاس ہے ۔ یہ کنجی بھی برادری کی خدمت کے لیے ہمیں عطا فرما دیجئے ۔ مگر آیت مذکورہ کی ہدایت کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست رد کر کے کنجی عثمان

بن طلحہ کو واپس فرمائی۔ (تفسیر مظہری)

یہاں تک آیت کے شانِ نزول پر کلام تھا۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آیت کا شانِ نزول ایک خاص واقعہ ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے جس کی پابندی پوری امت کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ اب اس کے معنی اور مطلب سنئے۔ ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے، کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو۔ اس حکم کا مخاطب ایک عام مسلمان بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ خاص حکام اور امراء مخاطب ہوں اور زیادہ ظاہر یہ ہی ہے کہ ہر وہ شخص مخاطب ہے جو کسی امانت کا امین ہے۔ اس میں عوام بھی داخل ہیں اور حکام بھی۔ حاصل اس ارشاد کا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل اور مستحق کو پہنچا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو۔ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ۔ یعنی جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں۔ اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔ (یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ خیانت نفاق کی علامت ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نفاق کی

علامتیں بتلاتے ہوئے ایک علامت یہ بتلائی کہ جب امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے

امانات کی قسمیں

اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن حکیم نے لفظ امانات بصیغۂ جمع استعمال فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہوا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں۔ جو واقعہ ابھی آیت کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے خود اس میں بھی کوئی امانت نہیں۔ بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا۔ بلکہ یہ کنجی خدمت بیت اللہ کے ایک عہدہ کی نشانی تھی۔ ا

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ عزل و نصب کے اختیارات ہیں ان کے لیے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کریں جو اپنی عملی یا علمی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں ہے۔ بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور عہدہ کے لیے اپنے دائرہ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔ پوری اہلیت والا سب شرائط کا جامع کوئی نہ ملے تو موجودہ لوگوں میں قابلیت اور امانت داری کے لحاظ سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اسکو ترجیح دی جائے۔ ایک اور حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

Marfat.com

ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی اور تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کیے ہوئے دیدیا اس پہ اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔ (جمع الفوائد ص ۳۲۵)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول کی اور مسلمانوں کی۔ آج جہاں بھی نظامِ حکومت کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلقِ خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظامِ حکومت برباد ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ یعنی جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی ہو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو (اب فساد کا کوئی علاج نہیں) قیامت کا انتظار کرو (یہ ہدایت صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے لفظ امانات بصیغہ جمع لا کر اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ امانت صرف اسی کا نام نہیں کہ ایک شخص کا مال دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہو۔ بلکہ امانت کی بہت سی قسمیں ہیں جس میں حکومت کے عہدے بھی داخل ہیں۔ ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے المجالس بالامانۃ۔ یعنی

Marfat.com

مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونی چاہیئں۔ مطلب یہ ہے کہ جو بات مجلس میں کہی جائے وہ اسی مجلس کی امانت ہے۔ ان کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو اگر جانتے ہوئے خلاف مشورہ دیا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا۔ اسی طرح کسی نے آپ سے اپنا راز کہا تو وہ اس کی امانت ہے بغیر اس کی اجازت کے کسی سے کہہ دینا خیانت ہے۔ آیت مذکورہ میں ان سب امانتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے۔ یہاں تک پہلی آیت کے ابتدائی جملہ کی تفسیر تھی۔ آگے پہلی آیت کے دوسرے جملہ کی تفسیر ہے۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ یعنی جب تم لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کے ساتھ کیا کرو۔ اس کا خطاب حکام اور امراء کو ہے جو خصومات ومقدمات کا فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ اور اسی قرینہ سے بعض حضرات نے پہلے جملہ کا مخاطب بھی حکام اور امراء کو قرار دیا ہے۔ اگرچہ پہلے جملہ کی طرح اس میں بھی گنجائش اس کی موجود ہے۔ کہ حکام وعوام دونوں اس خطاب میں شامل ہوں۔ کیونکہ عوام میں اکثر فریقین کسی کو ثالث بنا کر فیصلہ کر دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح جھگڑوں کا فیصلہ کرنا عوام میں بھی پایا جا سکتا ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اوّل نظر میں ان دونوں جملوں کے مخاطب اوّل حکام اور امراء ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا

ہے کہ ان کے مخاطب اوّل حکام اور امراء ہیں۔ اور ثانیاً یہ خطاب ہر اس شخص کے لیے بھی ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں۔ اور جس کو کسی مقدمہ کا ثالث بنا دیا جائے۔ اور اس جملہ میں حق تعالےٰ نے بین النّاس فرمایا ہے۔ بین المسلمین یا بین المؤمنین نہیں فرمایا۔ اس میں ارشاد فرما دیا کہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہیں۔ مسلم یا غیر مسلم، دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہم وطن، ہم رنگ، ہم زبان یا غیر۔ فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ ان تعلقات سے الگ ہو کر جو بھی حق و انصاف کا تقاضا ہو وہ فیصلہ کریں۔ غرض آیت کے پہلے جملہ میں ادائے امانات کا حکم ہے اور دوسرے میں عدل و انصاف کا۔ ان میں ادائے امانات کو مقدم کیا گیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پورے ملک میں عدل و انصاف کا قیام اس کے بغیر ہو نہیں سکتا۔ کہ جس کے ہاتھ میں ملک کا اقتدار ہے وہ پہلے ادائے امانات کا فریضہ صحیح طور پر ادا کریں۔ یعنی حکومت کے عہدوں پر صرف انہی لوگوں کو مقرر کریں جو صلاحیت کار اور امانت و دیانت کی رُو سے اس عہدہ کے لیے سب سے زیادہ بہتر نظر آئیں۔ دوستی اور تعلقات یا محض سفارش یا رشوت کو اس میں راہ نہ دیں ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ نااہل، ناقابل یا خائن اور ظالم لوگ عہدوں پر قابض ہو جائیں گے پھر اکثر اربابِ اقتدار دل سے بھی یہ چاہیں کہ ملک میں عدل و انصاف کا رواج ہو تو یہ ان کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ عہدہ دارانِ حکومت ہی حکومت کے ہاتھ اور پیر ہیں۔ جب یہ خائن یا ناقابل ہوئے تو عدل و انصاف قائم کرنے کی کیا راہ ہے۔

اس آیت میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس

Marfat.com

پس حق جلّ شانہٗ نے حکومت کے عہدوں کو بھی امانت قرار دیکر اوّل تو یہ واضح فرما دیا کہ جس طرح امانت صرف اس کو ادا کرنا چاہیئے جو اس کا مالک ہے۔ کسی فقیر مسکین پر رحم کھا کر کسی کی امانت اس کو دینا جائز نہیں۔ اس طرح حکومت کے عہدے جن کے ساتھ عام خلق خدا کا کام متعلق ہوتا ہے یہ بھی امانتیں ہیں۔ اور ان امانتوں کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو اپنی صلاحیت اور قابلیت و استعداد کے اعتبار سے بھی اس عہدے کے لیے مناسب اور موجودہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ اور دیانت اور امانت کے اعتبار سے بھی سب میں بہتر ہوں ان کے سوا کسی دوسرے کو یہ عہدہ سپرد کر دیا تو یہ امانت ادا نہ ہوں گی۔

دستورِ مملکت کے چند زرّیں اصول

اس طرح اس مختصر آیت میں دستور مملکت کے چند بنیادی اصول آ گئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ پہلا جملہ ان اللہ یامرکم سے شروع فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ اصل حکم اور امر اللہ تعالےٰ کا ہے۔ سلاطین دنیا سب اسکے مامور کردہ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ملک میں اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اور دوسرا اصول یہ ہے کہ حکومت کے عہدے باشندگان ملک کے حقوق نہیں جن کو تناسب آبادی کے اصول پر تقسیم کیا جائے بلکہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی امانتیں ہیں جو ان کے اہل اور لائق کو دیئے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

تیسرا اصول یہ ہے کہ زمین پر انسان کی حکمرانی صرف ایک نائب وامین کی حیثیت سے ہو سکتی ہے۔ وہ ملک کی قانون سازی میں اس اصول کا پابند رہے گا جو حاکم مطلق حق تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی بتلا دیئے گئے ہیں۔

اور چوتھا اصول یہ ہے کہ حکام امراء کا فرض ہے کہ جب کوئی مقدمہ ان کے پاس آئے تو نسل و وطن، رنگ و زبان یہاں تک کہ مذہب و مسلک کا امتیاز کئے بغیر عدل و انصاف کا فیصلہ کرے۔

اس آیت میں دستور مملکت کے زرّیں اصول بتلا کر آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو جو نصیحت کی ہے وہ بہت ہی اچھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی سنتا ہے اور جو بولنے اور فریاد کرنے پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو اس کے حالات کو خود دیکھتا ہے۔ اس لیے اس کے بتلائے ہوئے اور بنائے ہوئے اصول ہی ایسے ہیں جو ہمیشہ ہر ملک میں اور ہر دور میں قابل عمل ہو سکتے ہیں۔ انسان کے بنائے ہوئے اصول و دستور اپنے ماحول کے اندر محدود ہوا کرتے ہیں اور تغیّر حالات کے بعد ان کا بدلنا ناگزیر ہوتا ہے۔

(اس آیت کریمہ کی پوری تفسیر معارف القرآن مولفہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے نقل کی گئی ہے)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عدل

حضرت عُروہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتح مکہ کے موقع پر چوری کی، اس عورت کی قوم گھبرائی ہوئی حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے پاس پہنچی اور ان سے سفارش کی درخواست کی حضرت عُروہؒ کہتے ہیں کہ جب حضورؐ سے اس عورت کے بارے میں حضرت اسامہؓ نے گفتگو کی، آپؐ کے چہرۂ مبارک کا رنگ (مارے غصہ کے) بدل گیا، اور آپؐ نے فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ کی قائم کردہ حدود میں سے حد کے بارے میں (رعایت کی) گفتگو کرتے ہو؟ حضرت اُسامہؓ نے عرض کیا میرے لیے یا رسول اللہ! مغفرت طلب کیجئے، جب شام کا وقت ہوا تو آنحضرتؐ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپؐ نے اللہ کی ثناء کی جس کا کہ اللہ پاک مستحق ہے۔ اس کے بعد فرمایا :-

"امابعد! پہلے لوگ بیشک اس سبب سے ہلاک ہوئے کہ ان کا حال یہ تھا جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور چوری کرتا اس پر حد قائم کرتے، اور قسم اس ذات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کریگی تو ان کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔"

اس کے بعد آنحضرتؐ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا سو اس کا ہاتھ کاٹا گیا، پھر اس عورت کی توبہ اس کے بعد بڑی اچھی رہی اور

Marfat.com

اس نے شادی کرلی ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وہ آیا کرتی تھی اور میں اس کی حاجت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتی تھیں۔[1]

حضرت ابو قتادہؓ[2] کہتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضورؐ کے ہمراہ حنین کے سال نکلے، جب ہماری دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمان شکست کھا کر حملہ آور ہوئے، میں نے دیکھا کہ مشرکین میں سے ایک آدمی مسلمانوں میں سے ایک آدمی پر چڑھ بیٹھا۔ میں نے اس مشرک کی گردن کی موٹی رگ پر تلوار ماری اور میں نے اس کی زرہ تک کاٹ دی وہ مشرک میرے اوپر لپکا اور مجھے اس قدر زور سے بھینچا کہ اس بھینچنے سے مجھے موت کی بو محسوس ہوئی اتنے میں وہ موت کے پنجہ میں گرفتار ہوگیا تو مجھے چھوڑ دیا پھر میں حضرت عمرؓ سے ملا میں نے ان سے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ کہا اللہ کی مرضی اور لوگ لوٹ آئے تھے آنحضورؐ بیٹھ گئے اور آپؐ نے فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس قتل کرنے کا گواہ ہو تو مقتول کا سامان قاتل لے لے، یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا ہے کوئی جو میرے لیے گواہی دے؟ پھر میں بیٹھ گیا، آنحضورؐ نے پھر وہی فرمایا میں نے پھر کہا ہے کوئی جو میرے لیے گواہی دے؟ اور بیٹھ گیا، سہ بارہ آپؐ نے پھر فرمایا میں نے پھر کہا ہے کوئی جو میرے لیے گواہی دے؟ میں یہ کہہ کر پھر بیٹھ گیا، چوتھی مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح فرمایا پس میں کھڑا ہوا، آپؐ نے پوچھا اے ابو قتادہ! تیرا کیا قصہ ہے؟ میں نے آپؐ کو اطلاع دی ایک آدمی

---

[1] رواہ فی البخاری فی موضع آخر و مسلم من حدیث عائشہؓ کذا فی البدایۃ ج ۴ ص ۳۱۸ واخرجہ ایضا الاربعۃ عن عائشہ کما فی الترغیب ج ۴ ص ۲۶۔ [2] واخرج البخاری۔

Marfat.com

نے کہا ابو قتادہؓ نے سچ کہا ہے۔ ان کا سلب (مقتول کا سامان) میرے پاس ہے ان کو کسی طرح سے مجھ سے راضی کر دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا نہیں نہیں! خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا کہ اس وقت حضورؐ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کی طرف جو اللہ اور اللہ کے رسول کی جانب سے قتل کرتا ہے قصد نہ فرمائیں اور آپ اس کا سامان دے دیں، آنحضورؐ نے فرمایا ابوبکر نے سچ کہا ہے تو اس کا سامان اسے واپس کر چنانچہ اُس آدمی نے مجھے میرے مقتول کا سامان دیا۔ وہ سامان اتنا تھا کہ میں نے اس کے عوض میں بنی سلمہ میں کھجور کا ایک باغ خریدا، اور بیشک یہ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں داخل ہو کر جمع کیا اور حاصل کیا۔ [1]

حضرت[2] عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی کے ان پر چار درہم تھے وہ یہودی آپؐ کے پاس استغاثہ لایا اور اس نے کہا اے محمدؐ! میرے عبداللہ پر چار درہم ہیں جن کے بارے میں یہ مجھ پر غالب آگیا، آپؐ نے فرمایا اے عبداللہ! اس کا حق اسے دے، میں نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے اس پر قدرت نہیں آپؐ نے فرمایا اسے اس کا حق دے۔ میں نے عرض کیا قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے مجھے ان کی ادائیگی کی مقدرت نہیں اور میں اس سے کہہ چکا ہوں کہ آپ ہم لوگوں کو خیبر بھیجنے والے ہیں اور مجھے یہ امید ہے کہ ہم کو کچھ نہ کچھ مال غنیمت ضرور ملے گا۔ جب میں لوٹوں گا تو اس قرضہ کو ادا کر دونگا آپؐ نے فرمایا اسے اس کا حق دے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] واخرجہ ایضاً مسلم ج ۲ ص ۸۹ و ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶ والترمذی ج ۱ ص ۱۰ وابن ماجہ ص ۲۰۹، والبیہقی ج ۹ ص ۵۔ [2] واخرج ابن عساکر۔

جب کسی بات کو تین مرتبہ فرما دیتے تھے تو رجوع نہیں فرماتے تھے، پس عبداللہ بن ابی حدرد بازار کی طرف چلے اور ان کے سر پہ پگڑی تھے اور یہ چادر کا تہ بند باندھے ہوئے تھے انہوں نے پگڑی اپنے سر سے اتاری اور اس کو تہ بند کی جگہ باندھا اور چادر نکال لی اور فرمایا کہ تو اس چادر کو مجھ سے خرید لے چنانچہ اس چادر کو اس یہودی کے ہاتھ چار درہم کے عوض میں بیچ دیا اتنے میں ایک بڑھیا گزری اور اس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے اس سے سارا قصہ کہہ سنایا اس بڑھیا نے کہا تو یہ چادر لے لے یعنی وہ چادر جو بڑھیا پر تھی، اور اس نے وہ چادر ان پر ڈال دی۔ [1]

حضرت ام سلمہ رضؓ[2] فرماتی ہیں کہ انصار کے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی میراث کے بارے میں جھگڑا لائے جس پر عرصہ گزر چکا تھا اور ان دونوں کے پاس گواہ نہیں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم میرے پاس جھگڑا لے کر آئے ہو اور میں اپنی رائے سے اس چیز کے بارے میں فیصلہ کروں گا، کہ مجھ پہ اس کے بارے میں وحی نہیں اتری ہے، پس جس کی موافقت میں میں اس کی حجت کی بنا پر فیصلہ دے دوں اور اس فیصلہ میں اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ کٹتا ہو تو اس کو ہرگز نہ لے بجز اس کے اور کوئی بات نہ ہوگی کہ میں اسے ایک ٹکڑا کاٹ کر جہنم کا دے رہا ہوں جس کو وہ لے کر قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی گردن میں یہ ٹکڑا چپکا ہوا ہوگا یہ سن کر وہ دونوں انصاری رو دیئے اور ان میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے

---

[1] کذا فی الکنز ج ۳ صلا۱۸ واخرجہ احمد ایضاً کما فی الاصابۃ ج ۲ ص۲۹۵۔

[2] واخرج ابن ابی شیبۃ وابو سعید النقاش۔

Marfat.com

اپنا حق اس کو دیا، یہ سُن کر حضورؐ نے فرمایا جب تم دونوں نے ایسا کیا ہے جو ابھی کیا تو تم دونوں جاؤ اور حق و انصاف کا ارادہ کرو اور تم دونوں تقسیم کرنے کے بعد قرعہ اندازی کرو اور اس کے بعد تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے لیے جو اُسے پہنچے اسے حلال کر دو۔ [1]

حضرت ابو سعیدؓ [2] فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے اس قرضہ کا مطالبہ کیا جو اس کا آپؐ کے ذمہ تھا اور آپؐ پر سختی کی یہاں تک کہ اس اعرابی نے کہا کہ میں آپ پر تنگی کروں گا مگر جب کہ آپ مجھے میرا قرضہ ادا کر دیں، آپؐ کے اصحابؓ نے اس اعرابی کو ڈانٹا اور کہا تجھ پر بڑا افسوس ہے کیا تو جانتا ہے کہ کس سے بات کر رہا ہے؟ اس اعرابی نے کہا میں تو اپنا حق طلب کر رہا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ صاحب حق کے ساتھ کیوں نہیں ہوئے؟ اس کے بعد آپؐ نے حضرت خولہ بنت قیسؓ کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو تم مجھے اس وقت تک کے لیے ادھار دے دو کہ ہمارے پاس کھجوریں آئیں اس وقت میں تمہیں ادا کر دوں گا۔ حضرت خولہؓ نے کہا بہت اچھا اور میرے ماں باپ آپ پر سے یا رسول اللہؐ قربان جائیں آپؐ نے وہ کھجوریں ادھار لیں اور اس اعرابی کا قرضہ ادا کیا اور اس کو کھانا کھلایا۔ اس کے بعد اُس اعرابی نے کہا آپ نے وفا کی اللہ آپ کے ساتھ وفا کرے آپؐ نے فرمایا یہ لوگ (جو قرضہ کو خندہ پیشانی سے ادا کریں) لوگوں میں سے بھلے ہیں اور بیشک بات یہ ہے کہ وہ امت مقدس نہیں ہو سکتی جس میں ضعیف

---

[1] کذا فی الکنز ج ۳ ص ۱۸۲۔

[2] واخرج ابن ماجہ۔

اپنا حق بغیر قلق واضطراب کے نہ لے سکے۔ [1]

حضرت حمزہؓ [2] بن عبدالمطلب کی بیوی حضرت خولہؓ بنت قیس کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنی ساعدہ کے کسی آدمی کے ساٹھ صاع (پانچ من دس سیر) کھجور قرض تھے۔ وہ آدمی آپؐ کے پاس آیا اور ان کی ادائیگی کا آپؐ سے مطالبہ کیا، آپؐ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کا قرضہ ادا کر دیں، چنانچہ انہوں نے کھجوریں قرضہ میں دیں لیکن یہ کھجوریں اس ساعدی کی کھجوروں سے کم درجہ کی تھیں۔ اس ساعدی نے ان کے لینے سے انکار کر دیا انصاری نے کہا کیا تو حضورؐ کے پاس واپس چلتا ہے۔ ساعدی نے کہا ہاں۔ اور کون آدمی انصاف میں آپؐ سے زیادہ حق پسند ہو سکتا ہے؟ یہ سن کر حضورؐ کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا اٹھیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ساعدی نے سچ کہا، مجھ سے زیادہ انصاف کرنے کا کون حقدار ہے؟ اللہ پاک اُس اُمت کو پروان نہیں چڑھاتا جس میں اُس کا کمزور اس کے قوی سے اپنا حق بلا کلفت نہ لے سکے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے خولہ! تم اسے کھانا کھلاؤ اور اس کا قرضہ ادا کرو۔ پس بات اسی طرح پر ہے کہ کوئی قرض خواہ اپنے مقروض کے پاس سے جب راضی ہو کر واپس ہوتا ہے تو اس مقروض پر روئے زمین کے جاندار اور سمندروں کی مچھلیاں دُعائے رحمت کرتی ہیں، اور جب کبھی بندے سے اس کا قرض خواہ دل تنگ ہو کر واپس ہوتا ہے تو اللہ پاک اس مقروض کے لیے ہر دن اور ہر رات ایک گناہ لکھتا ہے۔ [3]

---

[1] رواہ البزار من حدیث عائشہؓ مختصرا والطبرانی من حدیث ابن مسعودؓ باسناد جید کذا فی الترغیب ج ۳ ص ۲۷۱۔ [2] واخرج الطبرانی۔ [3] رواہ احمد بنحوہ عن عائشہؓ باسناد جید قوی کذا فی الترغیب ج ۳ ص ۲۷۰۔

Marfat.com

عدل صدیقیؓ

حضرت[1] عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جمعہ کے دن خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا "جب کل کا دن آئے تو اونٹوں کے صدقات یہاں حاضر کر دینا ہم اسے تقسیم کریں گے اور میرے پاس کوئی بھی بلا اجازت نہ آئے یہ سن کر ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا یہ نکیل لو، شاید اللہ پاک ہمیں بھی کوئی اونٹ دے وہ آدمی آیا تو اس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اونٹوں کے درمیان داخل ہوئے یہ بھی ان کے ساتھ اونٹوں کے درمیان داخل ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی طرف التفات کی اور فرمایا تجھے کس نے یہاں داخل کیا؟ اس کے بعد اس سے نکیل لی اور اس نکیل سے اس آدمی کو مارا۔ جب حضرت ابوبکرؓ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہو گئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے اس کی نکیل دی اور کہا اپنا بدلہ لے۔ حضرت ابوبکرؓ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بدلہ نہ لے گا تم اس بات کو طریقہ نہ بناؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تو مجھے کون قیامت کے دن اللہ سے بچائے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا اس کو راضی کر دو۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس آدمی کو ان کی سواری کی اونٹنی اور اس کا کجاوہ اور دھاری دار کمبل اور پانچ دینار لا کر دے۔ یہ چیزیں دے کر حضرت ابوبکرؓ نے اسے راضی کیا[2]

---

[1] اخرج البیہقی۔

[2] کنا فی کنز العمال ج صـ۱۲۷۔

عدلِ فاروقیؓ

شعبی[1] فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور اُبی بن کعبؓ کے درمیان کوئی جھگڑا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے اور اپنے درمیان کسی آدمی کو فیصلہ کرنے والا مقرر کر لو، ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اپنا فیصل بنایا یہ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم دونوں تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ ہمارے درمیان فیصلہ دو۔ حضرت زیدؓ اپنے گھر ہی میں بیٹھ کر فیصلہ دیا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں حضرات ان کے پاس پہنچے۔ حضرت عمرؓ کے لیے حضرت زیدؓ نے اپنے بستر کے صدر حصّہ پر حضرت عمرؓ کو بٹھانا چاہا اور کہا آیئے امیر المؤمنین یہاں تشریف رکھئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ پہلا ظلم ہے جو تمہارے فیصلہ میں جاری ہوا۔ میں اپنے صاحبِ معاملہ کے پاس بیٹھوں گا یہ دونوں حضرات ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت اُبیؓ نے دعویٰ پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے انکار کیا، حضرت زیدؓ نے اُبیؓ سے کہا امیر المومنین کو قسم کھانے سے معافی دو (شرعی قاعدہ کی بنا پر اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے) اور میں قسم کی معافی کا کسی کے لیے سوائے ان کے سوال نہیں کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے قسم کھائی اور پھر قسم کھا کر کہا کہ زید فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ عمر اور مسلمان رعایا ان کے نزدیک برابر نہ ہوں۔ شعبی سے اس طرح پر ہے کہ کھجوروں کے کاٹنے پر حضرت اُبی بن کعبؓ اور حضرت عمرؓ بن خطاب میں نزاع ہو گئی۔ حضرت اُبیؓ رو دیئے

---

[1] اخرج ابن عساکر وسعید بن منصور والبیہقی۔

Marfat.com

اور اُبی رضؓ نے کہا کیا اے عمر! تمہاری حکومت میں اور ایسا ہو؟ حضرت عمر بن خطاب رضؓ نے فرمایا کہ میرے اور اپنے درمیان مسلمانوں میں سے کسی آدمی کو فصیل بنالو، حضرت اُبی رضؓ نے کہا حضرت زید رضؓ کو فصیل بناتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے اس پر رضامندی دی اور دونوں چلے اور حضرت زید رضؓ کے پاس پہنچے، اور پھر پوری حدیث نقل کی۔ [1]

حضرت[2] زید بن اسلم رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضؓ کا گھر مسجد مدینہ کے پہلو میں تھا ان سے حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم اس مکان کو میرے ہاتھ بیچ دو اور حضرت عمر رضؓ نے یہ ارادہ کیا کہ اس سے مسجد کو بڑھا دیں، حضرت عباس رضؓ نے اس بات سے انکار کیا کہ اس مکان کو ان کے ہاتھ بیچیں، حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تو پھر اس مکان کو میرے لیے ہبہ کر دو۔ حضرت عباس رضؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تم اس سے خود ہی مسجد میں وسعت کر دو۔ حضرت عباس رضؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا تمہیں ان تین باتوں میں سے ضرور ایک بات کرنی ہوگی، حضرت عباس رضؓ نے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا میرے اور اپنے درمیان کسی کو فصیل بنالو۔ حضرت عباس رضؓ نے حضرت اُبی بن کعب رضؓ کو فصیل قرار دیا، یہ دونوں حضرات ان کے پاس مقدمہ لے گئے۔ حضرت اُبی بن کعب رضؓ نے حضرت عمر رضؓ سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ان کو ان کے گھر سے جب تک کہ ان کو راضی نہ کر لو نکال نہیں سکتے۔ حضرت عمر رضؓ نے اُبی رضؓ سے فرمایا کیا تم نے اپنا یہ فیصلہ کتاب اللہ میں دیکھا ہے؟ یا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اُسے پایا ہے؟ حضرت ابی رضؓ نے کہا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے میں نے

---

[1] کما فی کنز العمال ج ۳ ص ۱۷۴ و ج ۳ ص ۱۸۱۔ [2] واخرج عبدالرزاق۔

Marfat.com

یہ فیصلہ لیا ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ وہ سنت کیا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے جب بیت المقدس کو بنایا، جب کبھی کسی دیوار کو قائم کرتے صبح کے وقت اس کو منہدم پاتے تب اللہ پاک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کسی آدمی کے حق میں عمارت نہ بناؤ جب تک کہ اسے راضی نہ کرلو، تب حضرت عمرؓ نے اس جھگڑے کو چھوڑا، اس کے بعد حضرت عباسؓ نے خود ہی مسجد میں داخل کرکے مسجد میں وسعت کی۔

حضرت[1] سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا، کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا گھر لے کر اس سے مسجد میں اضافہ کریں۔ حضرت عباسؓ نے انکار کر دیا کہ یہ گھر ان کو دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں ضرور اس گھر کو لے کر رہوں گا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میرے اور اپنے درمیان اُبی بن کعبؓ کو فیصل مقرر کرلو کہا ہاں میں نے منظور کیا یہ دونوں حضرات اُبیؓ کے پاس آئے اور ان سے تذکرہ کیا۔ حضرت اُبیؓ نے فرمایا اللہ پاک نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ بیت المقدس کی تعمیر کریں اور وہ زمین ایک آدمی کی تھی اس سے زمین خریدی جب اس کو قیمت دی تو اس نے دریافت کیا کہ جو قیمت آپ نے مجھے دی وہ بہتر ہے یا وہ زمین جو آپ نے مجھ سے لی؟ حضرت سلیمانؑ نے کہا بلکہ وہ زمین جو میں نے تجھ سے لی۔ اس آدمی نے کہا تو میں اس بیع کو جائز نہیں رکھتا دوبارہ پھر اس آدمی سے کچھ اور قیمت بڑھا کہ اس زمین کا معاملہ کیا اس آدمی نے پھر اسی طرح کا سوال کیا اور حضرت سلیمانؑ نے

---

[1] واخرج عبدالرزاق

Marfat.com

وہی جواب دیا دو یا تین مرتبہ اسی طرح ہوا تب حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس سے شرط کی کہ میں اس زمین کو تجھ سے تیرے حکم کے مطابق خریدتا ہوں یعنی جو تو مانگے۔ اب مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ اس قیمت اور زمین میں سے کون بہتر ہے؟ چنانچہ اس زمین کو اس کے حکم کے مطابق خریدا اس آدمی نے بارہ ہزار قنطار سونا مانگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو بہت زیادہ خیال کیا کہ دیں۔ اللہ پاک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اگر تم اس آدمی کو کوئی چیز ایسی دے رہے ہو جو تمہاری ہے تو تم خوب جانتے ہو، تو تم جانو اور اگر ہمارے رزق سے دے رہے ہو تو اُسے دو یہانتک کہ وہ راضی ہو جائے سو حضرت سلیمانؑ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابیؓ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ عباسؓ اپنے گھر کے زیادہ حق دار ہیں یہاں تک کہ وہ راضی ہوں، یہ سن کر حضرت عباسؓ بولے جب تم نے میری موافقت میں فیصلہ دیا تو اب میں اس مکان کو مسلمانوں کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ [1]

حضرت[2] ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن نے اور ان کے ساتھ ابو سروعہؓ عقبہ بن حارث نے شراب پی اور مست ہو گئے۔ یہ دونوں مصر میں تھے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا جب صبح ہوئی یہ دونوں حضرت عمرو بن عاصؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو امیر مصر تھے اور انہوں نے کہا کہ ہم کو پاک

---

[1] کذا فی کنز العمال ج ۴ صفحہ ۲۶ واخرجہ ابن سعد ج ۴ صـــ ۱۳ وابن عساکر عن سالم ابی النضر مطولا باجداد سندہ صحیح الا ان سالما لم یدرک عمرو اخرجاہ ایضا البیہقی ویعقوب بن سفیان عن ابن عباسؓ مختصرا وسندہ حسن کما فی الکنز ج ۷، صـــ واخرجہ الحاکم وابن عساکر من طریق اسلم من وجہ آخر مطولا کما فی الکنز ج ۷، صفحہ ۶۵ وفی حدیثہ حذیفہ بدل ابی بن کعبؓ۔

[2] واخرج عبدالرزاق والبیہقی۔

Marfat.com

کیجئے۔ ہم دونوں ایک قسم کی شراب پی کر مست ہو گئے تھے۔ میں نے کہا گھر کے اندر چلو میں تم کو پاک کروں اور مجھے یہ علم نہیں تھا کہ وہ دونوں حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس جا چکے تھے جب میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ اس بات کی خبر میر کو بھی دے چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ آج تم اپنا سر لوگوں کے درمیان نہ منڈاؤ، گھر میں چلو میں تمہارا سر مونڈ دوں گا اور اس زمانہ میں لوگوں کا سر بھی مونڈا جاتا تھا اور حد بھی لگائی جاتی تھی چنانچہ یہ دونوں گھر میں گئے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کا سر اپنے ہاتھ سے مونڈا اس کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے کوڑے لگائے اس بات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ عبدالرحمن ؓ کو اونٹ کے کجاوے پر بٹھا کر میرے پاس بھیجو، چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے ایسا ہی کیا جب یہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو حضرت عمرؓ نے انہیں کوڑے لگائے اور سزا دی چونکہ حضرت عمرؓ ان کے والد تھے پھر اس کے بعد ان کو چھوڑا۔ اس کے بعد یہ پورے ایک ماہ تندرستی کے ساتھ زندہ رہے پھر ازل کا لکھا ہوا ان کے سامنے آیا اور ان کی وفات ہو گئی۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ان کی وفات حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے ہوئی، حالانکہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے ان کی وفات نہیں ہوئی۔ [1]

حضرت[2] حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کی طرف جس کا شوہر ایک عرصہ سے مفقود تھا اس عورت کو بلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ حضرت عمرؓ (اس کی دیکھ بھال کے لیے) اس کے یہاں جایا کرتے تھے اس عورت نے آنے سے انکار کر دیا دوبارہ پھر اس کے یہاں آدمی بھیجا اس عورت

---

[1] قال فی منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۲ وسندہ صحیح واخرجہ ابن سعد عن اسلم عن عمرہ بن العاص رض بطولہ کما فی منتخب الکنز ج ۴ ص ۴۲۲۔ [2] واخرج عبدالرزاق والبیہقی۔

سے کہا گیا کہ عمرؓ کا کہنا مان لے اس عورت نے کہا ہائے میرے افسوس! مجھ سے عمرؓ کو کیا لینا ہے؟ یہ کہہ کر وہ گھر سے چلی اور وہ گھبرائی ہوئی تھی راستے ہی میں تھی کہ اس کو دردِ زہ ہوا، کسی گھر میں داخل ہو گئی اور اس نے بچہ کو ڈال دیا بچہ دو دفعہ چلّایا اور اس کے بعد مر گیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اصحاب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا۔ بعض صحابہؓ نے کہا کہ آپ پر کوئی گرفت نہیں اس لیے کہ آپ تو ادب دینے والے اور راستہ دکھانے والے تھے۔ حضرت علیؓ خاموش تھے، حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر ان لوگوں نے اپنی رائے سے یہ بات کہی ہے تو ان لوگوں نے اپنی رائے میں غلطی کی اور اگر ان لوگوں نے آپ کی خواہش کی بناء پر یہ بات کہی تو آپ کے لیے بھلائی کی بات نہیں کی۔ میری رائے یہ ہے کہ اس بچّہ کی دِیّت آپ پر واجب ہے اس لیے کہ آپ ہی نے اس عورت کو گھبراہٹ اور خوف میں مبتلا کیا اور اس نے اپنے بچّہ کو آپ ہی کے (خوف) کے سبب سے ڈال دیا یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ان کی دِیّت قریش پر تقسیم کی جائے یعنی تمام قریش سے لی جائے (جیسا کہ شرعی قانون ہے) اس لیے کہ حضرت عمرؓ نے خطا کی تھی [1]

عطاء[2] سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب اپنے عمال کو حکم دیتے تھے کہ حج کے موقع پر یہ سب آپ سے ملیں پس جب آپ کے عمال جمع ہو جاتے تو آپ کہتے کہ:

"اے لوگو! میں نے اپنے عاملوں کو تم لوگوں پر اس لیے مقرر نہیں کیا کہ وہ تمہاری کھالیں اور تمہارا مال لیں بلکہ اس لیے ان کو

---

[1] کذا فی کنز العمال ج ۷ ص ۳۰۰۔ [2] واخرج ابن سعد ج ۳ ص ۳۱۱

بھیجا ہے تاکہ تمہارے آپس کے جھگڑوں کی روک تھام کریں اور تمہارے مالِ غنیمت کو تمہارے درمیان تقسیم کریں، اور وہ آدمی جس کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ اور کیا گیا ہو وہ کھڑا ہو جائے۔" یہ سُن کر کوئی آدمی نہ کھڑا ہوا سوائے ایک آدمی کے اس نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! آپ کے فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس عامل سے پوچھا کس معاملہ میں اسے سو کوڑے لگائے؟ اور اس آدمی سے کہا اُٹھ اور اس سے بدلہ لے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین! اگر آپ نے ایسا کیا پھر تو لوگ آپ پر بڑی کثرت سے یہ دعویٰ لائیں گے اور یہ ایک طریقہ بن جائیگا اور آپ کے بعد بھی یہ سنت جاری رہے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا فقط میں ہی بدلہ لینے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اپنی ذات پر بھی بدلہ لینے کا حکم دیتے تھے، حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا ہم کو مہلت دیجئے کہ ہم اسے راضی کر لیں کہا تمہیں اختیار ہے تم اسے راضی کرو چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کو فدیہ میں دو سو دینار دیئے، ہر کوڑے کے بدلہ میں دو دینار[1]

حضرت[2] انسؓ سے روایت ہے کہ مصر کے باشندوں میں سے ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں آکر عرض کیا اے امیر المومنین! میں ظلم سے آپ کی پناہ پکڑنے آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تجھے پناہ دی اس آدمی نے کہا میں نے ابن عمرو بن عاصؓ سے دوڑنے میں بازی لگائی اور

---

[1] واخرجہ ایضاً ابن راہویہ کما فی منتخب الکنز ج ۴ ص ۴۱۹۔

[2] واخرج ابن عبدالحکم۔

Marfat.com

میں اس سے آگے نکل گیا۔ تو اس نے مجھے کوڑے سے مارنا شروع کر دیا اور کہتا جاتا تھا میں بڑے آدمیوں کا بیٹا ہوں یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عمروؓ بن عاصؓ کی طرف لکھا اور ان کو آنے کا حکم دیا اور اس بات کا کہ اپنے لڑکے کو بھی اپنے ساتھ لائیں۔ جب حضرت عمر بن عاصؓ آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ مصر کا رہنے والا کہاں ہے؟ کوڑا لے اور اس کو مار۔ وہ مصری ان کے لڑکے کو کوڑے سے مار رہا تھا اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے "مار" ملامت کئے گئے ہوئے کے بیٹے کو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس مصری نے مارا اور بیشک اسے مارا اور ہم پسند کرتے تھے کہ وہ مارا جائے۔ وہ مصری مارنے سے نہ رُکا یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ اب یہ مصری اپنا ہاتھ اُٹھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مصری سے کہا کہ عمرو بن عاص کی کھوپڑی پر مار۔ اس مصری نے کہا اے امیر المومنین! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا ہے۔ انہوں نے نہیں اور میں اس سے اپنا بدلہ لے چکا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاصؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، کب سے تم نے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے؟ عمرو بن عاص نے جواب دیا امیر المومنین مجھے اس قصہ کا کچھ علم نہیں اور نہ ہی یہ آدمی کبھی میرے پاس آیا [1]

یزید بن ابی منصور[2] کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ اطلاع ملی کہ ان کے بحرین کے عامل کے پاس جس کا نام جارود یا ابن جارود تھا ایک آدمی کو لایا گیا، جس کو ادریاس کہا جاتا تھا اور ادریاس کے خلاف گواہ پیش ہوئے کہ یہ مسلمانوں کے دشمنوں کی طرف مسلمانوں کے خلاف خط و کتابت کرتا ہے اور اس نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ پھر انہی لوگوں کے پاس چلا جائے۔ عامل نے ادریاس کی گردن اڑوا دی

---

[1] کذا فی منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۰۔ [2] اخرج ابن جریر، کذا فی الکنز ج ۷، ص ۲۹۸۔

Marfat.com

اور ادریاس یہ کہہ رہا تھا ہائے عمر! ہائے عمر! یہ خبر پاکر حضرت عمرؓ نے اس عامل کی طرف مکتوب گرامی بھیجا اور اسے اپنے پاس آنے کا حکم دیا چنانچہ وہ عامل آیا اس کے لیے حضرت عمرؓ بیٹھے آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے اس کی داڑھی کی طرف نیزہ بڑھایا اور وہ کہہ رہے تھے۔ ادریاس! میں حاضر ہوں، ادریاس! میں حاضر ہوں۔ جارود نے کہنا شروع کیا اے امیرالمومنین! ادریاس نے دشمنوں سے خط وکتابت کی تھی کہ مسلمانوں کے پوشیدہ رازان کو بتائے گا اور اس نے قصد بھی کیا تھا کہ دشمنوں سے مل جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو نے اس کو محض ارادہ اور قصد پر قتل کر دیا۔ ہم میں سے کون ایسا ہے جو ارادہ (شر وفساد) نہیں کرتا؟ میں تجھ کو اس کے بدلہ قتل کر دیتا اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ آئندہ کے لیے یہ ایک دستور بن جائے گا۔

حضرت[1] زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس طرح پر نکلے کہ ان کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ان کے کانوں میں تھیں (جس طرح کہ مؤذن کی ہوتی ہیں) اور وہ پکار کر کہہ رہے تھے، اے مجھے پکارنے والے! میں حاضر ہوں۔ اے مجھے پکارنے والے! میں حاضر ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے؟ کسی نے بتایا ان کے بعض امراء کی طرف سے ڈاک آئی ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک نہر لشکر کے عبور کرنے میں حائل ہے اور اہل لشکر نے کشتی نہ پائی تو امیر لشکر نے حکم دیا کہ ایک ایسے آدمی کو تلاش کرو جو نہر کی گہرائی جانتا ہو، ایک بڈھے کو لایا گیا اس نے کہا مجھے ٹھنڈ کا خوف ہے اور یہ سردی کے ایام کا قصہ ہے امیر نے اس بڈھے پر جبر کیا اور اس کو نہر میں داخل کر دیا۔ ٹھنڈ نے اس بڈھے کو مہلت نہ دی۔ اس بڈھے نے پکارنا شروع کیا ہائے عمر ہائے عمر! اور

---

[1] واخرج البیہقی

Marfat.com

ڈوب گیا - حضرت عمرؓ نے اس امیر کی طرف خط لکھا وہ امیر آیا اور کئی دنوں تک ٹھہرا رہا - حضرت عمرؓ اس سے اعراض کیے رہے اور حضرت عمرؓ کی عادت تھی - جب عاملوں میں سے کسی سے ناراض ہوتے اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ، کچھ روز بعد اس امیر نے کہا وہ آدمی جس کو تم نے قتل کر دیا ہے کیا ہوا ؟ امیر لشکر نے کہا اے امیر المومنین میں نے قصداً اسے قتل نہیں کیا ہم نے کوئی چیز ایسی نہیں پائی جس میں سوار ہو کر عبور کیا جا سکے اور ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم پانی کی گہرائی جان لیں ، سو آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نے ایسے ایسے شہر فتح کیے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک مسلمان آدمی مجھے ہر اس شے سے زیادہ محبوب ہے جس کو تو لایا (یعنی شہروں کی فتح) اگر طریقہ نہ پلٹا تو میں تیری گردن مار دیتا لہٰذا تو اس کے اہل کو دیت ادا کر اور یہاں سے چلا جا میں تجھے نہ دیکھوں - [1]

جریر[2] کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی حضرت ابو موسیٰؓ کے ساتھ تھا لشکر نے مال غنیمت جمع کیا اس آدمی کو ابو موسیٰؓ نے اس کا حصہ دیا لیکن پورا نہیں دیا اس نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں تو پورا لونگا - اس پر اس کو حضرت ابو موسیٰؓ نے اسے کوڑے مارے اور اس کا سر منڈوایا - اس آدمی نے اپنے منڈے ہوئے بال جمع کئے اور ان کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان بالوں کو جیب سے نکال کر حضرت عمرؓ کے سینے پر پھینک دیا - حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے کیا ہوا ؟ اس نے اپنا قصہ سنایا حضرت عمرؓ نے اسی وقت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو خط لکھا -

" سلام علیکم ! اما بعد فلاں ابن فلاں نے مجھے ایسی ایسی خبر دی

---

[1] کنز العمال ج ۵ ص ۲۹۹ - [2] واخرج البیہقی -

Marfat.com

ہے اور مَیں تمہیں قسم دیتا ہوں اگر تم نے ایسا کیا ہے جو اس نے بیان کیا ۔ اگر لوگوں کے مجمع میں ایسا کیا ہے تو اس کے لیے لوگوں کے مجمع میں بیٹھو وہ تم سے بدلہ لے اور اگر تم نے وہ بات خلوت میں کی ہے تو تم خلوت میں اس کے لیے بیٹھو تاکہ وہ تم سے بدلہ لے ۔ جب اس آدمی نے حضرت ابوموسیٰ رضؓ کو یہ نامۂ گرامی دیا تو اُسی وقت بدلہ دینے کے لیے بیٹھ گئے ۔ یہ دیکھ کر اُس شخص نے کہا مَیں نے اللہ کے لیے معاف کیا (اللہ آپکو معاف فرمائے)[1]

حرملاؒ وی راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضؓ نے فیروز دیلمی کے پاس یہ نامۂ گرامی لکھا ۔

"امابعد ! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہیں شہد میں نلی کا گودا ملا کر کھانے نے کاموں سے روک دیا ۔ جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو اللہ تم کو برکت دے ، تم یہاں آجاؤ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو ۔"

چنانچہ فیروز نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی ۔ حضرت عمرؓ نے اسے اجازت دے دی ۔ قریش کے ایک نوجوان کی اسے ٹکر لگ گئی ۔ فیروز نے اس قریشی نوجوان کی ناک پر ایک ہاتھ مارا پس وہ قریشی نوجوان بھی خون میں تر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا یہ تمہارے ساتھ کس نے کیا ؟ قریشی نے کہا فیروز نے ، اور فیروز دروازے ہی پر ہے فیروز کو داخلہ کی اجازت ملی ۔ فیروز اندر داخل ہوا ۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے فیروز یہ کیا ہے ؟ عرض کیا اے

---

[1] کذا فی کنز العمال ج ۷ ص ۲۹۹ ۔ [2] واخرج ابن عساکر ۔

Marfat.com

امیرالمومنین! میرا زمانہ ابھی حکومت سے قریب ہے اور آپ نے مجھے خط بھیج کر بلایا اور اس قریشی کی طرف خط نہیں بھیجا، اور مجھے داخلہ کی اجازت دی اسے داخلہ کی اجازت نہیں ملی۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ میری اجازت میں مجھ سے پہلے داخل ہو جائے اس لیے مجھ سے وہ بات سرزد ہوئی جس کی اس نے آپکو اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بدلہ دو۔ فیروز نے کہا کیا بدلہ دیا جانا ضروری ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں بدلہ لیا جانا ضروری ہے۔ یہ سن کر فیروز اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور وہ نوجوان اس سے بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نوجوان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے نوجوان! اتنی دیر ٹھہر جائیں تجھے اس چیز کی خبر دے دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے حضورؐ سے ایک صبح کے وقت سنا کہ آپؐ نے فرمایا اسود عنسی جس نے جھوٹا نبوت کا دعویٰ کیا تھا آج رات قتل کر دیا گیا اس کو ایک بھلے بندے فیروز دیلمی نے موت کے گھاٹ اتارا ہے (اے قریشی جوان) کیا تو اپنے آپ کو اس کے بعد بھی بدلہ لینے والا خیال کرتا ہے؟ جب کہ تو نے یہ بات حضورؐ کی جانب سے سن لی۔ نوجوان نے عرض کیا میں اسے معاف دیتا ہوں۔ جب کہ آپ نے مجھے حضورؐ کا یہ ارشادِ گرامی سنایا۔ فیروز نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کیا آپ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ بات مجھے اس چیز سے نجات دینے والی ہے جو میں نے کی اور میں نے اس بات کا اس کے لیے اقرار کیا اور اس نے بغیر کسی جبر کے مجھے معاف کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ فیروز نے کہا ہاں میں آپ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میری تلوار اور میرا گھوڑا اور تیس ہزار کی رقم میں نے اپنے مال سے اس کے لیے ہبہ کی۔ حضرت عمرؓ نے اس قریشی نوجوان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے قریشی بھائی! تو نے معاف کیا تجھے اجر بھی ملا اور تو نے مال بھی لیا۔ [1]

---

[1] کذا فی الکنز ج ۷، ص ۸۳۔

Marfat.com

حضرت[1] ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک جاریہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر شکایت کی کہ میرے آقا نے مجھ پر الزام رکھا اور مجھ کو آگ پر بٹھایا یہاں تک کہ میری پیشاب گاہ جل گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا کیا آقا نے وہ عیب تیرے اوپر دیکھا جس کا کہ الزام رکھا ہے؟ جاریہ نے کہا نہیں، آپ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اس کے سامنے کچھ اقرار کیا؟ اس نے کہا نہیں یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ جب حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو دیکھا فرمایا کیا تُو اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب دیتا ہے؟ اس آقا نے عرض کیا کہ مجھے اس جاریہ کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اسے اُس بُرے کام پر دیکھا تھا؟ آقا نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا اس نے تیرے آگے اُس بُرے کام کا اقرار کیا تھا۔ آقا نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا قسم اُس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے کہ غلام اپنے آقا سے اور بچہ اپنے والد سے قصاص نہ لے نہ سنا ہوتا تو اس کا بدلہ تجھ سے ضرور لیتا۔ اس آقا کو حضرت عمرؓ نے سو کوڑے لگائے اور اس کنیز سے حضرت عمرؓ نے فرمایا جا تو اللہ کے لیے آزاد ہے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی باندی ہے۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ مَیں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے جو آگ میں جلایا گیا جس کی صُورت بگاڑی گئی وہ آزاد ہے اور اللہ اور اسکے رسولؐ کا آزاد کردہ غلام ہے[2]

مکحولؒ[3] سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے بیت المقدس

---

[1] واخرج الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر والبیہقی۔ [2] کذا فی الکنز ج ۷، صفحہ ۲۹۹۔ [3] واخرج البیہقی

Marfat.com

کے پاس ایک نبطی کو بلایا تاکہ وہ ان کا گھوڑا تھام کر کھڑا رہے اس نبطی نے انکار کر دیا۔ حضرت عبادہؓ نے اسے مارا اور اس کا سر پھوڑ دیا۔ اس نے حضرت عمرؓ کے یہاں استغاثہ دائر کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبادہؓ سے پوچھا کہ تمہیں اس کے ساتھ ایسا کرنے پر کس نے آمادہ کیا؟ عبادہؓ نے عرض کیا اے امیرالمومنین! مَیں نے اس سے کہا کہ میری سواری تھام لے اس نے انکار کر دیا! اور میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ مجھ میں جلال کا مادہ زیادہ ہے۔ پس میں نے اسے مار دیا حضرت عمرؓ نے فرمایا بدلہ دینے کے لیے۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ آپ اپنے غلام کا بدلہ اپنے بھائی سے لے رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے بدلہ کو چھوڑ دیا اور دیت کے ساتھ عبادہؓ کے خلاف فیصلہ کیا۔[1]

حضرت[2] سوید بن غفلہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے۔ اہلِ شام میں سے ایک یہودی نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا اے امیرالمومنین! مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے میرے ساتھ وہ کیا جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ سویدؓ فرماتے ہیں کہ اس فریادی کا سر پھٹا ہوا تھا اور بدن پر پٹنے کے نشانات تھے۔ حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا۔ پھر حضرت صہیبؓ سے فرمایا جا اور دیکھ اس کا مدعا علیہ کون ہے اور اس کو میرے پاس لا۔ حضرت صہیبؓ گئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ ہیں۔ حضرت عوفؓ سے حضرت صہیبؓ نے کہا امیرالمومنین تم پر بہت سخت خفا ہیں۔ تم حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس جاؤ تاکہ وہ حضرت عمرؓ سے اس بارے میں گفتگو کریں مجھے یہ ڈر ہے کہ حضرت عمرؓ کہیں تم پر جلدی نہ کر بیٹھیں۔ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے دریافت کیا صہیبؓ کہاں ہیں؟ کیا تم اُس آدمی کو لے آئے؟ حضرت

---

[1] کذا فی الکنز ج ۷ ص ۳۰۳۔ [2] واخرج ابوعبید والبیہقی وابن عساکر۔

صہیبؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عوفؓ حضرت معاذؓ کے پاس جا چکے تھے اور ان کو سارا قصہ کہہ سنایا تھا۔ حضرت معاذؓ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! عوف بن مالکؓ یہ ہیں ان کی پہلے سنئے اور ان کو سزا دینے میں جلدی نہ کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عوفؓ سے پوچھا تیرا اور اس آدمی کا کیا قصہ ہے؟ حضرت عوفؓ نے بیان کیا اے امیر المومنین! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے یہ مدعی گدھے پر ایک مسلمان عورت کو ہنکا کر لے جا رہا تھا۔ پھر اس نے اس عورت کے ایک کچوکا دیا تاکہ وہ گدھے پر سے گر پڑے۔ جب وہ عورت نہ گری تو اس نے اسے دھکا دیا وہ نیچے جا پڑی یہ اس عورت پر چڑھ گیا اور اس پر اوندھا پڑ گیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عوفؓ سے فرمایا تم اس عورت کو لاؤ تاکہ وہ تمہارے بیان کی تصدیق کرے چنانچہ حضرت عوفؓ اس عورت کے پاس پہنچے۔ حضرت عوفؓ نے اس عورت کے والد اور شوہر سے کہا تم نے ہماری گھر والی کے ساتھ کیا ارادہ کیا ہے؟ تم نے تو ہم لوگوں کو رسوا کر دیا اس عورت نے کہا کہ خدا کی قسم! میں ان کے ساتھ ضرور چلوں گی۔ اس عورت کے باپ اور شوہر نے کہا ہم جاتے ہیں اور تیری طرف سے ساری بات کہہ آئیں گے۔ چنانچہ ان دونوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بالکل اسی جیسی خبر دی جو حضرت عوفؓ کا بیان تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس یہودی کے متعلق حکم دیا اور پھر اس کو سولی دی گئی۔ اور فرمایا اس بات پر ہم نے تم لوگوں سے صلح نہیں کی (کہ تم اس قسم کی حرکتیں کرو) اس کے بعد فرمایا اے لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری میں اللہ سے ڈرو، جو شخص بھی اہلِ ذمہ میں سے ایسا کام کرے گا اس کی ہمارے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں۔ حضرت سویدؓ فرماتے ہیں۔ یہ وہ پہلا یہودی ہے کہ جس کو اسلام میں میں نے سولی لگتے ہوئے دیکھا ہے [1]

---

[1] کذا فی الکنز ج ۲ ص ۲۹۹ واخرج الطبرانی عن عوف بن مالکؓ مختصراً قال الہیثمی ج ۶ ص ۱۳ رجال الصحیح انہی

Marfat.com

عبدالملک[1] بن یعلی لیثی ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بکر بن شداخ لیثی ؓ نابالغ تھے اور حضورؐ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب یہ بالغ ہو گئے تو آپؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے گھر میں داخل ہو جایا کرتا تھا اور اب میں بالغ ہو گیا ہوں۔ آپؐ نے یہ دُعا دی اے میرے اللہ! اس کے قول کی تصدیق فرما اور اسے کامیابی نصیب فرما۔ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا، تو ایک یہودی قتل شدہ پایا گیا۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات بہت ہی ناگوار معلوم ہوئی اور گھبرا گئے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا کیا ایسے زمانہ میں جب اللہ نے مجھ کو والی اور خلیفہ بنایا لوگوں کا ناگہانی خون بہایا جائے گا؟ میں اس آدمی کو خدا یاد دلاتا ہوں جس کے پاس اس قاتل کا علم ہو مجھے ضرور اطلاع دے۔ یہ سُن کر بکر بن شداخ ؓ نے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا، میں نے اس کو قتل کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ اکبر! تم نے اس کا خون کیا ہے؟ اپنے بچاؤ کے لیے دلیل پیش کرو۔ بکر بن شداخ ؓ نے عرض کیا بیشک سنئے فلاں آدمی جہاد کے لیے نکلا اور میری نگرانی میں گھر والوں کو دے گیا۔ مَیں آیا اور مَیں نے اس یہودی کو اس غازی کے مکان میں پایا، یہ یہودی کہہ رہا تھا:-

واشعث غرہُ الاسلام منّی — خلوت بعرسہِ لیل التمام

ابیت علی ترائبہا ویمسی — علی جرد الأحقة الحزام

کأن مجامع الربلات منہا — فئام ینہضون الی فئام

ترجمہ اشعار

ا اور اشعث! اس کو اسلام نے میری جانب سے دھوکہ میں ڈال دیا میں نے اس کی بیوی کے ساتھ پوری رات تنہائی برتی۔

---

[1] واخرج ابن مندہ وابونعیم۔

Marfat.com

۲۔ میں نے اس کی بیوی کی چھاتی پر ساری رات گزاری اور اشعث نے کم بال والی سواری پر جس کے تنگ بندھا ہوا تھا شام کی۔

۳۔ گویا کہ اس عورت کی رانوں کے جوڑوں کی جگہ گروہ در گروہ میں جو اُٹھ رہے ہیں

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت بکر بن شداخؓ کے قول کی تصدیق کی اور ان سے دیت اُٹھالی۔ یہ بہ سبب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے ہوا۔[1] (جو پیچھے گزری، اے میرے اللہ! اس کے قول کی تصدیق فرما اور اسے کامیابی عطا فرما)

قاسم[2] بن ابی بزہ سے روایت ہے کہ کسی مسلمان نے ملک شام میں ایک ذمّی کو قتل کر دیا تھا جس کا مقدمہ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس لایا گیا اس بارے میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس حضرت ابو عبیدہؓ نے لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں تحریر فرمایا اگر ذمّیوں کے قتل کرنے کی اُس مسلمان میں عادت پڑ چکی ہے تو اس کو آگے کر کے اس کی گردن مار دو اور اگر طیش میں آکر جلد بازی کی ہے جو اس سے صادر ہوئی تو اس سے چار ہزار رقم دیّت کی تاوان میں لو۔[3]

اہلِ کوفہ[4] میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر کے امیر کی طرف لکھا جس کو کسی غزوہ میں بھیج رکھا تھا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے کچھ لوگ عجمی کی تلاش میں نکلتے ہیں اور جب وہ عجمی بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور محفوظ ہو جاتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ متنس! یعنی ڈرست، پھر جب اس کو پا لیتے ہیں تو قتل کر دیتے ہیں اور مجھے قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے، کسی ایک کی تم میں سے ایسا کرنے کی اطلاع ملے گی تو میں ضرور اس کی گردن مار دوں گا۔

---

[1] کذا فی الکنز ج ۷، ص ۱۳ واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن الشعبی بمعناہ کما فی الاصابۃ ج ۱ ص ۵۲ ۔ [2] واخرج عبدالرزاق والبیہقی ۔ [3] کذا فی کنز العمال ج ۷ ص ۲۹۸ ۔ [4] واخرج مالک ۔

Marfat.com

ابی سلمہؓ[1] کی روایت میں اس طرح پر ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کسی نے اپنی انگلی سے بلانے کے لیے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر وہ مشرک اس اشارہ پر مسلمان کی طرف اُتر آیا اور اس مسلمان نے اس مشرک کو مار دیا تو میں اس مسلمان کو ضرور قتل کر دونگا[2]

حضرت[3] انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے تستر کا محاصرہ کیا۔ ہرمزان حضرت عمرؓ کا حکم پاکر قلعہ سے اُتر آیا۔ میں اسے لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ جب ہم حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کلام کر اس نے کہا زندوں کی بات کروں یا مُردوں کی؟ (یعنی اگر زندگی کی امید ہو تو ویسی بات کروں اور اگر قتل کی امید ہے تو ایسی بات کروں) حضرت عمرؓ نے فرمایا تو بات کر کوئی ڈر نہیں۔ ہرمزان نے کہا کہ ہمیں اور تمہیں اے عرب کی جماعت! جب تک اللہ نے چھوڑے رکھا ہم لوگ تمہیں غلام بناتے تھے اور تمہیں قتل کر دیا کرتے تھے اور تم سے چھین جھپٹ کیا کرتے تھے۔ جب خدا تمہارے ساتھ ہو گیا ہمارے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اے انس! کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! میں نے اپنے پیچھے بہت دشمن چھوڑے ہیں اور سخت طاقت اور قوت چھوڑی ہے۔ اگر آپ اس کو قتل کر دیں گے تو اس کے سارے لوگ حیات سے ناامید ہو جائیں گے اور یہ بات مسلمانوں کی شوکت میں اور اضافہ پیدا کرے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں براء بن مالک اور مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہما کے قاتل سے کیا شرما جاؤں؟ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ حضرت عمرؓ اس کو قتل کر دینگے تو میں نے عرض کیا کہ اس کے قتل کے لیے کوئی سبیل نہیں رہ گئی ہے۔ آپ نے

---

[1] وعند ابن صاعد واللفظ لہ کذا فی کنز العمال ج ۲ ص ۲۹۸۔ [2] کذا فی کنز العمال ج ۲ ص ۲۹۸۔ [3] وخرج البیہقی ج ص ۵۰

اس سے فرمایا تھا کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے اس سے رشوت لی ہے اور کچھ حاصل کیا ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا نہ میں نے اس سے رشوت لی اور نہ مجھے اس کی جانب سے کچھ ملا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اپنے اس دعوٰی پر میرے پاس اپنے علاوہ کوئی گواہ لاؤ ورنہ میں پہلے تجھے سزا دینے میں ابتدا کروں گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں باہر نکلا اور حضرت زبیر بن عوامؓ سے ملا۔ انہوں نے میرے ساتھ گواہی دی تب حضرت عمرؓ نے۔ اور ہرمزان اسلام لے آیا اور اس کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔ [1]

حضرت[2] عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمرؓ کی معیت میں جابیہ پہنچے آپ نے ذمیوں میں سے ایک بڈھے کو دیکھا کہ کھانا مانگتا پھر رہا ہے اس کے متعلق آپ نے دریافت کیا کسی نے بتایا کہ یہ ذمی ہے بڈھا اور کمزور ہو گیا ہے تو حضرت عمرؓ نے جو اس کے ذمہ جزیہ تھا اسے معاف کر دیا اور فرمایا تم لوگوں نے اسے جزیہ کی تکلیف دی جب یہ بڈھا ہو گیا تم نے اس کو ایسی حالت میں کر دیا کہ کھانا مانگتا پھر رہا ہے اور اس کے بعد بیت المال سے اس کے لیے دس درہم مقرر کر دیئے اور اس بڈھے کے بال نیچے بھی تھے۔ اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ کا ایک ذمی بڈھے پر گزر ہوا جو مساجد کے دروازوں پر سوال کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم نے تیرے بارے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ ہم تجھ سے تیرے بڑھاپے میں جزیہ لیا کرتے تھے پھر ہم نے تجھ کو تیرے بڑھاپے میں ضائع کر دیا پھر اس کے لیے بیت المال سے اس کے مناسب وظیفہ جاری کیا۔ [3]

---

[1] واخرجہ ایضا الشافعی بمعناہ مختصرا کما فی الکنز ج ۲ ص ۲۹۸ واخرجہ البیہقی ج ۹ ص ۹۲ ایضا من طریق آخر بطولہ وذکرہ فی البدایۃ ج ۷ ص ۸۷ مطولا جدا۔ [2] واخرج ابن عساکر والواقدی۔ [3] کذا فی الکنز ج ۳ ص ۳۰۲-۳۰۱

Marfat.com

حضرت[1] یزید بن ابی مالک فرماتے ہیں کہ مسلمان جابیہ میں تھے اور ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ ایک ذمّی آدمی نے آپ کی خدمت میں آکر آپ کو خبر دی کہ لوگوں نے میرے انگور کے باغ میں جھپٹا مارا ہے۔ حضرت عمرؓ نکلے آپ کی اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جو ڈھال اٹھائے ہوئے تھا اور اس ڈھال پہ انگور تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اور تم نے بھی جھپٹا مارا ہے اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! ہم لوگوں کو بھوک لگی تھی۔ حضرت عمرؓ وہاں سے واپس ہوئے اور اس باغ والے کے لیے انگوروں کی قیمت دیئے جانے کا حکم دیا۔[2]

حضرت[3] سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی حضرت عمرؓ کے پاس جھگڑا لائے۔ حضرت عمرؓ نے حق یہودی کے لیے جانا لہٰذا اس کی موافقت میں فیصلہ دیا۔ یہودی نے آپ سے کہا خدا کی قسم آپ نے حق فیصلہ دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے کوڑے سے ٹھوکا دیا اور کہا تجھے کس طرح پتہ چلا؟ اس نے کہا خدا کی قسم! ہمیں توریت میں یہ لکھا ہوا ملا ہے کہ جو قاضی حق کے ساتھ فیصلہ دیتا ہے اس کے دائیں جانب اور اس کے بائیں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کو راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں اور اس کو توفیق کی دُعا دیتے رہتے ہیں جب تک کہ قاضی حق پہ رہتا ہے اور جب حق کو چھوڑ بیٹھتا ہے وہ فرشتے اسے چھوڑ کر (آسمان پر) چڑھ جاتے ہیں۔[4]

حضرت[5] ایاس بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بازار میں گزرے اور آپ کے پاس دُرّہ تھا آپ نے مجھے کوڑے سے حرکت دی وہ کوڑا میرے کپڑے کے کنارے پر لگا اور فرمایا راستہ سے کوڑا کرکٹ صاف کر دے۔ جب سال آئندہ ہوا

---

[1] واخرج ابو عبید۔ [2] کذا فی کنز العمال ج ۲ ص ۲۹۹۔ [3] واخرج مالک۔
[4] کذا فی الترغیب ج ۳ ص ۴۵۵۔ [5] واخرج الطبری ج ۵ ص ۳۲

حضرت عمرؓ مجھ سے ملے اور مجھ سے پوچھا کیا تُو حج کا ارادہ کر رہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنی قیام گاہ پر لے گئے اور مجھے چھ سَو درہم دیئے اور فرمایا اس سے اپنے حج میں مدد حاصل کر اور تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ رقم اس کوڑے کی حرکت کی وجہ سے ہے جس سے مَیں نے تجھے ٹھوکا دیا تھا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے وہ یاد نہیں، آپ نے فرمایا مَیں تو اُسے نہیں بھولا۔

عدلِ عثمانیؓ

ابُو فراتؓ[1] فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا ایک غلام تھا اس سے فرمایا مَیں نے تیرا کان ملا تھا تو مجھ سے بدلہ لے، اس نے حضرت عثمانؓ کا کان پکڑا۔ آپ نے فرمایا سختی سے مل دنیا کا بدلہ کیا ہی اچھا ہے کہ آخرت میں بدلہ نہ لیا جائے۔[2]

نافع بن[3] عبد الحارثؓ نے کہا کہ حضرت عمر بن خطابؓ مکہ معظمہ تشریف لائے اور جمعہ کے دن دار الندوہ میں داخل ہوئے اور ارادہ کیا کہ دار الندوہ سے مسجد الحرام کے جانے میں ذرا نزدیکی رہے گی، اپنی چادر گھر کی ایک کھونٹی پر ڈال دی اس پر ایک کبوتر وہاں کے کبوتروں میں سے آکر بیٹھا۔ اس کو حضرت عمرؓ نے اڑا دیا اس پر ایک سانپ نے اُسے مار ڈالا۔ جب حضرت عمرؓ جمعہ سے فارغ ہو گئے مَیں اور حضرت عثمان بن عفانؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے اوپر تم دونوں ایک ایسی شے کے بارے میں حکم لگاؤ جو مَیں نے آج کے دن کی، مَیں اس گھر میں داخل ہوا تھا اور مَیں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مسجد

---

[1] اخرج السمان فی الموافقۃ۔ [2] کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری ج ۲ ص ۱۱۱۔ [3] اخرج الامام الشافعی فی مسندہ ص ۲۷۔

Marfat.com

الحرام میں یہاں سے جانے میں ذرا نرد یکی رہے گی میں نے اپنی چادر اس کپڑا لٹکانے کی لکڑی پر لٹکا دی - اس پر ان کبوتروں میں سے ایک کبوتر آ بیٹھا - مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں اپنی بیٹ سے میری چادر ملوث نہ کر دے میں نے اس کبوتر کو کپڑے پر سے اڑا دیا - وہ ایک دوسری لکڑی پر بیٹھ گیا - اس پر ایک سانپ لپکا اور اُسے مار ڈالا - اب میں اپنے جی میں خیال کر رہا ہوں کہ میں نے اس کو ایسی جگہ سے اُڑایا جہاں وہ با امن تھا اور ایسی جگہ کی طرف اُڑایا جس میں اس کی موت واقع ہوئی - حضرت نافع رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ سے کہا آپ کی اس کے کفارہ میں دو دانتی بھوری بکری کے صدقہ کئے جانے کے بارے میں کیا رائے ہے کہ آپ اس کا فیصلہ امیر المومنین کو دیں ؟ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے اسی کے لیے حکم دیا -

عدلِ حضرت علی رضؓ

کلیب[1] رضؓ فرماتے ہیں کہ اصبہان سے حضرت علی رضؓ کے پاس مال آیا اسکی سات حصّوں پر آپ نے تقسیم کی، اس مال میں ایک چپاتی روٹی بھی تھی اس کے بھی سات ٹکڑے کئے اور ہر حصّہ میں اس کا ایک ایک ٹکڑا شامل کر دیا پھر ان حصّہ پانے والے ساتوں سرداروں کو بلایا اور ان کے درمیان میں اس لیے قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کسے پہلے دیا جائے ؟[2]

عبداللہ[3] ہاشمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت

---

[1] اخرج البیہقی ج ۶ ص ۳۴۸ و ابن عساکر - [2] کذا فی الکنز ج ۶ ص ۱۱۶ و اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب ج ۳ ص ۴۹ - [3] و اخرج البیہقی ج ص ۳۸ عن عیسیٰ بن عبداللہ الہاشمی -

Marfat.com

علیؓ کے پاس دو سائل عورتیں آئیں ایک عرب کی رہنے والی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی۔ حضرت علیؓ نے ایک ایک بوری غلہ کی اور چالیس چالیس درہم دیئے جانے کا حکم فرمایا آزاد شدہ باندی توجہ اُسے دیا گیا اسے لے کر چلی گئی، عربیہ عورت بولی اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے بھی اُسی جیسا دے رہے ہیں، جو اسے دیا ہے حالانکہ میں عرب کی رہنے والی ہوں اور وہ آزاد شدہ باندی ہے حضرت علیؓ نے اس عورت کو جواب دیا۔ مَیں نے اللہ کی کتاب میں غور کیا میں نے تو اولادِ اسمٰعیلؑ کی اولادِ اسحٰقؑ پر کوئی فضیلت نہیں دیکھی۔

حضرت[1] علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ جعدہؓ بن ہبیرہ نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ کی خدمت میں اے امیر المومنین! دو آدمی آتے ہیں ان میں سے ایک کو آپ اس قدر محبوب ہیں کہ اسے اتنی محبوب اپنی جان نہیں یا جعدہؓ نے اس طرح کہا کہ اس کے اہل اور اس کے مال سے آپ اسے زیادہ محبوب ہیں اور دوسرے کا یہ حال ہے کہ اگر اسے آپ کے ذبح کرنے پر قابو مل جائے تو آپ کو ذبح کر دے۔ آپ اس (ذبح کرنے والے) کے لیے فیصلہ اس (محبت رکھنے والے) کے خلاف دیتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے جعدہؓ کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور فرمایا اگر یہ فیصلہ میری چیز ہوتی تو مَیں (تیری منشا کے مطابق) کرتا لیکن یہ ایک ایسی شے ہے جو صرف اللہ کے لیے ہے۔[2]

اصبغ[3] بن نباتہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ہمراہ بازار گیا۔ بازار والوں کو دیکھا کہ وہ اپنے مکانوں سے تجاوز کئے ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بازار والے اپنی جگہوں سے آگے بڑھ گئے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کیا اس بات کا انہیں اختیار نہیں؟ (یعنی انہیں ایسا کرنے کی گنجائش

---

[1] اخرج ابن عساکر۔ [2] کذا فی الکنز ج ۳ ص ۱۶۶۔ [3] اخرج ابو عبید فی الاموال۔

Marfat.com

ہے) مسلمانوں کا بازار نمازیوں کی طرح ہے جو آدمی جس جگہ پہلے پہنچ گیا وہ اسی کے ہے جب تک کہ اس جگہ کو چھوڑے نہیں۔ [1]

عدلِ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

[2] خیبر کے قصہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک طویل روایت کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اہل خیبر کے پاس ہر سال خیبر کے کھجوروں کا تخمینہ کرنے کے لیے جایا کرتے تھے اور جو کچھ ان کے تخمینہ میں ٹھہرتا اس کا آدھا اہل خیبر پر مقرر کر آتے۔ اہل خیبر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ تخمینہ پیداوار سے زیادہ لگا آتے ہیں اور (ادھر) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو رشوت کا لالچ دیا، حضرت عبداللہؓ نے فرمایا، اے اللہ کے دشمنو! تم مجھ کو حرام کھلاؤ گے؟ میں تمہارے پاس ایک ایسی ذاتِ گرامی کی طرف سے آیا ہوں جو تمام لوگوں سے مجھے محبوب ہے اور تم لوگ مجھے ایسے مبغوض ہو کہ تمہاری تعداد کے برابر بندر اور سؤر بھی ایسے مبغوض نہیں، لیکن میرا تم سے یہ بغض رکھنا اور حضورؐ سے (اس درجہ) محبت رکھنا اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتا کہ میں تمہارے ساتھ انصاف نہ برتوں، یہ سُن کر یہود نے کہا انہیں باتوں سے آسمان و زمین قائم ہیں [3] (یعنی اس انصاف کی بدولت)

عدل حضرت مقداد بن اسودؓ

[4] حارث بن سویدؓ فرماتے ہیں کہ مقداد بن اسودؓ کسی لشکر میں تھے دشمنوں کا محاصرہ کیا۔ امیرِ لشکر نے حکم نافذ کیا کہ کوئی اپنی سواری کو چرانے نہ جائے۔

Marfat.com

ایک آدمی اپنی سواری چرانے کے لیے چلا گیا، اس کو اُس حکم کی اطلاع نہیں ملی تھی امیر نے اس کو مارا یہ آدمی لوٹا اور کہہ رہا تھا میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا جس کا آج سابقہ پڑا۔ حضرت مقدادؓ (ادھر سے گزرے) آپ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے حضرت مقدادؓ سے اپنا قصہ بیان کیا۔ حضرت مقدادؓ نے تلوار گلے میں لٹکائی اور اس کے ساتھ امیرِ لشکر کے پاس پہنچ کر کہا اپنے نفس سے اسے قصاص لینے دو، امیر قصاص دینے پر تیار ہوا اس آدمی نے معاف کر دیا۔ حضرت مقدادؓ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے میں اس حال میں مرنے کی کوشش کرتا رہوں گا کہ اسلام معزز ہو۔

Marfat.com

اللہ عادل حکمرانوں کے ساتھ ہوتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِیْ مَالَمْ یَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰی عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّیْطَانُ (مشکوٰۃ باب القضاء بحوالہ الترمذی وابن ماجہ)

عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ زیادتی نہ کرے اور جب زیادتی کرے تو اللہ اس سے الگ ہو جاتا ہے اور شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ (اس حدیث کو ترمذی ابن ماجہ سے نقل کیا ہے)

وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاِذَا جَارَ وَکَّلَهُ اِلٰی نَفْسِهٖ)

اور ایک روایت میں ہے جب وہ زیادتی کرے تو اللہ اس کو اس کے نفس کی طرف سونپ دیتا ہے

وَعَنْ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ

اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ ایک مسلمان

Marfat.com

مُسْلِمًا وَّيَهُوْدِيًّا
اِخْتَصَمَا اِلٰى عُمَرَ
فَرَاَى الْحَقَّ
لِلْيَهُوْدِيِّ فَقَضٰى
لَهٗ عُمَرُ بِهٖ
فَقَالَ لَهُ الْيَهُوْدِيُّ
وَاللّٰهِ لَقَدْ قَضَيْتَ
بِالْحَقِّ فَضَرَبَهٗ
بِالدِّرَّةِ وَقَالَ
وَمَا يُدْرِيْكَ
فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ
وَاللّٰهِ اِنَّا نَجِدُ
فِي التَّوْرَاةِ
اَنَّهٗ لَيْسَ
قَاضٍ يَقْضِيْ
بِالْحَقِّ اِلَّا كَانَ
عَنْ يَمِيْنِهٖ مَلَكٌ
وَعَنْ شِمَالِهٖ
مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهٖ
وَيُوَفِّقَانِهٖ لِلْحَقِّ
مَا دَامَ مَعَ الْحَقِّ

اور یہودی عمر کے پاس
جھگڑتے ہوئے آئے،
پس دیکھا عمر نے حق واسطے
یہودی کے تو فیصلہ اس
کے حق میں کیا۔ تو یہودی
نے انہیں کہا کہ اللہ کی قسم
تو نے صحیح فیصلہ کیا ہے
تو عمرؓ نے اس کو دُرّے
سے مارا اور فرمایا تمہیں کیا
پتہ ہے۔ تو یہودی نے
کہا اللہ کی قسم ہم توراۃ میں
پاتے ہیں کہ جو قاضی صحیح
فیصلہ کرے تو اس کی
دائیں جانب ایک فرشتہ
ہوتا ہے اور بائیں جانب
بھی ایک فرشتہ ہوتا ہے
جو اسے حق کے لیے مضبوط
کرتے ہیں اور توفیق دیتے
ہیں جب تک کہ وہ حق
کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور
جب وہ حق کو چھوڑ دیتا

Marfat.com

فَاِذَا تَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَا وَ تَرَكَاهُ

(مشکوٰۃ باب القضاء بحوالہ)

ہے تو وہ فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

تفسیر

یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے منقول ہے۔ یہ اذا حکمتم بین الناس کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ اور دوسری سعید بن مسیّب سے ہے۔

پہلی حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتے ہیں جب تک کہ وہ حق وانصاف کا فیصلہ کرتا رہے اور ظلم وزیادتی نہ کرے اور جب وہ ظلم وزیادتی شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور پھر شیطان اس کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ یہ روایت تو ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ زیادتی شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔

دوسری حدیث میں اس پہلی حدیث کی تفصیل ہے کہ اللہ تعالےٰ کس طرح اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو بتادیا کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کے لیے دو فرشتے مقرر کر دیتے ہیں۔ ایک دائیں طرف ہوتا ہے اور ایک بائیں طرف ہوتا ہے۔ یہ اس کو مضبوط کرتے ہیں اور اس کی حق کیلئے راہ نمائی کرتے ہیں۔ کہ یہ حق ہے اور یہ زیادتی ہے۔ اور جب تک یہ انصاف کرتا رہے گا تو یہ فرشتے اس کے ساتھ اسی طرح مدد کرتے رہتے ہیں۔ اور جب یہ زیادتی شروع کر دیتا ہے تو وہ فرشتے اللہ تعالےٰ کے حکم

Marfat.com

سے ہٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ اب اگر فرشتے اس کا ساتھ دیں گے تو یہ ظلم پر تعاون ہوگا اور فرشتے ظلم پہ کسی کا تعاون نہیں کرتے۔

بہرحال یہ حدیث واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل کی تشریح اور تفسیر ہیں۔ ان میں ایک تو حکام کو عادل بنانے کا طریقہ بیان فرمایا ہے اور دوسرا عادل حکمرانوں کا مرتبہ بیان فرمایا ہے۔ عادل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی (جج) کا جب یہ ایمان ہوگا کہ میرے ساتھ میرا اللہ موجود ہے۔ وہ میری حرکات وسکنات کو جانتا ہے۔ میری حوائج اور ضروریات کو وہی پورا کرنے والا ہے اگر میں حق وانصاف کا فیصلہ اس کے حکم کے موافق کروں گا تو اس کی نصرت میرے ساتھ رہے گی! اور اگر اس کے حکم کے خلاف اور مرضی کے برعکس کام کروں گا تو اس کی نصرت سے محروم ہو جاؤں گا اور میرے ساتھ اس کے دو باڈی گارڈ بھی موجود ہیں تو یقیناً وہ حق وانصاف کا ہی فیصلہ کرے گا اور جس کا یہ ایمان نہیں ہوگا وہ ظلم کرے گا۔ یہ تو حکام اور قاضی کو عادل بنانے کا طریقہ ہے۔

دوسرا ان احادیث میں ایسے عادل حکام اور قضاۃ کا مرتبہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے حکام کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی نگرانی فرماتے ہیں تاکہ ان کو کوئی گزند نہ پہنچائے۔ کیونکہ قاضی جب کسی ظالم کے خلاف فیصلہ کرے گا تو ظاہر بات ہے کہ یہ ظالم جو ہوگا وہ ایسے قاضی کو بھی تو معاف نہیں کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسے قاضی کی مدد اور نصرت فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے اشارتاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں یہ ان فرشتوں

Marfat.com

کے علاوہ ہوتے ہیں جو صبح وشام بدلتے رہتے ہیں جن کو قرآن مجید نے لہ معقّبٰتٌ من بین یدیہ ومن خلفہ سے تعبیر فرمایا ہے اسی طرح کراماً کاتبین بھی ان کے علاوہ ہیں جو ہر وقت انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عادل حکام کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک خصوصی شان اور اعتبار ہے اور ظالم حکام سے اللہ تعالیٰ کو نفرت ہے اس کی تفصیل آئندہ احادیث میں آرہی ہے۔

عدلیہ کی اصلاح اور طریقہ خوفِ خدا

عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ	بریدہ سے روایت ہے کہ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین
اَلْقُضَاۃُ ثَلٰثَۃٌ وَاحِدٌ	ہیں۔ ایک جنت میں ہوگا،
فِی الْجَنَّۃِ وَاثْنَانِ	اور دو دوزخ میں ہوں گے
فِی النَّارِ فَاَمَّا	بہرحال جنت میں وہ ہوگا
الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ	جس نے حق کو پہچانا اور اس
فَقَضٰی بِہٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ	کے موافق فیصلہ کیا۔ اور
الْحَقَّ فَجَارَ فِی الْحُکْمِ	جس آدمی نے حق کو پہچانا پھر
فَھُوَ فِی النَّارِ	فیصلہ میں زیادتی کی تو وہ دوزخ
وَرَجُلٌ قَضٰی لِلنَّاسِ	میں ہوگا۔ اور تیسرا وہ آدمی
عَلٰی جَھْلٍ فَھُوَ	جو لوگوں میں فیصلہ کرے

Marfat.com

فِی النَّارِ۔

(مشکوٰۃ باب القضا بحوالہ ابوداؤد وابن ماجہ)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ حَاکِمٍ یَحْکُمُ بَیْنَ النَّاسِ اِلَّا جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَلَکٌ اٰخِذٌ بِقَفَاہُ ثُمَّ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَاِنْ قَالَ اَلْقِہِ - اَلْقَاہُ فِیْ مَھْوَاۃٍ اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا

(مشکوٰۃ باب القضاء بحوالہ احمد وابن ماجہ)

دراں حالیکہ وہ جاہل ہو تو وہ بھی دوزخ میں ہوگا۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم لوگوں میں فیصلہ کرے تو قیامت کے دن وہ آئیگا اس حال میں کہ فرشتے نے اس کو گدی سے پکڑا ہوا ہوگا۔ پھر وہ آسمان کی طرف سر اٹھائے گا۔ اگر اللہ اس کو کہے گا کہ اسے آگ میں ڈال دو تو وہ اسے چالیس سال کے گڑھے میں ڈال دے گا۔

عَنْ عَائِشَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی الْقَاضِی الْعَدْلِ

حضرت عائشہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عادل قاضی پر جب قیامت کا

يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَتَمَنّٰى اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ اِثْنَيْنِ فِى تَمْرَةٍ قَطُّ۔

دن آئے گا تو وہ افسوس کرے گا کہ اس نے دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔

(مشکوٰۃ باب القضاء بحوالہ احمد)

تشریح احادیث

یہاں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی بریدہ والی ہے۔ دوسری عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے اور تیسری حضرت عائشہؓ سے۔

بریدہ والی میں یہ فرمایا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہیں۔ ایک جنت میں جائے گا اور دو دوزخ میں جائیں گے۔ جنت میں وہ جائے گا جس نے حق و انصاف کو پہچانا ہوگا اور اس کے موافق فیصلہ بھی کیا ہوگا۔ اور جس نے حق و انصاف کو پہچانا ہو اور فیصلہ اس کے برعکس کرے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور جو حق و انصاف کو جانتا ہی نہ ہو اور وہ لوگوں میں فیصلہ کرے تو وہ بھی دوزخ میں جائے گا۔

عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث میں اللہ کے دربار میں حکام کی پیشی کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ فرشتے ہر حاکم کو گدی سے پکڑ کر اللہ کے حضور میں پیش کریں گے۔ پھر اللہ جس کے بارے میں ارشاد فرمائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈالو تو وہ فرشتہ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وہی ہوگا جس کے بارے میں بریدہ والی حدیث میں تفصیل آگئی ہے۔

حضرت عائشہؓ والی حدیث میں جس افسوس کا ذکر ہے بظاہر یہ

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب عادل قاضی ظالموں کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھے گا۔ اوران احادیث میں جو حقوق کا ذکر آیا ہے یہ اجمال ہے تفصیل نہیں ہے۔ بعض حقوق کی تفصیل تو خلاصہ تفسیر القرآن جلد خامس میں حقوق نسواں میں بیان ہو چکی ہے اور بعض کی تفصیل خلاصہ تفسیر القرآن جلد سادس، متعلقہ اسلامی معیشت میں بیان ہو چکی ہے اور بقیہ حقوق کی تفصیل انشاء اللہ اپنے اپنے موقعہ پر بیان ہوگی۔

بہرحال ہر حاکم قاضی کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ مخلوق میں سے کسی کا کیا حق ہے اور کتنا حق ہے۔ نیز اسے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ انصاف سے فیصلہ کیا تو کیا فائدہ ہوگا اور اگر غلط فیصلہ کیا تو عند اللہ اس کا کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی کیا سزا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اگر پیش نظر ہوں تو حکام کی یقیناً اصلاح ہو جائے گی اور پھر وہ حق وانصاف کے موافق فیصلے کریں گے۔ اور کسی پر وہ زیادتی نہیں کریں گے۔ اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حکام اور قضاۃ کو بنی نوع انسان کے باہم حقوق بھی بتا دیئے ہیں اور ان کی ادائیگی کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔ صحیح فیصلہ کرنے کے مراتب معیار اور غلط فیصلہ کرنے کے دنیاوی اور اخروی نتائج بھی بیان فرما دیئے ہیں۔ اب عمل کرنا یا نہ کرنا یہ ان حکام اور قضاۃ کا کام ہے اور حق کے تعارف کے لیے اپنی دانست اور شعور کافی نہیں جیسا کہ چور اور رہزن اور مسلوبہ مسروقہ مال کو اپنا حق سمجھتا ہے بلکہ حق اسے کہا جائے گا جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حق فرمایا ہے۔ اور جسے اللہ اور اس کے رسول نے ناحق فرمایا ہے وہ ناحق ہے۔

Marfat.com

عہدہ قضا سے اجتناب چاہیئے
مگر ناگزیر حالات میں جائز ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جُعِلَ قَاضِیًا بَیْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ ۔ (مشکوٰۃ باب القضا بحوالہ احمد والترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ)

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو لوگوں پر ناحق قاضی بنایا گیا پس تحقیق وہ سوائے چھری کے ذبح کر دیا گیا ۔ (یہ حدیث احمد ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَغَی الْقَضَاءَ وَسَاَلَ وُکِّلَ اِلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اُکْرِهَ عَلَیْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مَلَکًا یُسَدِّدُهٗ ۔

انس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قضاء کا عہدہ طلب کیا اور مانگا تو اسے اس کے نفس کی طرف سونپا جاتا ہے اور جسے مجبور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر فرشتہ اتارتا ہے جو اس کی مدد کرتا ہے

Marfat.com

(مشکوٰۃ بحوالہ باب القضا بحوالہ الترمذی وابوداؤد و ابن ماجہ)

ہے (یہ حدیث ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی یَنَالَهٗ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهٗ جَوْرَهٗ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهٗ عَدْلَهٗ فَلَهُ النَّارُ۔

(مشکوٰۃ باب القضا بحوالہ احمد)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسلمانوں کی قضا طلب کی یہاں تک کہ اسے پالیا پھر اس کا عدل زیادتی پر غالب آیا تو اس کے لیے جنت ہے اور جس کی زیادتی عدل پر غالب آگئی تو اس کے لیے آگ ہے۔

تشریح احادیث

یہاں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ دو ابوہریرہؓ سے مروی ہیں اور ایک انسؓ سے۔ ابوہریرہؓ کی پہلی حدیث میں جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس کو لوگوں کا قاضی بنایا گیا گویا وہ سوائے چھری کے ذبح کر دیا گیا ہے۔ محدثین حضرات نے اس کا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ یہاں ذبح سے مراد ہلاکتِ دین ہے یعنی اس سے دین جاتا رہے گا کیونکہ یہ اگر ناجائز فیصلہ کرے گا تو اس کے لیے دوزخ

کی سزا پہلے بیان ہوگئی ہے۔ اور اس کو بغیر چھرے کے ذبح سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ چھری سے ذبح کی وقتی تکلیف ہوگی اور یہ دوزخ میں تکلیف دائمی ہوگی۔ اور اگر یہ حق و انصاف کا فیصلہ کرے تو بھی قلبی پریشانی اور اضطراب اسے ضرور رہے گا کیونکہ یہ سر دردی، بے دوا اور ہفت کی بیماری ہے جو چھری کی ذبح سے کہیں زیادہ ہے اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ تعلیم دی ہے کہ آدمی کو اس عہدے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد حضرت انس والی حدیث ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو از سر خود اس عہدے کی خواہش نہیں کرنی چاہیئے اور اگر اس نے ایسا کر کے بادشاہ سے عہدہ تضا لے لیا تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال نہیں ہوگی۔ بلکہ اسے اسی کے حوالے اور سپرد کیا جاتا ہے کہ تم خود اپنا تحفظ کرو۔ اور اگر اسے اس عہدے کے لیے مجبور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کے لیے فرشتے اتارتے ہیں۔ اور اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ حاکم وقت اسے اس عہدے کا اہل سمجھ کر اسے یہ عہدہ دے اور وہ قبول نہ کرے اور پھر حاکم اسے مجبور کر کے اسے قاضی مقرر کر دے تو اس وقت اللہ کی طرف سے اس کی مدد اور نصرت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیں گے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ ظالم جابر یا غیر مسلم حکام سے بچنے کے لیے اسے مجبور کریں کہ تم ہمارے درمیان عدل و انصاف کا فیصلہ کرو۔ تو اس وقت بھی یہ مجبور ہے اگر اس نے عہدہ قبول کر کے فیصلہ کیا تو اس کی بھی من جانب اللہ

Marfat.com

نصرت ہوگی۔

بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو از سر خود عہدہ قضا کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر اسے مجبور کیا جائے تو حرج نہیں ہے پھر نصرت خداوندی اس کے شاملِ حال ہوگی۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ سے دوسری حدیث مروی ہے۔ اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آدمی عہدہ قضا طلب کرے اور پھر نظامِ عدل کو ظلم پر غالب کر دکھائے تو اس کی بھی نصرت ہوگی اور اس کو جنت میں داخلہ ملے گا اور جس نے ظلم کو غالب کیا تو اس کے لیے دوزخ ہے۔ بہرحال اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آدمی کو عدل و انصاف قائم اور نافذ کرنے کی خاطر تو عہدہ قضا قبول کر لینا چاہیئے اور ظلم و تشدد اور شکم سیری اور نفس پروری کے لیے نہیں قبول کرنا چاہیئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس کی نصرت نہیں فرمائیں گے۔ اور اس کے تباہ کن اور قبیح نتائج کا وہ خود ذمہ دار ہوگا اور دنیا و آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتے گا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ	اور بادشاہ نے کہا کہ اسے
ائْتُونِي بِهِ	میرے پاس لے آؤ تاکہ
أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي	میں اسے خاص اپنے پاس
فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ	رکھوں۔ پھر جب اس
إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا	سے بات چیت کی کہا
مَكِينٌ أَمِينٌ ۝	بے شک تو آج سے
قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ	ہمارے ہاں بڑا معزز

Marfat.com

خَزَائِنِ الْاَرْضِ ج اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○

(سورہ یوسف ایت ۵۴-۵۵)

اور معتبر ہے۔ اس نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے بے شک میں خوب حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں۔

تفسیر

ان آیتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام اور شاہِ مصر کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا بیان ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان بڑی لمبی ہے۔ اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ اس وقت اتنا عرض کرنا ہے کہ بادشاہِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جب وزارت خزانہ کی پیش کش کی تو آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس ملک پر ایک بہت بڑی مصیبت قحط سالی کی صورت میں آنے والی تھی جس سے حضرت یوسف علیہ السلام آگاہ تھے اور وہی ان حالات میں کنٹرول کر سکتے تھے۔ اور ظلم پر عدل و انصاف کا غلبہ دکھا سکتے تھے اس لیے آپ نے وہ عہدہ قبول فرمالیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نظام اسلام کی خاطر اور غلبہ اسلام دکھانے کے لیے عہدہ قضا قبول کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

قاضی کو ہشاش بشاش ہونا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَقْضِیَنَّ حَکَمٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَھُوَ غَضْبَانُ۔

ابی بکرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حاکم دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

(مشکوٰۃ باب القضاء بحوالہ متفق علیہ)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی کو غصہ کی حالت میں مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ شدید گرمی، شدید سردی، بھوک، پیاس اور بیماری بھی اس میں داخل ہے کیونکہ اصل مقصد حق و انصاف مہیّا کرنا ہے اور ان حالات اور کیفیات میں قاضی صحیح سوچ بھی نہیں سکے گا۔ اور اس کی عقل مغلوب ہو جائے گی۔ قاضی ہشاش بشاش ہوگا تب ہی تو صحیح فیصلہ دے سکے گا۔ اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا اور اس

Marfat.com

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاضی کو کسی قسم کی منشیات کا عادی بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جس طرح مذکورہ کیفیات سے عقل میں خلل پڑتا ہے اسی طرح منشیات سے کہیں زیادہ خلل پڑتا ہے۔ اس لیے شریعت نے انہیں حرام کیا ہے کیونکہ یہ اسراف ہے اور ظلم کا باعث بھی ہیں۔ اور ان چیزوں کا عادی انسان معاشرہ کو انصاف نہیں مہیا کر سکے گا۔

اسی لیے اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ اے ایمان والو نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ جان نہ لو جو تم کہتے ہو۔ حالانکہ نماز دین کا ستون ہے مگر چونکہ نشہ کی حالت میں انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس لئے اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح نشہ کی حالت میں یا غیظ و غضب اور مرض وغیرہ کی حالت میں ایک حاکم وقت اور قاضی کو انصاف یا غیر انصاف کا پتہ نہیں چلے گا اس لیے اس حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے تاکہ مدعی اور مدعا علیہ کو صحیح انصاف مہیا ہو سکے۔

Marfat.com

قاضی مدّعی اور مدّعا علیہ دونوں کے بیانات سُننے

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ قَاضِیًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُرْسِلُنِیْ وَاَنَا حَدِیْثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِیْ بِالْقَضَاءِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ سَیَھْدِیْ قَلْبَکَ وَیُثَبِّتُ لِسَانَکَ اِذَا تَقَاضَا اِلَیْکَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰی تَسْمَعَ کَلَامَ الْاٰخَرِ فَاِنَّہٗ اَحْرٰی اَنْ یَّتَبَیَّنَ لَکَ الْقَضَاءُ قَالَ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں نوعمر ہوں اور مجھے فقہا کا علم بھی نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے دل کی رہنمائی کرے گا اور تیری زبان کو مضبوط کرے گا۔ جب دو آدمی تیرے پاس فیصلہ لائیں تو پہلے کے حق میں فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سُنے اس سے تیرے فیصلے کا راستہ ہموار ہو جائیگا حضرت علیؓ نے فرمایا

Marfat.com

فَمَا شَكَكْتُ فِيْ قَضَاءٍ (مشکوٰۃ باب القضاء بحوالہ ترمذی)

اس کے بعد مجھے کسی فیصلہ کے کرنے میں شک نہیں پڑا۔

تشریح

اس حدیث سے واضح اور سرسری طور پر تو یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کو دونوں (مدعی اور مدعا علیہ) کے بیانات سننا چاہیئے۔ صرف کسی ایک کا بیان سُن کر فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر وہ کسی ایک کا بیان سُن کر فیصلہ کرے گا تو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے۔ اس سے مظلوم کی دادرسی نہیں ہو سکے گی۔ اور قاضی کے پاس کیس لے جانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو انصاف ملے۔

اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ صرف ایک کی بات سُن کر فیصلہ نہ کرنا۔ مگر اس حدیث سے کچھ مزید مسائل پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ایک یہ ہے کہ ایک قاضی القضاۃ ہونا چاہیئے جو اس عہدہ کے لیے قاضی تیار کرے اور ان کو تعلیم و تربیت دے اور اس عہدہ پر کام کرنے کے طریقے اُن کو بتلائے اور پھر ان کا امتحان بھی لے۔ جیسا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں کرتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل والی حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے اور اس حدیث سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہی کے در فیض سے تعلیم و تربیت یافتہ

Marfat.com

تھے اور آپ سے قرآن و حدیث سیکھتے تھے تب ہی تو آپ نے انہیں عہدہ قضا کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

اور دوسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان کو بھی اس عہدہ قضا پر لگایا جا سکتا ہے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ نوجوان جذباتی نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ میں سے کوئی قاضی کے ساتھ سختی کرے۔ اور قاضی جذبات میں آکر جادۂ حق سے ہٹ جائے اور اس سے حق تلفی ہو جائے جیسا کہ دوسری جگہ حدیث میں موجود ہے آپ نے فرمایا: لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ۔ کوئی حاکم دو آدمیوں کے درمیان غصّہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

تیسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہدہ پر آنے سے پہلے قاضی کا تجربہ کار ہونا ضروری نہیں ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے اس نے فیصلے کرنے کی ٹریننگ کسی تجربہ گاہ میں حاصل کی ہو تب ہی اسے قضا کا عہدہ سونپا جائے بلکہ علوم قرآن و حدیث جاننا ضروری ہے اسے پتہ ہونا چاہیئے کہ بندوں کے آپس میں ایک دوسرے پر کیا کیا حقوق ہیں۔ کیونکہ حضرت علی رضؓ نے جب آپ سے عرض کیا تھا کہ وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَا اس سے مراد تجربہ ہے کہ مجھے فیصلوں کا تجربہ نہیں ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ حضرت علی قرآن و حدیث کے علم سے بے خبر تھے اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کہ یہ عہدہ قبول کرنے سے گریز کر رہے تھے۔ کیونکہ آپ صوفی منش آدمی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے صحابہؓ کو ایسے عہدے قبول کرنے سے بچنے کی اور پرہیز

Marfat.com

کرنے کی تعلیم بھی دے چکے تھے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

اب یمن میں گورنر کی ضرورت تھی اور آپؐ نے حضرت علیؓ کو اس عہدے کا اہل سمجھا اور انہیں اس کی پیش کش کی۔ آپؐ کا مقصد یہ ہے کہ جب پبلک کو ایک عادل حکمران کی ضرورت ہو اور ایک شخص میں صلاحیت ہو تو اسے عہدہ قبول کر لینا چاہیئے۔ اور حضرت علیؓ نے آپ کے سامنے انکار نہیں کیا بلکہ اپنے اندر جو خامی اور فقدان صلاحیت سمجھ رہے تھے اس کو پیش کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری قلبی راہ نمائی کرے گا اور تیری زبان کو مضبوط کریگا یعنی اللہ تعالیٰ تجھے قرآن و حدیث کی سمجھ دے گا اور ان سے مسائل استنباط کرنے کی اور اجتہاد کی توفیق عطا فرمائے گا۔

اور چوتھا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس عہدہ قضا پر جو آدمی فائز ہوگا اور اس کا مقصد عدل و انصاف ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو خصوصی نصرت ہوتی ہے جیسا کہ پہلے بھی یہ مضمون گزر گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے قاضی کی حمایت کے لیے فرشتے مقرر کر دیتے ہیں

پانچواں اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قضا علی الغائب جائز نہیں ہے کیونکہ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا ہے کہ صرف ایک کی بات سُن کر فیصلہ نہ کرنا دوسرے کی بات بھی سننا تو اس سے معلوم ہوا کہ دو تو مدعی اور مدعا علیہ کا بولنا اور اپنا اپنا موقف بیان کرنا ضروری ہے اور جب فریق ثانی موجود ہی نہیں ہوگا تو دوسرے کا مؤقف تو معلوم نہیں ہو سکے گا اس لیے فریقین کا عدالت میں موجود ہونا ضروری ہے۔ البتہ وکیل ہو تو جائز ہے اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

Marfat.com

قاضی کو کھلی عدالت میں بیٹھنا چاہیئے

عَنْ اَبِی الشَّمَاخِ الْاَزْدِیِّ عَنْ ابْنٍ عَمٍّ لَهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَتٰی مُعَاوِیَةَ فَدَخَلَ عَلَیْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ وَلِّیَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ شَیْئًا ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوِ الْمَظْلُوْمِ اَوْ ذِی الْحَاجَةِ اَغْلَقَ اللّٰهُ دُوْنَهٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ عِنْدَ حَاجَتِهٖ

ابی الشماخ ازدی نے اپنے چچا زاد بھائی (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے) سے نقل کیا ہے کہ وہ معاویہؓ کے پاس گئے پھر اس کے کمرہ میں داخل ہوئے تو اسے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے جس شخص کو لوگوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا جائے پھر وہ مسلمانوں کے سامنے یا مظلوم یا حاجتمند کے سامنے سے اپنا دروازہ بند کر دے، تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت

Marfat.com

وَ فَقْرِہٖ اَفْقَرَ مَا یَکُوْنَ اِلَیْہِ۔

اور سخت تنگدستی کے وقت اپنی رحمت کے دروازے اس پر بند کر دیتے ہیں۔

عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّۃَ اَنَّہٗ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ وَلَّاہُ اللّٰہُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِھِمْ وَخَلَّتِھِمْ وَفَقْرِھِمْ اِحْتَجَبَ اللّٰہُ دُوْنَ حَاجَتِہٖ وَخَلَّتِہٖ وَفَقْرِہٖ فَجَعَلَ مُعَاوِیَۃُ رَجُلًا عَلٰی حَوَائِجِ النَّاسِ

عمرو بن مُرّہ نے حضرت معاویہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے جس آدمی کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنادے پھر وہ ان کی حاجت، مقصد اور احتیاج پوری نہ کرے تو اللہ تعالےٰ اس کی حاجت، مقصد اور احتیاج پوری نہیں کرینگے پھر معاویہ نے لوگوں کی حاجتوں کے لیے ایک آدمی مقرر کیا۔

(مشکوٰۃ باب القضاء بحوالہ ابوداؤد والترمذی)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ

اور ایک روایت میں ہے

Marfat.com

وَلِاَحْمَدَ اَعْلَقَ اللّٰہ تعالیٰ اس کے مقصد
اللّٰہُ اَبْوَابَ السَّمَاءِ حاجت اور احتیاج کے
دُوْنَ خَلَّتِہٖ وَحَاجَتِہٖ سامنے آسمان کے دروازے
وَمَسْکَنَتِہٖ بند کر دیتے ہیں
عَنْ عُمَرَ ابْنِ عمر بن خطاب سے روایت
الْخَطَّابِ اَنَّہٗ ہے کہ جب وہ اپنے
کَانَ اِذَا بَعَثَ ذمہ داروں کو بھیجتے تھے
عُمَّالَہٗ شَرَطَ ان پر شرط عائد کرتے
عَلَیْھِمْ اَنْ لَّا تھے کہ تم نے ترکی گھوڑے
تَرْکَبُوْا بُرْ ذَوْنًا پر سواری نہیں کرنی اور
وَلَا تَاْکُلُوْا نَقِیًّا میدہ کی روٹی نہیں کھانی
وَلَا تَلْبَسُوْا رَقِیْقًا وَلَا اور باریک لباس نہیں
تُغْلِقُوْا اَبْوَابَکُمْ پہننا اور لوگوں کی حاجتوں
دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ کے سامنے اپنے دروازہ
فَاِنْ فَعَلْتُمْ کو بند نہیں کرنا۔ پھر اگر
شَیْءٌ مِنْ ذَالِکَ تم ان میں سے کوئی کام
فَقَدْ حَلَّتْ بھی کرو گے تو تم پر عذاب
بِکُمُ الْعُقُوْبَۃُ اتر آئے گا۔ پھر انہیں
ثُمَّ یُشَیِّعُھُمْ رخصت کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ باب اقفیہ بحوالہ البیہقی فی شعب الایمان)

Marfat.com

تشریح

یہاں اس باب میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی ابی الشمخ ازدی والی، دوسری عمرو بن مُرّہ والی اور تیسری حضرت عمرؓ کا عملی نمونہ ہے۔

پہلی دونوں حدیثوں کا خلاصہ اور لُبِّ لباب یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں کو چاہیئے کہ فیصلہ کرتے وقت کھلی عدالت میں بیٹھیں اور بند کمروں میں سماعت نہ کریں اور حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کریں یعنی عدل و انصاف کے فیصلے کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی ضروریات پوری کریں گے اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری نہیں کریں گے وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ خود عادل ہے اور اس نے یہ عدل و انصاف کی ذمہ داری ان کو سونپی ہے۔ اگر وہ یہ ذمہ داری پوری کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے حکام کے لیے جو خصوصی مراعات رکھی ہیں وہ انہیں پوری دے گا ورنہ پھر اپنے غیض و غضب سے ان کا بچنا مشکل ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے اپنے دور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے اس فارمولے پر عمل کیا۔ اور حضرت معاویہؓ نے تو اپنے پاس آنے جانے والوں کے لیے ایک سپیشل آدمی مقرر کر دیا تھا جو لوگوں کی حوائج سنتا اور انہیں پورا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ تو گورنر مقرر کرتے وقت ان کے ساتھ چار شرطیں لگاتے تھے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرنا (مقصد یہ ہے کہ سرکاری سواری درمیانی استعمال کرنی ہے۔) دوسری شرط یہ ہے کہ

میدہ کی روٹی نہیں کھانی (یعنی جب سرکاری خرچ کرنا ہو تو درمیانی غذا استعمال کرنا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ لباس باریک نہیں پہننا بلکہ موٹا لباس پہننا ہے یعنی جب سرکاری لباس استعمال کریں تو درمیانہ اور سادہ لباس استعمال کریں۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اپنے دروازے لوگوں کی حاجتوں کے سامنے بند نہ رکھیں (یعنی عدالتی دروازے عدالت کے مقرر کردہ اوقات میں بند نہیں ہونے چاہئیں، ان اوقات میں قاضی حاکم کو غیر حاضر نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے سے عوام الناس کا اعتماد حکام سے اٹھ جائے گا۔ پس جو شخص یہ شرطیں پوری کرنے کا عہد کرتا تو حضرت عمرؓ اس کو عہدہ پر لگا دیتے تھے اور جو یہ عہد نہیں کرتا تھا تو حضرت عمرؓ اس کو عہدہ نہیں دیتے تھے اور حضرت عمرؓ جس عذاب کی دھمکی سناتے تھے اس سے مراد دنیاوی اور اُخروی عذاب ہے اور یہ عذاب اس لیے ہے کہ ان اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والا عدل و انصاف کے راستے میں رکاوٹ ہے اور مظلوموں کی حق تلفی میں یہ بھی شریک ہے۔ کیونکہ عیاش حکمران اپنی شکم سیری کے لیے رشوت کا باب کھول دیں گے۔ اور بجائے مظلوم کے ظالم کا ساتھ دیں گے اس لیے حضرت عمرؓ نے یہ دروازہ بند کیا ہے۔

قاضی مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرے

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ اِنَّ عُوَیْمِرِ الْعَجْلَانِیَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ عویمر عجلانی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ایک آدمی اپنی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَئَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ اِمْرَأَتِهٖ رَجُلاً اَيَقْتُلُهٗ فَيَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا فَتَلَاعَنَا سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ۔

بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پائے تو وہ کیا کرے اسے قتل کردے تو وہ اسے قتل کردیں گے۔ وہ کیا کرے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق وحی اتاری گئی ہے تیرے بارے میں اور تیری بیوی کے بارے میں جا اسے لے آ۔ سہل نے کہا کہ پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔

(الحدیث مشکوٰۃ)

عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ تَقَاضَا ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهٗ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا

کعب بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن ابی حدرد سے اپنے قرضے کا تقاضا کیا جو اس نے اس کا دینا تھا۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں در پیش آیا۔ اُن کی

حَتّٰی سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَ نَادٰی كَعْبَ ابْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ فَقَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ قُمْ فَاقْضِ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ)

آوازیں بلند ہوئیں یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکلے۔ یہاں تک کہ آپ کے حجرے کا پردہ کھل گیا اور آپ نے کعب ابن مالک کو پکارا اور فرمایا اے کعب اس نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنے قرضے میں سے ایک حصّہ چھوڑ دے کعب نے کہا میں نے ایسا کر دیا ہے یا رسول اللہ تو اسے فرمایا تو اُٹھ کر ادا کر۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی سہل بن

Marfat.com

سعد والی ہے اور دوسری کعب بن مالک والی ہے۔ پہلی حدیث میں تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے کہ آپ نے خود عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کے درمیان مسجد میں لعان کرایا۔ اور دوسری میں بھی مسجد میں قرض پر جھگڑا کرنے والوں میں سے صاحب قرض کو مشورہ دیا کہ تو اپنے قرض کا ایک حصّہ اس کو چھوڑ دے اور اور جب اس نے آپ کے مشورہ سے ایک حصّہ چھوڑ دیا تو پھر مقروض سے فرمایا کہ باقی اٹھ کر ادا کرو۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ قاضی فیصلہ مسجد میں کر سکتا ہے۔ آپ کے خلفاء راشدین بھی فیصلے مسجدوں میں کیا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات آپ کے اور آپ کے خلفاء کے فیصلے مسجدوں کے علاوہ بھی ثابت ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ مسجد میں فیصلہ بہتر ہے اور مسجد کے علاوہ بھی جائز ہے اور مسجد میں بہتر اس لیے ہے کہ یہ کھلی جگہ ہے اور مقدس مقام بھی ہے۔ خدا خوفی بھی ہوگی۔ گواہ سچی گواہی دیں گے اور قاضی حق و انصاف کا فیصلہ کرے گا۔

انسدادِ رشوت

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ	اور ایک دوسرے کے
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا	مال آپس میں ناجائز طور
بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ	پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں
لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ	تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں
اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ	کے مال کا کچھ حصّہ گناہ

Marfat.com

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۸)

سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ۔

عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے اور لینے والے پر

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْهُ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ ثَوْبَانَ وَزَادَ وَالرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے اور ترمذی نے اس سے اور ابوہریرہ سے نقل کی ہے اور احمد اور بیہقی نے شعب ایمان میں ثوبان سے نقل کی ہے اور اس نے رائش کا لفظ بڑھایا ہے یعنی جو ان دونوں کے درمیان رابطہ کرے

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ

ابی امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کی سفارش کرے اور پھر

Marfat.com

شَفَاعَةً فَاَهْدٰی لَهٗ	وہ اس کو اس کی وجہ
هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا	سے ہدیہ دے اور وہ
فَقَدْ اَتٰى بَابًا	قبول کرلے تو وہ یقیناً
عَظِيْمًا مِنْ اَبْوَابِ	سود کے بڑے دروازے آیا۔

الرِّبٰی۔ (مشکوٰۃ باب اقضیہ بحوالہ ابوداؤد)

تفسیر

یہاں اس بحث میں ایک آیت نقل کی گئی ہے اور دو حدیثیں ہیں آیت میں دو مضمون ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل اور ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اس کی مفصل بحث خلاصہ تفسیر القرآن جلد سادس میں بیان ہوچکی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کام اور مال کو جائز اور حلال فرمایا ہے۔ وہ حلال اور طیّب ہے اور جس کو حرام اور ناجائز فرمایا ہے۔۔ باطل ہے۔ اور دوسرا مضمون ہے کہ اپنے مال حاکموں تک نہ لے جاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ گناہ سے کھاؤ۔ یہ جملہ مجمل ہے اور اس کے بعد والی دو حدیثیں اس کی تشریح ہیں۔ ان حدیثوں میں یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد رشوت ہے اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے، لینے والے اور ان دونوں کے درمیان رابطہ کرانے والے تینوں پر لعنت فرمائی ہے۔ یہ تو عبداللہ بن عمرو والی حدیث کا مضمون ہے۔

اس کے بعد ابی امامہ والی حدیث میں فرمایا ہے کہ کوئی کسی کی سفارش کرے اور وہ اس کو ہدیہ دے اور وہ قبول کرلے تو وہ بھی رشوت ہے

Marfat.com

اور آپ نے اس کو سود فرمایا ہے کیونکہ بلا معاوضہ ہے اور در حقیقت یہ سود ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان پر لعنت فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بہت بُرے ہیں کیونکہ لعنت کے معنی بعید من الرحمت کے۔ اور یہ در اصل بد دُعا ہے اور امام الانبیاء جس کے بارے میں بد دُعا کریں اس کی قبولیت میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔ اس لیے یہ لوگ بہت بڑے مجرم ہیں کیونکہ رشوت کا باب کھل جانے سے در اصل مظالم کا باب کھل جاتا ہے اور اس کی بندش ناممکن ہو جاتی ہے اور اس کا اصلی باعث یہی رشوت ہے۔

رشوت اور ہدیہ میں فرق

رشوت اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کی حق تلفی کے لیے یا باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے حکام کو دیا جاتا ہے اور ہدیہ میں یہ چیز نہیں ہوتی۔ ہاں اگر دینے والے کی نیت دوسرے کا مال ہتھیانا ہو اور نام اس کا ہدیہ رکھ لے تو اس سے اس کی رشوت ہونے کی حیثیت نہیں بدلے گی۔ بلکہ وہ رشوت ہی رہے گی۔ اور یہ بہت بڑا گناہ بھی ہوگا۔ دینے والے کے لیے بھی اور لینے والے کے لیے بھی۔ دینے والے کے لیے تو یہ اس لیے بڑا گناہ ہے کہ اس نے اپنا حلال مال حرام مصرف میں خرچ کیا دوسرے کی حق تلفی کی اور اس حرام کو ہدیہ کا نام دیا جو اسلام میں بہت اونچا فعل ہے۔ اور اس نے ایسا کر کے بہت برا کیا۔ لینے والے کے لیے اس لیے بڑا گناہ ہے کہ اس نے یہ مال لے کر دوسرے کا حق ضائع کیا۔ اور

سوائے کسی معاوضہ کے یہ مال لیا جو ایک طرح کا سود بھی ہے اور اگر اپنا حق ثابت کرنے کے لیے کوئی حکام کو رشوت دے تو یہ صورت دینے والے کے لیے تو جائز ہے لیکن حکام کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مال بلا معاوضہ ہے جو ایک طرح کا سود ہے تو اس کا جو گناہ ہے وہ بھی سود کے گناہ کے برابر ہوگا۔ بہرحال یہاں تک تو آیت کے دوسرے حصہ کی تشریح تھی جو عرض کی گئی ہے۔

آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ وانتم تعلمون حالانکہ تم جانتے ہو یعنی دیدہ دلیری سے اور دانستہ طور پر اور قصداً جو لوگ حکام سے غلط فیصلے کرا کر دوسروں کا مال ہتھیاتے ہیں اور ان کے اموال اپنے قبضہ میں لیتے ہیں ان کے لیے تو یہ گناہ ہے اور جس مال کے بارے میں یہ پتہ نہ ہو کہ یہ فریقین میں سے کس کا ہے اور اس سلسلہ میں وہ حکام کے پاس جائیں اور حکام تحقیق کے بعد کسی کے حق میں فیصلہ کر دیں اور انہیں یقین ہو جائے کہ یہ مال فلاں کا ہے تو اس وقت اگر وہ آدمی وہ مال کھائے جس کے حق میں فیصلہ ہوا ہے تو یہ گناہ نہیں ہوگا۔

قاضی ہدیہ قبول نہ کرے

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ اِسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلاً

ابی حمید ساعدی سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ابن تبیعہ

Marfat.com

مِّنَ الْاَزْدِ يُقَالُ لَهٗ ابْنُ تَبِيْعَةٍ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا لِيْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ فِيْ بَيْتِ اُمِّهٖ فَيَنْظُرَ اَيُهْدٰى اَمْ لَا۔

نامی ایک شخص کو صدقہ فراہم کرنے کے لیے مقرر فرمایا۔ پھر جب وہ آیا تو کہا یہ تمہارا مال ہے اور یہ میرا مال ہے تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا پھر دیکھا جاتا کہ اسے ہدیہ دیا ہے یا نہیں۔

(بخاری)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عہدہ قضا پر فائز ہو تو اس دوران اس کو ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے رشوت کا وہم پڑتا ہے۔ حکام پر رشوت خوری کی تہمت آئے گی۔ ان پر سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور پھر اس سے حکام کو رشوت کی عادت پڑ سکتی ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ قاضی اپنے کسی رشتہ دار سے ہدیہ قبول کر سکتا ہے کیونکہ یہ صلۂ رحمی ہے اور اگر وہ قبول نہیں کرے گا تو قطع رحمی ہو گی۔ نیز ان فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر قاضی کوئی ایسی شخصیت ہو کہ عہدۂ قضا پر آنے سے پہلے اگر اس کو لوگ ہدیہ دیا کرتے تھے اور وہ ہدیہ قبول کرتا تھا تو اس

Marfat.com

عہدہ پر آنے کے بعد بھی اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ہدیہ قبول کرے
بہرحال قاضی کے لیے ہدیہ کی بندش رشوت کے سدّباب کا ذریعہ ہے

قاضی کے ناحق فیصلہ سے چیز حلال نہیں ہوتی

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ	ام سلمہ سے روایت ہے
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی	کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
قَالَ اَلَا اِنَّمَا اَنَا	ایک آدمی ہوں اور میرے
بَشَرٌ وَاِنَّمَا	پاس جھگڑا آتا ہے۔ پس
یَاْتِیْنِی الْخَصْمُ	شاید کہ تمہارا ایک زیادہ
فَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ	زبان دراز ہو دوسرے سے
اَنْ یَّکُوْنَ اَلْحَنَ	بوجہ اپنی حجّت کے۔ پھر
بِحُجَّتِہٖ مِنْ	میں فیصلہ کر دوں اس
بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَہٗ	کے حق میں۔ پس جو شخص
فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ	کہ میں فیصلہ کروں اسکے
بِحَقِّ مُسْلِمٍ	حق میں کسی مسلمان کے
فَاِنَّمَا ھِیَ قِطْعَۃٌ	حق کا پس یہ آگ کا ٹکڑا
مِنْ نَارٍ فَلْیَحْمِلْھَا	ہے اسے اٹھا لینا چاہیئے
وَلْیَذَرْھَا۔	یا اسے چھوڑ دے۔
(ابن کثیر)	

Marfat.com

تشریح

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں - ایک اپنے بارے میں فرمایا کہ میں آدمی ہوں خدا نہیں ہوں، تاکہ مجھے معلوم ہو کہ مدعی اور مدعا علیہ میں سے کس کا حق ہے اور کس کا نہیں ہے تاکہ جس کا حق ہو اس کو دے دوں - اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ میں اگر کسی کے دلائل کو دیکھ کر فیصلہ اس کے حق میں کر دوں اور کسی دوسرے مسلمان کا حق اس کو دے دوں حالانکہ وہ چیز اس کی نہ ہو تو یہ چیز اس کے لیے آگ کی حیثیت رکھتی ہے - یعنی اس کے بدلے اُسے آگ ملے گی - یہ چیز اس کے لیے جائز نہیں ہے حرام ہے

پس اس سے ثابت ہوا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی غلط فیصلہ کروا لیتا حالانکہ وہ چیز اس کی نہ ہو تو وہ چیز اس کے لیے حلال نہیں - اسی طرح قاضی سے کوئی غلط فیصلہ کروائے تو وہ چیز اس کے لیے حلال نہیں ہوتی حرام ہی ہوتی ہے - دراصل اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے نظریہ کی تردید بیان فرمائی ہے - ان کا یہ عقیدہ تھا کہ پیر، مولوی یا حکومت کے ذمہ دار قاضی، جج وغیرہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی چیز کو حلال کریں یا حرام - قاضی یا جج اگر کسی کی چیز کسی دوسرے کو دے دے تو وہ چیز اس کے لیے حلال سمجھی جاتی تھی - جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس نظریہ کی تردید بیان فرمائی ہے - اس کی مفصّل بحث پہلے بیان ہو چکی ہے -

Marfat.com

قرآن مجید اور بعض احادیث میں جو تحلیل و تحریم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فرمائی ہے اس سے مراد نسبت مجازی ہے حقیقی نہیں ہے جیسا کہ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور خبیث حرام کرتے ہیں۔ اور اس طرح آپ نے مدینہ منورہ کو زمین حرم قرار دیا۔ اگر یہاں لفظ نسبت مجازی کا بڑھا دیا جائے یوں ایسی تمام آیات اور احادیث میں تعارض رفع ہو جائے گا۔ تو مقصد یہ ہوگا کہ اصل محلّل اور محرّم تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نمائندہ، نائب اور خلیفہ ہیں۔ اور یہ مانا ہوا اصول ہے کہ اکثر اوقات فعل کی نسبت مُسَبِّب کی طرف ہوتی ہے اور کبھی کبھی سبب کی طرف بھی نسبت کر دی جاتی ہے جیسا کہ انبت الربیع البقل موسم بہار نے سبزی اگائی یہ نسبت مجازی ہے حقیقتاً اللہ اگانے والا ہے۔

اگر اس اصول کو نہ مانا جائے تو پھر لوگ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تحلیل و تحریم کو سنت نبوی سمجھ کر اپنی طرف سے قرآن و حدیث میں اور شریعت اسلامی میں ردّوبدل اور تحریف شروع کر دیں گے۔ اور اسلام کے اندر بھی وہی یہودیت اور نصرانیت چل جائے گی ۔ اور توراۃ و انجیل کی طرح قران کا بھی حلیہ بگڑ جائے گا

Marfat.com

قاضی مدّعی اور مدّعا علیہ میں سے صرف کسی ایک کی دعوت نہ کرے

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَنَزَلَ عَلٰی عَلِیٍّ فَاَضَافَهٗ فَلَمَّا قَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُخَاصِمَهٗ قَالَ عَلِیٌّ تَحَوَّلْ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نُضِیْفَ الْخَصْمَ اِلَّا وَمَعَهٗ خَصْمُهٗ

حضرت حسن نے فرمایا کہ حضرت علی کے پاس ایک آدمی آیا تو انہوں نے اس کی دعوت کی جب اس نے کہا کہ میں اس سے مقدمہ کروں گا تو حضرت علی نے فرمایا کہ ہٹ جا بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ مقدمے والے کی دعوت کریں مگر کہ اس کا مقابل ساتھ ہو۔

(مسند اسحاق ابن راہویہ)

تشریح

اس حدیث میں جو لفظ خصم دو جگہ استعمال ہوا ہے اس کے اندر معنی جھگڑا کرنے والے کے آتے ہیں خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ مگر سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خصم سے مراد مدعی ہے اور دوسرے

Marfat.com

مراد مدعا علیہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی ان دونوں میں سے صرف ایک کی دعوت نہیں کر سکتا ہاں اگر دونوں کی دعوت کرے تو ٹھیک ہے ورنہ اس سے قاضی کی جانب داری کا شبہ پیدا ہوگا اور فریق مخالف کی حوصلہ شکنی ہوگی اس لیے اس سے منع فرمایا ہے۔ ہاں اگر دونوں کی دعوت کرے گا تو پھر کسی ایک جانب اس کا جھکاؤ معلوم نہیں ہوگا اس لیے یہ جائز ہے اور اس حدیث میں ذکر نہیں ہے کہ وہ مدعی اور مدعا علیہ قاضی کے رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار لیکن بہر حال ضیافت رشتہ داروں کی کی جاتی ہے یا کسی با اثر آدمی کی۔ ہر ایک کی دعوت تو کوئی نہیں کرتا کسی خاص ہی کی دعوت کی جاتی ہے اور دعوت اسلام کے اندر بہت اونچا اصول ہے یہاں تک بعض صحابہ کا بیان ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کی ضیافت کی اتنی تاکید فرمائی، ہم سمجھے کہ شاید مہمان کو ہمارے ساتھ وراثت میں شریک کر دیا گیا ہے۔ اور اتنی تاکید کے باوجود قاضی کو یہ اجازت نہیں کہ مدعی یا مدعا علیہ میں سے کسی ایک کی دعوت کرے خواہ اس کے رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار۔ پس معلوم ہوا کہ انصاف بہت اہم ہے اور قاضی کو چاہیئے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کی غیر جانب داری مشکوک ہو جائے۔

Marfat.com

قاضی مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو برابر بٹھائے اور اُنکی طرف برابر توجہ کرے

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ بِالْقَضَاءِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيُسَاوِ بَيْنَهُمْ فِي الْجُلُوْسِ وَالْاِشَارَةِ وَالنَّظَرِ۔

(مسند اسحاق بن راہویہ)

ام سلمہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمانوں کے درمیان قضا میں مبتلا کر دیا جائے تو اسے چاہیئے کہ ان کے درمیان بیٹھنے میں اشارہ میں اور توجہ میں برابری کرے۔

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے قاضی اور حاکم کو تین ہدایات دی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ کو اپنے سامنے برابر بٹھائے اور دوسری ہدایت یہ ہے کہ دونوں کی طرف برابر اشارہ کرے اور تیسری یہ ہے کہ دونوں کی طرف برابر نظر کرے۔

اس حدیث میں جو مسلمین کا ذکر ہے یہ اتفاقی یا اکثریت کی بنا پر ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان تو قاضی مساوات کرے

Marfat.com

اور غیر مسلموں کے ساتھ امتیاز برتے اور مساوات نہ کرے بلکہ جس طرح مسلمانوں کے ساتھ مساوات برتتا ہے کافروں کے ساتھ بھی اسی طرح مساوات برتے۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کافر ہوں تب بھی مساوات ہوگی اور اگر ایک مسلم ہو اور دوسرا غیر مسلم تو بھی یہی مساوات ہوگی اور اسی طرح مدعی اور مدعا علیہ قاضی کے رشتہ دار ہوں تو بھی یہی مساوات ہوگی اور غیر رشتہ دار ہوں تب بھی۔ اسی طرح حاکم وقت اور رعیت اسی کے درمیان بھی مساوات کا یہی اصول ہوگا اگر قاضی ان اصولوں کی خلاف ورزی کرے گا تو اس پر جانب داری کی تہمت آئے گی۔ اور اس سے فریق مخالف شکستہ دل ہو کر اپنا حق چھوڑ دے گا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ اس عدالت سے انصاف نہیں ملے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قاضی ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ سرگوشی بھی نہ کرے۔ ہنسی بھی نہ کرے اور ان سے مذاق بھی نہ کرے۔ کیونکہ یہ تمام مواقع تہمت کے ہیں اور ان سے جانبداری کا اشارہ ملتا ہے اور قاضی کو ہرگز ایسا رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیئے جن سے اس کی غیر جانبداری مشکوک ہو۔

عُمّال کی تنخواہیں معقول ہونی چاہئیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

ابو ہریرہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ (مشکوٰۃ باب رزق الولاۃ بحوالہ بخاری)

میں از سرِ خود نہ تمہیں کچھ دیتا ہوں اور نہ تم سے روکتا ہوں ۔ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں میں امانت وہیں رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم دیا گیا ہے

عَنْ بُرَيْدَةَ عَمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ ۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

بریدہ سے منقول ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی کو کسی کام پر مقرر کریں اور پھر اس کو کوئی معاوضہ دیں تو اس کے بعد جو لے گا تو وہ خیانت ہوگی ۔

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ

مستورد بن شداد نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ جو ہمارا عامل ہو تو اسے چاہیئے کہ بیوی کا خرچ لے اگر اس کا خادم نہیں

Marfat.com

لَهٗ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا وَفِیْ رِوَايَةٍ مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذَالِكَ فَهُوَ غَالٌّ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

تو خادم لے اور جس کی رہائش نہیں اسے چاہیئے کہ رہائش لے اور ایک روایت میں ہے کہ جو اس کے سوا لے گا تو وہ خائن ہوگا۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ عَمِلْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِیْ۔ (ابو داؤد)

حضرت عمر سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عامل مقرر کیا گیا تو آپ نے مجھے اس کا معاوضہ دیا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی ابوہریرہ والی اور دوسری بریدہ والی اور تیسری مستورد بن شدّاد والی ہے۔

پہلی حدیث میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی مرضی سے نہ کسی کو کچھ دیتا ہوں اور نہ کسی سے روکتا ہوں۔ میرا کام تو صرف مال تقسیم کرنا اور بانٹنا ہے۔ دینے والا اللہ ہے۔ میں جس کو دیتا ہوں اور جتنا دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق دیتا ہوں۔

اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ ہم جس کو کسی عہدے پر لگائیں اور اس کے لیے معاوضہ مقرر کر دیں تو اس مقرر کردہ معاوضہ سے زیادہ جو اپنی مرضی سے لے گا تو وہ بد دیانتی ہے۔

تیسری حدیث میں اس معاوضہ کی حد بیان فرمائی ہے کہ وہ عامل بیوی کا مہر، نفقہ اور لباس، خادم کی تنخواہ اور مکان حسبِ ضرورت اور کفایت بیت المال سے لے سکتا ہے۔ اس سے زیادہ لینا اسراف میں شامل ہے اور اسراف حرام ہے۔

ان احادیث سے پانچ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت خلیفہ کی تھی اور خلیفہ کا کام قانون بنانا نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بنے بنائے ہوئے قانون کو نافذ کرتا ہے جیسا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمال کو اجرت اور معاوضہ لیتے وقت فرمایا کہ میں اپنی طرف سے نہ تو کسی کو دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں میں تو جو کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق کرتا ہوں اور دوسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ منشیٰ اور حکمِ الٰہی یہ ہے کہ سرکاری عُمّال اور اہل کاروں کی تنخواہ ہونی چاہیئے کیونکہ تنخواہ کے سوا نظام مملکت چل نہیں سکے گا اور تیسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر المومنین کے اندازِ گفتگو میں کسرِ نفسی ہونی چاہیئے اور اسے ایسا جملہ بالفظ بھی نہیں استعمال کرنا چاہیئے جس سے شرک کا وہم پیدا ہوتا ہو۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نہ تو کسی کو دیتا ہوں نہ روکتا ہوں۔ اللہ دیتا ہے، روکتا ہے میں تو اس کے حکم کا پابند ہوں۔ اس اندازِ گفتگو سے عمال اور اہل کاروں کو وظیفہ مل

Marfat.com

جائے گا اس پر وہ راضی بقضا رہیں گے ورنہ ان کے اندر احساس محرومی پیدا ہوگا اور اس کے نتائج تباہ کن ہوں گے۔

چوتھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقرر کردہ تنخواہ سے زیادہ جو مال لے گا وہ بد دیانتی میں شامل ہے۔ یہ عام ہے خواہ بیت المال سے کسی غریب سے لے یا مدعی اور مدعا علیہ سے بطور رشوت لے بد دیانتی کی سزا عنقریب بیان ہوگی۔

پانچواں اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سرکاری عُمّال اور اہلکاروں کی تنخواہیں معقول ہونی چاہئیں تاکہ ان کو رشوت اور بد دیانتی کی طرف ہاتھ نہ بڑھانا پڑے۔ اور تنخواہوں کی معقولیت کی حد بھی بیان فرما دی ہے کہ بیوی کا خرچ، خادم کا خرچ، مکان۔ بیوی کے خرچ کے سلسلہ میں کوئی شرط عائد نہیں کی البتہ خادم اور مکان کے نہ ہونے کی ساتھ شرط رکھی ہے اس سے اشارہ ملتا ہے کہ اگر اس کو خادم کی ضرورت نہیں مثلاً اس کی بیوی خود کام کر سکتی ہے تو پھر اس کو یہ خرچ نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر اس کا اپنا ذاتی مکان ہے تو پھر اس کو یہ خرچ نہیں ملے گا۔ اگر مکان ذاتی نہ ہو تو پھر وہ بیت المال سے یہ خرچ لے سکتا ہے اور اگر ان شروط کی خلاف ورزی کر کے کوئی بیت المال سے خرچ لے گا تو یہ سب بد دیانتی کی صورتیں ہیں حضرت عمرؓ والی حدیث میں آپ کا عملی نمونہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	حضرت عائشہ ؓ نے
لَمَّا اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ	فرمایا کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ
قَالَ لَقَدْ عَلِمَ	بنائے گئے تو انہوں

Marfat.com

قَوْمِیْ اَنَّ حِرْفَتِیْ لَوْ تَکُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُنَةِ اَهْلِیْ وَشُغِلْتُ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَسَیَاْکُلُ اٰلُ اَبُوْبَکْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَ یَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فِیْهِ۔
(مشکوٰۃ بحوالہ)

نے فرمایا کہ میری قوم یقیناً جانتی ہے کہ میری کمائی میرے اہل وعیال کے لیے کم نہیں ہے اور مجھے مسلمانوں کے کام میں مشغول کر دیا گیا ہے تو ابوبکر کی اہل بیت المال سے کھائے گی اور وہ مسلمانوں کا کام کرے گا۔

تشریح

حضرت ابوبکرؓ عہدہ خلافت پر آنے سے پہلے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ مگر جب خلافت کا بوجھ ان کے کندھوں پر ڈال دیا گیا تو پھر انہوں نے بیت المال سے وظیفہ لینا شروع کیا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مسلم حکام کو بیت المال سے وظیفہ لینا جائز ہے مگر یہ وظیفہ بقدر حاجت ہونا چاہیئے جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

بددیانتی کی اخروی سزا کا بیان

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ط وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ج ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ آل عمران آیت ۱۶۱)

اور کسی نبی کو یہ لائق نہیں کہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا اس چیز کو قیامت کے دن لائیگا جو خیانت کی تھی۔ پھر ہر کوئی پورا پالے گا جو اس نے کمایا تھا اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

خولہ انصاریہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لیے آگ ہوگی۔

عَنْ مَعَاذٍ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

معاذ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِيْ اَثَرِيْ فَرُدِدْتُ فَقَالَ اَتَدْرِيْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ لَا تُصِيْبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ اِذْنِيْ فَاِنَّهٗ غُلُوْلٌ وَمَنْ يَغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِهٰذَا دَعَوْتُكَ فَامْضِ بِعَمَلِكَ ۔

(مشکوٰۃ باب رزق الولاۃ بحوالہ ترمذی)

وسلم نے یمن کی طرف بھیجا جب میں چلا گیا تو میرے پیچھے آدمی بھیج کر مجھے لوٹا لیا گیا تو پھر آپ نے فرمایا پتہ ہے میں نے تیرے پیچھے آدمی کیوں بھیجا ہے؟ میری اجازت کے سوا کوئی چیز نہ لینا بے شک یہ بددیانتی ہے اور جو بددیانتی کریگا قیامت کے دن وہ چیز اسے حاضر کرنی پڑے گی لہٰذا میں نے تجھے بلایا ہے اب اپنے کام پر چلو۔

عَنْ عَدِيِّ ابْنِ عُمَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِّلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِنْهُ

عدی بن عمیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو تم میں سے جس کو کسی کام پر ہمارا عامل مقرر کیا جائے پھر وہ اس مال سے ہم سے ایک سوئی

Marfat.com

مُحِيطًا فَمَا فَوْقَهٗ
فَهُوَ عَلَيَّ يَأْتِيْ
بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ
الْاَنْصَارِ فَقَالَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اِقْبَلْ
عَنِّيْ عَمَلَكَ قَالَ
وَمَا ذَاكَ قَالَ
سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ
كَذَا وَكَذَا قَالَ
وَاَنَا اَقُوْلُ ذَالِكَ
مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ
عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَاْتِ
بِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ
فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ
اَخَذَهٗ وَمَا نُهِيَ
عَنْهُ اِنْتَهٰى۔
(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

بھی چھپالے یا زیادہ
اس سے (قلت میں)
پس وہ خیانت کرنے
والا ہے۔ قیامت کے
دن اسے حاضر کرے گا
تو انصار میں سے ایک
آدمی کھڑا ہوا۔ کہا یا رسول
اللہ واپس لیں میری طرف
سے اپنا عمل۔ آپؐ نے
فرمایا یہ کیا تو اس نے
کہا میں نے آپ سے سنا
ہے آپؐ نے ایسا ایسا
فرمایا ہے۔ تو آپؐ نے
فرمایا میں یہ کہہ رہا ہوں
کہ جس کو ہم کسی کام پر
لگائیں تو اسے چاہیئے کہ
تھوڑا ہو یا زیادہ وہ لے
آئے۔ اس میں سے اسے
جو معاوضہ دیا جائے تو
وہ لے اور جس سے روکا
جائے اس سے رُک جائے

Marfat.com

تشریح

یہاں اس باب میں ایک آیت اور تین احادیث نقل کی گئی ہیں ان سب میں سرکاری مال سے چوری کرنے کی سزا دوزخ بیان فرمائی ہے اگرچہ وہ چیز انتہائی قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو۔ اور فرمایا ہے کہ وہ چیز بھی اسے قیامت کے دن حاضر کرنی پڑے گی ۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کسی نے بیت المال کا اونٹ چرایا ہوگا، تو قیامت کے روز وہ اللہ کے دربار میں اس حالت میں حاضر ہوگا کہ وہ اونٹ اس نے اپنی گردن پہ اٹھایا ہوا ہوگا۔

آخر میں فرمایا ہے کہ جو اسکو دیا جائے وہ لے اپنی مرضی سے وہ بیت المال سے کچھ بھی نہیں لے سکتا۔ اس جملہ سے اور اس سے پہلے بغیر اذن کے جملہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری اہل کاروں کی تنخواہیں مقرر کرنا امیر وقت کا کام ہے ۔ دراصل جب کوئی آدمی کسی چیز میں محنت کرتا ہے تو یہ اس کے منافع میں شریک اور دخیل ہو جاتا ہے مگر اس منافع کا تعین باقی معاملات میں فریقین کی رائے پر موقوف ہوتا ہے جس کی تفصیل خلاصہ تفسیر القرآن جلد سادس میں بیان ہو چکی ہے لیکن بیت المال سے جو منافع طے ہوگا وہ امیر کی صوابدید پر موقوف ہے۔

Marfat.com

غیر مسلموں میں عدل کا فیصلہ کیا جائے

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورۃ المائدہ آیت ۴۲-۴۳)

جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرنے والے ہیں بہت حرام کھانے والے ہیں، اگر وہ تیرے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کر یا ان سے منہ پھیر۔ اگر تو ان سے منہ پھیرے گا تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اگر تو فیصلہ کرے تو انصاف سے فیصلہ کر بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ تجھے کس طرح منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اسکے بعد ہٹ جاتے ہیں اور یہ مؤمن نہیں ہیں۔

Marfat.com

تفسیر

ان آیتوں کی پوری تفسیر وتشریح اور شانِ نزول مضمون نمبر ۲۶ میں بیان ہو چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے البتہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیہ میں دو کیس آئے ایک زنا کا اور دوسرا قصاص کا۔ اور یہ کیس لانے والے یہودی تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیات آپ پہ اتاریں اور ان میں آپؐ کو اختیار دیا گیا کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا نہ کریں۔ اگر فیصلہ کریں تو فیصلہ انصاف سے کرنا ہوگا اور جب آپؐ کو یہ حکم تھا تو پھر ہر اسلامی عدالت کو بھی یہ اختیار ہے اور حکم بھی ہے کہ غیر مسلموں کے درمیان فیصلہ کریں یا نہ کریں اور اگر وہ فیصلہ کریں تو فیصلہ انصاف سے کریں ان کی خواہش کے موافق فیصلہ نہ کریں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی کا کفر یا فسق و فجور اسے انصاف سے محروم نہیں کرتا انصاف اسے ضرور مہیا کرنا چاہیئے یہ اسلامی عدالت کا فریضہ ہے۔

عنوان نمبر ۱۴۶ سے لے کر یہاں تک جو تفصیل بیان ہوئی ہے یہ سورۃ النساء کی آیت ۵۸ کی تشریح اور توضیح ہے۔ اس میں حکام کو عادل بنانے کے طریقے اور اصول بیان فرمائے گئے ہیں اب اس کے بعد گواہوں کو عادل بنانے کے طریقے بیان ہوں گے کیونکہ مدّعی اور مدّعا علیہ کو انصاف مہیّا تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب یہ دونوں طبقے عادل ہوں۔ صرف اگر حکام عادل ہوں اور گواہ عادل نہ ہوں تب بھی حق ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر گواہ عادل ہوں مگر

Marfat.com

حکام عادل نہ ہوں تب بھی حق ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا انصاف کے لیے اور کسی کا حق ثابت کرنے کے لیے ان دو طبقوں کا عادل ہونا ضروری ہے۔ عادل حکام کی تفصیل تو پہلے آچکی ہے اور اب انشاء اللہ گواہوں کی تفصیل عرض کی جائے گی۔ گواہوں کا عادل ہونا اس لیے ضروری ہے کہ گواہ چونکہ حقیقتِ حال سے پوری طرح واقف ہوتا ہے اور اسے پتہ ہوتا ہے کہ کس کا حق ہے اور کس کا نہیں ہے اگر گواہ کے دل میں خدا کا خوف ہوگا تو وہ صحیح بتا دے گا اور اگر اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوگا تو وہ صحیح نہیں بتائے گا اس لیے یہ لازم ہے کہ گواہوں کے لیے بھی کوئی ضابطے ہوں کہ کون گواہی دے سکتا ہے اور کون نہیں دے سکتا۔ کس کی گواہی قبول ہے اور کس کی قبول نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام نے زرّیں اصول بیان کئے ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ ابواب میں عرض کریں گے۔ اگر ان پر عمل کیا جائے تو کوئی بھی انصاف سے محروم نہیں رہ سکتا اور کوئی ظالم کسی کا حق چھین نہیں سکتا۔

حق و انصاف کی شہادت

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو انصاف
اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ	پر قائم رہو اللہ کی طرف
بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ	کی گواہی دو اگرچہ اپنی
وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ	جانوں پر ہو یا ماں باپ

اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ
اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا
اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ
اَوْلٰی بِھِمَا فَ
فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی
اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ
تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا
فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۝
(سورۃ النساء آیت ۱۳۵)
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ
لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ
وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ
شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی
اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا
ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی
وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ
اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ ۝
(سورۃ المائدہ آیت ۸)

اور رشتہ داروں پر۔ اگر
کوئی مال دار ہے یا فقیر
ہے تو اللہ ان کا تم سے
زیادہ خیر خواہ ہے سو
تم انصاف کرنے میں
دل کی خواہش کی پیروی
نہ کرو۔ اور اگر تم کج
بیانی کروگے یا پہلو تہی
کروگے تو بلاشبہ اللہ
تمہارے سب اعمال سے
باخبر ہے۔ اے ایمان والو
اللہ کے واسطے انصاف
کی گواہی دینے کے لیے
کھڑے ہو جاؤ اور کسی
قوم کی دشمنی کے باعث
انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو
انصاف کرو۔ یہ ہی بات
تقویٰ کے نزدیک ہے اور
اللہ سے ڈرتے رہو جو
کچھ تم کرتے ہو بے شک
اللہ اس سے باخبر ہے۔

Marfat.com

تفسیر

یہاں اس بحث میں دو آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورہ انسار کی ہے اور دوسری آیت سورۃ المائدہ کی ہے۔ سورۃ النسا ء والی آیت میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ ایک صیغہ امر ہے دوسرا نھی ہے اور تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کا بیان ہے۔

صیغہ امر تو کُوْنُوْا ہے اس کے معنی ہے ہوجاؤ اور یہ کَانَ سے بنا ہے اور یہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں خبر کو اسم کے لیے ہمیشہ ثابت کرنا مقصود ہو اور یہاں کُوْنُوْا میں واؤ اس کا اسم ہے اور قَوّٰمِیْنَ اس کی خبر ہے اور قَوّٰمِیْن صیغہ مبالغہ ہے جو قَوَّام سے بنا ہے اس کا معنی ہے مضبوطی اور سختی کے ساتھ کھڑا ہونے والے۔ قسط کے معنی ہے انصاف، شہداء شَھِیْدٌ کی جمع ہے شہادت سے بنا ہے اس کا معنی ہے سند اور سرٹیفکیٹ۔ لِلّٰہِ میں لام خصوص کے لیے ہے اب معنی یہ ہوگا کہ اے ایمان والو ہمیشہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عدل و انصاف کی گواہی پر سختی اور مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہو۔ اور قوّامین کے معنی اصلاح کرنے کے بھی ہیں تو اب معنی یہ ہوگا کہ اے ایمان والو ہمّت کر کے اللہ تعالیٰ کے عادلانہ نظام سے ملک کے ظالمانہ نظام کو بدل دو۔ اور گواہی دینے کے سلسلہ میں کبھی تو آدمی خود متأثر ہوتا ہے اور کبھی خویش و اقارب کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اور کبھی جس کے خلاف گواہی دینا ہو وہ امیر ہوتا ہے اور اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کے خلاف گواہی دینگے تو نقصان پہنچائے گا

Marfat.com

اور کبھی وہ غریب ہوتا ہے اور گواہی دینے والے کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر میں اس کے خلاف گواہی دوں گا تو اس کا بالکل ہی دیوالیہ ہو جائے گا۔ ان تمام صورتوں میں فرمایا ہے کہ تم نے ڈٹ کر گواہی دینا ہے نہ اپنی پرواہ کرنا ہے اور نہ خویش واقارب اور اغنیاء اور غرباء کی پرواہ کرنا ہے۔ کیونکہ گواہی تو اللہ کی رضا کے لیے دینا ہے اور جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان کے خلاف گواہی دینا ہے تو پھر اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہے اور وہ تمہاری نسبت ان کا زیادہ خیر خواہ ہے اور خیر خواہی یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہاری شہادت کی وجہ سے حرام کھانے سے بچا رہے ہیں۔ یہ تو صیغہ امر کے ذیل میں جو الفاظ ہیں ان کی تشریح اور توضیح عرض کی ہے۔

دوسری چیز صیغہ نہی ہے فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى کہ عدل وانصاف کے سلسلہ میں اپنی خواہش کی پیروی مت کرو یعنی صاف صاف گواہی دو، کج بیانی بھی نہ کرو اور گواہی دینے سے انکار بھی نہ کرو

تیسری چیز اصلاح عقیدہ کے لیے فرمائی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے یہ تو سورۃ النساء کی آیت کی تشریح اور توضیح تھی جو بیان ہو گئی ہے اور اس کے بعد سورۃ المائدہ کی آیت ہے اس میں چھ چیزوں کا بیان ہے تین آرڈر ہیں ایک نہی ہے، ایک تقویٰ کا فائدہ ہے اور اصلاح عقیدہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا بیان ہے۔ آرڈر نمبر ۱ آٰمَنُوْا سے لے کر بالقسط تک کی تشریح وہی ہے جو سورۃ النساء میں بیان ہو گئی ہے اور دوسرے نمبر پر نہی ہے کہ دشمنی اور عداوت کی وجہ سے کسی

Marfat.com

کے خلاف گواہی مت دو۔ اور تیسرے نمبر پر آرڈر نمبر ۲ ہے اِعْدِلُوا عدل کرو۔ اور چوتھے نمبر پر اس عدل کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی کہ عدل کرنا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اسلام میں جتنے بھی اصول ہیں ان سب کا مقصد تقویٰ ہی ہے مگر عدل وانصاف کی گواہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب ایک مسلمان گواہ عدل وانصاف کی جب گواہی دیگا اور قاضی اور جج اس کے موافق فیصلہ دے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا عادل ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اس سے یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور باقی اصولوں پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کا عادل ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ اصول صرف اللہ تعالیٰ کے قرب کا ہی ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ عدل پسند ہے۔ اور پانچویں نمبر پر اللہ تعالیٰ نے گواہوں کو اپنی ذات سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا ہے اور چھٹے نمبر پر اصلاح عقیدہ کے لیے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

خلاصہ اور لبِّ لباب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہاں اس بحث میں چار دفعہ حق وانصاف کی گواہی کا حکم دیا اور دو دفعہ اس کی خلاف ورزی سے منع فرمایا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اتنی تاکید فرما رہے ہیں کہ یہ گواہی ضرور دینا ہے اور یہ گواہی دینا فرض ہے جیسا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہیں یہ بھی فرض ہے اور جس طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اس کا تارک بھی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے کیونکہ اس

Marfat.com

کی سچّی گواہی نہ دینے کی وجہ دوسرے کی حق تلفی ہوگی۔ اوران آیات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گواہی دیتے وقت گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ لفظ شہادت استعمال کرے کیونکہ ان آیات میں دو دفعہ لفظ شہداء آیا ہے جو شہید کی جمع ہے شہادت سے لیا ہے اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گواہوں کے لیے عادل ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار دفعہ عدل کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی وہ گناہ کبائر کے مرتکب نہ ہوں کیونکہ گواہی دینا یہ ایک دینی فریضہ ہے اور جو آدمی باقی دینی احکامات کی پرواہ نہیں کرتا وہ اس فریضہ کی بھی پرواہ نہیں کرے گا اور اس کی گواہی مشکوک ہوجائے گی اور حق ثابت کرنے کے لیے مشکوک گواہی نہیں چاہیئے یقینی گواہی چاہیئے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب گواہ نیک ہو۔ ہاں اگر قاضی کو کسی فاسق گواہ کی شہادت پر یقین ہو کہ یہ اس معاملہ میں جو گواہی دے رہا ہے سچا ہے اور اس پر وہ فیصلہ دے دے۔ تو احناف فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ جائز ہے اور شافعیہ کے نزدیک یہ جائز نہیں اور وہ جرائم جن کے ارتکاب سے انسان پر حد شرعی واجب ہوتی ہے وہاں گواہی دینے کی بجائے گواہی نہ دینا بہتر ہے۔ یہ مذکورہ آیات اس سلسلہ میں مجمل ہیں۔ ان کی پوری تشریح ان شاء اللہ عنقریب بیان ہوگی۔

تحقیق شہادت

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

(سورۃ النساء آیت نمبر ۸۳)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا ڈر کی پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچاتے تو اس کی تحقیق کرتے جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو البتہ تم شیطان کے پیچھے ہو لیتے سوائے چند لوگوں کے

اے ایمان والو جب اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم پر سلام کہے اس کو مت کہو کہ تو مسلمان

Marfat.com

لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ط كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

نہیں ہے۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو۔ سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو اس سے پہلے ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پہ احسان کیا لہٰذا تحقیق سے کام لیا کرو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

(سورۃ النساء آیت ۹۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کیا کرو کہ کہیں کسی قوم پہ بے خبری سے نہ جا پڑو پھر اپنے کئے پہ پشیمان ہونے لگو۔

(سورہ الحجرات آیت ۶)

تفسیر اور شانِ نزول

یہاں اس بحث میں تین آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی سورۃ النساء

Marfat.com

کی ہے اور دوسری بھی سورۃ النساء کی ہے اور تیسری سورۃ الحجرات کی ہے۔ سورہ النساء کی پہلی آیت کے بارے میں ابن عباس، ضحاک اور ابو معاذ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت حسن رض اور دوسرے اکثر حضرات کے نزدیک یہ آیت ضعیف اور کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (روح المعانی)

علامہ ابن کثیر رح نے اس آیت سے متعلق واقعات نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت عمر بن خطاب رض کی حدیث کو ذکر کرنا چاہیئے وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف آئے۔ جب دروازہ پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ مسجد کے اندر لوگوں میں بھی یہی ذکر ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس خبر کی تحقیق کرنا چاہیئے چنانچہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں۔

حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ یہ تحقیق کرنے کے بعد میں مسجد کی طرف واپس آیا۔ اور دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ جو آپ لوگ کہہ رہے ہیں غلط ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (الخ)

Marfat.com

یستنبطونہ استنباط سے بنا ہے استنباط اصل میں کنوئیں کی تہہ سے پانی نکالنے کو کہتے ہیں۔ کنواں کھودنے میں جو پانی پہلی مرتبہ نکلتا ہے اس کو ماء مستنبط کہتے ہیں مگر یہاں مراد یہ ہے کہ کسی بات کی تہہ تک پہنچ کر اس کی صحیح حقیقت معلوم کرنا (قرطبی) اولی الامر کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں۔ حضرت حسن، قتادہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ کے نزدیک علماء اور فقہاء مراد ہیں۔ حضرت سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امراء اور حکام مراد ہیں۔ ابوبکر جصاص ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں مراد ہیں اس لیے کہ الی الامر کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے البتہ اس پر بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد فقہاء نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ الی الامر اپنے لفظی معنی کے اعتبار سے وہ لوگ ہیں جن کا حکم چلتا ہو اور ظاہر ہے کہ فقہاء کا یہ کام نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکم چلنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک جبر و تشدد سے۔ وہ تو صرف اہل حکومت ہی کر سکتے ہیں اور دوسری صورت اعتقاد اور اعتماد کی وجہ سے حکم ماننے کی ہے۔ وہ حضرات فقہاء کو ہی حاصل ہے۔ جس کا مشاہدہ عام مسلمانوں کے حالات سے ہر دور میں ہوتا رہا ہے کہ دین کے معاملات میں عام مسلمان اپنے اختیار سے علماء ہی کے حکم کو واجب العمل قرار دیتے ہیں اور از روئے شرع ان پر اس کے احکام کی اطاعت واجب بھی ہے لہٰذا اس وجہ سے ان پر اولی الامر کا اطلاق صحیح ہے (احکام القرآن للجصاص)

اس آیت کریمہ سے چھ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہیئے چنانچہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ ۔ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ سُنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کردے ۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا مَنْ حَدَّثَ بِحَدِیْثٍ وَھُوَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبَیْنَ ۔ یعنی جو آدمی کوئی ایسی بات بیان کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ یہ جھوٹی ہے تو دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا وہ بھی ہے اور دوسری بات اس آیت کی تحقیق اور تشریح سے یہ معلوم ہوئی کہ جن مسائل جدیدہ میں کوئی نص نہ ہو ان کے احکام اجتہاد و قیاس کے اصول پر قرآن اور حدیث سے نکال لیے ۔ کیونکہ اس آیت میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ مسائل جدیدہ کے حل میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں تو ان کی جانب رجوع کرو ۔ اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو علماء اور فقہاء کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ احکام کو مستنبط کرنے کی صلاحیت تامہ رکھتے ہیں اس بیان سے چند امور مستفاد ہوتے ہیں ایک یہ کہ فقہا اور علماء کی جانب عدم نص کی صورت رجوع کیا جائے گا ۔ دوسرے یہ کہ احکام اللہ کی دو قسمیں ہیں ۔ بعض وہ ہیں جو منصوص اور صریح ہیں اور بعض وہ جو غیر صریح اور مبہم ہیں جن کو آیات کی گہرائیوں میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت کر رکھا ہے ۔ تیسرے یہ کہ علماء کا فریضہ ہے کہ وہ ایسے معانی کو اجتہاد اور قیاس کے ذریعے استنباط کریں اور چوتھے یہ کہ عوام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان مسائل میں علماء کی تقلید کریں (احکام القرآن للجصاص)

Marfat.com

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دلائل کے ذریعہ احکام کے استنباط کے مکلّف تھے۔ اس پہلی آیت میں دو آدمیوں کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور دوسرے اُولی الامر کی طرف۔ اس کے بعد فرمایا ہے لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ اور حکم عام ہے جس میں مذکورہ فریقین میں سے کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات بھی استنباط احکام کی مکلّف تھی۔ (احکام القرآن للجصاص)

فوائد مہمّہ

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن سے امن اور خوف کے بارے میں تم خود بخود خبریں نہ اڑاؤ بلکہ جو اہل علم اور ذی رائے ہیں انکی طرف رجوع کرو۔ پھر وہ غور و فکر کر کے جو بات بتلائیں اس پر عمل کرو۔ اور ظاہر ہے کہ مسائل و حوادث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ آیت وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ میں دشمن کا کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا امن اور خوف عام ہے جس طرح ان کا تعلق دشمن سے ہے اسی طرح مسائل حوادث سے بھی ہے کیونکہ جب کوئی جدید مسئلہ عامی کے سامنے آتا ہے جس کی حلّت اور حرمت کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے تو وہ فکر میں پڑ جاتا ہے کہ کونسا پہلو اختیار کرے۔ دونوں صورتوں میں نفع و نقصان کا احتمال رہتا ہے تو اس کا بہترین حل شریعت نے یہ نکالا ہے کہ تم اہل استنباط کی طرف رجوع کرو وہ جو بات بتلائیں اس پر عمل کرو۔ (احکام القرآن للجصاص ملخص)

اور استنباط سے جو حکم فقہاء نکالیں گے اس کے بارے میں

Marfat.com

قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قطعی طور پر حق ہے بلکہ اس حکم کے خطا ہونے کا احتمال بھی باقی رہتا ہے۔ ہاں اس کے صحیح ہونے کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے جو عمل کے لیے کافی ہے۔ (احکام القرآن للجصاص و تفسیر کبیری)

اور چوتھا یہ معلوم ہوا کہ حکام کو شہادت کی تحقیق بھی کرنا چاہیئے کہ گواہی دینے والا سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ۔ کیونکہ حق اور ناحق کا دارومدار ہی سچی شہادت پر ہے۔ (یہ تفسیر معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیعؒ سے قدرے تبدیلی کے ساتھ منقول ہے) اس سے پہلے تو سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۳ کی تشریح لکھی گئی ہے اور اب سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۴ کی تشریح عرض کرنا ہے۔

شانِ نزول

اس آیت کا شانِ نزول ترمذی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس سے اس طرح منقول ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک آدمی صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ملا جب کہ یہ حضرات جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ یہ آدمی اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے حضرات صحابہؓ کو سلام کیا جو عملاً اس چیز کا اظہار تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے سمجھا کہ اس وقت اس نے محض اپنی جان و مال بچانے کے لیے یہ فریب کیا ہے کہ مسلمانوں کی طرح سلام کر کے ہم سے بچ نکلے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریوں کو مالِ غنیمت قرار دے کر رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص آپ کو اسلامی طرز پر سلام کرے تو بغیر تحقیق کے یہ نہ سمجھو کہ اس نے فریب کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے اور اسکے مال کو مال غنیمت سمجھ کر حاصل نہ کرو ۔ (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک دوسری روایت ہے جس کو بخاری نے مختصراً اور بزار نے مفصلاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ مجاہدین کا بھیجا جن میں حضرت مقداد بن اسود بھی تھے ۔ جب وہ موقع پر پہنچے تو سب لوگ بھاگ گئے ۔ صرف ایک شخص رہ گیا جس کے پاس بہت المال تھا ۔ اس نے صحابہ کرام رض کے سامنے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ مگر حضرت مقداد نے یہ سمجھ کر کہ دل سے نہیں کہا بلکہ محض جان و مال بچانے کے لیے کلمۂ اسلام پڑھ رہا ہے اس کو قتل کر دیا ۔ حاضرین میں سے ایک صحابی نے کہا کہ آپ نے بُرا کیا ہے کہ ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دی تھی ۔ میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس واقعہ کا ضرور ذکر کرونگا جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا ۔ آپ نے حضرت مقداد رض کو بلا کر سخت تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ بروز قیامت تمہارا کیا جواب ہوگا جب کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تمہارے مقابلے میں دعویدار ہوگا ۔

اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۔ مذکورہ آیت

Marfat.com

کے بارے میں ان دو واقعات کے علاوہ دوسرے واقعات بھی منقول ہیں لیکن محققین اہل تفسیر نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہو سکتا کہ یہ چند واقعات مجموعی حیثیت سے نزول کا سبب ہوئے ہیں۔ آیت کے الفاظ میں اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ کا ارشاد ہے اس میں لفظ سلام سے اگر اصطلاحی سلام مراد لیا جائے تب تو پہلا واقعہ اس کے ساتھ زیادہ چسپاں ہے۔ اور اگر سلام کے لفظی معنی سلامت اور طاعت کے لئے لیے جائیں تو یہ سب واقعات اس میں برابر ہیں اسی لیے اکثر حضرات نے سلام کا ترجمہ اس جگہ طاعت کا کیا ہے۔ اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ مسلمان سمجھنے کے لیے علامات کافی ہیں باطن کی تفتیش کرنا جائز نہیں ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل قبلہ کو کافر بھی نہیں کہنا چاہیئے۔ یعنی اس آیت کریمہ سے یہ اہم مسئلہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان بتلاتا ہو خواہ وہ کلمہ پڑھ کر یا کسی اور اسلامی شعار کا اظہار کر کے مثلاً اذان، نماز وغیرہ میں شرکت کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔ اس کا انتظار نہ کریں کہ وہ دل سے مسلمان ہوا ہے یا کسی مصلحت سے اسلام کا اظہار کیا ہے۔ نیز اس معاملہ میں اس کے اعمال پر بھی دارومدار نہ ہوگا۔ فرض کر لو کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا اور ہر قسم کے گناہوں میں ملوث ہے۔ پھر بھی اس کو اسلام سے خارج کہنے کا یا اس کے ساتھ کافروں کا معاملہ کرنے کا کسی کو حق نہیں اسی لیے امام اعظمؒ نے فرمایا لَا نُکَفِّرُ اَھْلَ الْقِبْلَۃِ بِذَنْبٍ

Marfat.com

یعنی ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے ۔ بعض روایات حدیث میں بھی اس قسم کے الفاظ مذکور ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہو ۔ خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار بدعمل ہو ۔

مگر یہاں ایک بات خاص طور پر سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اس کو کافر کہنا یا سمجھنا جائز نہیں ۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب تک اس سے کسی ایسے قول و فعل کا صدور نہ ہو جو کفر کی یقینی علامت ہے اس وقت تک اس کے اقرار اسلام کو صحیح قرار دے کر اس کو مسلمان کہا جائے گا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے گا ۔ اس کی قلبی کیفیات اخلاص یا نفاق سے بحث کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا ۔ لیکن جو شخص اظہار اسلام اور اقرار ایمان کے ساتھ ساتھ کلمات کفر بھی بکتا ہے یا کسی بت کو سجدہ کرتا ہے یا اسلام کے کسی ایسے کلمہ کا انکار کرتا ہے جس کا اسلامی حکم ہونا قطعی اور بدیہی ہے یا کافروں کے کسی مذہبی شعار کو اختیار کرتا ہے جیسے گلے میں زنار وغیرہ ڈالنا ۔ وہ بلاشبہ اپنے اعمال کفریہ کے سبب کافر قرار دیا جائے گا ۔ آیت مذکورہ میں لفظ تَبَیَّنُوْا سے اس کی طرف اشارہ موجود ہے ورنہ یہود و نصاریٰ تو سب ہی اپنے آپ کو مؤمن مسلمان کہتے ہیں ۔ اور مسیلمہ کذاب جس کو باجماع صحابہ کافر قرار دے کر قتل کیا گیا وہ تو صرف کلمہ اسلام کا اقرار نہیں بلکہ اسلامی شعائر نماز، آذان وغیرہ کا بھی پابند تھا ۔ اپنی آذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

Marfat.com

بھی کہلواتا تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو بھی نبی اور رسول صاحب وحی کہتا تھا جو نصوص قرآن وسنت کا کھلا ہوا انکار تھا اسی پر اس کو مرتد قرار دیا گیا اور اس کے خلاف باجماع صحابہ جہاد کیا گیا ۔ خلاصہ مسئلہ کا یہ ہوگیا کہ ہر کلمہ گو اہل قبلہ کو مسلمان سمجھو اور اس کے باطن اور قلب میں کیا ہے اس کی تفتیش انسان کا کام نہیں ۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرو ۔ البتہ اظہار ایمان کے ساتھ خلاف ایمان اس سے کوئی بات سرزد ہو تو اسے مرتد سمجھو بشرطیکہ اس کا خلاف ایمان ہونا قطعی اور یقینی ہو اور اس میں کوئی دوسرے احتمال یا تاویل کی راہ نہ ہو ۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لفظ کلمہ گو یا اہل قبلہ ۔ یہ اصطلاحی الفاظ ہیں جن کا مصداق صرف وہ شخص ہے جو مدّعی اسلام ہونے کے بعد کسی کافرانہ قول وفعل کا مرتکب نہ ہو ۔ اور تیسرا اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کوئی کام بے تحقیق محض گمان پر نہ کریں ۔ ارشاد ہے اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا یعنی جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کرو ۔ محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے بسا اوقات غلطی ہوجاتی ہے ۔ اس میں سفر کی قید بھی اسی وجہ سے ذکر کی گئی کہ یہ واقعات سفر میں ہی پیش آئے یا اس وجہ سے کہ شبہات عموماً سفر میں پیش آتے ہیں ۔ اپنے شہر میں ایک دوسرے کے حالات سے عموماً واقفیت ہوتی ہے ورنہ اصل حکم عام ہے ۔ سفر میں یا حضر میں بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں ۔

Marfat.com

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے (بحر محیط) خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ حکام یا عوام نے جو بھی کام کرنا ہو یا فیصلہ کرنا ہو اسے چاہیئے پوری تحقیق کے بعد قدم اٹھائیں بغیر تحقیق کام نہ کریں - اس کی مزید تشریح سورۃ الحجرات والی آیت کریمہ میں آرہی ہے - اس آیت کی تشریح معارف القرآن تالیف مفتی شفیعؒ سے قدرے ترمیم کے ساتھ نقل کی گئی ہے - اس سے پہلے تو سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۳ اور ۹۴ کی تشریح اور تفسیر عرض کی گئی ہے اور اب اس کے بعد سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۶ کی تشریح عرض کرنا ہے -

شانِ نزول

اس آیت کے نزول کا واقعہ ابن کثیر نے بحوالہ مُسْنَد احمد یہ نقل کیا ہے کہ قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس حارث بن ضرار بن ابی ضرار جن کی صاحبزادی حضرت میمونہؓ بنت حارث امہات المؤمنین میں سے ہیں یہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا میں نے اسلام کو قبول کیا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا اقرار کیا - اور عرض کیا کہ اب میں اپنی قوم میں جا کر ان کو بھی اسلام اور ادائے زکوٰۃ کی دعوت دونگا - جو لوگ میری بات مان لیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے میں ان

کی زکوٰۃ جمع کرلوں گا ۔ اور آپ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ تک اپنا کوئی قاصد میرے پاس بھیج دیں تاکہ جو رقم زکوٰۃ کی میرے پاس جمع ہو جائے اس کو سپرد کر دوں ۔ پھر جب حارث نے حسب وعدہ ایمان لانے والوں کی زکوٰۃ جمع کر لی اور وہ مہینہ اور تاریخ جو قاصد بھیجنے کے لیے طے ہوئی تھی گزر گئی اور آپ کا کوئی قاصد نہ پہنچا تو حارث کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کسی بات پر ناراض ہیں ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ وعدے کے مطابق اپنا آدمی نہ بھیجتے ۔ حارث نے اس خطرہ کا ذکر اسلام قبول کرنے والے سرداروں سے کیا اور ارادہ کیا کہ یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں

ادھر واقعہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ تاریخ پر ولید بن عُقبہ کو اپنا قاصد بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیج دیا تھا مگر ولید بن عقبہ کو راستے میں یہ خیال آیا کہ اس قبیلہ کے لوگوں سے میری دشمنی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے قتل کر ڈالیں ۔ اس خوف کے سبب وہ راستہ ہی سے واپس ہو گئے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر یہ کہا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا ۔ اور حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں ایک دستہ مجاہدین کا روانہ کیا ۔

ادھر یہ دستہ مجاہدین کا روانہ ہوا ۔ ادھر سے حارث مع اپنے ساتھیوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلے ۔ مدینہ کے قریب دونوں کی ملاقات ہو گئی ۔ حارث نے ان لوگوں سے کہ آپ کن لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہو ۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم

Marfat.com

تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ حارث نے سبب پوچھا تو اس کو واقعہ ولید بن عقبہ کے بھیجنے کا اور ان کی واپسی کا بتلایا گیا اور یہ کہ ولید بن عقبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بیان دیا ہے کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور میرے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حارث نے یہ سن کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے ولید بن عقبہ کو دیکھا تک نہیں اور نہ وہ میرے پاس آئے۔ اس کے بعد حارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حارث نے کہا ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغام حق دے کر بھیجا ہے نہ وہ میرے پاس آئے نہ میں نے ان کو دیکھا۔ پھر جب وقت مقررہ پر آپ کا قاصد نہ پہنچا تو مجھے خطرہ ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور ہوا جس پر حضور ناراض ہوئے اس لیے میں حاضر خدمت ہوا۔ حارث فرماتے ہیں کہ اس پر سورۃ الحجرات کی آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر)

بعض روایات میں ہے کہ ولید بن عقبہ حسب الحکم بنی المصطلق پہنچے۔ اس قبیلہ کے لوگوں کو چونکہ یہ معلوم تھا کہ اس تاریخ پر حضورؐ کا قاصد آئے گا۔ یہ تعظیماً بستی سے باہر نکلے کہ ان کا استقبال کریں۔ ولید بن عقبہ کو یہ شبہ ہو گیا کہ یہ شاید پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آئے ہیں وہیں سے واپس ہو گئے اور جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گمان کے مطابق یہ عرض کر دیا کہ وہ لوگ زکوٰۃ

Marfat.com

دینے کے لیے تیار نہیں بلکہ وہ میرے قتل کے درپے ہوئے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا اور یہ ہدایت فرمائی کہ خوب تحقیق کر لیں اس کے بعد کوئی اقدام کریں۔ خالد بن ولید نے بستی سے باہر رات کو پہنچ کر قیام کیا۔ اور تحقیق حال کے لیے چند آدمی بطور جاسوس کے خفیہ بھیج دیئے۔ ان لوگوں نے آکر خبر دی کہ یہ سب لوگ اسلام و ایمان پر قائم ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ اور بھی کوئی بات خلاف اسلام نہیں پائی گئی۔ خالد بن ولید نے واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ بتلایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (یہ ابن کثیر کی متعدد روایات کا خلاصہ ہے) اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی شریر فاسق آدمی اگر کسی شخص یا قوم کی شکایت کرے ان پر کوئی الزام لگائے تو اس کی خبر یا شہادت پر بغیر مکمل تحقیق کے عمل کرنا جائز نہیں۔

آیت سے متعلقہ احکام و مسائل

امام جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی فاسق کی خبر قبول کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ دوسرے ذرائع سے تحقیق کر کے اس کا صدق ہونا ثابت نہ ہو جائے کیونکہ اس آیت میں ایک قرأت فَتَثَبَّتُوْا کی ہے جس کے معنی ہیں کہ اس پر عمل کرنے اور اقدام میں جلدی نہ کرو بلکہ ثابت قدم رہو جب تک کہ دوسرے ذرائع سے اس کا صدق ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ اور جب فاسق کی خبر قبول کرنا جائز نہ ہوا تو شہادت قبول کرنا بدرجۂ اولیٰ ناجائز

Marfat.com

ہوگا کیونکہ ہر شہادت ایک خبر ہوتی ہے جو حلف اور قسم کے ساتھ مؤکد کی جاتی ہے اس لیے جمہور علماء کے نزدیک فاسق کی خبر یا شہادت شرعاً قبول نہیں ہے البتہ بعض معاملات اور حالات میں فاسق کی خبر اور شہادت کو بھی قبول کر لیا جاتا ہے۔ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ آیت قرآن میں اس حکم کی ایک خاص علت منصوص ہے یعنی ان تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ تو جن معاملات میں یہ علت موجود نہیں وہ آیت کے حکم میں داخل نہیں یا مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً یہ کہ کوئی فاسق یا کافر بھی کوئی چیز لائے اور یہ کہے کہ فلاں شخص نے یہ آپ کو ہدیہ بھیجا ہے تو اس کی خبر پر عمل جائز ہے۔ اس کی مزید تفصیل کتب فقہ معین الاحکام وغیرہ میں ہے (یہاں تک اس آیت کی تفسیر معارف القرآن تالیف مفتی محمد شفیعؒ سے منقول ہے)

بغیر تحقیق فیصلہ کرنیوالے

قضاۃ کی اخروی سزا کا بیان

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶)

اور مت عمل کر اس چیز پر جس کا تجھے علم نہیں۔ بے شک کان آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

Marfat.com

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ
اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ
وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ○

جس دن ان پر ان کی
زبانیں اور ان کے ہاتھ
پاؤں گواہی دیں گے جو
کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

(سورۃ النور آیت ۲۴)

وَيَوْمَ يُحْشَرُ
اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى
النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ
○ حَتّٰٓى اِذَا مَا
جَآءُوْهَا شَهِدَ
عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ
وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

اور جس دن اللہ کے
دشمن دوزخ کی طرف
ہانکے جائیں گے تو وہ
روک لیے جائیں گے
یہاں تک کہ جب وہ
اس کے پاس آپہنچیں گے
تو ان پر ان کے کان،
آنکھیں اور ان کی کھالیں
گواہی دیں گی جو کچھ وہ
کیا کرتے تھے۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ
لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا
قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا
اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ
كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ

اور وہ اپنی کھالوں سے
کہیں گے کہ تم نے ہمارے
خلاف کیوں گواہی دی
وہ کہیں گے کہ ہمیں اللہ
نے گویائی دی جس نے
ہر چیز کو گویائی بخشی ہے

Marfat.com

تُرْجَعُوْنَ ○ اور اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ○

اور تم اپنے کانوں اور آنکھوں اور چمڑوں کی اپنے اوپر گواہی دینے سے پردہ نہ کرتے تھے لیکن تم نے یہ گمان کیا تھا جو کچھ تم کرتے ہو اس میں سے بہت سی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا اور تمہارے اسی خیال نے جو تم نے اپنے رب کے حق میں کیا تھا برباد کیا، پھر تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ پس اگر وہ صبر کریں تو بھی ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے اور اگر وہ معافی چاہیں گے تو انہیں معافی نہیں دی جائے گی۔

(سورۃ حم سجدہ آیت ۱۹ تا ۲۴)

Marfat.com

تفسیر

یہاں اس بحث میں سات آیات نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ بنی اسرائیل کی ہے دوسری سورۃ النور کی ہے اور باقی پانچ آیتیں سورۃ حٰمٓ سجدہ کی ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل والی آیت میں دو چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ سوائے تحقیق کے کسی چیز پر عمل مت کرو۔ یہ حکم عام ہے۔ عوام گواہ اور حکام سب اس میں شامل ہیں۔ حکام کے لیے اس میں ہدایت یہ ہے کہ بلا تحقیق کسی شہادت پر عمل مت کرو۔ شہداء اور گواہوں کے لیے اس میں ہدایت یہ ہے کہ سوائے تحقیق اور علم کے کسی چیز کی گواہی نہ دو۔ اور دوسری چیز اس میں یہ بیان فرمائی ہے کہ کانوں سے آنکھوں سے اور دل سے بھی سوال کیا جائے گا کیونکہ یہ تینوں چیزیں اور نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے عطا فرمائی ہیں کہ انسان ان ذرائع سے علم صحیح حاصل کرے اور غلط کا امتیاز کرے۔

اس کے بعد سورۃ النور کی آیت ہے اس میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز اس سے پہلے سورۃ بنی اسرائیل والی آیت میں جو لفظ مسئول آیا ہے اس کی تشریح ہے۔ یعنی اس سوال سے مراد شہادت ہے یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان کے کان سے آنکھ سے اور دل سے بھی گواہی لیں گے کہ تم سے کیا کیا کام لیا گیا۔ مثلاً کان سے سوال ہوگا کہ تجھ سے کیا کیا باتیں سنی گئی تھیں۔ آنکھ سے سوال ہوگا کہ تجھ سے کیا کیا چیزیں دیکھی گئی تھیں۔ اور دل سے سوال ہوگا کہ تجھ سے کیسے کیسے منصوبے سوچے گئے تھے۔ اس آیت میں دوسری چیز یہ بیان فرمائی

Marfat.com

کہ یہ سوال قیامت کے دن زبان سے ہاتھوں سے اور پاؤں سے بھی ہوگا اور وہ گواہی دیں گے۔ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ کان جو سنتا ہے آنکھ جو دیکھتی ہے اور دل جو سوچتا ہے۔ ہاتھوں سے پاؤں سے اور زبان سے اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد سورۃ حٰمٓ سجدہ کی آیتیں ہیں۔ ان میں پہلی دو آیتوں کی تشریح ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ بلا تحقیق عمل کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ مقدمے کی سماعت کے وقت حکام کو شہادت کی تحقیق کرنا چاہیئے۔

طریقۂ تحقیق شہادت

بہرحال ان آیات سے آشنا معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کی تحقیق ہونا چاہیئے اور فقہاء نے اس کے دو طریقے لکھے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ قاضی نے گواہ کی ظاہری حالت کو بھی دیکھنا ہوگا کہ اس کے اندر شریعت کی مقرر کی ہوئی شرطیں موجود ہیں یا نہیں۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قاضی اپنی طرف سے اپنا ایک اعتمادی اس علاقہ کے اپنے ایک اعتمادی آدمی کے پاس خفیہ طور پر بھیجے جہاں وہ گواہ رہتا ہے اور اپنی طرف سے اس قاصد کو اس کے نام کی ایک چٹھی لکھ کر دے اور اس قاصد کو قاضی ہدایت کرے کہ یہ چٹھی انتہائی رازداری کے ساتھ فلاں تک پہنچانا ہے اور اس چٹھی میں مرسل الیہ کو یہ لکھے کہ فلاں مقدمے میں فلاں گواہ ہے۔ تم اس کی پوری کیفیات اہلیت شہادت وغیرہ

Marfat.com

لکھ کہ انتہائی رازداری سے اور خفیہ طور پر میرے پاس پہنچا دو۔ اور یہ مرسل علیہ صاحب عدل اور با اثر ہونا چاہیئے جو محلے کے لوگوں کے حالات اور اخلاق بھی جانتا ہو مگر یہ تزکیۃ الشہود اسی وقت ضروری ہے جب فریق مخالف ظن کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ یعنی گواہ فریقین کی رضا کے ہونے چاہیئں۔ اور اگر فریق مخالف ظن نہ کرے تو پھر تزکیۂ شہود ضروری نہیں ہے اور فقہا نے یہ بھی لکھا ہے کہ مُزَکِّیْ کے لیے اہلیت اور تعداد شہادت ضروری نہیں ہے اور تزکیہ علانیہ کے لیے اہلیت اور تعداد شہادت ضروری ہے۔ اور اس باب میں اور بھی آیات اور احادیث موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت تجسّس جائز ہے۔

مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمایا یَا بَنِیَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ الخ۔ اے میرے بیٹو جاؤ یوسف کو اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین کے پاس بارہ جاسوس بھیجے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہُدہُد سے اس کی غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو ہُدہُد نے کہا کہ میں یمن چلا گیا تھا وہاں میں نے ایک قوم کو پایا جو مشرک ہے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحقیق حال کے لیے اسی وقت اسے خط لکھ کر دیا اور فرمایا ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹ۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر بن سفیان کو مکہ والوں کے پاس جاسوس بنا کر بھیجا تھا تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ مکہ والے ہماری مزاحمت تو نہیں کریں گے اسی طرح

غزوۂ احزاب کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو مشرکین کی فوجوں میں بھیجا تھا تاکہ ان کی پوزیشن اور عزائم معلوم کر سکیں۔ یہ بڑے مفصل واقعات ہیں ہم نے اشارات دے دیئے ہیں۔ خاوند اپنی بیوی کا تجسس کر سکتا ہے۔ ماں اور باپ اپنی اولاد کا تجسس کر سکتے ہیں۔ حکام اپنی رعایا میں جاسوس مقرر کر سکتے ہیں غرضیکہ ہر ذمہ دار آدمی اپنے ماتحتوں میں جاسوس مقرر کر سکتا ہے

رفع اشتباہ در تطبیق آیات

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے ایمان والو بدگمانیوں
اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا	سے بہت بچو بے شک
كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ	بعض گمان گناہ ہیں اور
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ	ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ
اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا	کوئی کسی کی غیبت کرے
وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ	کیا تم میں سے کوئی پسند
بَعْضًا ط اَيُحِبُّ	کرتا ہے کہ اپنے مردہ
اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ	بھائی کا گوشت کھائے
لَحْمَ اَخِيْهِ	سو تم اس کو ناپسند
مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط	کرتے ہو۔ اللہ سے ڈرو
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ	اللہ توبہ قبول کرنے والا
تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝	مہربان ہے۔

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں سے منع فرمایا ہے بدگمانی سے، جاسوسی سے اور غیبت کرنے سے۔ اب یہاں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بدگمانی، جاسوسی اور غیبت منع ہے اور اس سے پہلی آیات میں تحقیق اور تزکیۂ شہود کا حکم گزرا ہے اور اس صورت میں بدگمانی بھی ہوگی، تجسّس بھی ہوگا اور غیبت بھی ہوگی۔ اب دونوں میں فرق کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے وہ عیوب جو ذاتی نوعیت کے ہوں جن کا کسی دوسرے پر اثر نہ پڑے تو ان کی جاسوسی اور غیبت جائز نہیں ہے اور اس آیت کا یہی مصداق ہے اور انسان کے وہ عیوب جن سے معاشرہ کے باقی افراد بھی متاثر ہوتے ہوں مثلاً چوری وغیرہ اور قاضی کے سامنے انہیں بیان کرنے سے ان کا ازالہ ہوسکتا ہو تو ان کا تجسّس اور غیبت جائز ہے اور اس سے پہلے تحقیق شہادت کے سلسلہ میں جو آیات گزری ہیں۔ ان کا مصداق بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہاں تک تو جھوٹی شہادت دینے والے کی اخروی سزا کا بیان گزرا ہے اور اس کی دنیاوی سزا متعین نہیں ہے۔ حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں ایسے سو درّوں کی سزا دیتے تھے اور اس کا منہ کالا کرتے تھے۔ اور قاضی شریح شہر میں اس کی تشہیر کراتے اور اگر کسی قوم کا ہوتا تو اس کی قوم میں اس کی تشہیر کراتے تھے۔ اگر قاضی اس کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر

چکا ہو تو فیصلہ کالعدم نہیں ہوگا اور تاوان اس جھوٹی شہادت دینے والے پر ڈالا جائے گا۔ بہرحال اس کی دنیاوی سزا بھی ضرور ہوگی تاکہ لوگ جھوٹی شہادتوں سے باز رہیں اور اس طرح کسی کی حق تلفی نہ کریں (ہدایہ)

جھوٹی شہادت کی اخروی اور دنیاوی سزا

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝
(سورۃ الحج آیت ۳۰-۳۱)

پھر بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی بچو۔ خاص اللہ کے ہو کر رہو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا۔ پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں یا اسے ہوا اڑا کر کسی اور جگہ پھینک دیتی ہے۔

عَنْ خُرَيْمِ ابْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

خریم بن فاتک نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَاَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۔

پڑھی۔ جب لوٹے تو سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تین مرتبہ فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ بت پرستی سے بچو اور جھوٹی شہادت سے بچو۔ خاص ایک اللہ کے ہو کر رہو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

رواہ ابوداؤد

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک آدھی آیت ہے اور ایک پوری آیت ہے اور ایک حدیث ہے۔ آدھی آیت میں دو حکم ہیں ایک بت پرستی سے اجتناب اور دوسرا جھوٹی شہادت سے پرہیز۔ دوسری آیت میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ایک شرک سے اجتناب اور دوسرا عقیدہ شرکیہ کا نقصان کہ مشرک کی حیثیت ایسی ہے جیسے کوئی شخص آسمان سے گر گیا ہو اور پھر اس کو پرندے اچک لیں یا اسے ہوا

Marfat.com

کسی گڑھے میں ڈال دے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسے شخص کی ہلاکت یقینی ہے، اسی طرح مشرک کی ہلاکت یقینی ہے۔ اور حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہی آیات تلاوت فرمائیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کس طرح ہے تو محدثین حضرات نے لکھا ہے کہ جس طرح مشرک اللہ کے بارے میں جھوٹ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا شریک ہے اور پھر بندگی جو اللہ تعالیٰ کا خاص حق ہے وہ ان جھوٹے خداؤں کو دے دیتا ہے۔ اسی طرح جھوٹی شہادت دینے والا جھوٹی شہادت دے کر ایک بندے کا حق دوسرے کو دلاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح مشرک کی ہلاکت یقینی ہے اسی طرح جھوٹی شہادت دینے والے کی ہلاکت یقینی ہے۔

شہادت کے لئے چار مرد ہونے چاہئیں

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ	اور تمہاری عورتوں میں سے
الْفَاحِشَةَ مِنْ	جو کوئی بدکاری کرے
نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا	ان پر اپنوں میں سے
عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً	چار مرد گواہ لاؤ۔ پھر
مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا	اگر وہ گواہی دے دیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۱۵)

تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ النور آیت ۲-۱۳)

بدکار عورت اور بدکار مرد سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو درّے مارو اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر ذرا رحم نہ آنا چاہیئے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیئے۔ یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ پھر جب وہ گواہ نہ لائے تو وہ اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

Marfat.com

تفسیر

یہاں اس بحث میں تین آیات نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ النساء کی ہے اور دوسری دو آیتیں سورہ النور کی ہیں۔ سورۃ النساء والی آیت میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اگر عورتیں بے حیائی (زنا) کا ارتکاب کریں تو اس کے ثبوت کے لیے چار گواہ لاؤ۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اگر وہ چار گواہ گواہی دے دیں تو پھر ان کو عمر بھر قید کر دو۔ یا اللہ تعالیٰ خود ہی ان کے لیے کوئی سبیل نکالے گا۔

اس کے بعد سورۃ النور کی دو آیتیں ہیں۔ پہلی آیت میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز سورۃ النساء کے آخری جملہ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا کی تشریح ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبیل نکالے گا۔ اور سورۃ النور کے پہلے جملے میں یہ سبیل متعین کر دی گئی ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو سو سو درّے مارنا ہے اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ ایمان والوں کو اس سزا میں نرمی نہیں برتنی چاہیئے۔ اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سزا کے وقت ایمان والوں کی ایک جماعت ہو۔ یعنی یہ سزا علانیہ عام ہونی چاہیئے

۱۔ اس کے بعد سورۃ النور کی آیت نمبر ۱۳ ہے اس کی تفصیل بڑی لمبی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین نے جب تہمت لگائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں ایک تو ان کی برات بیان فرمائی اور دوسرا یہ فرمایا کہ انکے پاس چار گواہ نہیں ہیں اس لیے بھی وہ جھوٹے

ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ باب زنا میں چار گواہ ہونے چاہیئں۔ مگر یہ آیات مجمل ہیں ان کی پوری تفصیل یہاں مذکور نہیں ہے کیونکہ یہاں یہ ذکر نہیں ہے کہ زانیہ اور زانی عاقل ہوں یا غیر عاقل۔ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، مجبور ہو یا غیر مجبور، بالغ ہو یا غیر بالغ۔ اس طرح یہ ذکر بھی نہیں ہے کہ گواہ اگر گواہی نہ دیں تو پھر کیا حکم ہے۔ اور اگر گواہی دیں تو اس کی کیفیت کیا ہو۔ اور اگر گواہ نہ ہوں مگر وہ زانیہ اور زانی خود اعتراف زنا کریں تو پھر کیا حکم ہے۔ ان تمام صورتوں میں یہ آیات مجمل ہیں۔ ان کی پوری تفصیل خلاصہ تفسیر القرآن جلد خامس میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم یا سو سو درّے تو اس لیے رکھی گئی ہے کہ زنا سے معاشرہ میں بے رحمی اور حق تلفی کا باب کھلتا ہے اور ایسے عناصر کی سزا رکھ کر اس کا سدّباب کیا ہے اور چار گواہ اس لیے رکھے گئے ہیں تاکہ اس ثبوت کو یقینی بنایا جا سکے۔ اور اس سلسلہ میں ایک کو شبہ ہو سکتا ہے، اور دو اور تین کو بھی ہو سکتا ہے لیکن جب چار نے دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ یہ فعل یقینی صادر ہوا ہو گا اور ان گواہوں کے لیے بھی شرطیں ہیں جو عنقریب عرض کی جائیں گی۔ چار گواہ مرد ہونے چاہیئں۔ قرآن کے ان صیغوں سے ایسے ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں یہاں جو صیغے استعمال کئے ہیں وہ مذکر کے ہیں۔ ایک مُسْلَمُو اور دوسرا شَهِدُوا یہ دونوں صیغے مذکر کے ہیں۔ اور چار گواہ مرد ہونے کی شرط قرآن مجید کے ان تین صیغوں سے معلوم ہوتی ہے۔ پہلا صیغہ اَرْبَعَةٌ ہے یہ اسم عدد ہے اور اسم عدد کا اصول یہ ہے کہ

اگر تمیز مؤنث ہو تو اسم عدد مذکر آتا ہے اور اگر تمیز مذکر ہو تو اسم عدد مؤنث آتا ہے۔ اور یہاں جب اسم عدد اربعہ مؤنث ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تمیز رجال ہوگی جو مقدر ہے۔ اور اسی طرح مِنْكُمْ بھی جمع مذکر حاضر کی ضمیر اور اِنْ شَهِدُوْا بھی جمع مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ پس ان صیغوں سے معلوم ہوتا ہے کہ باب زنا میں گواہ چار مذکر ہی ہونے چاہئیں۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ رضؓ سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے اس باب میں عورتوں کی شہادت قبول کی ہو۔

نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ گواہی کے سلسلہ میں اصل چونکہ مرد ہے اور عورت کو تو متبادل کے طور پر مرد کی جگہ رکھا گیا ہے اس لحاظ سے عورت کی شہادت میں کچھ شبہ سا پڑ جاتا ہے۔ اور حدود کا معاملہ ایسا ہے کہ یہ شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لیے عورت کی گواہی اس بات میں قبول نہیں کی جاتی اور اسی لیے بقیہ حدود و قصاص میں بھی عورت کی گواہی قبول نہیں مثلاً تہمت زنا اور شراب نوشی کی سزا ثابت کرنے کے لیے عورت کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

بقیہ معاملات میں گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ	اور اپنے مردوں میں سے
مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ	دو گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر

Marfat.com

لَوْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ	دو مرد نہ ہوں تو ایک
فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتَانِ	مرد اور دو عورتیں ۔ ان
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ	لوگوں میں سے جنہیں تم
الشُّهَدَاءِ اَنْ تَضِلَّ	گواہوں میں سے پسند کرتے
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ	ہو تاکہ اگر ان میں سے ایک
اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ط	بھول جائے تو دوسری اسے
(سورۃ بقرۃ ایت ۲۸۲)	یاد دلائے۔
وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ	اور دو معتبر آدمی اپنے
عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا	میں سے گواہ کر لو اور اللہ
الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۔	کے لیے گواہی پوری دو۔
(سورۃ الطلاق آیت ۲)	

تفسیر

یہاں اس بحث میں دو آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ بقرہ کی ہے اور دوسری آیت سورۃ الطلاق کی ہے۔ سورہ بقرہ والی آیت میں چار چیزیں ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ گواہ دو مرد ہونے چاہئیں۔ یہ حکم مدعی کو بھی ہو سکتا ہے اور حکام کو بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو۔ عورتیں اور تیسری چیز یہ ہے کہ گواہ فریقین کی رضامندی کے ہونے چاہئیں۔ اور چوتھی چیز دو عورتیں گواہ رکھنے کی علت بیان فرمائی ہے کہ اگر ایک ان میں سے گواہی دیتے وقت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔

Marfat.com

اس کے بعد سورۃ طلاق کی آیت ہے اس میں دو حکم ہیں ایک یہ ہے کہ دو گواہ عادل کر لیا کرو۔ یہ حکم سورۃ بقرہ والی آیت میں بھی بیان ہو گیا ہے وہاں ترضون کا ذکر ہے۔ اور یہاں ذَوَیْ عَدْلٍ کا ذکر ہے دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔

رفع اشتباہ

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بحث میں پہلی آیت تو ادھار کی بحث میں آئی ہے اور دوسری آیت طلاق کی بحث میں آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو معاملات میں تو گواہ دو اور عادل ہونے چاہئیں۔ ان دو کے علاوہ باقی معاملات میں تو کہیں ذکر نہیں کہ گواہ ہونے چاہئیں یا نہیں ہونے چاہئیں اور پھر وہ عادل ہوں یا غیر عادل اس کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن فقہاء حضرات ان دونوں آیتوں کو عام قرار دیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ باب الزنا کی تفصیل تو پہلے آ چکی ہے کہ اس میں چار گواہ مرد عادل ہونے چاہئیں اور اس کے علاوہ تمام معاملات میں انہیں دو آیتوں سے استدلال کیا جاتا ہے کہ گواہ دو ہونے چاہئیں اور دونوں عادل ہونے چاہئیں۔ وہ دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ البتہ حدِ قذف اور میں صرف دو مرد ہی گواہ ہو سکتے ہیں۔ عورتیں گواہ نہیں ہو سکتیں اس

Marfat.com

کی تفصیل پہلے آچکی ہے مثلاً نکاح، طلاق، وکالت، وصیت، نسب وغیرہ ان تمام معاملات میں دو مرد گواہ ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں البتہ وہ معاملات جہاں صرف عورتوں کی رسائی ہوسکتی ہے مردوں کی رسائی نہیں ہوسکتی مثلاً ولادت کی خبر، بکارت اور عورتوں کے بقیہ عیوب۔ ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔ اور اس استدلال کی وجہ یہ ہے کہ تمام مفسّرین کے نزدیک یہ مانا ہوا اصول ہے۔ کہ العبر لعموم الالفاظ لا الخصوص السّبب کہ اعتبار عام الفاظ کا ہوتا ہے۔ خاص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا۔ یعنی قوانین اور قواعد کلیہ سب کے لیے ہوتے ہیں کسی ایک فرد کے لیے نہیں بنائے جاتے۔ اسی لیے ان قوانین کے الفاظ بھی عام قسم کے ہوتے ہیں۔ اگر ان قوانین اور قواعد کی کوئی دفعہ کسی ایک فرد پر کسی واقعہ میں لاگو کی جائے تو اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ یہ قانون اسی کے لیے خاص کر دیا گیا ہے۔ کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص جس پر یہ قانون لاگو کیا گیا ہے وہ بھی اسکا ایک فرد اور مصداق ہے۔ ہاں اگر کسی کو ان قواعد کلیہ اور قوانین سے مستثنیٰ کرنا ہو اور انہیں خاص کرنا مقصود ہو تو قواعد میں ان کی استثنیٰ کر دی جاتی ہے۔

اسی طرح یہاں قرآن مجید میں ہے کہ اس کے بیان کردہ اصول سب کے لیے ہیں کسی ایک فرد یا قوم کے لیے نہیں ہیں۔ ہاں جہاں کہیں بعض کو مخصوص کرنا تھا کر دیا ہے مگر چونکہ نزول قرآن کے وقت اس کے پہلے مصداق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ بھی تھے اور

Marfat.com

جب آدمی آیاتِ قرآنیہ کو پڑھتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن سارا انہی کے لیے اترا ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ قرآن پوری نسلِ انسانی کی رشد و ہدایت کے لیے اتارا گیا ہے۔ اسی طرح یہ آیات ہیں بظاہر ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عادل دو گواہ صرف ادھار سدھار اور طلاق کے معاملہ میں ہونے چاہیئں حالانکہ یہ دونوں واقعات جزوی ہیں باقی قاعدہ کلیہ ہے کہ جہاں بھی حقوق ثابت کرنا ہو وہاں دو عادل گواہ مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں سوائے دو مستثنیات کے جن کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ بہرحال یہ آیات مجمل ہیں کیونکہ فیصلہ کرنے کی پوری تفصیل یہاں مذکور نہیں ہے پوری تفصیل احادیث میں ہے۔

گواہ مدّعی پیش کرے اور مدّعا علیہ پر قسم ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	ابن عباس سے روایت ہے
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی	کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو
قَالَ لَوْ یُعْطَی النَّاسُ	محض دعوے سے دے
بِدَعْوٰھُمْ لَادَّعٰی	دیا جائے تو لوگ لوگوں
نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ	کے خون اور مال کا مطالبہ
وَاَمْوَالَھُمْ وَلٰکِنَّ	کریں گے لیکن مدعا علیہ
الْیَمِیْنُ عَلٰی	پر قسم ہے۔ اس کو مسلم
الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ رَوَاہُ	نے روایت کیا ہے اور

Marfat.com

مُسْلِمُ وَ فِیْ شَرْحِہٖ لِلنَّوَوِی اَنَّہٗ قَالَ وَجَاءَ فِیْ رِوَایَۃِ الْبَیْھَقِیْ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اَوْ صَحِیْحٍ زِیَادَۃً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا لٰکِنَّ الْبَیِّنَۃَ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔

مسلم کی شرح نووی میں ہے اس نے کہا کہ بیہقی میں ایک روایت میں ہے جس کی سند حسن ہے یا صحیح ہے۔ ابن عباس سے زیادہ الفاظ آئے ہیں جو مرفوع ہیں کہ گواہ پیش کرنا مدعی پر ہے اور منکر پر قسم ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم وترمذی)

عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ پیش کرنا مدعی پر ہے اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔

تشریح

یہاں اس باب میں دو احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث ابن عباس رضؓ سے مروی ہے اور دوسری حدیث عمرو بن شعیب

Marfat.com

سے ۔ اور یہ دونوں حدیثیں قرآن مجید کی ان مذکورہ آیات کی تفسیر ہیں کیونکہ یہاں سورۃ بقرہ کی آیت کے پہلے جملہ میں فرمایا ہے ـــــ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۔ اپنے مردوں میں سے دو گواہ طلب کرو ۔ اگر اس امر کے مخاطب حکام ہیں تو اس کا مقصد یہ ہے کہ قاضی گواہوں کے سوا صرف دعوٰی پر فیصلہ نہ کرے اور اگر اس کے مخاطب مدعی ہیں تو پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ قاضی کے سامنے اپنے دعوٰی پر دو گواہ لاؤ صرف دعوٰی پر فیصلہ نہیں ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علت بیان فرمائی ہے کہ صرف دعوٰی پر فیصلہ کیوں نہیں ہوگا تو فرمایا کہ اگر صرف دعوٰی پر فیصلہ دیدیا جائے تو لوگ تو ایک دوسرے کا خون بھی مانگیں گے اور مال بھی مانگیں گے اس لیے صرف دعوٰی پر فیصلہ نہیں دیا جا سکتا ۔ بلکہ دعوٰی کے ساتھ ساتھ مدعی پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوٰی پر گواہ بھی پیش کرے ۔ اس کے بعد اگر مدعا علیہ مان جائے تو اسے مدعی کی چیز دینی پڑے گی ۔ اور اگر وہ نہ مانے تو اسے قسم اٹھانی پڑے گی ۔ یہ تو حضرت ابن عباس رضؓ والی حدیث کا مقصد ہے اور اس کے بعد جو عمرو بن شعیب رضؓ والی حدیث ہے اس کا بھی یہ ہی مقصد ہے ۔

Marfat.com

جھوٹی حلف سے انسداد کا طریقہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ

اے ایمان والو جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو وصیّت کے وقت تم سے دو صاحبِ عدل ہونے چاہئیں یا تمہارے سوا دو اور ہوں اگر تم زمین میں سفر کرو پھر تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے ان دونوں کو نماز کے بعد کھڑا کرو۔ وہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں اگر تمہیں کہیں شبہ ہو کہ ہم قسم کے بدلے مال نہیں لیتے اگر رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپاتے ورنہ ہم بے شک گناہگار ہوں گے پھر اگر اس

Marfat.com

عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا
اسْتَحَقَّآ اِثْمًا
فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ
مَقَامَهُمَا مِنَ
الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ
عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
فَيُقْسِمٰنِ
بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا
اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا
وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ
اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ
يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ
عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ
يَخَافُوْٓا اَنْ
تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ
اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى
الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

بات کی اطلاع ہو جائے
کہ وہ دونوں گناہ کے
مرتکب ہوئے تو ان کی
جگہ اور دو کھڑے ہوں
ان میں سے جن کا حق
دبایا گیا ہے جو سب سے
زیادہ میت کے قریب
ہیں پھر اللہ کی قسم کھائیں
کہ ہماری گواہی ان کی
گواہی سے زیادہ سچی ہے
اور ہم نے زیادتی نہیں
کی ورنہ ہم بیشک ظالموں
سے ہوں گے ۔ یہ اس
امر کا قریب ذریعہ ہے
کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک
طور پر ظاہر کر دیں ۔ یا
اس بات سے ڈر جائیں
کہ قسمیں اُن کی قسموں کے
بعد ردّ کی جائیں گی اور
اللہ سے ڈرتے رہو اور
سنو اور اللہ نافرمانوں کو

(سورۃ المائدہ ایت ۱۰۶ تا ۱۰۸)

Marfat.com

سیدھی راہ پر نہیں چلاتا۔

شانِ نزول

آیاتِ مذکورہ کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص بدیل نامی جو مسلمان تھا دو شخصوں تمیم وعدی کے ساتھ جو اس وقت نصرانی تھے بغرض تجارت ملک شام کی طرف گیا۔ شام پہنچ کر بدیل بیمار ہو گیا۔ اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اسباب میں رکھ دی اور اپنے دونوں رفیقوں کو اطلاع نہ کی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے دونوں نصرانی رفقاء کو وصیت کی کہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انہوں نے سب سامان لاکر وارثوں کے حوالے کیا۔ ایک چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا ملمع یا نقش تھے اس میں سے نکال لیا۔ وارثوں کو فہرست اسباب سے دستیاب ہوئی۔ انہوں نے اوصیا سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا یا کچھ زیادہ بیمار رہا کہ معالجہ وغیرہ میں خرچ ہوا ہو۔ ان دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا آخر معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں سے کسی طرح کی خیانت نہیں کی۔ نہ کوئی چیز اس کی چھپائی۔ آخر قسم پر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب سوال ہوا تو کہنے لگے کہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا۔ چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اس لیے ہم نے پہلے اس کا ذکر

Marfat.com

نہیں کیا۔ مبادا ہماری تکذیب کر دی جائے۔ میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا۔ اب پہلی صورت کے برعکس اوصیا خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے۔ شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا۔ اور یہ دونو نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم پر) وہ وارثوں کو دلائی گئی۔

معارف و مسائل

مسئلہ ۱ : میت جس شخص کو مال سپرد کر کے اس کے متعلق کسی کو دینے دلانے کے لیے کہہ جاوے وہ وصی ہے اور وصی ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔ مسئلہ ۲۔ وصی کا مسلمان اور عادل ہونا خواہ حالت سفر ہو یا حضر افضل ہے لازم نہیں۔ مسئلہ ۳ جسے مقدمے پر مجبور کیا جا سکے وہ مدعی ہے اور دوسرا مدعا علیہ ہے مسئلہ ۴ مدعی سے گواہ لیے جاتے ہیں۔ اگر موافق ضابطہ شرعی کے پیش کر دے مقدمہ وہ پاتا ہے اور اگر پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور مقدمہ وہ پاتا ہے البتہ اگر قسم سے انکار کر جائے تو پھر مدعی مقدمہ پاتا ہے۔ مسئلہ ۵ قسم کی تغلیظ زمان یا مکان کے ساتھ جیسا کہ آیت مذکورہ میں کی گئی ہے حاکم کی رائے پر ہے لازم نہیں ہے۔ اس آیت سے بھی لزوم ثابت نہیں ہوتی اور

Marfat.com

دوسری آیات اور روایات سے اطلاق ثابت ہوتا ہے مسئلہ ۶: اگر مدعا علیہ کسی ایسے فعل کے متعلق قسم کھاوے تو الفاظ یہ ہوتے ہیں کہ مجھ کو اس فعل کی اطلاع نہیں۔ مسئلہ ۷: اگر میراث کے مقدمہ میں وارث مدعا علیہ ہو تو جن کو شرعاً میراث پہنچتی ہے ان پر قسم آوے گی خواہ واحد ہو یا متعدد اور جو وارث نہیں ان پر قسم نہ ہوگی۔ (معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیعؒ)

پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ پر قسم آئے گی۔ اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ وہ جھوٹی قسم اٹھالے گا تو اس کے انسداد کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یعنی نماز کے بعد ان کو کھڑا کر دو اور پھر وہ قسم اٹھائیں۔ اب ایسے موقعہ پر جھوٹ کا احتمال کم ہے کیونکہ نماز پڑھنے سے اوّلاً تو اس کے دل میں اللہ کی عظمت آئیگی جگہ بھی متبرک ہے اور تمام نمازیوں کے سامنے بھی ہوگا۔ اور اگر ساتھ ساتھ قرآن پر بھی حلف لیا جائے تو امید قوی ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔ اگر اس کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا تو وہ سچ کہہ دے گا۔ اور آج کل چونکہ فیصلے مسجدوں میں نہیں ہوتے۔ علیحدہ کچہریاں قائم کر دی گئی ہیں۔ اور لوگ جھوٹی قسموں کے ذریعہ ہزاروں حق تلفیاں کر رہے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کو جھوٹی قسموں سے روکنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

Marfat.com

جھوٹی حلف اُٹھانے کی اخروی سزا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ صَبْرٍ وَ هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ هُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقَ ذَالِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ)

ابن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مستقلاً قسم اٹھائے اور وہ اس میں جھوٹا ہو تاکہ وہ لے اس کے ذریعہ مال مسلمان آدمی کا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اتاری کہ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ

آخرت میں اُن کا کوئی حصّہ نہیں ہے اور ان سے اللہ کلام نہیں کرے گا

Marfat.com

وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(سورۃ آلِ عمران ایت ۷۷)

اور قیامت کے دن ان کی طرف نہ دیکھے گا اور انہیں پاک بھی نہ کرے گا اور ان کے لیئے دردناک عذاب ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ۔

ابی امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان آدمی کا حق اپنی قسم کے ذریعہ کاٹ لے تو اللہ نے اس کے لیے آگ واجب کی ہے اور جنت اس پر حرام کی ہے پس ایک شخص نے کہا کہ اگرچہ تھوڑی چیز ہو اے اللہ کے رسول۔ تو آپ نے فرمایا اگرچہ پیلوں کے درخت کی شاخ ہو۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ
وَاَنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ
اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ
اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ
بِحُجَّتِهٖ مِنْ
بَعْضٍ فَاَقْضِي
لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا
اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ
قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ
مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ
فَلَا يَاْخُذْ نَّهٗ
فَاِنَّمَا اَقْطَعُ
لَهٗ قِطْعَةً مِنَ
النَّارِ
(مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ
اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ

علیہ وسلم نے فرمایا میں
ایک آدمی ہوں اور تم
میرے پاس جھگڑتے
ہوئے آتے ہو اور ہو
سکتا ہے کہ تم ایک زیادہ
چرب زبان ہو دوسرے
سے ساتھ اپنی حجت کے
تو فیصلہ کروں میں اس
کے موافق جو اس سے
سنوں۔ پس جو شخص کہ
فیصلہ کروں میں اس سے
اس کے بھائی کے حق
میں سے کچھ بھی تو اسے
وہ چیز نہیں لینا چاہیئے
یقیناً میں اس کے لیے
آگ کا ٹکڑا کاٹ رہا ہوں

حضرت عائشہ سے روایت
ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب
سے زیادہ ناپسند آدمی سب

اَلْخَصُوْمُ ،	سب سے زیادہ جھگڑا
(مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ)	کرنے والا ہے۔
وَعَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ	علقمہ بن وائل نے اپنے
وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ	باپ سے روایت کی ہے
قَالَ جَاءَ رَجُلٌ	کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
مِنْ حَضْرَمَوْتَ	وسلم کے پاس حضرموت
وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَه	سے ایک آدمی آیا اور
اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	ایک کندہ سے آیا۔ حضرمی
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ	نے کہا یا رسول اللہ اس
الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ	شخص نے مجھ پر اور میری
اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ	زمین پر قبضہ کر لیا ہے
عَلٰى اَرْضٍ لِيْ	اور کندی نے کہا کہ یہ
فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ	زمین میری ہے اور
اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ	میرے قبضہ میں ہے
لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ	اس میں اس کا کوئی حق
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	نہیں ہے تو نبی صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ	علیہ وسلم نے حضرمی کو
اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا	فرمایا، ہے تیرے پاس
قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ	گواہ، اس نے کہا نہ کندی
قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	کو فرمایا کہ تجھ پر قسم ہے
اِنَّ الرَّجُلَ	تو حضرمی نے کہا یا رسول اللہ

Marfat.com

فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذَالِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَدْبَرَ لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَاْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

یہ فاجر آدمی ہے۔ یہ اس چیز کی پرواہ نہیں کرتا جس کی قسم اٹھانا ہو اور یہ کسی چیز کی قسم اٹھانے سے بچتا نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ تیرے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس وہ شخص قسم کے لیے چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا اگرچہ اس کا مال کھانے کے لیے زیادتی سے قسم اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس کی طرف توجہ نہیں کرے گا۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى

ابی ذر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو

Marfat.com

مَا لَيْسَ لَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

شخص اس چیز کا دعوےٰ کرے جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تلاش کرے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْئُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ

(مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ)

ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام لوگوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو ان کو ملیں گے پھر جو ان کو ملیں گے۔ پھر جو قوم آئے گی ان میں سے ہر ایک کی شہادت اتنی قسم کی وجہ سے سبقت لے جائے گی اور اس کی قسم ہی شہادت ہوگی۔

تشریح

یہاں اس باب میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ دوسری ابی امامہؓ سے، تیسری ام سلمہؓ

Marfat.com

سے، چوتھی عائشہ صدیقہؓ سے، پانچویں علقمہ سے، چھٹی ابی ذر سے اور ساتویں ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔ ان ساتوں حدیثوں میں جھوٹی قسم اٹھانے والوں کی اُخروی سزا بیان ہوئی ہے۔

ابن مسعودؓ کی پہلی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹی قسم کے ذریعہ جو کسی کا مال ہتھیائے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اس پر ناراض ہوگا اور آپؐ کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیت اتاری ہے۔ اس آیت میں بدعہد اور جھوٹی قسمیں اٹھانے والوں کے لیے پانچ قسم کا نقصان بیان فرمایا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا یعنی بھلائی نصیب نہیں ہوگی۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے شفقت کا کلام نہیں فرمائیں گے۔ تیسرا نقصان یہ ہے کہ اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ چوتھا نقصان یہ ہے کہ اس کو گناہوں کی گندگی سے پاک نہیں کریں گے۔ اور پانچواں نقصان یہ ہے کہ اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

دوسرے نمبر پر ابی امامہؓ والی حدیث ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے لیے دوزخ واجب اور جنت حرام ہوگی۔

تیسرے نمبر پر ام سلمہ والی حدیث ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فریب سے حاصل کی ہوئی دولت کو آگ کا ٹکڑا فرمایا۔ چوتھے نمبر پر حضرت عائشہؓ والی حدیث ہے اس میں آپؐ نے فرمایا کہ ایسے آدمی سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ بغض ہوتا ہے۔ پانچویں نمبر پر علقمہ والی حدیث ہے اس میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے ناراض ہوگا۔ چھٹے نمبر پر ابی ذر کی حدیث ہے اس میں آپؐ نے فرمایا کہ جو دوسرے کا مال

Marfat.com

ناجائز طور پر حاصل کرے وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے، وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تلاش کرے۔

ساتویں نمبر پر حضرت ابن مسعودؓ کی دوسری حدیث ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ آخری زمانہ میں بہت ہوں گے

مدعا علیہ زیادہ ہوں تو قرعہ اندازی سے ان میں سے ایک کو قسم دی جائے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	ابی ہریرۃ سے روایت
اَنَّ النَّبِیَّ	ہے کہ جناب نبی کریم
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَرَضَ عَلٰی قَوْمٍ	ایک قوم پر قسم پیش کی تو
الْیَمِیْنَ فَاَسْرَعُوْا	انہوں نے قسم اٹھانے
فَاَمَرَ اَنْ	کے لیے جلدی کی تو آپؐ
یُّسْهَمَ بَیْنَهُمْ	نے حکم دیا کہ ان کے درمیان
فِی الْیَمِیْنِ	قسم کے لیے قرعہ ڈالا جائے
اَیُّهُمْ یَحْلِفُ	کہ کون ان میں سے قسم
(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)	اُٹھائے۔

تشریح

شارحین حدیث نے اس حدیث کی دو صورتیں لکھی ہیں۔ ایک

Marfat.com

صورت تو ظاہر ہے حدیث سے معلوم ہوتی ہے کہ مدعی ایک تھا اور مدعا علیہ زیادہ تھے۔ مدعی کے پاس گواہ نہ تھے اس صورت میں مدعا علیہ پر قسم آتی ہے اور وہ زیادہ تھے۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ ان کے درمیان قُرعہ ڈالا جائے اور جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ قسم اٹھائے اور دوسری صورت یہ لکھی ہے کہ مدعی دو تھے اور مدعا علیہ ایک تھا۔ اور ان مدعیان میں سے ہر ایک اپنے لیے دعویٰ کرتا تھا اور دوسرے کا منکر تھا۔ اور تیسرا مدعا علیہ ان دونوں میں سے کسی کو نہیں جانتا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو مدعیان کے درمیان قرعہ اندازی کا حکم دیا۔ بہرحال دونوں صورتوں کا احتمال ہے اور دونوں کے لیے حکم یہی نظر آتا ہے کہ انہیں اس طرح قسم دی جائے۔

مدعی اور مدعا علیہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو متنازعہ چیز قرعہ اندازی سے تقسیم ہوگی

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ	ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ	وسلم سے روایت کی ہے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ	کہ دو شخص آپ کے پاس
رَجُلَیْنِ اِخْتَصَمَا اِلَیْہِ	وراثت کا جھگڑا لے کر
فِیْ مَوَارِیْثَ لَمْ	آئے اور ان کے پاس
تَکُنْ لَھُمَا بَیِّنَةٌ	گواہ نہیں تھے صرف دعویٰ
اِلَّا دَعْوَاھُمَا فَقَالَ	تھا تو آپ نے فرمایا کہ

Marfat.com

مَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَقَالَ : الرَّجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَقِّيْ هٰذَا لِصَاحِبِيْ فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ اِذْ هَبَا فَاقْتَسِمَا وَتَوَخَّيَا الْحَقَّ ثُمَّ اسْتَهِمَا ثُمَّ لِيُحَلِّلْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْكُمَا صَاحِبَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّمَا اَقْضِيْ بَيْنَكُمَا بِرَاْيِيْ فِيْمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيْهِ (مشکوٰۃ باب الاقضیہ بحوالہ ابوداؤد)

میں جس کو اس کے بھائی کا حق دے دوں تو اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹوں گا۔ تو ان میں سے ہر ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا یہ حق میرے ساتھی کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہ جاؤ اور اسے تقسیم کرو انصاف کرو پھر قرعہ ڈالو پھر حلال کرے ہر ایک تم میں سے اپنے ساتھی کو اور ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں مجھ پر کوئی وحی نہیں اتاری گئی۔

تشریح

اس حدیث سے چار چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ مدعی

Marfat.com

اور مدعا علیہ کے پاس جب گواہ موجود نہ ہوں تو قاضی متنازعہ چیز ان کے مابین مساویانہ تقسیم کرے اور حصوں کا انتخاب قرعہ اندازی سے کرے اور دوسری چیز یہ معلوم ہوتی ہے کہ قاضی اگر وہ چیز متنازعہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دے گا تو وہ چیز اس کے لیے حلال نہیں ہوگی بلکہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے اور تیسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم کے بعد ہر ایک ان میں سے کمی و بیشی ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ اور چوتھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اجتہاد تھا اس سلسلہ میں قرآن مجید کی کوئی آیت نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ ایسے مقدمہ میں اس سے زیادہ بہتر اور انصاف کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اگر مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے پاس گواہ ہوں تو فیصلہ صاحبِ قبضہ کے حق میں ہوگا

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَابَّةً فَاَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ اَنَّهَا دَابَّتُهٗ نَتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ایک چارپائے کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ چارپایہ اس کا ہے۔ اسی کے پاس پیدا ہوا ہے۔ تو رسول اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلَّذِیْ فِیْ یَدِہٖ۔ (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنّہ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فیصلہ کیا جس کے قبضہ میں تھا۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک چیز پر مدعی اور مدعا علیہ دونوں اپنے استحقاق کا دعویٰ کریں اور گواہ بھی پیش کریں تو قبضہ والے کے گواہوں کو ترجیح ہوگی اور مقدمہ وہ پائے گا۔

مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے پاس گواہ ہوں تو چیز نصف نصف ہوگی

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اِنَّ رَجُلَیْنِ ادَّعَیَا بَعِیْرًا عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْہُمَا شَاہِدَیْنِ فَقَسَمَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَہُمَا نِصْفَیْنِ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ بھی پیش کئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا۔

Marfat.com

طریقہ قسم کا بیان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ حَلِّفْہُ اِحْلِفْ بِاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ مَالَکَ عِنْدَکَ شَیْءٌ یَعْنِیْ لِلْمُدَّعِیْ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا جسے قسم دی تھی قسم اٹھاؤ۔ قسم اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس مدعی کا تیرے پاس کچھ نہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس میں آپ نے قسم کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ کی ذات کی قسم اُٹھانا ہے اور لفظ اللہ

Marfat.com

کے ساتھ آپ نے صفات کا ذکر بھی فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اللہ کے ساتھ صفاتِ خداوندی بطورِ تاکید بڑھا سکتے ہیں جیسا کہ یہاں فرمایا ہے کہ اَلَّذِیْ لا الٰہ الا ھو۔ اور اسی طرح اور صفات مثلاً عالم الغیب والشہادۃ ہو الرحمان الرحیم۔

دوسری حدیث ابن عمر والی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک ہے اور آیات قرآنی اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم تین قسم کی ہے۔ لغو ، غموس اور منعقدہ زمانہ ماضی میں کسی چیز کے بارے میں ہے یا نہیں کی قسم اٹھائے اور اسے یاد نہ ہو تو یہ لغو ہے اور زمانہ ماضی میں ہے یا نہیں کی قسم اٹھائے اور اسے یاد بھی ہو اور معاملہ برعکس ہو تو قسم غموس کہلاتی ہے۔ غموس کے معنی دریا میں غوطہ زنی کے ہیں۔ اور ایسا شخص قصداً اور جان بوجھ کر گناہ میں غوطہ لگاتا ہے اس لیے اسے غموس کہتے ہیں اور تیسری قسم منعقدہ ہے یہ زمانہ مستقبل کے بارے میں اٹھائی جاتی ہے کہ یہ کام کرنا ہے یا نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ یہاں اس بحث میں قسم سے مراد غموس ہے اور حضرت ابن عباسؓ والی حدیث کے اس جملہ (مالہ عندک شئ) سے بھی یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

عورت کی شہادت

فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ — پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں

وَامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲)

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (سورۃ الزخرف آیت ۱۸)

ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو تاکہ اگر ایک ان میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے

کیا اس کے لیے وہ ہے جو زیور میں پلتی ہے اور وہ جھگڑے میں کھل کر بات نہیں کر سکتی۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں پہلے تو سورۃ بقرہ کا ایک جملہ ہے۔ اس کی باقی تشریح تو گزر گئی ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ شہادت میں دو عورتوں کو ایک مرد کی جگہ رکھا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے تو سورۃ بقرۃ کے اس جملہ میں اس کی ایک وجہ بیان فرمائی ہے کہ اگر ایک ان میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ اور سورۃ الزخرف کی آیت سے اس کی دوسری وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ عورت جھگڑوں میں کھل کر بات نہیں کر سکتی۔ اور ان آیات کی مزید تشریح مندرجہ ذیل احادیث میں ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَنَّهٗ

ابی ہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی،

Marfat.com

قَالَ - يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ
تَصَدَّقْنَ وَاكْثُرْنَ
الْاِسْتِغْفَارَ فَاِنِّيْ
رَاَيْتُ كُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ
النَّارِ - فَقَالَتِ
امْرَاَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ
وَمَالَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ - قَالَ
تَكْثُرْنَ اللَّعْنَ
وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ
مَا رَاَيْتُ مِنْ
نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَ
دِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِيْ
لُبٍّ مِنْكُنَّ - قَالَتْ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا
نُقْصَانُ الْعَقْلِ
وَالدِّيْنِ قَالَ
اَمَّا نُقْصَانُ
عَقْلِهَا فَشَهَادَةُ
اِمْرَاَتَيْنِ تَعْدِلُ
شَهَادَةَ رَجُلٍ

جماعت صدقہ کیا کرو
اور کثرت سے استغفار کیا
کرو - میں نے تم سے
اکثروں کو دوزخ میں دیکھا
ہے - تو ان میں سے
ایک بڑی ہوشیار عورت
نے کہا یا رسول اللہ ہم کیوں
زیادہ دوزخی ہیں - تو آپ
نے فرمایا تم بکثرت لعنت
بھیجتی ہو اور خاوند کی ناشکری
کرتی ہو - اور میں نے
عقل اور دین کا نقصان یہ
دیکھا ہے وہ عقلمند آدمی
کی عقل لے جاتی ہیں - اس
نے کہا یا رسول اللہ عقل
اور دین کا کیا نقصان ہے
تو فرمایا کہ عقل کا نقصان
یہ ہے کہ دو عورتوں کی
گواہی ایک مرد کی گواہی
کے برابر ہے -

Marfat.com

فَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِيَا لَا تُصَلِّيْ وَتُفْطِرُ فِيْ رَمَضَانَ فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّيْنِ۔ (ابن کثیر)

پس یہ تو عقل کا نقصان ہے اور ٹھہری رہتی ہے کئی راتیں نماز نہیں پڑھتی ماہِ رمضان میں افطار کرتی ہے یہ دین کا نقصان ہے

لِقَوْلِهٖ علیہ السلام شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ اِلَيْهِ۔ (ہدایہ)

بوجہ فرمان نبی علیہ السلام کے عورتوں کی شہادت اس چیز میں جائز ہے جسے مرد نہ دیکھ سکیں۔

وَ رَوٰى عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهٖ عَنِ ابْنِ الشِّهَابِ الزُّهْرِيِّ قَالَ مَضَتِ السُّنَّةُ اَنْ تَجُوْزَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِيْمَا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ غَيْرُهُنَّ مِنْ وِلَادَتِ النِّسَاءِ وَعُيُوْبِهِنَّ۔ (حاشیہ ہدایہ)

اور عبدالرزاق نے اپنی تالیف میں ابن شہاب زہری (تابعی) سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک یہ ہی دستور چلا آرہا ہے کہ عورتوں کی گواہی وہاں جائز ہے جہاں ان کو غیر نہ دیکھ سکے مثلاً عورتوں کی ولادت اور عیوب وغیرہ۔

تشریح

یہاں ابوہریرہ والی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے اس جملہ اَنْ تَضِلَّ کی تشریح بیان فرمائی ہے کہ یہ تَضِلَّ ان کے عقل میں کچھ فتور کی وجہ سے ہے اور بعد والی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مردوں کی رسائی نہیں ہوتی مثلاً بکارت ولادت وہاں ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ایسے موقعہ پہ ایک مرد کی گواہی بھی بطریقہ اولیٰ معتبر ہے۔

کیونکہ جب حدیث میں آپ نے فرمادیا ہے کہ جہاں مردوں کی رسائی نہ ہو وہاں عورتوں کی گواہی معتبر ہے تو اس سے خود بخود معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی مرد بھی ایسے واقعات سے باخبر ہو تو وہاں اسکی گواہی بطریقۂ اولیٰ قبول ہونی چاہیئے۔ اور حدیث میں النساء کا لفظ آیا ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ جنس ہے اور قلیل اور کثیر کو بھی شامل ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ایسے مواقع میں اگر ایک عورت ہو تب بھی معتبر ہے۔

Marfat.com

کیا عورت آدھا انسان ہے تب دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے

دراصل یہاں حیثیات کا سوال نہیں ہے بلکہ انصاف مہیا کرنے کا سوال ہے کہ کس گواہ کے ذریعہ قاضی کو حق و انصاف کی شہادت مل سکتی ہے اور کس سے نہیں مل سکتی۔ اس لیے خالقِ کائنات نے اس سلسلہ میں کچھ اصول رکھے ہوئے ہیں۔ ان اصولوں پر اگر مرد پورے اترنے والے ہوں تو ان کی گواہی قبول ہوتی ہے اور اگر وہ ان اصولوں پر کاربند نہ ہوں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اصول ہیں۔ جن صورتوں میں عورتوں کی شہادت قبول کرنے کی اجازت دی ہے وہاں عورت ہی حق و انصاف کی شہادت دے سکتی ہے اور جن صورتوں میں عورت کی شہادت قبول کرنے کی اجازت نہیں دی وہاں دراصل عورتوں کی رسائی بھی ناممکن ہے جیسا کہ دنگا فساد کے مقدمات وغیرہ۔ اور اگر کہیں اس کی رسائی ہو بھی جائے تو وہ کھل کر بیان نہیں دے سکے گی جیسا کہ سورۃ زخرف کی آیت میں بیان ہو چکا ہے۔ و ھو فی الخصام غیر مبین کہ وہ جھگڑوں میں کھل کر بول نہیں سکتی۔ اور بالفرض کوئی عورت اگر ایسی ہو کہ وہ کھل کر بول سکتی ہو تو وہ تو ادرات میں سے ہے اور قواعد و کلیہ ہوتے ہیں جزئیات کی خاطر انہیں بدلا نہیں جا سکتا۔

نیز عورت کو اس میدانِ شہادت میں لے جانے سے اسکی عزت و آبرو بھی محفوظ نہیں رہے گی اور شریعت کا منشا یہ ہے کہ اس کی عزت

Marfat.com

کو داغ نہ لگے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر قرار دے کر اس کی حیثیت کو گھٹا دیا گیا ہے یہ انکی غلط فہمی ہے۔ اصل مقصد قاضی کو حق و انصاف کی شہادت مہیا کرنا ہے۔ جہاں عورت ایسی شہادت مہیا کر سکتی ہے وہاں اس کی گواہی قبول ہے اور اس کی صورتیں بھی بتا دی ہیں۔ اور جہاں وہ حق و انصاف کی شہادت مہیا نہیں کر سکتی وہاں اس کی گواہی قبول کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی صورتیں بھی بتا دی ہیں۔ نیز تربیت اولاد بھی عورت کی ذمہ داری رکھی گئی ہے۔ اگر کچہریوں کے چکر لگانے کی ذمہ داری بھی ان پر عائد کی جائے تو وہ اولاد کی تربیت صحیح نہیں کر سکے گی۔ اور عورتوں کے کچھ ذاتی مخصوص عوارضات بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے شریعت نے ان ایام میں انہیں نماز اور روزہ سے بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان عوارضات کے پیش نظر شریعت نے عورت کو بعض مشکل مراحل میں شہادت کے فریضہ سے مستثنیٰ کیا ہے۔

گواہی دینے کیلیے مدّعی کا مطالبہ ہونا چاہیئے

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ	گواہوں کو جب طلب کیا جائے
إِذَا مَا دُعُوا وَلَا	تو وہ انکار نہ کریں اور گواہی
تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ	مت چھپاؤ اور جو شخص
يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ	اسے چھپائے گا پس بیشک
قَلْبُهُ ط (سورہ بقرہ)	اس کا دل گناہ گار ہے۔

Marfat.com

عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِيْ يَاْتِيْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّسْاَلَهَا (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

زید بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں بہترین گواہ نہ بتاؤں جو مطالبہ سے پہلے گواہی دے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں قرآن کے دو جملے ہیں اور ایک حدیث ہے پہلے جملہ میں یہ فرمایا ہے کہ گواہوں کو جب طلب کیا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ اور یہ طلب کس نے کرنا ہے؟ تو ظاہر بات ہے کہ یہ طلب کرنا مدعی کا کام ہے کیونکہ گواہ نے اس کا حق ثابت کرنا ہے اور یہ گواہی اب اس پر فرض ہو جائے گی۔ ہاں اگر مدعی مطالبہ نہ کرے تو پھر گواہی دینا گواہ پر فرض نہیں ہے۔ اور دوسرے جملہ میں گواہی چھپانے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ جو گواہی چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہوگا۔ اور گواہی چھپانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ قاضی کے پاس گواہی دینے کے لیے جاتا نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کہے کہ مجھے اس کا علم نہیں حالانکہ وہ جانتا ہو۔

حدیث میں اس گواہ کو سب سے بہتر فرمایا ہے جس کو واقعہ کا علم ہو اور مدعی کو پتہ نہ ہو کہ اس کو علم ہے اور یہ مدعی کو بلا کر کہہ دے کہ مجھے

Marfat.com

اس واقعہ کا علم ہے میں یہ گواہی دُوں گا۔ یہاں دراصل مدعی کو گواہ تلاش کرنے پڑیں گے کہ کس کو اس واقعہ کا علم ہے اور کس کو نہیں ہے اور گواہوں میں سے بعض ایسے ہوں گے کہ انہیں واقعہ کا علم ہوگا مگر وہ گواہی دینے سے یا اس کے علم سے انکار کریں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ ان کو واقعہ کا علم نہیں ہوگا مگر وہ جھوٹی گواہی دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ ان کے پاس واقعہ کا علم ہوگا مگر مدعی کو ان کے بارے میں معلوم نہیں ہوگا۔ ایسا گواہ جو گواہی دے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے جو حق و انصاف سے گواہ ہوں گے یقیناً وہ بھی بہتری کے لائق تو ہیں اس لیے کہ انہوں نے بھی تو حق کی گواہی دے کر فریضہ ادا کیا ہے۔ مگر اس کا مقام ان سب سے اونچا ہے جس کے بارے میں مدعی کو علم نہ ہو اور وہ خود بخود مدعی کو کہے کہ مجھے اس واقعہ کا علم ہے میں یہ گواہی دوں گا اور وہ گواہی دے دے۔ اور اس کی سب سے بہتری کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حق و انصاف کا سب سے اونچا نمونہ پیش کیا ہے۔

مندرجہ ذیل اشخاص کی شہادت قبول نہیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ — عائشہ رضؓ سے روایت ہے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى — کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — علیہ وسلم نے فرمایا خیانت
لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ — کرنے والے مرد اور

Marfat.com

خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَلَا ذِیْ غِمْرٍ عَلٰی اَخِیْهِ وَلَا ظَنِیْنٍ فِیْ وَلَاءٍ وَلَا قَرَابَةٍ وَلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَیْتِ۔

عورت کی گواہی قبول نہیں اور نہ اس کی جسے تہمت کی حد ماری گئی ہو اور نہ دشمن اپنے بھائی پر اور نہ اس کی کہ متہم ہو ولاء میں اور قرابت میں اور نہ قناعت کرنے والی ایک گھر پر

(ترمذی)

عَنْ عَمْرِ ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِیَةٍ وَلَا لِذِیْ غِمْرٍ عَلٰی اَخِیْهِ. وَرُدَّ شَهَادَةُ الْقَانِعِ لِاَهْلِ الْبَیْتِ (ابوداؤد)

عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خائن مرد اور خائنہ عورت کی گواہی قبول نہیں اور نہ زانی مرد اور زانی عورت کی گواہی قبول ہے اور نہ دشمن کی گواہی اپنے بھائی پر اور ایک گھر پر قناعت کرنے والے کی گواہی ردّ کر دی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰى صَاحِبِ قَرْيَةٍ ۔ (یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں)

روایت کی ہے کہ جنگلی کی گواہی بستی والے کے خلاف قبول نہیں۔

تفسیر

اس باب میں مذکورہ احادیث سورۃ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں جو ترضون کا جملہ ہے اور سورۃ الطلاق کی آیت ۲ میں جو اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ کا جملہ آیا ہے اس کی تشریح ہے کیونکہ ان جملوں کا مقصد یہ ہے کہ گواہ دیانت دار ہونے چاہئیں اور جن پر فریقین راضی ہوں۔ اور ظاہر بات ہے کہ ان احادیث میں جن گواہان کی شہادت ممنوع قرار دی گئی ہے ان پر اگر ایک فریق راضی ہوگا تو دوسرا نہیں ہوگا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو مجمل جملوں کی تشریح بیان فرمادی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں آٹھ اشخاص کی گواہی قبول کرنے کو ناجائز فرمایا ہے۔ خیانت کرنے والا مرد[1]، خیانت کرنے والی عورت[2]، حد قذف[3] کا سزا یافتہ، دشمن[4]، ولاء[5] میں متہم یعنی جو غلام اپنی آزادی کی نسبت غیر آزاد کنندہ کی طرف کرے۔ قرابت[6] میں متہم یعنی اپنی نسبت غیر باپ کی طرف کرنے والا۔ ایسے چھ اشخاص تو بددیانت ہیں اس لیے ان کی شہادت قبول نہیں۔ ایک گھر پر قناعت[7] کرنے والے کی گواہی اس لیے قبول نہیں کہ اس میں طرف داری کا احتمال ہے۔ اور جنگلی[8] کی گواہی اس لیے قبول نہیں کہ وہ

عموماً آداب شہادت سے واقف نہیں ہوتے اور اگر کوئی جنگلی عادل ہو اور اصول شہادت کو جانتا ہو تو فقہا نے لکھا ہے کہ اس کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ قاضی کے پاس صحیح شہادت پہنچنا چاہیئے۔ پس جس شخص کی بھی بد دیانتی ظاہر ہوگی اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔ اور انہیں احادیث کی روشنی میں فقہا نے لکھا ہے کہ مخنث جو افعال قبیحہ کا مرتکب ہو۔ رونے اور گانے کا پیشہ کرنے والی عورت اور مرد، شراب نوشی، پرندوں سے کھیلنے والا، حمام میں بغیر چادر داخل ہونے والا، سود خور، جوا کھیلنے والا، صحابہؓ اور تابعین کو گالی دینے والا، والدین کا نافرمان، قتل ناحق کرنے والا۔ ان لوگوں کی شہادت قبول نہیں کیونکہ یہ تمام گناہِ کبائر ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں۔ اس کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے تو مخلوق کے حقوق کی رعایت کیسے کریں گے۔ اسی طرح باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں، ماں کے حق میں، دادا کے حق میں اور خاوند کی شہادت بیوی کے حق میں اور بیوی کی شہادت خاوند کے حق میں قبول نہیں اور نوکر اور ملازم کی شہادت اپنے مالک کے حق میں قبول نہیں کیونکہ یہاں طرفداری کا احتمال ہے اور منافع بھی مشترکہ ہے۔ ہاں اگر خفیہ ذرائع سے ان کی تصدیق ہو جائے تو پھر ان مذکورین کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اصل مقصد یہاں ان مذکورین کی ذات کو ہدف بنانا نہیں بلکہ اصل مقصد قاضی تک حق و انصاف کی شہادت پہنچانا ہے۔ اگر خفیہ ذرائع انکی تصدیق کر دیں تو ان کی گواہی قبول کرنے میں حرج نہیں اور فی زمانہ یہی صورت بہتر ہے ورنہ متقی گواہ کا ملنا آج کل مشکل ہے۔ اگر شہادت کی مذکورہ

Marfat.com

شرائط پر اصرار کیا جائے تو نظامِ عدالت بالکل معطل ہو جائے گا۔
کافر کی شہادت مسلمان کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ آیا ہے۔ دو گواہ طلب کرو اپنے مردوں میں سے۔ یہاں رجال سے مراد مسلمان ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ کافروں کی گواہی مسلمان کے خلاف جائز نہیں ہے کیونکہ شہادت کا مسئلہ دیانت پر مبنی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ متنازعہ چیز مدعی اور مدعا علیہ دونوں میں سے کسی کا حق ہے اور کافر مسلمان کا خیر خواہ نہیں ہوتا اس لیے اس کی شہادت ان دونوں میں سے کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف جائز نہیں ہے۔ شہادت کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں مذکور ہیں وہاں دیکھنا چاہیئے۔

مدّعی مدّعا علیہ اور شہداء کے بیانات اور قاضی کے فیصلہ کی تحریر ہونی چاہیئے

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ	اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا
تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا	اس کی میعاد تک لکھنے
اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى	میں سستی نہ کرو۔ یہ لکھنا
اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ	اللہ کے نزدیک انصاف
اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ	کو زیادہ قائم رکھنے والا
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ	ہے اور شہادت کا زیادہ
وَاَدْنٰٓى اَلَّا	دوست رکھنے والا ہے

Marfat.com

تَرْتَابُوْا ۔ اور زیادہ قریب ہے اس
(سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲) بات کے کہ تم کسی شبہ
میں نہ پڑو۔

تفسیر

اس آیت میں ایک حکم ہے اور تین اس کے فائدے بیان فرمائے ہیں۔ حکم یہ ہے کہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے قلمبند کرنا چاہیئے اور اس کے انعقاد کی تاریخ ابتدا اور انتہا بھی لکھنا چاہیئے۔ یہ حکم دیانت کے تمام شعبوں کو شامل ہے اور عدالتی نظام کو بھی شامل ہے کہ مدّعی جب قاضی کے سامنے کسی کے خلاف دعوٰی دائر کرے تو یہ درخواست بھی تحریری طور پر ہونی چاہیئے جس میں مدعی کا نام، ولدیت، قوم، گاؤں، ضلع اور تحصیل تحریر ہو اور اسی طرح مدعا علیہ کے کوائف درج ہونے چاہئیں اور نیز متنازعہ چیز کی تفصیل بھی ساتھ ہونا ضروری ہے اور اس میں قاضی سے استدعا ہونا چاہیئے کہ آپ ہمارے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ کریں۔ اور اب قاضی کا کام ہے کہ اس میں مدعی اور مدعا علیہ کو عدالت میں طلب کرے اور مدعی سے گواہ مانگے۔ اور گواہوں کے بیانات لکھے۔ کیونکہ شہادت دعوٰی کے مطابق ہوگی تب اسے قبول کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں قبول کیا جا سکتا۔ اس کے لیے بہترین دعوٰی اور شہداء کے بیانات کی تحریر ہے۔ اور یہ مطابقت شہادت اور دعوٰی کے درمیان بھی ضروری ہے۔ اور دونوں گواہوں کے بیانات میں بھی ضروری ہے۔

تضاد کی صورت میں شہادت قبول نہیں کی جا سکتی لہٰذا تحریر ضروری ہے تاکہ دعویٰ اور شہادت میں مطابقت ہو اور قاضی کے فیصلہ کی بھی تحریر ہونی چاہیئے۔ اور اس تحریر کا پہلا فائدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ انصاف والی چیز ہے اور دوسرا فائدہ یہ بیان فرمایا کہ اس سے گواہی زیادہ درست ہوگی اور تیسرا فائدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے کسی قسم کا شک و شبہ بھی نہیں ہوگا۔ باقی گواہوں کے بیانات کی متضاد صورتوں کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

کاتب اور گواہ کو تحفظ فراہم کیا جائے

وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ	اور چاہیئے کہ تمہارے
كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا	درمیان لکھنے والا انصاف
يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ	سے لکھے اور لکھنے والا
يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ	لکھنے سے انکار نہ کرے
اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ج	جیسا کہ اس کو اللہ نے
وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ	سکھایا ہے اسے چاہیئے
وَّلَا شَهِيْدٌ ط وَاِنْ	کہ لکھ دے اور لکھنے والے
تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ	کو اور گواہ بننے والے
فُسُوْقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا	کو تکلیف نہ دی جائے
اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ	اور اگر تم نے تکلیف دی
اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ	تو تمہیں گناہ ہوگا اور

Marfat.com

شَیْءٌ عَلِیْمٌ (سورۃ بقرہ آیت ۲۸۲)

اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

تفسیر

اس سے پہلے یہ مضمون آچکا ہے کہ مدعی، مدعا علیہ اور گواہان کے بیانات قلمبند ہونے چاہئیں اور جج کا فیصلہ بھی لکھنا چاہیئے۔ اور اب یہاں ان جملوں میں نو چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ مُحَرِّرٌ اور کاتب کوئی غیر جانبدار ہو۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں میں سے کسی ایک فریق کا آدمی نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کاتب کا لفظ فرمایا ہے۔ اور یہ نکرہ ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کاتب مدعی کا آدمی ہو یا مدعا علیہ کا آدمی ہو بلکہ فرمایا کاتِبٌ کوئی ایک لکھنے والا ہو۔ پس اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کوئی غیر جانبدار ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اگر جانب دار ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ تحریر میں وہ کمی بیشی کر جائے۔ تو انصاف مہیّا کرنے کے لیے جو محنت کی گئی ہے وہ سب ضائع اور برباد ہو جائے گی بقول شاعر: ہم دُعا لکھتے رہے اور وہ دغا پڑھتے رہے

ایک ہی نقطے نے محرم سے مجرم کر دیا

دوسری چیز یہ معلوم ہوتی ہے کہ کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے مَنْ کَتَمَ عِلْمًا یَعْلَمُہٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ (ابن کثیر)

جو شخص کسی علم کو چھپائے جسے وہ جانتا ہو تو قیامت کے دن اسکو آگ کی لگام

Marfat.com

ڈال دی جائے گی اور اس کی یہ سزا اس لیے ہوگی کہ اس کو اللہ تعالےٰ نے علم کی یہ نعمت پھیلانے کے لیے دی تھی چھپانے کے لیے نہیں دی تھی اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں صیغہ مضارع مجہول کا ذکر فرمایا ہے اور تکلیف کا ذکر نہیں فرمایا کہ کون سی تکلیف نہ دی جائے۔

پس معلوم ہوا کہ عموم مقصد ہے کہ کسی بھی فریق کی طرف سے کاتب اور گواہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔ فریق عام ہے خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ کاتب یا گواہ پر کسی قسم کا دباؤ ڈالیں کہ اس طرح لکھنا ہے اور اس طرح نہیں لکھنا۔ یا اس طرح گواہی دینا ہے اور اس طرح نہیں دینا۔ نیز کاتب اور گواہ اگر معذور ہوں یا ان کے پاس وقت نہ ہو تو انہیں مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اور اسی طرح اگر کاتب اپنے وقت کی اجرت مانگے یا گواہ اپنی آمد و رفت کا خرچ مانگے یہ انکا حق ہے وہ یہ مانگ سکتے ہیں اور اگر کاتب کو سوائے اجرت کے اور گواہ کو سوائے آمد و رفت کے خرچ کے مجبور کیا جائے تو یہ ناجائز ہے۔ یہ تمام صورتیں وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ میں شامل ہیں۔

چوتھی چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی ایسا کریگا تو یہ اس کے لیے گناہ ہے اور پانچویں چیز کاتب اور گواہان کو جو لوگ تکلیف دیتے ہیں انہیں خدا خوفی کا حکم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ کاتب اور گواہان کو تکلیف دیتے ہیں خدا اُن کے خلاف پوری طاقت کے ساتھ حرکت میں آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے اور چھٹی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ پاکیزہ تعلیم دے رہے ہیں۔ کہ کاتب اور گواہان پر دباؤ ڈال

Marfat.com

کر عدل وانصاف کی راہ بند نہ کرنا اور ساتویں چیز یہ بیان فرمائی کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ خدا کو ہمارے جرائم کا علم نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس سے تو کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ خواہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی۔ تو پھر تمہارے جرائم اس سے چھپے ہوئے کیسے رہ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ڈرو اور عدل وانصاف کی راہ بند نہ کرو۔ اب یہ کاتب کی اجرت دینا اور گواہ کو خرچ دینا مدعی کی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ نہ دے تو اس سے لے کر دینا حکومت کی ذمہ داری ہے اور اسی طرح اگر ان پر کوئی دباؤ ڈالے تو انہیں تحفظ فراہم کرنا بھی حکومت کا فریضہ ہے۔

مدّعی اور مدعا علیہ عدالت میں قاضی کے سامنے بیٹھیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَاكِمِ

عبداللہ ابن زبیر نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں حاکم کے سامنے بیٹھیں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ احمد وابوداؤد)

تشریح

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ قاضی

مدعی اور مدعا علیہ میں سے کسی کے ساتھ عدالت میں امتیازی سلوک نہیں کر سکتا خواہ وہ قوم برادری یا خاندان یا عہدے کے لحاظ سے کتنا ہی بڑا یا بااثر کیوں نہ ہو یا قاضی کا رشتہ دار یا دشمن کیوں نہ ہو یا اسی طرح مدعی اور مدعا علیہ میں سے دونوں یا کوئی ایک غیر مسلم کیوں نہ ہو۔

دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں بیٹھیں ان دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو کھڑا نہیں کرنا بلکہ بٹھانا ہے کیونکہ یہ مجرم نہیں ہیں بلکہ دونوں حق و انصاف طلب کرنے آئے ہیں جب تک کسی ایک کا جرم ثابت نہیں ہو جاتا کسی کو کھڑا نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ دونوں حاکم کے سامنے بیٹھیں۔ حاکم کے ایک طرف یا پہلو میں نہ بیٹھیں اور یہ تینوں اصول اس لیے رکھے ہیں کہ ان کا اعزاز بھی ہو جائے اور قاضی کی غیر جانبداری بھی برقرار رہے۔

اچھی سفارش کا اجر اور بُری کا گناہ اور عدلیہ بے اثر ہو گی

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ

جو کوئی اچھی بات میں سفارش کرے اسے بھی اس میں سے ایک حصّہ ملے گا اور جو کوئی بُری بات میں سفارش کرے اس میں سے ایک بوجھ اس پر بھی

Marfat.com

عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ مُّقِیْتًا ۝ (سورۃ النساء آیت ۸۵)

ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر

اس آیت میں شفاعت یعنی سفارش کو اچھی اور بُری دو قسموں میں تقسیم فرما کر اس کی حقیقت کو بھی واضح کر دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ نہ ہر سفارش بری ہے اور نہ ہر سفارش اچھی۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اچھی سفارش کرنے والے کو ثواب کا حصّہ ملے گا اور بُری سفارش کرنے والے کو عذاب کا۔ آیت میں اچھی سفارش کے ساتھ نَصِیْبٌ کا لفظ آیا ہے اور بُری سفارش کے ساتھ کِفْلٌ کا۔ اور لغت میں دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی کسی چیز کا ایک حصّہ۔ لیکن عرفِ عام میں لفظ نَصِیْبٌ اچھے حصّہ کے لیے بولا جاتا ہے اور لفظ کِفْلٌ اکثر بُرے حصّہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں اچھے حصہ کے لیے بھی لفظ کِفْلٌ استعمال ہوا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ ارشاد ہے۔ شفاعت کے لفظی معنی ملنے یا ملانے کے ہیں اسی وجہ سے لفظ شفعہ عربی زبان میں جوڑے کے معنی میں آتا ہے اور اس کے بالمقابل لفظ وِتر بمعنے طاق استعمال کیا جاتا ہے اس لیے شفاعت کے لفظی معنی یہ ہوئے کہ کسی کمزور طالبِ حق کے ساتھ اپنی قوّت ملا کر اس کو قوی کر دیا جائے۔ یا بے کس اکیلے شخص کے ساتھ خود مل کر اس کو جوڑا بنا دیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز شفاعت و سفارش کے لیے ایک تو یہ

Marfat.com

شرط ہے کہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو۔ اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہ پہنچا سکتا ہو آپ پہنچا دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف حق سفارش کرنا یا دوسروں کو اس کے قبول پر مجبور کرنا شفاعت سَیِّئَہ یعنی بُری سفارش ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سفارش میں اپنے تعلق یا وجاہت سے طریقہ دباؤ اور کا استعمال کیا جائے تو وہ بھی ظلم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں اس لیے وہ بھی شفاعت سَیِّئَہ میں داخل ہے۔ اب خلاصۂ مضمون آیت مذکورہ کا یہ ہوگا کہ جو شخص کسی شخص کے جائز حق اور جائز کام کے لیے جائز طریقہ پر سفارش کرے تو اس کو ثواب کا حصّہ ملے گا اور اسی طرح جو کسی ناجائز کام کے لیے یا ناجائز طریقہ پر سفارش کرے تو اس کو عذاب کا حِصّہ ملے گا۔ حصّہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے سفارش کی گئی ہے وہ جب اس مظلوم یا محروم کا کام کر دے تو جس طرح اس کام کرنے والے افسر کو ثواب ملے گا اسی طرح سفارش کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ اسی طرح کسی ناجائز کام کی سفارش کرنے والا بھی گناہ گار ہوگا۔ اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سفارش کرنے والے کا ثواب یا عذاب اس پر موقوف نہیں کہ اس کی سفارش مؤثر اور کامیاب بھی ہو بلکہ اسکو بہرحال اپنا حصّہ ملے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (رواہ البزار عن ابن مسعود و الطبرانی عنہ وعن سہل ابن بحوالہ مظہری) یعنی جو شخص کسی نیکی پر کسی کو آمادہ کر دے اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو۔ اسی طرح ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ابوہریرۃ رضؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ

Marfat.com

اَعَانَ عَلٰی قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ کَلِمَةٍ لَقِیَ اللّٰہَ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ اٰیِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰہِ (مظہری)
یعنی جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں ایک کلمہ سے بھی مدد کی تو وہ قیامت میں حق تعالیٰ کی پیشی میں اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم و مایوس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نیکی پر کسی کو آمادہ کرنا نیک عمل اور برابر کا ثواب ملتا ہے اسی طرح بدی اور گناہ پر کسی کو آمادہ کرنا یا سہارا دینا بھی برابر کا گناہ ہے۔ آخر میں ارشاد فرمایا : وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا لفظ مُقِیْت کے معنی لغت کے اعتبار سے قادر و مقتدر کے بھی ہیں۔ اور حاضر و نگران کے بھی۔ اور روزی تقسیم کرنے والے کے بھی۔ اور اس جملہ میں تینوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلے معنی کے اعتبار سے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ عمل کرنے والے اور سفارش کرنے والے کی جزا یا سزا اس کے لیے دشوار نہیں اور دوسرے معنی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران و حاضر ہے۔ اس کو سب معلوم ہے کہ کون کس نیت سے سفارش کر رہا ہے۔ محض لوجہ اللہ کسی بھائی کی امداد کرنا مقصود ہے یا کوئی اپنی غرض بطور رشوت کے اس سے حاصل کرتا ہے اور تیسرے معنی کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ رزق و روزی کی تقسیم کا تو اللہ تعالیٰ خود کفیل ہے جتنا کسی کے لیے لکھ دیا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ کسی کی سفارش کرنے سے وہ مجبور نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ جس کو جتنی چاہے روزی عطا فرمائے گا البتہ سفارش کرنے والے کو مفت میں ثواب مل جاتا ہے کہ وہ ایک کمزور کی اعانت کرتا ہے۔

Marfat.com

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کَانَ اللّٰہُ فِی عَوْنِ عَبْدِہٖ مَادَامَ فِی عَوْنِ اَخِیْہِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندہ کی امداد میں لگا رہتا ہے جب تک وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی امداد میں لگا رہے۔ اسی بنا پر صحیح بخاری کی ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَیَقْضِیَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَا شَاءَ۔ یعنی تم سفارش کیا کرو تمہیں ثواب ملے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ جو فیصلہ فرمائیں اس پر راضی رہو۔ اس حدیث میں جہاں سفارش کا موجب ثواب ہونا بیان فرمایا ہے وہاں یہ بھی بتلایا کہ سفارش کی حد بھی ہے کہ کمزور آدمی جو خود اپنی بات کسی بڑے تک پہنچانے اور اپنی حاجت صحیح طور پر بیان کرنے پر قادر نہ ہو تم اس کی بات وہاں تک پہنچا دو۔ آگے وہ سفارش مانے یا نہ مانے۔ اور اس شخص کا مطلوبہ کام پورا ہو یا نہ ہو اس میں آپ کا کوئی دخل نہ ہونا چاہیئے اور اس کے خلاف ہونے کی صورت میں آپ پر کوئی ناگواری نہ ہونا چاہیئے۔ حدیث کے آخری جملہ میں وَیَقْضِیَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَا شَاءَ کا یہی مطلب ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ سفارش کا ثواب یا عذاب اس پر موقوف نہیں کہ وہ سفارش کامیاب ہو بلکہ اس ثواب و عذاب کا تعلق مطلق سفارش کر دینے سے ہے۔ آپ نے شفاعت حسنہ کر دی تو ثواب کے مستحق ہو گئے اور شفاعتِ سیئہ کر دی تو عذاب کے مستوجب بن گئے۔ خواہ آپ کی سفارش پر عمل ہو یا نہ ہو۔ تفسیر بحرِ محیط اور بیان القرآن وغیرہ میں مَنْ یَّشْفَعْ میں لفظ مِنْھَا سببیہ قرار دے کر اس کی طرف اشارہ بتلایا ہے اور تفسیر مظہری میں

Marfat.com

امام تفسیر مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ سفارش کرنے والے کو سفارش کا ثواب ملے گا۔ اگرچہ اس کی سفارش قبول نہ کی گئی ہو۔ اور یہ بات صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ کسی دوسرے انسان کے پاس جو سفارش کی جائے اسکا بھی یہی اصول ہونا چاہیئے کہ سفارش کر کے آدمی فارغ ہو جائے اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے۔ جیسا کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کی آزاد کردہ کنیز سے یہ سفارش فرمائی کہ اس نے جو اپنے شوہر مغیث سے طلاق حاصل کر لی ہے اور وہ اسکی محبت میں پریشان پھرتے ہیں دوبارہ انہی سے نکاح کر لے۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر سفارش ہے تو میری طبیعت اس پر بالکل آمادہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکم نہیں سفارش ہے۔ بریرہؓ جانتی تھی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافِ اصول ناگواری نہ ہوگی۔ اس لیے صاف عرض کر دیا کہ پھر میں یہ سفارش قبول نہیں کرتی۔ آپ نے خوش دلی کے ساتھ ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔ یہ تھی حقیقت سفارش کی جو شرعاً باعث اجر وثواب تھی۔ آج کل لوگوں نے جو اس کا حلیہ بگاڑا ہے۔ وہ درحقیقت سفارش نہیں ہوتی بلکہ تعلقات یا وجاہت کا اثر اور دباؤ ڈالنا ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اگر سفارش نہ مانی جائے تو ناراض ہوتے ہیں بلکہ دشمنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ کسی ایسے شخص پر ایسا دباؤ ڈالنا کہ وہ ضمیر اور مرضی کے خلاف کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اکراہ واجبار میں داخل اور سخت گناہ ہے اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی کے مال یا کسی کے حق پر زبردستی قبضہ کرے وہ شخص شرعاً اور قانوناً آزاد خود مختار تھا۔ آپ نے اس کو مجبور کر کے اسکی آزادی

سلب کرلی ۔ اس کی مثال تو ایسی ہوگی کہ کسی محتاج کی حاجت پوری کرنے کے لیے کسی دوسرے کا مال چُرا کر اسے دے دیا جائے ۔

سفارشات پر کچھ معاوضہ لینا رشوت ہے

جس سفارش پر کوئی معاوضہ لیا جائے وہ رشوت ہے ۔ حدیث میں اس کو سحت اور حرام فرمایا ہے اس میں ہر طرح کی رشوت داخل ہے خواہ مال ہو یا یہ کہ اس کا کام کرنے کے عوض اپنا کوئی کام اس سے لیا جائے ۔ تفسیر کشاف وغیرہ میں ہے کہ شفاعت حسنہ وہ ہے جسکا منشأ کسی مسلمان کے حق کو پورا کرنا ہو یا اس کو کوئی جائز نفع پہنچانا یا مضرت اور نقصان سے بچانا ہو اور یہ سفارش کا کام بھی کسی دنیوی جوڑ توڑ کے لیے نہ ہو بلکہ محض اللہ کے لیے کمزور کی رعایت مقصود ہو اور اس سفارش پر کوئی رشوت مالی یا جانی نہ لی جائے اور یہ سفارش کسی ناجائز کام میں نہ ہو نیز یہ سفارش کسی ایسے ثابت شدہ جرم کی معافی کے لیے نہ بھی ہو جس کی سزا قرآن میں متعین و مقرر ہے ۔ تفسیر بحر محیط و مظہری وغیرہ میں ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنا بھی شفاعت حسنہ میں داخل ہے اور دُعا کرنے والے کو بھی اجر ملے گا ۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے ۔ وَلَكَ بِمِثْلٍ یعنی اللہ تعالیٰ تیری بھی حاجت پوری فرمائیں ۔

(معارف القرآن تالیف مفتی محمد شفیع)

حدود میں سفارش کرنا اور قبول کرنا جائز نہیں

عَنْ عَائِشَةَ اِنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَانُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ قریش (صحابہؓ) کو ایک مخزومی عورت کی وجہ سے فکر لاحق ہوئی جس نے چوری کی تھی۔ تو انہوں نے کہا کون بات کر سکتا ہے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کہا کہ اسامہ بن زید کے سوا یہ جرأت کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں پس اسامہؓ نے آپؐ سے بات کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک حد میں اللہ کی حدوں میں سے سفارش کرتے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ
الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ
كَانُوْا اِذَا سَرَقَ
فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ
تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ
فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ
اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ
وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ
اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ
مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ
لَقَطَعْتُ يَدَيْهَا۔
(متفق علیہ)

پھر آپ کھڑے ہوئے
اور خطبہ دیا اور فرمایا کہ
تم سے پہلے لوگوں کو
اسی چیز نے ہلاک کیا کہ
جب ان میں کوئی شریف
چوری کرتا تھا تو اس
کو چھوڑا لیتے تھے اور جب
کوئی کمزور چوری کرتا تو
اس پر حد قائم کرتے تھے
اللہ کی قسم اگر فاطمہ محمدؐ کی
بیٹی چوری کرے تو اس
کا ہاتھ بھی کاٹوں گا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ
قَالَتْ كَانَتِ امْرَاَةٌ
مَخْزُوْمِيَّةٌ تَسْتَعِيْرُ
الْمَتَاعَ وَ تَجْحَدُهٗ
فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ
يَدِهَا فَاَتٰى اَهْلُهَا
اُسَامَةَ فَكَلَّمُوْهُ
فَكَلَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور مسلم کی روایت میں ہے
عائشہؓ نے کہا کہ ایک
عورت تھی مخزومی جو لوگوں
سے سامان مانگ کر لیتی
پھر انکار کر دیتی تھی۔ تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا
حکم دیا تو اسکے رشتہ داروں
نے آکر اسامہ سے سفارش

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا شُقَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ مَا تَقَدَّمَ -

کی بات کی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں بات کی - پھر مسلم نے پہلے کی طرح حدیث نقل کی -

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهٗ دُوْنَ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَدْ صَادَّ اللّٰهَ وَمَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ وَمَنْ قَالَ فِيْ مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيْهِ

عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ جس کی سفارش اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کے سامنے حائل ہو تو اس نے اللہ سے ضد کی اور جس نے دیدہ و دانستہ کسی باطل میں جھگڑا کیا تو وہ ہمیشہ اللہ کے غصہ میں رہے گا جب تک کہ اس سے نکلے نہ اور جس نے کسی مؤمن کے بارے میں وہ بات کہی

Marfat.com

اَسْكَنَهُ اللّٰهُ فِيْ رَوْغَةِ الْخِبَالِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔	جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پیپ اور خون کے کیچڑ میں ٹھہرائیں گے جب تک کہ اس سے نکلے نہ جو بات اس نے کہی ہے

(یہ تینوں احادیث باب الشفاعت فی الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

یہاں اس بحث میں تین روایات ہیں پہلی تو بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے اور دوسری صرف مسلم کی روایت ہے۔ ان دونوں حدیثوں کی ناقلہ حضرت عائشہ رضؓ ہیں۔ اور تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے۔ پہلی دونوں حدیثوں کا مقصد یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مخزوم خاندان کی ایک عورت نے چوری کی اور اس عورت کی یہ عادت بھی تھی کہ لوگوں سے سامان مانگ کر لیتی تھی، پھر منکر ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس کی برادری کے لوگوں نے اس کی یہ شرعی سزا معاف کرانے کے لیے اسامہ بن زید کو سفارشی بنایا اور اس نے اس عورت کی آپ کے دربار میں سفارش کی۔ تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سفارش نہ مانی اور اس ناجائز سفارش کرنے پر حضرت اسامہ رضؓ کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو اور پھر اس کے بعد کھڑے ہو کر ایک خطبہ عام دیا اور فرمایا کہ پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ ان میں سے اگر کوئی شریف یا قوم کا بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسکو معاف

Marfat.com

کر دیتے تھے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تھا تو ان پر حد نافذ کرتے تھے اور فرمایا کہ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹوں گا۔

پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرعی حد میں سفارش قبول نہیں فرمائی اور ان سفارش کرنے والوں کو ڈانٹا تو معلوم ہوا کہ شرعی حدوں میں سفارش کرنا اور قبول کرنا ناجائز ہے۔

تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے اس میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ جس کی سفارش اللہ کی حدوں میں سے کسی حد میں حائل ہو جائے یعنی حاکم وقت اس کی سفارش کی وجہ سے حد معاف کر دے تو اس میں سفارش کرنے والے نے اللہ کی مخالفت کی ہے۔ شریعت میں چار جرائم کی سزا کو حدود اللہ کہتے ہیں۔ زنا[1]، تہمت[2] زنا، چوری[3] اور شراب نوشی[4] اس کے ماسوا سزاؤں کو تعزیرات کہتے ہیں۔ حدود اللہ مقرر ہیں ان کی تفصیلات کچھ تو خلاصہ تفسیر جلد خامس میں بیان ہو چکی ہیں اور کچھ جلد سادس میں بیان ہو چکی ہیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ عوام حدود اللہ کا قضیہ حاکم وقت کے پاس جانے سے پہلے پہلے معاف کر سکتی ہے۔ لیکن یہ قضیہ حاکم وقت کے پاس جانے کے بعد حکومت اس کو معاف نہیں کر سکتی اور اس سزا میں تبدیلی بھی نہیں کر سکتی اور پھر اس میں سفارش کرنا کرانا اور قبول کرنا بھی ناجائز ہے اور تعزیرات حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہیں حاکم وقت انہیں معاف بھی کر سکتا ہے اور جو مناسب سمجھے وہ سزا بھی دے سکتا ہے۔ دوسری چیز اس حدیث میں یہ بیان فرمائی کہ جو شخص جان بوجھ کر ناجائز کام میں جھگڑا کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ہاں اگر توبہ کرے تو معاف کر دیتا ہے تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ جو آدمی کسی مومن پر تہمت زنا لگائے تو اس کو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ خون اور سیپ کے کیچڑ میں ٹھہرائیں گے۔ ہاں اگر توبہ کرلے تو اس کو بھی معافی ہو جاتی ہے۔

تقرر وکیل اسکے فرائض اور اسکا حق الخدمت

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

(سورۃ الاعراف آیت ۱۴۲)

اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرا جانشین رہ اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدوں کی راہ پر مت چل۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ

(سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲)

پھر اگر وہ شخص کہ جس پر فرض ہے بے وقوف ہے یا کمزور ہے یا وہ بتلا نہیں سکتا تو اس کا کارکن ٹھیک طور پر لکھوا دے۔

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ

اور انصاف سے تجاوز کرکے یتیموں کا مال نہ کھاؤ اور ان کے بڑے ہونے کے ڈر سے اُن کا مال جلدی نہ کھاؤ اور جسے ضرورت نہ

بِالْمَعْرُوْفِ ط (سورۃ النساء آیت ۶)

ہو وہ تو یتیم کے مال سے بچے اور جو حاجت مند ہو تو مناسب مقدار کھالے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں تین آیات نقل کی گئی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ الاعراف کی ہے اور دوسری سورۃ البقرہ کی آیت کا ایک جملہ ہے اور تیسری سورۃ النساء کی آیت کے تین جملے ہیں۔ سورۃ الاعراف کی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا اور انہیں دو چیزوں کی ہدایت فرمائی۔ ایک یہ ہے کہ قوم کی اصلاح کرنا اور دوسری چیز یہ ہے کہ فسادیوں کے راستہ پر نہ چلنا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا خلیفہ مقرر کیا تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور مرضی سے ہی تو مقرر کیا ہوگا کیونکہ پیغمبر اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔

پس معلوم ہوا کہ جو کام انسان خود نہ کر سکے تو وہ دوسرے سے کرا سکتا ہے اور یہ انسان کی حوائج ضروریہ میں سے ہے کیونکہ کبھی انسان معذور ہوتا ہے اور اعذار اور عوارض بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اگر وکالت کا سلسلہ نہ ہو تو نظام ٹھپ ہو جائے گا۔ اس لیے شریعت نے ان عوارضات کے پیش نظر وکالت اور نمائندگی کی اجازت دی ہے اور اب وکیل کی ذمہ داریاں کیا ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے مختصر دو جملوں میں ان کو بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ ہے کہ مقدور بھر مفوضہ امور

Marfat.com

کی اصلاح کرنا اور اس سے آگے ان کی اصلاح ہونا یا نہ ہونا یہ اسکی ذمہ داری نہیں ہے اور دوسرے جملے میں فرمایا ہے کہ فسادیوں کے راستے کی اتباع نہ کرنا۔ یعنی مفوّضہ امور کو خود خراب نہ کرنا یعنی ایسا نہ ہو کہ وکیل مؤکّل کی مرضی کے خلاف فریق مخالف سے مل جائے

اس کے بعد سورۃ بقرہ کی آیت ۲۸۲ کا ایک جملہ ہے اس میں یہ فرمایا ہے کہ ادھار کا معاملہ آدمی خود نہ لکھ سکے تو اس کا ولی لکھے۔ اور مفسّرین نے لکھا ہے کہ ولی عام ہے خواہ اس کا وارث ہو یا غیر وارث ہو۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ وکالت اور نمائندگی جائز ہے اور اس کے بعد سورۃ النساء کے جملوں میں یتیموں کے اولیاء کو تین ہدایات فرمائی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ یتیم کا مال اسراف سے اور اُن کے بڑے ہونے کے ڈر سے جلدی جلدی نہ کھاؤ۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ غنی اولیاء کو یتیم کا مال بالکل ہی نہیں کھانا چاہیئے۔ اور تیسری ہدایت یہ ہے کہ تنگ دست اولیاء یتیم کے مال کو بقدر حاجت کھا سکتے ہیں۔ اور یہ اولیاء بھی عام ہیں خواہ اس یتیم کے اپنے حقیقی وارث ہوں یا حکومت کے مقرر کردہ ہوں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء یتیم بقدر حاجت یتیم کے مال میں سے کھا سکتے ہیں تو عام معاملات میں وکلاء بھی بقدر حاجت حق خدمت لے سکتے ہیں کیونکہ جس طرح وکیل بامر مجبوری پکڑ بلا رہا ہے اسی طرح اس وکیل کی ضروریات بھی مؤکل نے بامر مجبوری بقدر حاجت اسے ادا کرنا ہے اور یہ اس وکیل کا حق خدمت ہے۔

اب ذیل میں وکالت کی تائید میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے پیش کئے جائیں گے کہ آپ کی بھی عادت مبارکہ یہ ہی تھی کہ جب کبھی مدینہ سے باہر جانا ہوتا تو کسی شخص کو اپنا خلیفہ بنا کر جاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضؓ کو

Marfat.com

اپنا جانشین بنایا تھا اور ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن ام کلثوم کو اور کبھی کسی اور صحابی کو مقرر کرتے تھے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا جانور خریدنے کے لیے وکیل بنایا تھا۔ اور حضرت ام سلمہ رض کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں عمر بن ام سلمہ کو وکیل بنایا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وکالت جائز ہے اور وکالت کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

میاں بیوی کا اختلاف رفع کرنے کا طریقہ

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ	اور اگر تمہیں کہیں میاں بیوی
بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا	کے تعلقات بگڑ جانے
حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ	کا خطرہ ہو تو ایک منصف
وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ	مرد کے خاندان میں سے
اِنْ يُّرِيْدَآ	اور ایک منصف عورت
اِصْلٰحًا يُّوَفِّقِ	کے خاندان میں سے مقرر
اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ	کرو۔ اگر یہ دونوں صلح کرنا
اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا	چاہیں گے تو اللہ ان دونوں
خَبِيْرًا ۔	میں موافقت کر دے گا۔
(سورۃ النساء آیت ۳۵)	بے شک اللہ سب کچھ
	جاننے والا خبردار ہے۔

تفسیر

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں میاں بیوی کے درمیان اگر نزاع اور

Marfat.com

جھگڑا پیدا ہو جائے تو اُسے رفع کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ وہ یہ کہ ارباب حکومت یا فریقین کے اولیاء یا مسلمانوں کی کوئی مقتدر جماعت یہ کام کرے کہ ان کے آپس میں مصالحت کرانے کے لیے دو حَکَم مقرر کریں۔ ایک مرد کے خاندان سے دوسرا عورت کے خاندان سے۔ اور ان دونوں جگہ لفظ حَکَم تعبیر کر کے قرآن کریم نے ان دونوں شخصوں کے ضروری اوصاف کو بھی متعین کر دیا کہ ان دونوں میں جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی موجود ہو۔ اور یہ صلاحیت ظاہر ہے کہ اس شخص میں ہو سکتی ہے جو ذی علم بھی ہو اور دیانت دار بھی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک حَکَم مرد کے خاندان کا ہو اور ایک عورت کے خاندان کا منتخب کر کے دونوں میاں بیوی کے پاس بھیجے جائیں۔ اب وہاں جا کر یہ دونوں کیا کام کریں اور ان کے اختیارات کیا ہیں۔ قرآن کریم نے ان کو متعین نہیں فرمایا۔ البتہ آخر میں ایک جملہ ارشاد فرمایا :- اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یعنی اگر یہ دونوں حَکَم اصلاحِ حال اور باہمی مصالحت کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں امداد فرمائیں گے اور میاں بیوی میں اتفاق پیدا کر دیں گے۔ اس جملہ سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں۔ اول تو یہ کہ مصالحت کرانے والے دونوں حکم اگر نیک نیت ہوں اور دل سے چاہیں کہ ان کی باہم صلح ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہو گی۔ کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان کے ذریعہ دونوں میاں بیوی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اتفاق اور محبت پیدا فرما دیں گے۔ اس کے نتیجہ سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جہاں باہمی مصالحت نہیں ہو پاتی تو دونوں حَکَمین میں سے کسی جانب اخلاص کے ساتھ صلح جوئی

Marfat.com

میں کمی ہوتی ہے دوسری بات اس جملہ سے یہ بھی سمجھی جاتی ہے کہ ان دونوں حَکَمَین کے بھیجنے کا مقصد میاں بیوی میں صلح کرانا ہے اس سے زیادہ کوئی کام حَکَمَین کے بھیجنے کے مقصد میں شامل نہیں ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ فریقین رضامند ہوکر انہیں دو حَکَموں کو اپنا وکیل مختار یا ثالث بنا دیں ۔ اور یہ تسلیم کرلیں کہ دونوں مل کر جو فیصلہ بھی ہمارے حق میں دو گے ہمیں منظور ہوگا ۔ اس صورت میں یہ دونوں حَکَم کلی طور پر ان کے معاملہ کے فیصلہ میں مختار ہوجائیں گے ۔ دونوں طلاق پر متفق ہوجائیں تو طلاق ہوجائے گی ۔ دونوں مل کر خلعہ وغیرہ کی کوئی صورت طے کر دیں تو وہی فریقین مرد کی جانب سے دیئے ہوئے اختیار کی بنا پر ۔ عورت کو طلاق دے دیں تو فریقین کو ماننا پڑیگا سلف میں حسن بصریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی یہی تحقیق ہے (روح المعانی وغیرہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا ۔ اس میں بھی اس کی شہادت موجود ہے کہ ان دونوں حَکَموں کو از خود کوئی اختیار نہیں ہے بجز صلح کرانے کے ۔ جب تک فریقین اُن کو کلی اختیار نہ دیدیں ۔ یہ واقعہ سنن بیہقی میں بروایت عبیدہ سلمان اسی طرح مذکور ہے ۔ ایک مرد اور ایک عورت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور ان دونوں کے ساتھ بہت سی جماعتیں تھیں ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ ایک حَکَم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کریں جب یہ حَکَم تجویز کر دیئے گئے تو ان دونوں سے خطاب فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تمہاری ذمہ داری کیا ہے اور تمہیں کیا کرنا ہے ۔ سن لو اگر تم دونوں ان میاں بیوی کو یکجا رکھنے اور باہم مصالحت کرا دینے پر متفق ہوجاؤ ۔ تو ایسا ہی کرلو ۔ اور اگر تم یہ سمجھو کہ ان میں مصالحت نہیں ہوسکتی یا قائم نہیں رہ سکتی ۔ اور تم دونوں

کا اس پر اتفاق ہو جائے کہ ان میں جدائی ہی مصلحت ہے تو ایسا ہی کر لو۔ یہ سن کر عورت بولی کہ مجھے یہ منظور ہے یہ دونوں حَکَم قانونِ الٰہی کے موافق جو فیصلہ کر دیں خواہ میری مرضی کے مطابق ہو یا خلاف ہو مجھے منظور ہے۔ لیکن مرد نے کہا کہ جدائی اور طلاق تو میں کسی حال میں گوارا نہ کرونگا۔ البتہ حَکَم کو یہ اختیار دیتا ہوں کہ مجھ پر مال تاوان جو چاہیں ڈال کر اس کو راضی کر دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نہیں۔ تمہیں بھی ان حَکَمین کو ایسا ہی اختیار دینا چاہیئے جیسا عورت نے دیا ہے۔ اس واقعہ سے بعض ائمہ مجتہدین نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ ان حَکَمین کا با اختیار ہونا ضروری ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فریقین سے کہہ کر ان کو با اختیار بنوایا اور امام اعظم، ابو حنیفہؒ اور حضرت حسن بصریؒ نے یہ قرار دیا کہ اگر ان حَکَمین کا با اختیار ہونا امر کی، شرعی اور ضروری ہوتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد اور فریقین سے رضامندی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ فریقین کو راضی کرنے کی کوشش خود اس کی دلیل ہے کہ اصل سے یہ حکمین با اختیار نہیں ہوتے۔ ہاں میاں بیوی ان کو با اختیار بنا دیں تو با اختیار ہو جاتے ہیں۔

دوسرے نزاعات میں بھی

حَکَم کے ذریعہ مصالحت کرائی جائے

قرآن کریم کی اس تعلیم سے لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے متعلق ایک نئے باب کا نہایت مفید اضافہ ہوا جس کے ذریعہ عدالت و حکومت تک پہنچنے سے پہلے ہی بہت سے مقدمات

اور جھگڑوں کا فیصلہ برادریوں کی پنچایت میں ہوسکتا ہے۔ حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ باہم صلح کرانے کے لیے دو حکموں کے بھیجنے کی یہ تجویز صرف میاں بیوی کے جھگڑوں میں محدود نہیں۔ بلکہ دوسرے نزاعات میں بھی اس سے کام لیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ جھگڑنے والے آپس میں عزیز رشتہ دار ہوں۔ کیونکہ عدالتی فیصلوں سے وقتی جھگڑا تو ختم ہو جاتا ہے مگر وہ فیصلے دلوں میں کدورت و عداوت کے جراثیم چھوڑ جاتے ہیں جو بعد میں نہایت ناگوار شکلوں میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے قاضیوں کے لیے یہ فرمان جاری فرما دیا تھا کہ رُدُّوا الْقُضَاةَ بَيْنَ ذَوِي الْأَرْحَامِ حَتّٰى يَصْطَلِحُوا فَإِنَّ فَصْلَ الْقَضَاءِ يُوَرِّثُ الضَّغَائِنَ رشتہ داروں کے مقدمات کو انہیں میں واپس کرو تاکہ وہ خود برادری کی امداد سے آپس میں صلح کی صورت نکال لیں کیونکہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں کینہ و عداوت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ فقہاء حنفیہ میں سے قاضی قدس علاؤالدین طرابلسی نے اپنی کتاب معین الاحکام میں اور ابن شحنہ نے لسان الحکام میں اس فرمان فاروقی کو ایسے پنچایتی فیصلوں کی بنیاد بنایا ہے جس کے ذریعہ فریقین کی رضامندی سے صلح کی کوئی صورت نکالی جائے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ فاروقی فرمان میں یہ حکم رشتہ داروں کے باہمی جھگڑوں سے متعلق ہے مگر اس کی جو علت و حکمت اسی فرمان میں مذکور ہے کہ عدالتی فیصلے دلوں میں کدورت پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ یہ حکمت رشتہ دار اور غیر رشتہ دار میں عام ہے۔ کیونکہ باہمی کدورت اور عداوت سے سبھی مسلمانوں کو بچانا ہے اس لیے حکام اور قضاۃ کے لیے مناسب یہ ہے کہ مقدمات

Marfat.com

کی سماعت سے پہلے اس کی کوشش کرلیں کہ کسی صورت سے ان کے آپس میں رضامندی کے ساتھ مصالحت ہو جائے۔ غرض اس آیت میں انسان کی خانگی اور عائلی زندگی کا ایک جامع اور مکمل نظام ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر اس پر پورا عمل ہو جائے تو دنیا کے اکثر جھگڑے اور جنگ وجدال مٹ جائیں۔ مرد اور عورتیں سب مطمئن ہو کر اپنی خانگی زندگی کو ایک جنت کی زندگی محسوس کرنے لگیں اور خانگی جھگڑوں سے جو قبائلی اور جماعتی اور ملکی جھگڑے اور جنگیں کھڑی ہو جاتی ہیں ان سب سے امن ہو جائے۔ آخر میں پھر اس عجیب وغریب قرآنی نظام محکم پر ایک اجمالی نظر ڈالیے جو اس نے گھریلو جھگڑوں کے ختم کرنے کے لیے دنیا کو دیا ہے۔

(۱) گھر کا جھگڑا گھر ہی میں تدریجی تدبیروں کے ساتھ چکا دیا جائے۔

(۲) یہ صورت ممکن نہ رہے تو حکام یا برادری کے لوگ دو حکموں کے ذریعہ ان میں مصالحت کرا دیں تاکہ گھر میں نہیں تو خاندان ہی کے اندر محدود رہ کر جھگڑا ختم ہو سکے۔

(۳) یہ بھی جب ممکن نہ رہے تو آخر میں معاملہ عدالت تک پہنچے۔ وہ دونوں کے حالات ومعاملات کی تحقیق کر کے عادلانہ فیصلہ کرے۔ آخر میں اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا فرما کر دونوں حکموں کو بھی متنبہ فرما دیا کہ تم کوئی بے انصافی یا کج روی کرو گے تو تمہیں بھی ایک علیم وخبیر سے سابقہ پڑتا ہے اس کو سامنے رکھو۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع)

Marfat.com

عند اللہ مؤمن کی شان اور عظمت

اصلی مقصد قانون قصاص بیان کرنا ہے لیکن جب تک مؤمن کی شان اور عظمت واضح نہیں ہوگی قانون قصاص کی عادلانہ حیثیت واضح نہیں ہوسکتی۔ اس لیے پہلے مؤمن کی شان اور عظمت بیان ہوگی اور پھر قانون قصاص بیان کیا جائے گا۔ واللہ الموفق والمعین۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

سورۃ ابراہیم آیت ۲۴، ۲۵)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ پاک نے کلمہ پاک کی ایک مثال بیان کی ہے گویا وہ ایک پاک درخت ہے کہ جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل لاتا ہے اور اللہ لوگوں کے واسطے اپنی مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

تفسیر

مسند احمد میں بروایت مجاہد مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ

ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کوئی صاحب آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گودہ لایا۔ اس وقت آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ایک سوال کیا کہ درختوں میں ایسا درخت بھی ہے جو مرد مؤمن کی مثال ہے اور بخاری کی روایت میں اس جگہ یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس درخت کے پتے کسی موسم میں جھڑتے نہیں) بتلاؤ وہ درخت کونسا ہے؟ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ کھجور کا درخت ہے مگر مجلس میں ابوبکرؓ، عمرؓ اور دوسرے اکابر صحابہؓ موجود تھے۔ اُن کو خاموش دیکھ کر مجھے بولنے کی ہمّت نہ ہوئی۔ پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مؤمن کی مثال اس درخت سے دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ کلمہ طیّبہ میں ایمان اس کی جڑ ہے۔ جو بہت مستحکم اور مضبوط ہے۔ دنیا کے حوادث اس کو ہلا نہیں سکتے۔ مؤمنین کاملین صحابہ و تابعین بلکہ ہر زمانے کے مسلمانوں کی ایسی مثالیں کچھ کم نہیں کہ ایمان کے مقابلہ میں نہ جان کی پروا کی نہ مال کی اور نہ کسی دوسری چیز کا۔

دوسری وجہ ان کی طہارت و نظافت ہے کہ دنیا کی گندگیوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ جیسے بڑے درخت پر سطح زمین کی گندگی کا کوئی اثر نہیں ہوتا یہ دو وصف تو اَصْلُهَا ثَابِتٌ کی مثال ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کے درخت کی شاخیں بلند آسمان کی طرف ہوتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں پاکیزہ کلمات۔ مطلب یہ ہے کہ مومن جو اللہ تعالیٰ کا ذکر، تسبیح تہلیل، قرأۃ قرآن وغیرہ کرتا ہے۔ یہ صبح شام اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتے رہتے ہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کا پھل ہر وقت ہر حال اور ہر موسم میں

Marfat.com

لیل ونہار کھایا جاتا ہے۔ مؤمن کے اعمال صالح بھی ہر وقت ہر موسم اور ہر حال میں صبح و شام جاری ہیں اور جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز کارآمد ہے۔ مومن کا ہر قول و فعل اور حرکت و سکون اور اس سے پیدا ہونے والے آثار پوری دُنیا کے لیے نافع و مفید ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ مومن کامل اور تعلیمات خدا و رسول کا پابند ہو۔ مذکورہ تقریر سے معلوم ہوا کہ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ میں اُکُل سے مراد پھل اور کھانے کے لائق چیزیں اور حین سے مراد ہر وقت ہر حال ہے۔ اکثر مفسّرین نے اسی کو ترجیح دی ہے (معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	بے شک جو لوگ اہل
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	کتاب میں سے منکر ہوئے
وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ	اور مشرکین وہ دوزخ کی
جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ	آگ میں ہوں گے۔ اس
اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ	میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی
الْبَرِیَّةِ ۝ اِنَّ	لوگ بدترین مخلوقات ہیں
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	بے شک جو لوگ ایمان
الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ	لائے اور نیک کام کئے
خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝	یہی لوگ بہترین مخلوقات
(سورۃ البینہ آیت ۶-۷)	ہیں۔

تفسیر

اس سے پہلے سورۃ ابراہیم کی آیت ۲۴ - ۲۵ میں مومن کو شجرہ طیبہ

(کھجور کا درخت) کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے اس کا بیان ہے اور اب سورۃ بیّنہ کی آیت ۶ میں کفار کو ساری مخلوقات سے برا اور آیت ۷ میں ایماندار کو ساری مخلوقات سے بہتر فرمایا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کافر شر والے کام کرتا ہے اس لیے وہ ساری مخلوقات سے بُرا ہے اور ایمان دار خیر والے کام کرتا ہے اس لیے وہ ساری مخلوقات سے بہتر ہے۔ اس کی مزید تفصیلات آنے والی احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَمْرِو ابْنِ	عمر ابن احوص نے فرمایا
الْاَحْوَصِ قَالَ سَمِعْتُ	کہ میں نے حجۃ الوداع کے
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ	علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے
فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ	سُنا کہ یہ کونسا دن ہے
اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا۔ قَالُوْا	انہوں نے کہا بڑے حج کا
یَوْمُ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ	آپ نے فرمایا تمہارا خون
قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَکُمْ	تمہارے مال اور تمہاری
وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ	عزتیں آپس میں آپس میں
بَیْنَکُمْ حَرَامٌ	اس طرح محترم ہیں جیسا
کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا	کہ تمہارے اس دن کا
فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا	احترام تمہارے اس شہر
اَلَا لَا یَجْنِیْ جَانٍ	میں۔ خبردار کوئی اپنی جان
عَلٰی نَفْسِہٖ اَلَا لَا یَجْنِیْ	پر زیادتی نہ کرے خبردار
جَانٍ عَلٰی وَلَدِہٖ	کوئی اپنے بچے پر اور کوئی

Marfat.com

وَلَا مَوْلُوْدٌ عَلٰى وَالِدِهٖ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ اَنْ يُّعْبَدَ فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اَبَدًا لٰكِنْ سَتَكُوْنُ لَهٗ طَاعَةٌ فِيْمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضٰى بِهٖ

(مشکوٰۃ باب فضیحۃ الوداع بحوالہ ابن ماجہ ترمذی)

بچہ اپنے باپ پر زیادتی نہ کرے۔ خبردار شیطان ہمیشہ اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی بندگی کی جائے لیکن اس صورت میں اس کی اطاعت ہوگی کہ تم اعمال کو حقیر جانو گے تو وہ اس پر راضی ہو جائے گا۔

تشریح

اس سے پہلے سورۃ ابراہیم کی آیت ۲۴ اور ۲۵ میں ایک مومن کو کلمہ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی تھی جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے اور سورۃ بینہ میں کفار کو سب سے برا اور ایمان دار کو سب سے بہتر فرمایا ہے۔ اور اب اس حدیث میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی جان، مال اور عزت ایسی ہی محترم ہے جیسا مکہ مکرمہ، ماہ ذوالحجہ اور ذوالحجہ کی دسویں تاریخ۔ یعنی جس طرح ان تین چیزوں کو تم سارے محترم اور واجب التعظیم سمجھتے ہو اسی طرح آپس میں ایک دوسرے کا خون مال اور عزت کو بھی محترم اور واجب التعظیم سمجھو۔ اور اس کے بعد احترام کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اَلَا لَا يَجْنِىْ جَانٍ عَلٰى نَفْسِهٖ

یعنی کوئی بھی شخص اپنی جان پر زیادتی نہ کرے۔ محدثین حضرات نے لکھا ہے کہ لَا یَجْنِیْ صیغہ خبر ہے لیکن نہی کے معنی میں ہے اس لیے ترجمہ بھی نہی والا کیا گیا ہے اور نیز محدثین نے بھی لکھا ہے کہ اس سے مراد دوسرے کو قتل کرنا ہے اور اس وقت اپنی جان پر زیادتی اس طرح ہوگی کہ قاتل اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا گویا کہ قاتل نے بظاہر تو مقتول پر زیادتی کی ہے لیکن درحقیقت اس نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے اس لیے آقائے نامدار نے فرمایا کہ کوئی اپنی جان پر زیادتی نہ کرے اور یا اس جملہ سے مراد خودکشی بھی ہوسکتی ہے۔ بہرحال ہر مومن کی جان بحیثیت مومن ہونے کے محترم ہے۔

دوسری احترام کی صورت یہ بیان فرمائی کہ اپنے بچے پر کوئی زیادتی نہ کرے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جیسا کہ دورِ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی اولاد کو یا قتل کر دیتے تھے یا بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تاکہ یہ بڑے ہو کر ہم سے خرچ نہ مانگیں اس سے منع فرمایا ہے اور یا اس سے مراد اولاد کو دین سے دور رکھنا ہے۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد پر زیادتی اور جنایت فرمایا ہے کیونکہ وہ اولاد جب دین سے دور ہوگی تو لازماً بے دین ہوگی، دوزخ کے راستے پر چلے گی۔ تو ان پر زیادتی بھی درحقیقت باپ کی طرف سے ہو جائے گی۔

اور تیسری احترام کی صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ بیٹا باپ پر زیادتی نہ کرے اور اس احترام میں اگرچہ صرف باپ کا ہی ذکر ہے لیکن درحقیقت ماں بھی اس احترام میں شامل ہے کیونکہ ماں تو باپ کی نسبت زیادہ محترم ہے اور جب باپ کے احترام کا حکم ہے اور اس پر زیادتی اور جنایت کرنے سے

منع فرمایا ہے تو ماں بھی یقیناً اس احترام میں شامل ہوگی ۔ پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ ہر مومن بحیثیت مومن ہونے کے محترم ہے ۔ خواہ وہ ماں ہو باپ ہو بیٹا ہو یا بیٹی یا کوئی بھی مومن ہو ۔ اور حدیث کے آخر میں فرمایا کہ اس شہر مکہ میں اب شیطان کی عبادت تو نہیں کی جائے گی لیکن تم لوگ بقیہ بداعمالیاں کرا کے یعنی اب تا قیامت مکہ میں شرک نہیں ہوگا لیکن بقیہ بداعمالیاں قتل و غارت ، سفاکی ، خون ریزی اور آبرو ریزی ، چوری وغیرہ کے جرائم ہوں گے اور شیطان اتنے پر بھی خوش ہوگا ۔ بہرحال ان آیات اور احادیث سے ایک مومن کی شان اور عظمت واضح ہو جاتی ہے ۔ مکہ مکرمہ ، ماہ ذوالحجہ اور ذوالحجہ کی تعظیم بیت اللہ کی وجہ سے ہے اور مومن کے ایمان کی وجہ سے ہے ۔ ع

کعبہ بنیاد خلیلِ آزر است دل گزرگاہ جلیل اکبر است

یعنی بیت اللہ جو کہ مرکز انوار ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور مومن کا دل بھی مرکز انوار الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی گزرگاہ ہے اور ایک دوسرے شعر میں ہے ع

من نہ گنجم در زمین و آسمان لیک گنجم در دلِ مومناں

یہ شعر دراصل حدیث قدسی کا ترجمہ ہے ۔ فرمان خداوندی ہے کہ میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا ، میرے سمانے کا مقام صرف مومن کا دل ہے پس خلاصہ اور لبّ لباب یہ نکلا کہ ہر مومن کا اکرام اور احترام مکہ مکرمہ ماہ ذوالحجہ اور یوم النحر کی طرح ہے اور ان کا اکرام و احترام اور عظمت بیت اللہ کی وجہ سے ہے اور مومن کا احترام نور ایمان کی وجہ سے ہے اور وجہ تشبیہ انوار الٰہی ہے یعنی بیت اللہ بھی مرکز انوار الٰہی ہے اور ہر مومن کا دل بھی مرکز انوار الٰہی

ہے اور مزید تفصیل آنے والی آیات اور احادیث میں ملاحظہ کی جائیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَئَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ وَ يَقُوْلُ - مَا اَطْيَبَكَ وَاَطْيَبُ رِيْحُكَ مَا اَعْظَمَكَ وَاَعْظَمُ حُرْمَتُكَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى حُرْمَةً مِّنْكَ مَالِهٖ وَ دَمِهٖ وَ اَنْ يُّظَنَّ بِهٖ اِلَّا خَيْرًا

(ابن کثیر)

ابن عمر نے کہا کہ میں نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور (بیت اللہ کو خطاب کرتے ہوئے) (فرما رہے تھے) تو کیا ہی پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کیا ہی پاکیزہ ہے تو کیا ہی عظمت والا ہے اور تیری حرمت بھی کیا ہی عظمت والی ہے اور قسم ہے اس ذات کی محمدؐ کی جان اس کے ہاتھ میں ہے کہ مومن کی جان، مال اور ذمہ کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ عظیم ہے اور کہ مومن کے بارے میں اچھا گمان کرنا ہے۔

تشریح

اس سے پہلی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن

کی جان و مال اور آبرو کو مکہ مکرمہ ذی الحجہ اور یوم النحر کے ساتھ صرف تشبیہ دی جس کے ضمن میں بیت اللہ سے بھی تشبیہ آگئی۔ اور اس حدیث میں آپ نے وضاحت بیان فرما دی ہے کہ مومن کی جان و مال کا احترام بیت اللہ سے زیادہ ہے اور اس مزیت اور افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ بیت اللہ کو تو انسان کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا ہے اور جس کی خاطر سب کچھ کیا جائے اس کی عظمت مسلّم ہے اور یہی حال ہے مومن کے مال اور آبرو کا۔

مومن کے ساتھ مذاق اڑانے کی ممانعت اور اس کی سزا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے ایمان والو ایک قوم
اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ	دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ
قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ	کرے۔ عجب نہیں کہ وہ
عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا	ان سے بہتر ہوں۔ اور
مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ	نہ عورتیں دوسری عورتوں سے
مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى	ٹھٹھا کریں۔ کچھ بعید نہیں
اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا	کہ وہ ان سے بہتر ہوں
مِّنْهُنَّ ، (سورۃ الحجرات آیت ۱۱)	اور جب انہیں کہا جاتا
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ	ہے ایمان لاؤ جس طرح
اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ	اور لوگ ایمان لائے ہیں
النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ	تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان

Marfat.com

كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَآءُ
اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ
لَّا يَعْلَمُوْنَ وَاِذَا
لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا
خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ
قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ
اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ
اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ
بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ۝
(سورۃ بقرہ آیت ۱۳ تا ۱۵)

لائیں جس طرح بے وقوف
لائے ہیں۔ خبردار وہی
بے وقوف ہیں لیکن نہیں
جانتے اور جب ایمانداروں
سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں
ہم ایمان لائے اور جب
اپنے شیطانوں کے ساتھ
اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے
ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں
ہم تو صرف ہنسی کرنے
والے ہیں۔ اللہ ان سے
ہنسی کرتا ہے اور انہیں
مہلت دیتا ہے کہ وہ
اپنی گمراہی میں حیران ہیں۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں چار آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی سورۃ حجرات کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اس میں ایماندار مردوں اور عورتوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مذاق اور تمسخر اڑانے سے منع فرمایا ہے۔ اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ شاید جس کے ساتھ مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اس سے بہتر ہو اور یہ مانا ہوا اصول ہے کہ اپنے سے بہتر کے ساتھ مذاق اڑانا معیوب

Marfat.com

ہے اور عقلی تقاضا بھی یہی ہے ۔ اور اس کے بعد سورۃ بقرہ والی آیات ہیں یہ آیات اگرچہ منافقین کے بارے میں اتری ہیں کہ وہ مسلمانوں سے مذاق اڑاتے تھے اور ان کو بے وقوف کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو بے وقوف کہنے والے خود بے وقوف ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ان کو مذاق کرنے کی سزا دے گا ۔ اور تمام مفسرین کے نزدیک یہ مانا ہوا اصول ہے کہ جن آیات کا شان نزول خاص ہوتا ہے ان کا حکم عام ہوتا ہے پس خلاصہ یہ ہوا کہ ایماندار کے ساتھ کوئی بھی مذاق اڑائے یا اس کو بیوقوف کہے تو وہ ان آیات میں مذکورہ سزا کے مستحق ہیں ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مذاق اڑانے والا مسخور کو گھٹیا سمجھتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اسے بہتر فرمایا ہے۔

مومن پر طعنہ زنی، عیب جوئی اور بُرے القاب کی ممانعت اور اسکی سزا

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ	اور ایک دوسرے کو طعنے
وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ	نہ دو ۔ اور نہ ایک دوسرے
بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ	کے نام دھرو ۔ فسق کے
بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ	نام لینے ایمان لانے کے
لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ	بعد بہت بُرے ہیں اور
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝	جو باز نہ آئیں سو وہی
(سورۃ الحجرات آیت ۱۱)	ظالم ہیں ۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ نِ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

پس پشت عیب جوئی کرنے والے طعنے دینے والے کے لیے ہلاکت جو مال جمع کرتا ہے اور گن گن کر رکھتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اسکا مال اسے ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا اور آپ کو کیا معلوم حطمہ کیا ہے وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچتی ہے۔ بے شک وہ ان پر چاروں طرف سے بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں ایک آیت سورۃ حجرات کی ہے اور دوسری

سورۃ ھمزہ کی ہے۔ سورہ حجرات والی آیت میں چار چیزوں کا بیان ہے۔ پہلا یہ ہے کہ ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ دوسرا یہ ہے کہ ایک دوسرے کا برا لقب نہ رکھو۔ تیسرا یہ ہے کہ ایسا کرنا بُرا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومن کو بہتر فرمایا ہے اور اس کے بُرے القاب رکھنے والا گویا کہ اللہ تعالےٰ کی رائے گرامی پر تنقید کر رہا ہے اور چوتھا یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہیئے ورنہ ان کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ اس کے بعد سورۃ ھمزہ میں ایسے لوگوں کی اخروی سزا اور بربادی بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ مالدار طبقہ ایسا کرتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مال دار طبقہ غریب کو گھٹیا سمجھتا ہے اور اس پر طعنہ زنی کرتا ہے اور اس کے عیوب نکالتا ہے اگرچہ وہ غریب اس کا حقیقی بھائی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے زر پرستوں کے ساتھ قیامت کے دن جو سلوک کریں گے اسے بیان فرمایا ہے۔ اسے بیان کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ زر پرست طبقہ غریبوں پر طعنہ زنی اور انکی عیب جوئیوں سے باز آجائے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ مومن کا بہت بڑا اونچا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر طعن و تشنیع اور ان کی عیب جوئی بھی برداشت نہیں کرتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	ابن عباس رض سے مرفوع
مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ	روایت ہے کہ جس نے
عَوْرَةَ اَخِيْهِ سَتَرَ	اپنے بھائی کی پردہ پوشی کی
اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَوْمَ	تو اللہ تعالیٰ قیامت کے
الْقِيٰمَةِ وَمَنْ كَشَفَ	دن اس کی پردہ پوشی کریگا
عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ	اور جو اپنے مسلمان بھائی
كَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ	کا پردہ کھولے گا تو اللہ تعالےٰ

Marfat.com

حَتّٰی یَفْضَحَہٗ بِھَا فِیْ بَیْتِہٖ۔ (ابن ماجہ)

اس کا پردہ کھولے گا یہانتک کہ اس کو اس کے گھر میں رُسوا کرے گا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ۔ (ابوداؤد و مسلم)

ابوہریرۃ سے مرفوع روایت ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی کریں گے اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

تشریح

یہاں دو احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ دونوں سورۃ ھمزہ کی تشریح ہیں کیونکہ اس سورۃ میں فرمایا ہے کہ خرابی ہے واسطے عیب جوئی کرنے والے کے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں فرمایا ہے کہ خرابی سے مراد رسوائی ہے یعنی جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کریگا اور جو آدمی کی پردہ دری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری کرے گا۔ پس جب اللہ پاک مومن کی طرف سے انتقام لے گا تو معلوم ہوا کہ عند اللہ مومن کا مقام بہت اونچا ہے۔

Marfat.com

مومن کی بدگمانی، تجسّس اور غیبت کی ممانعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

(سورۃ حجرات آیت ۱۲)

اے ایمان والو بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں اور ٹوہ میں بھی نہ کیا کرو۔ اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو تو ناپسند کرتے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو تین چیزوں سے منع فرمایا ہے پہلی چیز بہت سے گمانوں سے بچنا اور پرہیز کرنا ہے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اس آیت کے تحت حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی نے لکھا ہے کہ گمان تین قسم کا ہے۔ واجب، مباح، حرام۔ واجب یہ ہے کہ انسان اللہ

Marfat.com

کے ساتھ حسنِ ظن رکھے۔ اور فقہی غیر منصوص مسائل ہیں۔ اور مباح جیسے امور معاش ہیں اور جس شخص میں علانیہ علامات فسق پائے جاتے ہیں۔ حرام ہے جس آدمی کے ظاہری آثار نیک ہوں تو اس کو برا گمان کرنا۔ اور دوسری چیز عیب ٹٹولنا ہے اس کی تفصیل شہادت کے ذیل میں گزر چکی ہے اور تیسری چیز مومن کی غیبت سے ممانعت ہے۔ کسی کے پیچھے اس کی ایسی برائی بیان کرنا کہ اس کے سامنے کی جائے تو اس کو رنج ہو اسے غیبت کہتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	ابی ہریرۃ سے مروی ہے
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	وسلم نے فرمایا تم جانتے
اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ	ہو کہ غیبت کیا ہے۔
قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	انہوں نے کہا کہ اللہ اور
اَعْلَمُ۔ قَالَ ذِکْرُكَ	اس کا رسول اچھا جانتے
اَخَاكَ بِمَا یَکْرَهُ	ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے
قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ	بھائی کی ایسی بات بیان
کَانَ فِیْ اَخِیْ	کرنا جسے وہ ناپسند کرے
مَا اَقُوْلُ۔ قَالَ	آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر
اِنْ کَانَ فِیْهِ	وہ بات میرے بھائی کی
مَا تَقُوْلُ فَقَدِ	ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو؟
اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ	تو آپ نے فرمایا اگر وہ
لَّمْ یَکُنْ فِیْهِ	بات اس میں ہو جو تم

Marfat.com

مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ

(رواہ مسلم)

کہتے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ بات اس میں نہ ہو جو تم کہتے ہو تو پھر تم نے اس پر بہتان باندھا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَیْنِ صَلَّیَا صَلٰوۃَ الظُّھْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَکَانَا صَائِمَیْنِ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃَ قَالَ اَعِیْدُوْا وُضُوْءَکُمَا وَصَلٰوتَکُمَا وَامْضِیَا فِیْ صَوْمِکُمَا وَاقْضِیَاہُ یَوْمًا اٰخَرَ فَقَالَا لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِغْتَبْتُمْ فُلَانًا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اور وہ دونوں روزے دار تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو انہیں فرمایا کہ تم وضو کو اور نماز کو لوٹا لو۔ اور روزہ جاری رکھو اور دوسرے دن اس کی قضا کر لینا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیوں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے فلاں کی غیبت نہیں کی۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّ جَابِرٍ قَالَا۔ قَالَ

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر سے روایت

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا۔ قَالُوْا یٰارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ الْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا۔ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَزْنِیْ فَیَتُوْبُ۔ فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَیَتُوْبُ فَیَغْفِرُ اللّٰہُ لَہٗ وَ اِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لَا یُغْفَرُ لَہٗ حَتّٰی یَغْفِرَ لَہٗ صَاحِبُہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَسٍ قَالَ صَاحِبُ الزِّنَا یَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِیْبَۃِ لَیْسَ لَہٗ تَوْبَۃٌ رَوَا الْبَیْھَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الثَّلٰثَۃَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زنا سے سخت ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیسے سخت ہے غیبت زنا سے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ اور ایک روایت میں کہ وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتے ہیں اور غیبت کرنیوالے کی بخشش نہیں ہوتی جب تک کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اسے معاف نہ کرے۔ اور انس کی روایت میں ہے کہ صاحب زنا توبہ کرتا ہے اور صاحب غیبت توبہ نہیں کرتا۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الغیبۃ سے منقول ہیں۔)

Marfat.com

تشریح

یہاں تین احادیث نقل کی گئی ہیں - پہلی ابوہریرہؓ سے مروی ہے اور دوسری ابن عباسؓ سے منقول ہے اور تیسری ابی سعید اور جابر سے ہے - ابوہریرۃؓ والی حدیث میں تو آپؐ نے غیبت کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ آدمی کا دوسرے کی ایسی بات اوروں کے سامنے نقل کرنا جس کا نقل کرنا اور بیان کرنا وہ پسند نہ کرے یہ غیبت ہے - اور اگر اس میں وہ بات نہ ہو آدمی ویسے ہی اپنی طرف سے وہ بات بنا کر اس کی نسبت کہہ دے تو وہ بہتان ہے - حضرت ابن عباس والی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان منقول ہے کہ آپؐ نے دو آدمیوں کو وضو اور نماز لوٹانے کا حکم دیا اور روزے کی قضا کا فرمایا انہوں نے وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے فلاں آدمی کی غیبت کی ہے اس لیے وضو اور نماز تو لوٹانا ہے اور روزے کو وقتی طور پر تو شام تک پورا کر لو مگر پھر اس کی بھی قضا کرنا ہے - پس اس سے معلوم ہوا کہ غیبت سے انسان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں -

اس کے بعد حضرت ابی سعید اور حضرت جابر والی حدیث ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کرنے سے انسان کا ایمان بھی ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ غیبت کا گناہ زنا سے بھی زیادہ سخت ہے اور اس کی ایک وجہ ایک اور حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ زنا کی حالت میں انسان کا ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے اور جب غیبت، زنا سے بھی زیادہ سخت ہے تو معلوم ہوا کہ اس سے بھی یقیناً آدمی کا ایمان

Marfat.com

ضائع ہو جاتا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیبت سے اور زنا سے انسان کی نیکیاں اور ایمان کس طرح ضائع ہو جاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ زنا کا فعل انسان کسی کے سامنے نہیں کرتا کیونکہ اس کا حیا مانع ہوتا ہے اور خدا تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس سے تو کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور جب انسان اس کے سامنے یہ فعل کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ یا تو وہ خدا کو حاضر و ناظر نہیں مانتا اور یا اس کے دل میں اس کے لیے ایک انسان کے برابر بھی حیا نہیں ہے۔ دونوں صورتوں میں اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور ایمان اعمال کی بنیاد ہے اور جب ایمان ہی نہ رہا تو نیکیاں خود ضائع ہو جائیں گی۔

اور حضورؐ نے فرمایا کہ غیبت کا بھی یہی حال ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تو مومن کی توقیر و حرمت بیت اللہ کے برابر قرار دی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ فرمائی ہے اور یہ غیبت کے ذریعہ مومن کی توہین کرتا ہے اس کے دل میں اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی کوئی وقعت نہیں ہے اس کا بھی یقیناً ایمان بھی ضائع ہوگا اور نیکیاں بھی ضائع ہونگی۔

اور غیبت کے اشدّ من الزنا ہونے کی دوسری وجہ اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ زانی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور غیبت کرنے والا اگر توبہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں فرمائیں گے جب تک کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اسے معاف نہ کرے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ رواه البيهقي في الدعوات الكبير وقال في هذا الاسناد (ضعف)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت کے کفّاروں میں سے یہ ہے کہ آدمی نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے معافی مانگے اور یوں کہے اے اللہ ہمیں معاف کر اور اسے بھی معاف کر۔

(مشکوٰۃ کتاب الغیبۃ)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کا کفّارہ بیان فرمایا ہے کہ انسان نے جس کی غیبت کی ہے اگر اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو پھر اللہ تعالیٰ اس غیبت کرنے والے کا گناہ معاف کر دیتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کا جو ایمان اور نیکیاں ضائع ہوئی تھیں وہ تو مومن کی توہین کی وجہ سے ضائع ہوئی تھیں۔ اور اب جب وہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا تو یقیناً اس کے دل میں اس مومن کا احترام آجائے گا۔ اس لیے اس کی توبہ بھی قبول ہو جائے گی اور پھر امید ہے کہ اللہ اس کی دولت ایمانی اور نیکیوں کو بحال فرما دیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں کفّارہ کا ذکر فرمایا ہے اور کفّارہ کا یہی مقصد ہے واللہ اعلم۔ پس خلاصہ اور لبِّ لباب یہ نکلا کہ ہر مومن اللہ کے نزدیک بہتر اور محترم ہے۔ تمام ایمان والوں کو چاہیئے کہ ایک دوسرے کا احترام

کریں اور ایک دوسرے کی توہین اور تذلیل سے بچیں۔

کسی مومن پر لعنت بھیجنے والا خود ملعون ہو جاتا ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَ بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ۔

(رواہ الترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن طعنہ دینے والا لعنت بھیجنے والا بے حیا اور بیہودہ گو نہیں ہوتا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا يَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا

(ترمذی)

اور ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن لعنت بھیجنے والا نہیں ہوتا۔ اور ایک روایت ہے کہ مومن کے لیے مناسب نہیں ہے لعنت بھیجنے والا ہو۔

Marfat.com

عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلَاعِنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا بِالنَّارِ۔

(ترمذی، ابوداؤد)

اور سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مت بھیجو کسی پر اللہ کی لعنت، اللہ کا غضب اور جہنمی اور ایک روایت میں ہے دوزخی۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتْ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا

ابی درداء سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرمایا کہ آدمی جب کسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے پھر آسمان کے دروازے اس کے سامنے بند کر دیئے جاتے ہیں تو پھر وہ زمین کی طرف اتار دی جاتی ہے پھر اس کے دروازے بھی اس کے سامنے بند

Marfat.com

وَّ سِتَارًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا لِرُجِعَتْ اِلَى الَّذِیْ لَعَنَ اِنْ کَانَ لِذَالِکَ اَھْلًا وَاِلَّا رُجِعَتْ اِلٰی قَائِلِھَا ۔

(ابی داؤد)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَاَنَ عَتْہُ الرِّیْحُ رِدَاءَہٗ فَلَعَنَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْھَا فَاِنَّھَا مَاْمُوْرَۃٌ وَاِنَّہٗ مَنْ لَعَنَ شَیْئًا لَیْسَ لَہٗ بِاَھْلٍ رُجِعَتِ اللَّعْنَۃُ عَلَیْہِ ۔

کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں اور بائیں جانب اختیار کرتی ہے جب نہ پائے کوئی راستہ تو اس شخص کی طرف لوٹائی جاتی ہے جس پر وہ بھیجی گئی ہے اگر وہ اس کا اہل ہوا ورنہ قائل کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک آدمی کی چادر ہوا نے کھول دی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ تو مامور من اللہ ہے اور اگر آدمی کسی پر لعنت بھیجے اور وہ اسکا اہل نہ ہو تو وہ لعنت اسی پر لوٹائی جاتی ہے۔

(یہ پانچوں احادیث مشکوٰۃ باب الغیبۃ سے لی گئی ہیں)

Marfat.com

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں - پہلی ابن مسعودؓ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس آدمی میں چار خصلتیں پائی جائیں وہ مومن نہیں ہوتا وہ چار خصلتیں یہ ہیں کسی پر طعنہ زنی کرنا - لعنت کرنا - بدکاری کرنا - بے ہودہ بکنا - اور دوسری حدیث ابن عمرو کی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مومن کی شایان شان نہیں کہ کسی دوسرے مومن پر لعنت بھیجے - تیسری حدیث سمرہ بن جندب والی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی کو مت کہو کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو - تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو یا اللہ کرے کہ تو جہنمی دوزخی ہو جائے اور چوتھی حدیث ابی درداء والی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کے ممنوع ہونے کی وجہ بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ پہلے آسمان کی طرف جاتی ہے تو آسمان کے دروازے اس کے سامنے بند کر دیئے جاتے ہیں - پھر زمین کی طرف بھیج دی جاتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس کے سامنے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر جنوبی اور شمالی جانب گھومتی ہے مگر اس کو کہیں بھی راستہ نہیں ملتا تو پھر اس شخص کی طرف لوٹائی جاتی ہے اگر وہ اس کا اہل ہو تو اس لعنت کا اثر اس پر پڑتا ہے - اگر وہ اس کا اہل نہ ہو تو پھر لعنت کا اثر لعنت بھیجنے والے پر پڑتا ہے اور پانچویں حدیث ابن عباس والی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تو پر کبھی لعنت مت بھیجو کیونکہ وہ تو ملعون لعنت ہے اس پر تو

لعنت کا اثر نہیں پڑے گا تو پھر جو اس پر لعنت کرے گا اس پر اس کا پڑے گا۔

تحقیق لفظِ لعنت

لفظ لعنت کے معنی بعید من الرحمت کے ہیں یعنی اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں پر لعنت فرمائی ہے، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے اور یہ بُعد عام ہے خواہ دُنیا میں ہو یا آخرت میں ہو۔ اور اگر اس لفظ لعنت کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جائے مثلاً زید عمر سے کہے کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ تو یہ بددعا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عمر تجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کرے۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جس پر لعنت بھیجتا ہے اگر اس کا کفر یقینی ہے تو پھر ٹھیک ہے ایسے لوگوں پر لعنت بھیج سکتا ہے جیسا کہ جہاد کے موقعہ پر کافروں کے خلاف بددُعا کی جاتی قرآن مجید میں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دعایہ کلمات موجود ہیں اور اسی طرح احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعض کفار کے بارے میں بددعایہ الفاظ موجود ہیں۔ ان سب کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے اور جس کا کفر یقینی نہ ہو یا وہ کافر تو ہو مگر اس کے ایمان لانے کی امید ہو پھر بھی اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں۔ اور اس طرح کسی مومن پر بھی لعنت بھیجنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ بددعا ہے اور ایک مومن کے لیے بحیثیت مومن ہونے کے یہ مناسب نہیں کہ وہ دوسرے مومن کے لیے بددعا کرے اگر کوئی بددعا کرے گا تو مومن پر اس کا اثر نہیں پڑے گا کیونکہ مومن اس

Marfat.com

اہل نہیں ہے اس کا اہل تو کافر ہے۔ جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ اور اب اس لعنت کا اثر اس بھیجنے والے پر ہی پڑے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مومن کو کلمہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے اور اسے خیر البریہ فرمایا ہے اور ایک مومن جب دوسرے مومن پر لعنت بھیجتا ہے یا اس پر بد دعا کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس مومن کو ان لوگوں میں شمار کرتا ہے۔ جو شر البریہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رائے کو غلط قرار دیتا ہے اس لیے اس لعنت کا اثر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی پر پڑیگا اور یہ اللہ کی رحمت سے دنیا اور آخرت میں دور ہوئے گا۔ اور اس حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ لفظ لعنت پہلے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے وہاں کے دروازے بند ہوتے ہیں تو پھر زمین کی طرف لوٹایا جاتا ہے اس کے دروازے بھی بند ہوتے ہیں تو پھر جنوبی اور شمالی جانب جاتا ہے جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو پھر جس پر لعنت بھیجی گئی اس پر سے لوٹا دیا جاتا ہے اگر اس کا اہل ہو ورنہ لعنت بھیجنے والے پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں اگرچہ نظر نہیں آتے مگر ان کا بھی وجود ہے جو فضا میں موجود ہے جیسا کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبروں سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ اتنا بڑا منحوس ہے کہ اس کو ہر طرف سے دھتکار دیا جاتا ہے اور کسی صورت میں اس کی پذیرائی نہیں ہوتی یہاں تک کہ جس کے منہ سے یہ گندا لفظ نکلا ہے وہی اس کا ٹھکانا اور جگہ بنایا جاتا ہے۔ پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ مومن کا مقام اللہ کے نزدیک بہت اونچا ہے کسی دوسرے مومن کو یہ نہیں چاہیئے کہ اس پر ایسا گندا لفظ بولے۔ اعاذنا اللہ عن ھذا۔

Marfat.com

کسی مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا۔

(متفق علیہ)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنے بھائی (مسلم) کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک اسکا مستحق ہوتا ہے

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ وَاِلَّا اِرْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ (بخاری)

ابی ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی دوسرے کو فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے تو وہ اسی کے سر عائد کیا جاتا ہے اگر وہ متہم اسکا اہل نہ ہو

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ

اور انہیں سے روایت ہے کہ جو آدمی کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر بلائے اور وہ ایسا نہ ہو تو وہ

عَدُوٌّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ — لفظ اسی پر عائد کیا جاتا ہے۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الغیبۃ سے منقول ہیں)

تشریح

یہاں اس باب میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی ابن عمرؓ سے مروی ہے اور دوسری دو ابی ذر سے منقول ہیں۔ تینوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ ایک مومن اگر دوسرے مومن کو کافر، فاسق یا اللہ کا دشمن کہہ دیتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک ضرور اس کا مستحق ہو جائے گا۔ کیونکہ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اس کی طرف ان الفاظ کی نسبت کیوں کرتا ہے اگر فی الواقعہ اس میں کافروں والے عقائد پائے جاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے یا اس میں کافروں اور فاسقوں والے کام پائے جاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو متقی اور پرہیزگار سمجھتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں اسکی طرف کفر اور فسق کی نسبت صحیح ہے۔ اور اگر وہ ان مذکورہ بالا عقائد اور خصائل کا حامل نہیں ہے تو پھر اس کو کافر یا فاسق کہنے والا خود کافر یا فاسق ہو جائے گا کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ اس کے عقائد اور اعمال کو کفر یا فسق قرار دیتا ہے۔

بہرحال خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے مومن کی طرف کفر یا فسق کی نسبت کرے ورنہ خود اس کا اپنا ایمان اور نیکیاں ضائع ہو جائیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کو کلمہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے اور جس کو خیر البریہ فرمایا ہے یہ اس کو کلمہ خبیث سے تشبیہ

دیتا ہے اور اسے شر البریّہ میں داخل کرتا ہے۔

مومن کے ساتھ حسد و عداوت رکھنے سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ ۔

(احمد ترمذی)

حضرت زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اندر بھی پہلی امتوں کی بیماری سرایت کر چکی ہے جو حسد اور بغض ہے۔ یہ مونڈنے والی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ وہ سر کے بال مونڈتی ہے لیکن وہ دین کو مونڈتی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

(ابوداؤد)

ابی ہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ۔ یقیناً حسد نیکیاں کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑیاں کھاتی ہے

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثٍ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَ یُعْرِضُ ھٰذَا وَ خَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَءُ بِالسَّلَامِ

(متفق علیہ)

ابی ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے لیے حلال نہیں ہے کہ تین رات سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دے دونوں آپس میں ملیں تو اس کا رُخ ادھر ہو اور اس کا ادھر ہو۔ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام سے ابتداء کرے

عَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ السُّلَمِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ ھَجَرَ اَخَاہُ سَنَۃً فَھُوَ کَسَفْکِ دَمِہٖ۔

(ابو داؤد)

ابی خراشؓ سلمی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک بائیکاٹ کیا وہ اس کے خون بہانے والی کے مانند ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

ابی ہریرۃ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُنْظُرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا۔

(مسلم)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر ایسے بندے کی بخشش کی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو سوائے اس کے کہ اس کے اور اس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو حکم دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح نہ کریں۔

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا

ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں روزے سے صدقہ سے اور نماز سے بھی زیادہ فضیلت والی چیز نہ بتاؤں اس نے کہا ہم نے کہا

بَلٰی قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتَ الْبَیْنِ وَ فَسَادُ ذَاتَ الْبَیْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ

بیشک آپ نے فرمایا جدائی والوں کی اصلاح کرنا اور جدائی والوں کا فساد مونڈنے والا ہے۔

(یہ چھ احادیث مشکوٰۃ باب ینھی من الھاجر سے منقول ہیں)

تشریح

یہاں اس باب میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت زبیر والی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خدشے کا اظہار فرمایا ہے کہ پہلی امتوں کی طرح میری امت میں بھی حسد و بغض کی بیماری پیدا ہو جائے گی اور دوسرا اس کا نقصان بیان فرمایا ہے کہ یہ بیماری دین کو مونڈ دیتی ہے اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت ابو ہریرہ والی حدیث ہے۔ یہ حضرت زبیر والی حدیث کی تشریح ہے کیونکہ اس میں جو تحلق الدین آیا ہے یہ مجمل ہے اس کا معنی ہے کہ وہ دین مونڈ دیتی ہے۔ اور ابو ہریرہ والی حدیث میں وضاحت آگئی ہے کہ اس سے نیکیاں اس طرح ختم ہو جاتی ہیں جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اور تیسرے نمبر پر ابی ایوب انصاری والی حدیث ہے یہ بھی اس اجمال سابق کی تشریح ہے۔ اس میں مزید وضاحت آگئی ہے کہ سابقہ احادیث میں جس حسد و بغض سے نیکیوں کے ضیاع کا ذکر ہے اس سے مراد تین دن سے زیادہ کا حسد و بغض ہے۔ اور اس حدیث سے جو تین دن تک حسد و بغض رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں دوسرے کے بارے میں جو نفرت پیدا ہوتی ہے یہ ایک اضطراری کیفیت ہوتی ہے اس کا فوری اخراج انسان کے

بس میں نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ اس کے اخراج کی کوشش کرے تو تین دن تک اس کا اخراج ہو سکتا ہے۔ اور اس حدیث کے آخر میں اس کے اخراج کا طریقہ بھی بتایا ہے کہ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو السلام علیکم سے ابتدا کر دے اس سے ان کی قلبی کدورت ختم ہو جائے گی اور چوتھے نمبر پہ ابی خراش سلمی والی حدیث ہے اس میں جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مرض کی سنگینی کو بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک سال تک کوئی دوسرے مسلمان بھائی سے عداوت اور بغض و حسد رکھے تو وہ اس کے قتل سے کم نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر یہ دونوں مومن اس باہمی عداوت کو تین دن تک ختم نہیں کریں گے تو یہ عداوت بڑھتی جائے گی اور قتل مقاتلہ تک نوبت آجائے گی اور برادریوں میں خون ریزی کا باب کھل جائے گا اور یہ دنیاوی نقصان ہو گا۔

پانچویں نمبر پہ حضرت ابوہریرہ سے مروی دوسری حدیث ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حسد و عداوت کا اخروی نقصان بیان فرمایا ہے کہ اگر اس حالت میں انسان مر جائے تو اس کی بخشش نہیں ہوتی کیونکہ آپ کا فرمان ہے کہ ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر آدمی کی بخشش کی جاتی ہے سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔

چھٹے نمبر پہ حضرت ابی درداء والی حدیث ہے اس میں جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کرانے والے کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے کہ اس کی فضیلت روزہ، صدقہ اور نماز سے بھی زیادہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دو مومنوں کے درمیان صلح کرانا اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

بندگی سے بھی زیادہ اہم ہے۔ خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ ایک مومن بحیثیت مومن ہونے کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہے اس کے ساتھ عداوت نہیں رکھنا چاہیئے اور ان احادیث میں جس حسد و بغض سے منع فرمایا گیا ہے اس سے مراد ذاتی نوعیت کا حسد و بغض ہے۔ اگر مبغوض و محسود سے دینی بنا پر کوئی حسد و بغض رکھے تو اس کی اجازت ہے مگر اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

ہر مومن کے ساتھ محبت رکھنے سے آدمی اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَّلَا یَاْکُلْ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ۔

ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے نہ دوست بنا مگر مومن کو۔ اور نہ کھائے تیرا کھانا مگر نیک۔

(ترمذی، ابوداؤد)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا

Marfat.com

خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ

(ترمذی، احمد، ابوداؤد)

ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیئے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَالْاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِیَّ۔

(مشکوٰۃ)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو بندے اللہ عزّ وجلّ کی وجہ سے آپس میں محبّت رکھیں۔ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپس میں جمع کرینگے اور فرمائیں گے یہ ہے وہ جس کے ساتھ تو میری وجہ سے محبّت رکھتا تھا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ

ابوہریرہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہاں ہیں میرے

بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ
اُظِلُّھُمْ فِیْ
ظِلِّیْ یَوْمَ لَا
ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ۔
(مسلم)

جلال کی وجہ سے آپس
میں محبّت کرنے والے
آج کے دن میں ان کو
اپنے سایہ میں جگہ دونگا
آج میرے سایہ کے

وَ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا
زَارَ اَخَالَہٗ فِیْ
قَرْیَۃٍ اُخْرٰی
فَاَرْصَدَ اللّٰہُ لَہٗ
عَلٰی مَدْرَجَتِہٖ مَلَکًا
فَقَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ
قَالَ اُرِیْدُ اَخَالِیْ
فِیْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ
قَالَ ھَلْ لَکَ
عَلَیْہِ مِنْ نِعْمَۃٍ
تَرُبُّھَا قَالَ لَا
غَیْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُہٗ
فِی اللّٰہِ قَالَ
فَاِنِّیْ رَسُوْلُ

سوا کسی کا سایہ نہیں ہے
اور ان سے ہی نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کا فرمان
منقول ہے کہ ایک آدمی
کسی دوسری آبادی میں
اپنے بھائی کی زیارت کے
لیے گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے
اس کے راستہ میں ایک
فرشتہ مقرر کیا۔ اس نے
کہا۔ کہاں کا ارادہ کیا ہے
اس نے کہا کہ اس
آبادی میں میرا بھائی ہے
اس کے پاس جانے کا
ارادہ رکھتا ہوں۔ اس نے
کہا کہ اس کا تجھ پہ کوئی
احسان ہے جس کا لحاظ

Marfat.com

اللّٰہِ اِلَیْکَ — رکھتا ہے۔ اس نے کہا نہ سوائے
بِاَنَّ اللّٰہَ قَدْ — اسکے کہ میں اس سے اللہ کی
اَحَبَّکَ کَمَا — وجہ سے محبت رکھتا ہوں اس
اَحْبَبْتَہٗ فِیْہِ — نے کہا میں تو اللہ کی طرف
(مسلم) — تیرے پاس بھیجا گیا ہوں کہ
اللہ تجھ سے محبّت رکھتا ہے
جیسا تو اس سے محبت رکھتا
ہے اس کی وجہ سے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ — مقدام بن معدیکرب نے
مَعْدِیکَرِبٍ عَنِ النَّبِیِّ — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — سے روایت کی ہے۔ آپ
قَالَ اِذَا اَحَبَّ — نے فرمایا جب آدمی اپنے
الرَّجُلُ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ — بھائی سے محبّت رکھے
اَنَّہٗ یُحِبُّہٗ — تو اسے بتا دے کہ وہ
(ابو داؤد - ترمذی) — اس سے محبت رکھتا ہے

عَنْ مُعَاذِ ابْنِ — معاذ بن جبل سے منقول
جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ — ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ — علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ — سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی — کہ میری محبت ان کے لیے
وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ — واجب ہے جو آپس میں

لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ
وَالْمُتَجَالِسِيْنَ
فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ
وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ
فِيَّ ۔
(رواہ مالک)

میری وجہ سے محبت رکھتے
ہیں اور میری وجہ سے بیٹھتے
ہیں۔ میری وجہ سے ایک
دوسرے کی زیارت کرتے
ہیں اور میری وجہ سے خرچ
کرتے ہیں یہ مالک کی روایت ہے

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيْ
قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ
تَعَالٰى اَلْمُتَحَابُّوْنَ
فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ
مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ
يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ
وَالشُّهَدَاءُ

اور ترمذی کی روایت میں
ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
جو میرے جلال کی وجہ سے
آپس میں محبت کرتے ہیں
ان کے لیے نور کے منبر
ہوں گے۔ ان پر انبیاء اور
شہداء بھی رشک کریں گے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ
اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا
دَعَا جِبْرَئِيْلَ
فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ
فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ

ابی ہریرہ نے فرمایا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
جب کسی بندے سے محبت
رکھتے ہیں تو جبریلؑ کو بلا کر
فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے
محبت رکھتا ہوں تم بھی
اس سے محبت رکھو۔

Marfat.com

قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرَئِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيلَ فَيَقُوْلُ اِنِّي اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرَئِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهُ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ

آپ نے فرمایا پھر جبریل اس سے محبت رکھتے ہیں پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے کرو تو پھر آسمان والے اس سے محبّت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت رکھی جاتی ہے اور جب اللہ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو۔ آپ نے فرمایا پھر جبریل اس سے بغض رکھتا ہے پھر اہل آسمان میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ فلاں سے بغض رکھتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو۔ آپ نے فرمایا پھر وہ اس سے بغض رکھتے ہیں پھر اہل زمین کے

Marfat.com

الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ	دلوں میں اس کا بغض رکھا
(یہ تو احادیث مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ	جاتا ہے۔
سے منقول ہیں)	

تشریح

یہاں اس باب میں آٹھ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث ابی سعید سے منقول ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشاد ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دوستی صرف مومن سے لگانا چاہیئے اور دوسرا یہ ہے کہ اپنا کھانا صرف مومن کو کھلانا چاہیئے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث ہے۔ یہ اس پہلی حدیث کی تشریح ہے کیونکہ پہلی حدیث میں آچکا ہے کہ صرف مومن سے دوستی رکھو اور تمہارا کھانا صرف مومن کھائے اور اس حدیث میں اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے تو اسے دیکھنا چاہیئے کہ کس سے دوستی رکھنا ہے۔ دوست کے عقائد اور اخلاق اچھے ہونگے تو یہ اچھا تأثر قبول کرے گا۔ اور اگر بُرے ہوں گے تو یہ بُرا تأثر قبول کریگا۔ اس لیے اسے سوچ سمجھ کر اپنا دوست بنانا چاہیئے۔ اور اگرچہ یہاں دوسرا پہلو بھی نکل سکتا ہے کہ اس مومن کی صحبت سے وہ اچھا تأثر قبول کرے لیکن ہر مومن ایسا نہیں ہوتا کہ اس کی صحبت سے دوسرا اچھا تأثر لے۔ اس لیے عموم کا لحاظ رکھ کر جناب نبی علیہ السلام نے عام مومن کے ایمان کا تحفظ فرمایا ہے۔

اس کے بعد تیسرے نمبر پر حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور مروی حدیث ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ آپس میں دوستی رکھنے والے اور محبت

رکھنے والے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں کیوں نہ ہو اللہ تعالےٰ انہیں قیامت میں ضرور جمع فرمائیں گے اور انہیں یاد کرائیں گے کہ میں نے تمہیں تمہاری باہم محبّت کی وجہ سے جمع کیا ہے اور چوتھے نمبر پہ جو حدیث ہے یہ بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں خصوصی اعزاز بخشیں گے اور انہیں اپنے سایہ میں جگہ دیں گے۔

پانچویں نمبر پر جو حدیث ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور چھٹے نمبر پر جو حدیث ہے یہ حضرت مقدام بن معدیکرب سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے اگر ایک مومن کے دل میں دوسرے کی محبّت ہو تو اسے بتا دینا چاہیئے کہ میں تم سے صرف اللہ کی وجہ سے محبت رکھتا ہوں۔ ساتویں نمبر پر جو حدیث ہے یہ حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو مومن اللہ کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھیں، بیٹھیں اٹھیں۔ ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہیں اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن انہیں ایک اور اعزاز بھی عطا فرمائیں گے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نور کے منبروں پر بٹھائیں گے۔ جنہیں دیکھکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء بھی رشک کریں گے اور آٹھویں نمبر پر جو حدیث ہے یہ بھی حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے اس میں جناب نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ جو اللہ کی وجہ سے آپس میں محبّت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ صرف ان سے ہی محبت کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے فرشتوں میں اور اپنے تمام نیک بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتے ہیں۔

اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ اللہ کے نیک بندے اس کی قدر و منزلت کرتے ہیں اور اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے بندوں کا احترام و اکرام نہیں کرتے ان سے عداوت رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے عداوت رکھتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کے دلوں سے اس کا اکرام و احترام نکل جاتا ہے پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ ایک مومن کا بحیثیت مومن ہونے کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا اونچا مقام ہے جہاں تک ہو سکے اس کا اکرام و احترام اور عزت کرنی چاہیئے اور اسکی توہین و تذلیل سے بچنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کا اپنا مقام پیدا ہو جائے گا ورنہ اس کا اپنا مقام گھٹ جائیگا

مومن سے لڑنے والا کافر اور اسے گالی دینے والا فاسق ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ (متفق علیہ)	عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو بُرا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔
عَنْ اَنَسٍ وَّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ	انس اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِیْ مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں دو بُرا کہنے والے جو بُرا کہیں تو اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے ۔

(یہ دونوں احادیث مشکوٰۃ باب الغیبۃ سے منقول ہیں)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ۔ پہلی عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کی بُرائی بیان فرمائی ہے ۔ پہلی چیز یہ ہے سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ ۔ پہلے لفظ سباب ہے اس کا معنی کسی کو بُرا کہنا اور گالی دینا ہے اور اسکے بعد فُسُوْق ہے جو فسق سے بنا ہے اور فسق کا معنی قانون شکنی کرنا اور حد توڑنا ہے اور اب پوری حدیث کا معنی یہ ہوا کہ مسلمان کو گالی دینا یا اس کو برا کہنا فسق ہے یعنی مسلمان کو گالی دینے والا یا اس کو بُرا کہنے والا اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑتا ہے اور وہ قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن مسلمان پہ دوسرے مومن مسلمان کا اکرام و احترام واجب کیا ہے جس کی تفصیلات پہلے ابواب میں آچکی ہیں ۔ اسے برا کہنے والا اور گالی دینے والا اس کی توہین کر کے اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو توڑتا ہے اور یہ تو وہ صورت ہے کہ ایک مومن مسلمان دوسرے کو گالی دے اور وہ آگے سے اسے جواب نہ دے خاموش رہے اور اگر وہ اسے جواب دے ۔

Marfat.com

تو اس کے بعد حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ والی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت بیان فرمائی ہے کہ اس کا گناہ ابتداء کرنے والے پر عائد ہوگا یعنی فسق کا حکم اس پر لگایا جائے گا اور جو جواب دیتا ہے اس پر فسق کا حکم نہیں لگے گا۔ مگر شرط یہ لگائی ہے کہ وہ جواب دینے والا حد سے نہ بڑھے۔ یعنی جو گالی اس نے دی ہے وہی گالی دے، اس گالی کو تبدیل نہ کرے اور زیادہ گالی نہ دے۔ اور اگر وہ اس حد سے بڑھ گیا تو پھر فسق کا گناہ اس پر بھی عائد ہوگا

عبداللہ بن مسعود والی حدیث میں دوسری چیز آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔ اس جملہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان کے ساتھ لڑنا حلال سمجھتا ہے تو یقیناً کافر ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے ساتھ لڑنا حرام قرار دیا ہے اور یہ اسے حلال سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اگر وہ مسلمان کے ساتھ لڑنا حلال نہیں سمجھتا بلکہ گناہ سمجھتا ہے تو پھر اس کا یہ فعل ضرور کافرانہ ہے۔ بہرحال اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن مسلمان کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند ہے کہ جو اس کے ساتھ لڑنے کو حلال سمجھے اللہ تعالیٰ اس کو مسلمانوں کی صف سے نکال دیتا ہے۔

ایک مومن کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے

۶۶ سے لے کر ۷۴ تک جتنے عنوانات گزرے ہیں ان سب سے مومن کی عظمت اور شان کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا مقام کتنا بلند و بالا ہے۔ آگے آنے والی آیات میں یہ بتایا جائے گا کہ مومن کا قتل سب کا قتل ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ	تو اہل کتاب کو آدم کے دو
اَبْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ	بیٹوں کا قصہ صحیح پڑھ کر سنا
اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا	دے جب ان دونوں نے
فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا	قربانی کی۔ ان میں سے ایک
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ	کی قربانی قبول ہو گئی اور
الْاٰخَرِ ط قَالَ	دوسرے کی نہ ہوئی۔ اس
لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا	نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا
يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ	اس نے جواب دیا اللہ
الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْ	پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا
بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ	ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے
لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا	کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو
بِبَاسِطٍ يَّدِيَ	میں تجھے قتل کرنے کے لیے
اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ج	ہاتھ نہ اٹھاؤں گا میں اللہ
اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ	رب العالمین سے ڈرتا ہوں

Marfat.com

الظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ
اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ
فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ
النَّارِ ج وَذٰلِكَ
جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝
فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ
قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ
فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا
یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ
لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ
سَوْءَةَ اَخِیْهِ ط قَالَ
یٰوَیْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ
اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ
هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ
سَوْءَةَ اَخِیْ ج
فَاَصْبَحَ مِنَ
النّٰدِمِیْنَ ۝ مِنْ
اَجْلِ ذٰلِكَ ج
كَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ
اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ

میں چاہتا ہوں کہ میرا اور
اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے
اور تو دوزخی بن جائے
اور ظالموں کی یہی سزا ہے
پھر اس کے نفس نے
اپنے بھائی کے خون پر
راضی کر لیا۔ پھر اسے مار
ڈالا۔ پھر اسے مار ڈالا
پس وہ نقصان اٹھانے
والوں میں سے ہو گیا۔ پھر
اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو
زمین کریدتا تھا تاکہ اسے
دکھائے کہ بھائی کی لاش
کو کس طرح چھپانا ہے
اس نے کہا افسوس مجھ پر
میں اس کوّے جیسا بھی نہ
ہو سکا کہ اپنے بھائی کی
لاش کو چھپانے کی تدبیر
کرتا پھر پچھتانے لگا اسی
سبب ہم نے بنی اسرائیل
پر لکھا۔ کہ جس نے کسی

Marfat.com

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا
بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط
وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا
اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط
وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ
رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ
ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا
مِّنْهُمْ بَعْدَ
ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ
لَمُسْرِفُوْنَ ٥

(سورۃ المائدہ آیت ۲۷ تا ۳۲)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ
لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ
وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ
اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ٥
ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ
تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا

انسان کو خون کے بدلے
یا زمین میں فساد پھیلانے
کے سوا کسی اور وجہ
سے قتل کیا گویا اس نے
تمام انسانوں کو قتل کر دیا
اور جس نے کسی کو زندگی
بخشی اس نے گویا تمام
انسانوں کو زندگی بخشی اور
ہمارے رسول انکے پاس
کھلے حکم لا چکے ہیں پھر ان
میں سے بہت لوگ اس
کے بعد زمین میں زیادتیاں
کرنے والے ہیں -

اور جب ہم نے تم سے
عہد لیا کہ آپس میں خونریزی
نہ کرنا - اور اپنے لوگوں
کو جلا وطن نہ کرنا پھر تم
نے اقرار کیا - اور تم خود
گواہ ہو پھر تم ہی وہ ہو
کہ اپنے لوگوں کو قتل کرتے
ہو - اور ایک جماعت

Marfat.com

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ البقرہ آیت ۸۴، ۸۵)

کو اپنے میں سے ان کے گھروں سے نکالتے ہو ان پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو ان کا تاوان دیتے ہو۔ حالانکہ تم پر ان کا نکالنا بھی حرام تھا کیا تم کتاب کے ایک حصّہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصّہ کا انکار کرتے ہو پھر جو تم میں ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب میں دھکیلے جائیں۔ اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔

تفسیر

ان آیات سے ظاہری اور سرسری طور پر جو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

Marfat.com

پہلے اجمالاً انہیں پیش کریں گے اور پھر تفصیل عرض کی جائیگی۔ اجمال یہ ہے کہ ان آیات سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی ابتداء حضرت آدم سے ہوئی۔ اور ناجائز قتل کی ابتداء بھی ان کی اولاد سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مردے دفنانے کا طریقہ کوّے کے ذریعہ سے سکھایا مقتول کے گناہ قاتل پر ڈالے جائیں گے۔ قتل کی دنیوی سزا توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔ ایک مومن کا قاتل سب کا قاتل ہے۔ پہلی چیز جو قربانی ہے یہ لفظ قرب سے بنا ہے۔ اس کے معنی قریب اور نزدیک ہونے کے ہیں۔ اور اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اللہ تعالےٰ کے قریب اور نزدیک ہونے کا ذریعہ بنے۔ خواہ عبادت بدنی ہو یا مالی جہاد وغیرہ لیکن شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے نام پر خاص وقت میں جانور ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں کیونکہ ان اوقات میں اس کے نام پہ جانور ذبح کرنے سے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور وقت میں حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ قربانی کا حکم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شریعتوں میں تھا اور حضورؐ کی شریعت میں اسکا حکم ہے اسکی مزید تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس تفصیل میں جانے سے مضمون لمبا ہو جائے گا۔

اور دوسرا ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز قتل کی ابتداء بھی حضرت آدم کی اولاد سے ہوئی۔ خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کے جو لڑکا پیدا ہوتا اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوتی۔ اسی طرح دوسرے بطن میں بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوتی۔ اور ایک بطن کا لڑکا دوسرے بطن کی لڑکی سے اور دوسرے بطن کا لڑکا پہلے بطن

Marfat.com

کی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا۔ آدم علیہ السلام کی شریعت میں حسب ضرورت وقت پر افتراق بطون بمنزلہ افتراق نسب کے قرار دیا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ہابیل رکھا اور دوسرے کا قابیل اور دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی پیدا ہوئی اور حسب معمول ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے اور قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے تجویز ہوا اور قابیل کی بہن زیادہ حسین تھی۔ قابیل اس کا خواستگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ آخر آدم علیہ السلام نے قطع حجت کے لیے یہ فیصلہ فرمادیا کہ دونوں اللہ کے نام کچھ نیاز کرو جس کی قبول ہو جائے وہ عورت اس کی رہی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے اس کی نیاز قبول ہوگی اس لیے یہ فیصلہ فرمادیا۔ تاکہ قابیل کے لیے پھر بحث و تکرار کی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ مطلب بھی نہ تھا کہ قابیل کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کا احتمال تھا۔ غرض دونوں نے اپنی اپنی نیاز حاضر کی۔ ہابیل تو ایک عمدہ دنبہ لایا۔ اور قابیل چند خوشے کسی غلہ کے لایا اور لاکر یہیں رکھ دیا۔ آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی۔ اس وقت یہی علامت قبولیت کی تھی۔ جب قابیل اس فیصلہ میں بھی ہارا تو بقول

چوں حجت نماند جفاجوئے را　　بہ پرخاش در ہم کشد روئے را

بے چارے ہابیل کی جان کے درپے ہوا یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی لاش کو کیونکر چھپاؤں کہ آدم علیہ السلام کو اطلاع نہ ہو یہاں تک کہ کوے کے ذریعہ اس کو دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا اور اس وقت ہابیل کی عمر بیس ۲۰ سال تھی۔ (بیان القرآن مولانا اشرف علی تھ نوی

Marfat.com

بحوالہ ابن جریر عن ابن مسعود و ناس من الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کذا فی روح المعانی) اور کوّے کے کھودنے کی حکایت بطریق مذکور عبد ابن حمید اور ابن جریر نے عطیہ سے نقل کی ہے ہکذا فی الروح اور تتمہ قصہ کا نعیم بن حماد نے عبدالرحمان بن فضالہ سے نقل کیا ہے کہ اس کے بعد قابیل کی عقل مسخ ہوگئی اور دل اس کا قابو میں نہ رہا مخبوط الحواس ہوگیا اور اسی بدحواسی اور پریشانی میں مرگیا۔ ہکذا فی الروح۔ یہ حالت بھی خسران دنیا میں داخل ہوسکتی ہے اور خسران آخرت کا ذکر حدیث صحیحین میں ابن مسعود سے اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جتنے خون ناحق ہوئے ہیں قاتل کے برابر اس کا گناہ اس قابیل کے نامہ اعمال میں بھی بوجہ اس کے بانی قتل ہونے کے لکھا جاتا ہے پس یہ آخرت کا خسران بھی دگنا ہوا۔

اور ہابیل نے جو اپنا دفاع نہ کیا اور کہا اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العلمین ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے علم نہیں تھا کہ مجھے اپنے دفاع کا حق حاصل ہے ورنہ شریعت میں اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسے قتل کرنا چاہے اور یہ شخص قرائن قویہ سے یہ سمجھے کہ بدون اس کے کہ اس کو قتل کردوں بچ نہیں سکتا تو اس کو قتل کردینا جائز ہے اور اگر اس حیص بیص میں یہ مارا گیا تو شہید ہوگا۔ اور اگر یہ مدافعت نہ کرے بلکہ بے ہاتھ ہلائے مارا جائے تب بھی حرج ہے بلکہ بعض احادیث سے کہ ابوداؤد و ترمذی میں مروی ہے اس کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں ہیں البتہ جہاں انتقام و مدافعت میں اسلامی مصلحت و ضرورت ہو وہاں مدافعت و انتقا

Marfat.com

واجب ہے جیسے کافروں اور باغیوں سے قتال کرنا ۔ حدود قصاص جاری کرنا اور اس تقریر سے تمام نصوص و دلائل جمع ہو جاتے ہیں اور تیسرا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مقتول مظلوم کے گناہ قاتل پر ڈالے جاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں تصریح موجود ہے کہ قیامت کے روز مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالے جائیں گے اس کا عذاب شدید اور مظلوم کا ہلکا ہو جائے گا ۔ یہ تفسیر بیان القرآن سے منقول ہے اور چوتھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ توبہ سے قتل کا گناہ معاف نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں قابیل کی ندامت مذکور ہے اور پہلے احادیث کی روشنی میں تصریح آچکی ہے کہ تا قیامت جتنے ناجائز قتل ہوں گے جتنا گناہ قاتل کا ہوگا اتنا ہی گناہ قابیل کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا ۔ اگر اس کی توبہ منظور ہو جاتی تو اس کا یہ گناہ اس طرح نہ لکھا جاتا ۔ اور اسی طرح توبہ سے قتل دنیاوی کی سزا بھی معاف نہیں ہوتی ۔ اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ العزیز بیان ہوگی ۔ اور قابیل کو اللہ تعالیٰ نے آدم کے ہاتھ سے سزا دینے کی بجائے خود سزا دی کہ وہ بدحواس ہو کر خود مر گیا ۔

اور پانچواں اس سے یہ معلوم ہوا کہ (مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ) ایک جان کا قاتل سب کا قاتل ہے ۔ یہاں نفس کی تشریح میں تین احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ نفس سے مراد ہر وہ نفس ہوگا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے سوائے قصاص اور فساد فی الارض کے ۔ بعض مفسرین اسی طرف گئے ہیں ۔ اور حضرت سعید بن جبیر نے اس کی تفسیر دم مسلم سے فرمائی ہے اور مجاہد نے اس کی تفسیر نفس مومن سے فرمائی ہے ۔ حاصل یہ ہے کہ مومن مسلمان کا قتل سب کا قتل ہے اور مومن مسلمان کو زندہ چھوڑنا گویا سب کو زندہ چھوڑنا ہے کیونکہ پہلے ہم عرض کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مومن

مسلمان کو شجرہ طیبہ اور خیر البریّہ قرار دیا ہے ۔ اب اس کا قاتل جو ہوگا وہ شجرِ طیبہ کا منقطع کرنے والا اور سب مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو خیر کا باب کھولا ہے اس کا بند کرنے والا ہوگا ۔ اور اسے زندہ چھوڑنے والا اس شجرہ طیبہ کو باقی رکھنے والا اور خیر کا باب کھلا چھوڑنے والا ہوگا ۔ پس ایک مومن مسلمان کا قاتل پوری قوم کا قاتل ہے اور یہ قومی مجرم ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس بہت سے انبیاء علیہم السلام روشن دلائل لے کر آئے ۔ یعنی قتل و غارت کے مذموم اور قبیح ہونے کے دلائل اور نقصانات انہیں سمجھائے اور اس کے سدّباب کے طریقے قصاص وغیرہ بھی انہیں بتائے مگر انہوں نے انبیاء کی تعلیمات کو نظر انداز کیا اور زمین میں اسراف کیا ۔

اس کے بعد سورۃ بقرہ والی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس اسراف کی تشریح بیان فرمائی ہے کہ ان لوگوں نے زمین میں کشت و خون کیا اور پھر انہیں دنیا میں ذلت اٹھانی پڑے گی جیسا کہ کتب تواریخ اور آثار میں موجود ہے کہ بنی اسرائیل پر ایک ایسا بھی دور آیا کہ پوری دنیا پر ان کی حکومت رہی ہے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور ۔ اور یہ سب اسی اصول کی پیروی اور برکت کا نتیجہ تھا ۔ اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور ختم ہوا تو اسرائیلی حکومت دو حصوں میں بٹ گئی اور بنی اسرائیل میں خون ریزی شروع ہو گئی اور دشمنوں نے پھر ان پر چڑھائی کی جس کے نتیجہ میں بیت المقدس کو بھی منہدم کر دیا گیا ۔ یہ تو دنیاوی ذلت تھی اور اُخروی ذلت قیامت میں ہوگی ۔ بہرحال ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایک مومن بحیثیت مومن ہونے کے خیر اور بھلائی کا دروازہ ہے اور اسے توڑنا اور قتل کرنا شر کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے ۔

Marfat.com

صرف اظہارِ اسلام کرنے والا بھی مومن ہے اسے قتل کرنا جائز نہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

اے ایمان والو جب اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو۔ اور جو تم پر سلام کہے اسے مت کہو تو مومن نہیں ہے۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو اس سے پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا لہٰذا تحقیق سے کام لیا کرو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے

(سورۃ النساء آیت ۹۴)

تفسیر

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ کے جاری ہونے میں

Marfat.com

مومن کے مومن ہونے کے لیے صرف ظاہری اسلام کافی ہے۔ جو شخص اسلام کا اظہار کرے اس کے قتل سے ہاتھ روکنا واجب ہے، اور محض شک وشبہ کی وجہ سے باطن کی تفتیش کرنا اور احکام اسلامیہ کے جاری کرنے میں اس کے یقینی ایمان کے ثبوت کا منتظر رہنا جائز نہیں جیسا بعض صحابہ سے بعض غزوات میں اس قسم کی لغزش واقع ہوئی کہ بعض لوگوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا، لیکن بعض حضرات صحابہ نے انکی علامات اسلام کو کذب پر محمول کر کے قتل کر ڈالا۔ اور مقتول کا مال غنیمت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انسداد فرمایا، اور چونکہ اس وقت تک صحابہ کو یہ مسئلہ واضح طور پر معلوم نہ تھا اس لیے صرف فہمائش پہ اکتفاء کیا، اور اس فعل پہ ان کے لیے کوئی وعید نازل نہیں فرمائی۔ (بیان القرآن)

مسلمان سمجھنے کے لیے علامات اسلام کافی ہیں، باطن کی تفتیش کرنا جائز نہیں

مذکورہ آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جو شخص اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ بغیر تحقیق کے اس کے قول کو نفاق پر محمول کرے۔ اس آیت کے نزول کا سبب کچھ ایسے واقعات ہیں جن میں بعض صحابہ کرام سے اس بارہ میں لغزش ہوگئی تھی۔

چنانچہ ترمذی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک آدمی صحابہ کرام کی ایک جماعت سے

Marfat.com

ملا جب کہ یہ حضرات جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ یہ آدمی اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے حضرات صحابہؓ کو سلام کیا جو عملاً اس چیز کا اظہار تھا، کہ میں مسلمان ہوں۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ اس وقت اس نے محض اپنی جان و مال بچانے کے لیے یہ فریب کیا ہے کہ مسلمانوں کی طرح سلام کر کے ہم سے بچ نکلے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا، اور اس کی بکریوں کو مالِ غنیمت قرار دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص آپ کو اسلامی طرز پر سلام کرے تو بغیر تحقیق کے یہ نہ سمجھو کہ اس نے فریب کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے، اور اس کے مال کو مالِ غنیمت سمجھ کر حاصل نہ کرو (ابن کثیر)

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک دوسری روایت ہے جس کو بخاریؒ نے مختصراً اور بزارؒ نے مفصلاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ مجاہدین کا بھیجا، جن میں حضرت مقداد بن اسود بھی تھے، جب وہ موقع پر پہنچے تو سب لوگ بھاگ گئے، صرف ایک شخص رہ گیا، جس کے پاس بہت مال تھا، اس نے صحابہ کرامؓ کے سامنے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مگر حضرت مقدادؓ نے یہ سمجھ کہ دل سے نہیں کہا، بلکہ محض جان و مال بچانے کے لیے کلمۂ اسلام پڑھ رہا ہے اس کو قتل کر دیا، حاضرین میں سے ایک صحابی نے کہا کہ آپ نے بُرا کیا، کہ ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دی تھی، میں اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو اس واقعہ کا ذکر ضرور کروں گا۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا۔ آپؐ نے حضرت مقدادؓ کو بلا کر سخت

Marfat.com

سخت تنبیہ فرمائی، اور فرمایا کہ بروز قیامت تمہارا کیا جواب ہوگا، جب کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تمہارے مقابلہ میں دعویدار ہوگا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی: لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ

مذکورہ آیت کے بارہ میں ان دو واقعات کے علاوہ دوسرے واقعات بھی منقول ہیں، لیکن محققین اہل تفسیر نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہوسکتا، کہ یہ چند واقعات مجموعی حیثیت سے نزول کا سبب ہوئے ہوں۔

آیت کے الفاظ میں اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ ارشاد ہے اس میں لفظ "سلام" سے اگر اصطلاحی سلام مراد لیا جائے تب تو پہلا واقعہ اس کے ساتھ زیادہ چسپاں ہے، اور اگر سلام کے لفظی معنی سلامت اور اطاعت کے لیے جائیں تو یہ سب واقعات اس میں برابر ہیں، اسی لیے اکثر حضرات نے "سلام" کا ترجمہ اس جگہ اطاعت کا کیا ہے۔

واقعہ کی تحقیق کے بغیر فیصلہ کرنا جائز نہیں

اس آیت کے پہلے جملہ میں ایک عام ہدایت ہے کہ مسلمان کوئی کام بے تحقیق محض گمان پر نہ کریں، ارشاد ہے اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا، "یعنی جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کرو"۔ محض خیال اور گمان پر کام کرنے سے

بسا اوقات غلطی ہوجاتی ہے۔ اس میں سفر کی قید بھی اس وجہ سے ذکر کی گئی کہ یہ واقعات سفر ہی میں پیش آئے، یا اس وجہ سے کہ شبہات عموماً سفر میں پیش آتے ہیں، اپنے شہر میں ایک دوسرے کے حالات سے عموماً واقفیت ہوتی ہے، ورنہ اصل حکم عام ہے۔ سفر میں ہو یا حضر میں بغیر تحقیق کے کسی عمل پر اقدام جائز نہیں، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جلد بازی شیطان کی طرف سے" (بحر محیط)

دوسرے جملہ یعنی تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، میں اسی روگ کی اصلاح ہے جو اس غلطی پر اقدام کرنے کا باعث ہوا یعنی دنیا کی دولت مال غنیمت حاصل ہونیکا خیال۔

آگے یہ بھی بتلادیا کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے اموال غنیمت میں بہت سے مقرر اور مقدر کر رکھے ہیں، تم اموال کی فکر میں نہ پڑو اس کے بعد ایک اور تنبیہ فرمائی کہ ذرا اس پر بھی تو نظر ڈالو کہ پہلے تم میں بھی تو بہت سے حضرات ایسے ہی تھے کہ مکہ مکرمہ میں اپنے اسلام و ایمان کا اعلان نہیں کر سکتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ کفار کے نرغہ سے نجات دیدی، تو اسلام کا اظہار کیا، تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ شخص جو لشکر اسلام کو دیکھ کر کلمہ پڑھ رہا ہے وہ حقیقۃً پہلے سے اسلام کا معتقد ہو مگر کفار کے خوف سے اسلام کا اظہار نہیں کرتے پایا تھا، اس وقت اسلامی لشکر کو دیکھ کر اظہار کیا، یا کہ شروع میں جب تم نے کلمہ اسلام کو پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہا تو اس وقت تمہیں مسلمان قرار دینے کے لیے شریعت نے یہ قید نہیں لگائی تھی کہ تمہارے دلوں کو

ٹٹولیں، اور دِل میں اسلام کا ثبوت ملے، تب تمہیں مسلمان قرار دیں، بلکہ صرف کلمۂ اسلام پڑھ لینے کو تمہارے مسلمان قرار دینے کے لیے کافی سمجھا گیا تھا، اسی طرح اب جو تمہارے سامنے کلمہ پڑھتا ہے اس کو بھی مسلمان سمجھو،

اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب

اس آیت کریمہ سے یہ اہم مسئلہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان بتلاتا ہو خواہ کلمہ پڑھ کر یا کسی اور اسلامی شعار کا اظہار کر کے مثلاً اذان، نماز وغیرہ میں شرکت کرے تو مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کریں، اس کا انتظار نہ کریں کہ وہ دل سے مسلمان ہوا ہے یا کسی مصلحت سے اسلام کا اظہار کیا ہے۔

نیز اس معاملہ میں اس کے اعمال پہ بھی مدار نہ ہوگا، فرض کر لو کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا اور ہر قسم کے گناہوں میں ملوث ہے پھر بھی اس کو اسلام سے خارج کہنے کا یا اس کے ساتھ کافروں کا معاملہ کرنے کا کسی کو حق نہیں، اسی لیے امام اعظم رحؒ نے فرمایا لا نکفر اھل القبلۃ بذنب، "یعنی ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے"۔ بعض روایات حدیث میں بھی اس قسم کے الفاظ مذکور ہیں، کہ اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہو، خواہ وہ کتنا ہی گنہگار بدعمل ہو۔

مگر یہاں ایک بات خاص طور پہ سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اس کو کافر کہنا یا سمجھنا جائز نہیں، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب تک اس سے

Marfat.com

کسی ایسے قول و فعل کا صدور نہ ہو جو کفر کی یقینی علامت ہے اس وقت تک اس کے اقرار اسلام کو صحیح قرار دے کر اس کو مسلمان کہا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے۔ اس کی قلبی کیفیات اخلاص یا نفاق سے بحث کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا۔

لیکن جو شخص اظہارِ اسلام اور اقرارِ ایمان کے ساتھ ساتھ کچھ کلماتِ کفر بھی بکتا ہے یا کسی بُت کو سجدہ کرتا ہے، یا اسلام کے کسی ایسے حکم کا انکار کرتا ہے جس کا اسلامی حکم ہونا قطعی اور بدیہی ہے، یا کافروں کے کسی مذہبی شعار کو اختیار کرتا ہے جیسے گلے میں زنّار وغیرہ ڈالنا وغیرہ، وہ بلاشبہ اپنے اعمالِ کفریہ کے سبب کافر قرار دیا جائے گا۔ آیت مذکور میں لفظ تَبَیَّنُوْا سے اس کی طرف اشارہ موجود ہے ورنہ یہود و نصاریٰ تو سب ہی اپنے آپ کو مومن مسلمان کہتے ہیں اور مسیلمہ کذاب جس کو باجماع صحابہ کافر قرار دیکر قتل کیا گیا وہ تو صرف کلمہ اسلام کا اقرار ہی نہیں بلکہ اسلامی شعائر نماز، اذان وغیرہ کا بھی پابند تھا۔ اپنی اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی کہلواتا تھا مگر اس کے ساتھ وہ اپنے آپ کو بھی نبی اور رسول صاحبِ وحی کہتا تھا، جو نصوص قرآن و سنت کا کھلا ہوا انکار تھا، اسی کی بنا پر اس کو مرتد قرار دیا گیا اور اس کے خلاف باجماعِ صحابہ جہاد کیا گیا۔

خلاصہ مسئلہ کا یہ ہوگیا کہ ہر کلمہ گو اہل قبلہ کو مسلمان سمجھو اس کے باطن اور قلب میں کیا ہے، اس کی تفتیش انسان کا کام نہیں، اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرو، البتہ اظہار ایمان کے ساتھ خلافِ ایمان کوئی بات سرزد ہو تو اس کو مرتد سمجھو، بشرطیکہ اس کا خلاف ایمان ہونا قطعی اور یقینی ہو اور اس

Marfat.com

ہیں کوئی دوسرے احتمال یا تاویل کی راہ نہ ہو۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لفظ "کلمہ گو" یا "اہل قبلہ" یہ اصطلاحی الفاظ ہیں جن کا مصداق صرف وہ شخص ہے جو مدعیِ اسلام ہونے کے بعد کسی کافرانہ قول و فعل کا مرتکب نہ ہو۔

مومن کے قاتل کی دنیوی اور اخروی سزا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو مقتولوں میں
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ	برابری کرنا تم پہ فرض کیا گیا
فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ	ہے۔ آزاد بدلے آزاد کے
بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ	اور غلام بدلے غلام کے
بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى	اور عورت بدلے عورت
بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ	کے۔ پس جسے اس کے
عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ	بھائی کی طرف سے کچھ بھی
شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ	معاف کیا جائے تو دستور
بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ	کے موافق مطالبہ کرنا چاہیئے
اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ	اور اسے نیکی کے ساتھ ادا
ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ	کرنا چاہیئے۔ یہ تمہارے رب
رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ	کی طرف سے آسانی اور
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ	مہربانی ہے۔ پس جو اسکے
ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ	بعد زیادتی کرے تو اس کے

Marfat.com

اَلِيْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي
الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ
يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ۝

(سورۃ البقرہ آیت ۱۷۸-۱۷۹)

لیے دردناک عذاب ہے
اور اے عقلمندو تمہارے
لیے قصاص میں زندگی ہے
تاکہ تم (خون ریزی سے)
بچو۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ
فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ
بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى
عَلَيْكُمْ (بقرہ آیت ۲۹)

پس جو تم پر زیادتی کرے
تو زیادتی کرو اس پر جیسا
اس نے تم پر زیادتی کی
ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ
اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا
اِلَّا خَطَاً ج وَمَنْ
قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ
وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّآ اَنْ
يَّصَّدَّقُوْا ط فَاِنْ
كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ
لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
مُّؤْمِنَةٍ ط وَاِنْ

کسی مومن کی یہ شان نہیں
کہ کسی مومن کو قتل کرے
مگر غلطی سے۔ اور جو
مومن کو غلطی سے قتل کرے
تو ایک مومن گردن آزاد
کرے اور مقتول کے وارثوں
کو خون بہا دے مگر یہ کہ
وہ خون بہا معاف کر دے
پھر اگر وہ مقتول مومن
تمہاری دشمن قوم سے ہو
تو ایک مومن غلام آزاد
کرنا ہے اور اگر وہ مقتول

Marfat.com

كَانَ مِنْ قَوْمٍ — مومن کسی ایسی قوم سے
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ — ہے کہ جس سے تمہارا
مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ — معاہدہ ہے تو اس کے
إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ — وارثوں کو خون بہا دیا جائیگا
رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ج — اور ایک مومن غلام آزاد
فَمَنْ لَمْ يَجِدْ — کرنا ہوگا پھر جو غلام نہ
فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ — پائے وہ پے در پے
مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً — دو مہینے روزے رکھے
مِنَ اللَّهِ ط و — اللہ سے گناہ بخشوانے
كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا — کے لیے اور اللہ جاننے والا
حَكِيمًا ٥ وَمَنْ — حکمت والا ہے۔
يَقْتُلْ مُؤْمِنًا — اور جو کوئی کسی مومن کو
مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ — جان بوجھ کر قتل کر دے
جَهَنَّمُ خَالِدًا — اس کی سزا دوزخ ہے
فِيهَا وَغَضِبَ — جس میں وہ ہمیشہ رہے گا
اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ — اس پر اللہ کا غضب اور
وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا — اس کی لعنت ہے اور اس
عَظِيمًا۔ — نے اس کے لیے بڑا عذاب
(سورۃ النساء آیت ۹۲-۹۳) — تیار کیا ہے۔
وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ — اور ہم نے ان پر اس
فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ — توراۃ میں لکھا کہ جان بدلے

Marfat.com

بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ — جان کے۔ اور آنکھ بدلے
بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ — آنکھ کے اور ناک بدلے
بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ — ناک کے اور کان بدلے
بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ — کان کے اور دانت بدلے
بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ — دانت کے اور زخموں
قِصَاصٌ فَمَنْ — کا بدلہ ان کے برابر ہے
تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ — پھر جس نے معاف کر
كَفَّارَةٌ لَّهٗ ط وَمَنْ — دیا تو وہ گناہ سے پاک
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ — ہو گیا اور جو کوئی اس کے
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ — موافق حکم نہ کرے جو
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ — اللہ نے اتارا تو وہ ظالم
وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى — ہے۔ اور ہم نے انہیں کے
اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى — پیچھے انہیں کے قدموں پر
ابْنِ مَرْيَمَ — عیسیٰ مریم کے بیٹے کو بھیجا
مُصَدِّقًا لِّمَا — جو اپنے سے پہلی کتاب
بَيْنَ يَدَيْهِ — توراۃ کی تصدیق کرنے والا
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ — تھا اور ہم نے اسے
الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ — انجیل دی جس میں ہدایت
هُدًى وَّنُوْرٌ — اور روشنی تھی اور اپنے
وَّمُصَدِّقًا لِّمَا — سے پہلی کتاب توراۃ کی
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ — تصدیق کرنے والی تھی۔

Marfat.com

التَّوْرَاةَ وَهُدًى وَّ
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝
وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ
الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝
وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا
عَلَيْهِ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا
جَآءَكَ مِنَ
الْحَقِّ ؕ

اور راہ بتلانے والی تھی
اور ڈرنے والوں کے
لیے نصیحت تھی اور چاہیئے
کہ انجیل والے اس کے
موافق حکم کریں جو اللہ
نے اس میں اتارا ہے اور
جو شخص اس کے موافق
حکم نہ کرے سو وہی
نافرمان ہیں۔ اور ہم نے
تم پر سچی کتاب اتاری ہے
جو اپنے سے پہلی کتابوں
کی تصدیق کرنے والی ہے
اور ان کے مضامین پر
نگہبانی کرنے والی ہے
تو تو ان کے مابین اس
کے موافق حکم کر جو اللہ
نے اتارا ہے اور ان کی
خواہشات کی پیروی مت
کر اس لیے کہ تیرے پاس
حق آگیا ہے۔

(سورۃ المائدہ آیت ۴۵ تا ۴۸)

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
اور جس جان کو قتل کرنا

Marfat.com

الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ط اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ○

(۱ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳)

اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرنا اور جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کے واسطے اختیار دے دیا ہے لہٰذا قصاص میں زیادتی نہ کرے بے شک اس کی مدد کی گئی ہے

تفسیر

یہاں اس باب میں نو آیات نقل کی گئی ہیں۔ پہلی دو آیتیں سورۃ بقرہ کی ہیں ان میں چار چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ قصاص تم پر فرض کیا گیا ہے۔ لفظ قصاص کے لغوی معنی مماثلت کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں قصاص کہا جاتا ہے۔ قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو۔ اس آیت میں آزاد کے مقابل آزاد اور عورت کے مقابل عورت کا جو ذکر آیا ہے یہ اس خاص واقعہ کی بنا پر ہے جس میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ابن کثیر نے باسناد ابن ابی حاتم نقل کیا ہے کہ زمانہ اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ ہو گئی۔ طرفین کے بہت سے آدمی آزاد غلام مرد اور عورتیں قتل ہو گئے۔ ابھی ان کے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانہ اسلام شروع ہو گیا۔ اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہو گئے

Marfat.com

اسلام لانے کے بعد ان میں اپنے اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو شروع ہوئی۔ تو ایک قبیلہ جو قوت اور شوکت والا تھا اس نے کہا ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ہمارے غلام کے بدلے میں تمہارا آزاد آدمی۔ اور عورت کے بدلے میں تمہارا مرد نہ قتل کیا جائے۔ انکے جاہلانہ اور ظالمانہ مطالبہ کی تردید کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی جس کا حاصل ان کے اس مطالبہ کا رد کرنا تھا۔ کہ غلام کے بدلے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائے اگرچہ وہ قاتل نہ ہو۔

اسلام نے اپنا عادلانہ قانون یہ نافذ کر دیا کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے۔ اگر عورت قاتل ہے تو کسی بے گناہ مرد کو قتل کرنا اور اسی طرح قاتل اگر غلام ہے تو اس کے بدلے میں کسی بیگناہ آزاد کو قتل کرنا ظلم عظیم ہے جو اسلام میں قطعاً برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا حاصل اس کے سوا کوئی نہیں کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ عورت ہو یا غلام، قاتل عورت اور غلام کے بجائے بے گناہ مرد یا آزاد کو قتل کرنا جائز نہیں۔ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کو کوئی مرد قتل کر دے یا غلام کو کوئی آزاد قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ قرآن مجید کی اسی آیت کے شروع میں اَلْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اس عموم کی واضح دلیل ہے۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع)

اور دوسری یہ بیان فرمائی کہ اگر قاتل کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے تو دستور کے موافق مطالبہ کرنا چاہیئے اور نیکی کے ساتھ

اسے ادا کرنا چاہیئے۔ اب یہ دستور کیا ہے مطالبہ کیا ہے؟ اسکی تفصیل عنقریب بیان ہوگی۔ اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ یہ معافی کی صورت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف ہے اور رحمت ہے ورنہ اگر قصاص ہی رکھ دیا جاتا تو مشکلات ہوتیں۔ چوتھی چیز یہ بیان فرمائی کہ معافی کے بعد فریقین میں سے کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے ورنہ اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ یہ دردناک عذاب دُنیاوی بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو اس کے جُرم کے موافق سزا ملے گی اور اُخروی بھی ہوسکتا ہے۔ اور پانچویں چیز قصاص کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ اس میں باقی معاشرے کی بقا ہے ورنہ اگر خونریزی چل پڑی تو پورا معاشرہ تباہ ہوجائے گا۔

اس کے بعد سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹۴ کا ایک جملہ ہے یہ لفظ قصاص کی تشریح ہے کہ جو کسی پر زیادتی کرے اس پر اسی کے مثل زیادتی ہونا چاہیئے اس کے بعد سورۃ النساء کی آیت ۹۲-۹۳ ہیں۔ یہ بھی سورۃ بقرہ کی آیات کی توضیح اور تشریح ہیں کیونکہ سورۃ بقرہ میں قصاص کا ذکر فرمایا ہے اور اَدَاءٌ کا ذکر فرمایا ہے اور قصاص کا معنی مماثلت ہے اور یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ یہ مماثلت قتل عمد میں ہے یا خطا میں ہے۔ نیز یہ بھی بیان نہیں فرمایا کہ اَدَاءٌ سے کیا مراد ہے؟ اور یہ بھی بیان نہیں فرمایا کہ مقتول ملکی ہو تو کیا حکم ہے اور غیر ملکی ہو تو کیا حکم ہے۔ مسلم ہو تو کیا اور غیر مسلم ہو تو کیا حکم ہے؟ سورۃ النساء کی ان آیات میں اس کی کچھ تفصیل آگئی ہے۔ پہلے یہ بیان فرمایا ہے کسی مومن کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے اور اگر اس کے ہاتھ سے کوئی مومن قتل ہو ہی جائے تو پھر اسکی دو صورتیں ہیں کہ اگر قتل غلطی سے ہوگیا ہے تو قاتل کو ایک گردن مومن آزاد کرنا ہے

Marfat.com

یعنی غلام۔ اور مقتول کے وارثوں کو دیت (خون بہا) بھی ادا کی جائے گی۔ ہاں اگر وہ معاف کر دیں اور اگر وہ مقتول مومن غیر مسلم حکومت کا باشندہ ہو تو اس وقت صرف مومن گردن ہی (غلام) آزاد کرنا ہے۔ اور اگر وہ مقتول خواہ مومن ہو یا غیر مومن مگر کسی کافر حکومت کا باشندہ ہو اور مسلمانوں کا اس سے معاہدہ ہو تو اس وقت (رقبہ مومن) غلام مومن بھی آزاد کرنا ہے اور اس کے وارثوں کو خون بہا بھی دینا ہے۔ اور اگر غلام نہ ہو تو دو ماہ پے در پے روزے رکھنا ہے۔ اگر کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

اس کے بعد سورۃ المائدہ کی آیتوں میں سے پہلے جملہ میں قتلِ عمد کی دنیاوی سزا بیان فرمائی ہے کہ جان کے بدلے جان ہے یعنی قاتل کو مقتول کے بدلے میں مارا جائے اور اس کے بعد اعضاء کے بدلے اعضاء اور خون کے بدلے زخمی کرنے کا قصاص بیان فرما دیا ہے۔ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا یعنی معاف کرنے والے کے اپنے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ جو حکام قصاص کا یہ فیصلہ نافذ نہیں کریں گے تو وہ ظالم ہیں یعنی ظالم کے ساتھ وہ بھی برابر کے شریک ہیں اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ تورات اور انجیل کے اندر بھی یہی حکم تھا۔ اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو جو قرآن مجید دیا گیا ہے اس میں بھی یہی حکم ہے۔

اس کے بعد سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۳۳ ہے۔ یہ بھی لفظ قصاص کی تشریح نہیں کیونکہ اس سے پہلے جتنی آیات کی تشریح ہوئی ہے ان میں

Marfat.com

یہ تو آیا ہے کہ قصاص ہے لیکن یہ وضاحت نہیں ہے کہ قصاص کس سے لینا ہے اور سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت نے بتا دیا ہے کہ قصاص مقتول کے وارثوں نے لینا ہے لیکن آگے انہیں بھی ہدایت فرما دی ہے کہ قصاص میں اسراف نہ کریں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا۔ یہاں اِنَّہٗ کی ضمیر کا مرجع ولی مقتول بھی ہو سکتا ہے تو پھر مقصد یہ ہوگا کہ جب اس کی اتنی نصرت کی گئی ہے تو اسے پھر زیادتی نہیں کرنا چاہیئے اور اس کا مرجع مقتول بھی ہو سکتا ہے اس کا مقصد ایک ہی ہے اور وارثوں کے تسلط سے مراد وقتی حکومت سے مطالبہ کرنا ہے کہ وہ اس کی تحقیق کرے اور قصاص کی سزا پھر حکومت نافذ کرے۔ صحابہ کا اس پر اجماع ہے

اس سے پہلے باب قصاص کے سلسلہ میں جو تفسیر اور توضیح عرض کی گئی ہے وہ تو وہ ہے جو قرآن مجید کی مختلف آیات کو ترتیب اور تطبیق دینے سے سرسری طور پر معلوم ہوتی ہے اور اب وہ تفسیر عرض کی جائے گی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود بیان فرمائی ہے

خونِ ناحق کی اُخروی سزا احادیث کی روشنی میں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ	عبداللہ بن مسعود سے روایت
مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ	ہے کہ جناب رسول اللہ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ	قیامت کے دن لوگوں کے
مَا یُقْضٰی بَیْنَ	درمیان سب سے پہلے

Marfat.com

النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَآءِ (متفق علیہ)

خونِ ناحق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا (بخاری)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو معاہدہ (ذمی یا مستامن) کرنے والے کو قتل کرے گا وہ جنّت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پائی جائے گی۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ۔ (ترمذی)

ابی سعید اور ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آسمان اور زمین کے رہنے والے سارے ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سب کو آگ میں ڈالے گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ

ابن عباس رضؓ نے نبی صلی اللہ

Marfat.com

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْئُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاصِيَتُهٗ وَرَأْسُهٗ بِيَدِهٖ وَاَوْدَاجُهٗ تَشْخُبُ دَمًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ قَتَلَنِيْ حَتّٰى يُدْنِيَهٗ مِنَ الْعَرْشِ۔

(ترمذی)

علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا قیامت کے دن مقتول قاتل کو لائے گا اس حال میں کہ اس کی پیشانی اور اس کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا کہے گا اے میرے رب اس نے مجھے قتل کیا ہے یہاں تک کہ اس کو عرش کے قریب کریگا

عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّغْفِرَهٗ اِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا اَوْ مَنْ يَّقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

ابی درداء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا شاید کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرما دے مگر جو مشرک مرے یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔

عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ
حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
قَالَ یَجِیْئُ الْمَقْتُوْلُ
بِقَاتِلِہٖ یَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ فَیَقُوْلُ
سَلْ ھٰذَا فِیْمَ
قَتَلَنِیْ فَیَقُوْلُ
قَتَلْتُہٗ عَلٰی
مُلْکِ فُلَانٍ قَالَ
جُنْدُبٌ فَاتَّقُوْھَا۔

جندب نے کہا کہ مجھے فلاں
نے حدیث سنائی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا قیامت
کے دن مقتول قاتل کو
لائے گا اور کہے گا اے
اللہ اس سے پوچھ اس
نے مجھے کس کے باعث
قتل کیا تھا۔ وہ کہے گا
کہ فلاں ملکی یا ملک کی
وجہ سے۔ جندب نے
کہا اس سے بچ۔

(نسائی)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ
عَلٰی قَتْلِ مُؤْمِنٍ
شَطْرَ کَلِمَۃٍ لَقِیَ
اللّٰہَ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ
عَیْنَیْہِ آئِسٌ مِنْ

ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو
شخص مدد کرے کسی
مومن کے قتل پر آدھے
کلمہ کے برابر تو ملے گا
اللہ تعالیٰ سے اس حال
میں کہ آنکھوں کے درمیان

Marfat.com

رَحْمَةِ اللّٰہِ۔ لکھا ہوا ہوگا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے۔

(یہ سات احادیث مشکوٰۃ کتاب القصاص سے لی گئی ہیں)

تشریح احادیث

یہاں اس بحث میں کل سات احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ سب احادیث قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت ۹۳ کی تشریح اور تفسیر ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آدمی کسی مومن کو جان بوجھ کر قصداً اور بالارادہ قتل کرے تو اس کی جزا دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دُور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے مگر یہ آیت کریمہ مجمل ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اس کی پوری تفصیل بیان فرمائی ہے۔

یہاں پہلی حدیث عبداللہ بن مسعود والی ہے اس میں یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ ہی قتل کے بارے میں ہوگا اور بعض دوسری احادیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے فیصلہ نماز کے بارے میں ہوگا۔ تو یہ دونوں احادیث میں تعارض ہوگیا ہے تو محدثین حضرات نے ان کے درمیان تطبیق یوں بیان فرمائی ہے کہ حقوق اللہ میں تو سب سے پہلے فیصلہ نماز کے بارے میں ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے فیصلہ قتل کے بارے میں ہوگا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ قتل ناحق بڑا سنگین جرم ہے تب ہی تو

Marfat.com

سب سے پہلے حقوق العباد میں قتل کا فیصلہ ہوگا اور یہاں دوسری حدیث عبداللہ بن عمرو والی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنّت کی خوشبو نہیں سونگھے گا یعنی معاہد کا قاتل بھی دوزخی ہوگا اور معاہد سے مراد وہ کافر ہے جسے اسلامی حکومت اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دیدے یہ اجازت اگر کسی کو ہمیشہ کے لیے دیدی گئی ہو تو وہ ذمّی کہلاتا ہے یعنی حکومت اس کی جان و مال اور آبرو کے تحفظ کی ذمہ داری اٹھا لیتی ہے اور اس کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ ہوتا ہے اس کے لیے اس کو معاہد بھی کہتے ہیں۔ اور اگر یہ اجازت اسے چند روزہ یا چند ماہ وغیرہ کے لیے دے دی گئی ہو تو اسے مستامن کہتے ہیں۔ یعنی اسلامی مملکت سے باقاعدہ معاہدہ کے تحت رہنے والا۔ اور اب ان دونوں کا ہر قسم کا تحفظ اسلامی گورنمنٹ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر کوئی مسلمان اسے قتل کر دے تو اس کے بدلے قصاص بھی ہے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی اور اسکی اُخروی سزا دوزخ ہے۔

یہاں تیسری حدیث حضرت ابی سعید اور حضرت ابوہریرہ والی ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر آسمان اور زمین کے رہنے والے سارے ایک مومن کے قتل میں شریک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو دوزخ میں ڈالیں گے اور یہاں چوتھی حدیث ابن عباس والی ہے اس میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو پیشانی اور سر سے پکڑ کر اللہ کے دربار میں پیش کرے گا اور کہے گا کہ اس نے مجھے قتل کیا ہے۔

اس کے بعد جندب والی چھٹی حدیث میں ہے کہ مقتول اللہ کے دربار میں عرض کرے گا کہ اے اللہ اس سے پوچھیں اس نے مجھے کیوں قتل کیا ہے پھر اس سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو وہ کہے گا کہ فلاں کے ملک یا ملک کی وجہ سے قتل کیا تھا اور پانچویں حدیث جو ابی درداء سے منقول ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے مگر مشرک اور مومن کو جو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی بخشش نہیں ہوگی

اس کے بعد ساتویں نمبر پر جو حضرت ابوہریرہ والی حدیث ہے اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک کلمہ سے بھی قاتل کا تعاون کرے گا تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پہ یہ لکھا ہوا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے یعنی یہ بھی دوزخی ہوگا یہاں تک تو وہ احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں قتل ناحق کی اُخروی سزا مذکور ہے اور اب آئندہ وہ احادیث نقل کی جائیں گی جن میں قتل ناحق کی دُنیاوی سزا مذکور ہے۔

مومن مسلمان کا قتل حرام ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان آدمی یہ شہادت دے

Marfat.com

مُسْلِمٍ يَشْهَدُ — کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
اَنْ لَّا اِلٰهَ — نہیں اور کہ میں اللہ کا
اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ — رسول ہوں۔ اس کا خون
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا — روا نہیں ہے سوائے
بِاِحْدٰی ثَلٰثٍ — تین آدمیوں کے، جان
اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ — بدلے جان کے۔ شادی
وَالثَّیِّبُ الزَّانِیْ — شدہ زانی اور دین سے
وَالْمَارِقُ لِدِیْنِهٖ — نکلنے والا یعنی مسلمانوں
وَالتَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ — کی جماعت سے الگ
(بخاری) — ہونے والا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ — ابی امامہ بن سہل بن حنیف
ابْنِ سَهْلِ ابْنِ — سے روایت ہے کہ
حَنِیْفٍ اَنَّ عُثْمَانَ — عثمان بن عفان مکان
ابْنِ عَفَّانَ اَشْرَفَ — کے محاصرہ کے دن بلند
یَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ — مقام پہ چڑھے پھر فرمایا
اُنْشِدُكُمْ بِاللّٰهِ — کہ میں تمہیں اللہ کی قسم
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ — دیتا ہوں کہ تمہیں پتہ ہے
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ — وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان
لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ — آدمی کا خون حلال نہیں مگر
مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی — تین وجہ سے۔ زنا کرتا

Marfat.com

ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ اَوْ كُفْرًا بَعْدَ إِسْلَامٍ اَوْ قَتْلَ نَفْسٍ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِهٖ فَوَ اللّٰهِ مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ وَلَا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ فَبِمَ تَقْتُلُوْنَنِيْ ۔

(ترمذی)

شادی کے بعد۔ اور کفر کرنا اسلام کے بعد۔ اور کسی جان کو قتل کرنا ناحق پھر اسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اللہ کی قسم میں نے جاہلیت میں بھی اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی زنا نہیں کیا۔ اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوا ہوں مرتد بھی نہیں ہوا۔ اور میں نے کسی ایسی جان کو قتل بھی نہیں کیا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کا زوال اللہ کے نزدیک زیادہ حقیر ہے ایک مسلمان

Marfat.com

قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔ آدمی کے قتل کی بنسبت۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ کتاب القصاص سے منقول ہیں)

تشریح احادیث

یہاں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ایک عبداللہ بن مسعود والی، دوسری ابی امامہ والی اور تیسری عبداللہ بن عمر والی۔ اور یہ تینوں احادیث کتب علیکم القصاص فی القتل کی تفسیر ہیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تفسیر بیان کرنے کی ضرورت اس لیے درپیش آئی کہ آیت میں تو اتنا فرمایا ہے کہ قصاص فرض ہے اور قصاص کے معنی برابری کرنا اور مساوات کرنا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ قتل کی حیثیت کیا ہے حلال ہے یا حرام ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتایا کہ کس قتل کا قصاص ہے اور کس قتل کا قصاص نہیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت بیان فرما دی ہے۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ مسلمان آدمی کا قتل حلال نہیں جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت اور مشکل کشا نہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ مگر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ ان کا قتل روا ہے۔ پہلا جان بدلے جان کے اور دوسرا شادی شدہ مرد جو زنا کرے اور شادی شدہ عورت کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور ان کی سزا کو شریعت میں سنگسار کہتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل تو خلاصہ تفسیر جلد خامس میں بیان ہو چکی ہے۔ جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ شادی شدہ زانی مرد ایک قسم کا ڈاکو

Marfat.com

رہزن اور قزاق ہے اور شادی شدہ زانیہ عورت اس بنیادی یونٹ کی غدار ہے جس نے سازش کے تحت غیر کی کھیتی اور ملکیت پر ڈاکوؤں سے ناجائز قبضہ کرایا ہے اور ایسے عناصر کی سزا قتل سولی وغیرہ پوری دنیا میں مسلّم ہے اور اس پر عمل ہو رہا ہے اور یہ سزا انصاف کے منافی تصوّر نہیں کی جاتی اور جب ایک ملکی ڈاکو اور غدار کی سزا مسلم ہے تو ملک کے بنیادی یونٹ کے ڈاکو اور غدار کی سزا یقیناً اور بطریقہ اولیٰ یہی ہونی چاہیئے لہٰذا اسلام نے ایسے افراد کی سزا سنگسار مقرر کی ہے۔ تیسرے اس شخص کا قتل بھی جائز فرمایا ہے جو دینِ اسلام چھوڑ دے۔ اس کی بھی بڑی لمبی تفصیل ہے جو انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ ہر مسلمان کی حیثیت ایک سپاہی اور فوجی کی ہے۔ فوجیوں کے لیے یہ مانا ہوا اصول ہے کہ جو محاذِ جنگ سے فرار اختیار کرے اسے "شوٹ" کر دیا جاتا ہے اور اسے انصاف کے منافی نہیں سمجھتے کیونکہ وہ حکومت کا تنخواہ دار ہوتا ہے لہٰذا اسلام نے بھی مرتد کی یہی سزا مقرر کی ہے۔ کیونکہ وہ سپاہی خدا کی مخلوق ہے اور اسی کا دیا ہوا کھاتا پیتا ہے۔

دوسری حدیث یہاں حضرت ابی امامہ والی ہے یہ پہلی حدیث کی تشریح ہے اور تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو والی ہے۔ اس سے ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے۔ شبہ یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مومن کے ہاتھ سے جب دوسرا مومن قتل ہو جائے تو اس کے بدلے میں اُسے کیوں قتل کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی تو ایک مومن ہی ہے اور جو مفاد مقتول مومن سے وابستہ ہیں قاتل سے بھی وہی مفاد وابستہ ہیں۔ اور اس کی حماقت سے جب ایک گھر کا چراغ بجھ گیا ہے تو دوسرے گھر کو خواہ مخواہ کیوں ویران کیا

جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا ہے کہ ایک مومن کا قاتل ظالموں کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے اور اگر زمین کے رہنے والے سارے ایسے ہی ہوں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن مسلمان کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اس نے اس قتل کے جرم عظیم کا ارتکاب کر کے ظلم کی ایک ایسی روایت قائم کر دی ہے کہ جس سے باقی معاشرے کا بچ جانا ممکن ہے اور اس کا انسداد قصاص کے سوا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خداوند پاک نے قصاص رکھا ہے تاکہ باقی لوگ امن و امان سے رہ سکیں۔ بہرحال یہ تو مومن کے قاتل کی دنیاوی سزا ہے۔

کافر کے اقرار توحید کے بعد جو مسلمان اسے قتل کرے گا اس پر بھی قصاص ہے

عَنِ الْمِقْدَادِ ابْنِ	مقداد بن اسود سے روایت
الْاَسْوَدِ اِنَّهٗ قَالَ	ہے انہوں نے کہا یا رسول
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَئَیْتَ	اللہ آپ کا کیا خیال ہے
اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا	کہ میں کسی کافر آدمی کو
مِّنَ الْکُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا	ملوں پھر ہم آپس میں
فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ	لڑ پڑیں اور وہ میرے
یَدَیَّ بِالسَّیْفِ	ایک ہاتھ پہ تلوار مارے
فَقَطَعَهَا ثُمَّ	اور اسے کاٹ دے پھر

Marfat.com

لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَةٍ
فَقَالَ اَسْلَمْتُ
لِلّٰهِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ
فَلَمَّا اَهْوَیْتُ
لِاَقْتُلَهٗ قَالَ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَاَقْتُلُهٗ بَعْدَ
اَنْ قَالَهَا قَالَ
لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اِنَّهٗ قَطَعَ
اِحْدٰی یَدَیَّ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ
فَاِنْ قَتَلْتَهٗ
فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ
قَبْلَ اَنْ
تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ
بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ
اَنْ یَقُوْلَ كَلِمَتَهُ

وہ پناہ لے میری طرف
ساتھ ایک درخت کے پھر
کہے کہ میں اللہ کے لیے
اسلام لایا ہوں اور ایک
روایت میں ہے کہ جب میں
مائل ہوا تاکہ اسے قتل کروں
تو اس نے کہا کہ لَآ اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ کیا میں اسے قتل
کروں بعد اس کے کہ اس
نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے، تو
آپؐ نے فرمایا اسے مت
قتل کر۔ اس نے کہا، یا
رسول اللہ اس نے میرا
ایک ہاتھ کاٹا ہے تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسے مت قتل کر
پس اگر تو اسے قتل کرے
گا تو بے شک وہ تیرے
مرتبہ میں ہے قبل اس کے
کہ تو اسے قتل کرے اور
بے شک تو اس کے مرتبہ

Marfat.com

الَّتِیْ قَالَ۔ (متفق علیہ)

میں ہوگا اس کے وہ کلمہ کہنے سے پہلے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآءَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہانتک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں پھر وہ جب ایسا کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنا خون اور مال بچالیا سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب القصاص سے منقول ہیں)

تشریح احادیث

یہاں اس باب میں دو احادیث منقول ہیں۔ پہلی حضرت مقداد

Marfat.com

والی ہے اور دوسری ابن عمر والی ہے ۔ حضرت مقداد والی حدیث میں تو انہوں نے بذاتِ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو استفسار کیا اور آپؐ نے جو اس کا جواب مرحمت فرمایا وہ منقول ہے ۔ حضرت مقداد کے استفسار کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان کا کافر سے جب مقابلہ ہو اور وہ کافر مسلمان کو زخمی بھی کر دے اور جب مسلمان اس کو مارنا چاہے تو وہ فوراً کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو کیا پھر اس کے بعد مسلمان اسے مار سکتا ہے ؟ تو آپؐ نے فرمایا تم اسے پھر قتل نہیں کر سکتے ۔ تو حضرت مقداد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے میرا ہاتھ جو کاٹا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کے بدلے اسے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے جیسے تم معصوم تھے اور وہ غیر معصوم تھا اور اب جب کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو وہ معصوم ہو گیا ہے ۔ اور اگر تم اب اس کو مارو گے تو تم غیر معصوم ہو جاؤ گے یعنی تمہیں اس کے بدلے قتل کیا جائے گا ۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کافر اگر کلمہ توحید پڑھ لے اور اس کا اقرار کر لے تو اس کے بعد اگر کوئی مسلمان اسے قتل کرے تو اس مسلمان کو اس کے بدلے قتل کیا جائے گا ۔

اس کے بعد ابن عمر والی حدیث ہے ۔ اس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ محمد رسول اللہ اور اقامت صلوٰۃ اور دینا زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت مقداد والی حدیث مجمل ہے اور ابن عمر والی میں تفصیل ہے یعنی دورانِ جنگ اگر ایک کافر صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھ دے تو مسلمانوں کو اس کے قتل سے فوراً ہاتھ روک لینا چاہیئے ۔ الخ

Marfat.com

کے سابقہ کفریہ عقائد اور اعمال کی وجہ سے اسے قتل نہیں کر سکتے۔ اسے جو قتل کرے گا وہ خود اسلامی قانون کے موافق اس کے قصاص میں مارا جائے گا۔ البتہ اسے یہ وقتی تحفظ فراہم کیا گیا ہے ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے لا الہ الا اللہ کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا ہوگا۔ اور ان تقاضوں میں سے محمد رسول اللہ، اقامت صلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ بھی ہے۔ اگر ان کو پورا کرے گا تو وہ معصوم الدم ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ اس کی مزید تفصیل اظہارِ اسلام کی بحث میں گزر چکی ہے

پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ یہ دونوں احادیث کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاص الخ اور اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الخ کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ ان آیتوں میں نفس کی تشریح نہیں ہے کہ کیسے نفس کے بدلے قصاص ہے اور کیسے نفس کے بدلے قصاص نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں تعین فرما دیا ہے کہ اضطراری کلمہ پڑھنے والا بھی نفس محترم ہے اور اس کے قاتل پر بھی قصاص ہوگا اور ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تشریح اور تفسیر قرآن کے لیے احادیث کا ہونا بہت ضروری ہے۔ احادیث کے سوا قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا۔

قتلِ ناحق سے آدمی شقی القلب ہو جاتا ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن عمر سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اپنے دین

Marfat.com

لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهٖ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا (بخاری)

کی وجہ سے ہمیشہ کشادگی میں ہوگا جب تک کہ خونِ حرام کا ارتکاب نہ کرے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْتِقًا صَالِحًا مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَاِذَا اَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

ابی درداء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہمیشہ مومن نیکی میں جلدی کرتا ہے جب تک کہ حرام خون کا ارتکاب نہ کرلے اور جب حرام خون کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی خوشی بند ہو جاتی ہے۔

تشریح احادیث

یہ دونوں حدیثیں کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى الآیۃ کی تفسیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کام سے منع فرماتے ہیں وہ کام کرنے میں انسان کا نقصان ہوتا ہے۔ اور وہ نقصان دو قسم کا ہے دنیاوی اور اخروی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں خون ناحق کا دنیاوی نقصان قصاص

Marfat.com

بیان فرمایا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں ایک اور ذیلی نقصان بیان فرمایا ہے کہ قتلِ ناحق سے آدمی شقی القلب ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو الفاظ ہیں ایک فِی فُسْحَةٍ مِنْ دِیْنِہٖ اور دوسرا مُعْنِقًا صَالِحًا۔ ان دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ جب تک آدمی خونِ ناحق اور ناجائز قتل کا ارتکاب نہ کرے اس وقت تک پورے شرحِ صدر اور مستعدی کے ساتھ وہ اسلامی اور دینی اصول پر عمل کرتا ہے اور بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتا ہے۔ اور جب کسی ناحق خون کا مرتکب ہو جاتا ہے تو پھر اس کے دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ہر نیکی سے نفرت کرتا ہے اور بُرائی کا عادی ہو جاتا ہے۔ ویسے تو ہر بُرائی کرنے سے انسان پر بھی اثر پڑتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ حدیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ جرائم پیشہ کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اسے توبہ کی توفیق نہیں رہتی مگر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قتلِ ناحق سے یہ اثر زیادہ ہوتا ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے دل میں بے رحمی پیدا ہو گی۔ وہ جب چاہے گا دوسرے کو قتل کر دے گا۔ اور کسی کا مال لوٹ لے گا۔ اس کے نزدیک نیکی بدی ظلم زیادتی، انصاف اور غیر انصافی، حلال و حرام کا امتیاز ختم ہو جائے گا اور یہ تفاوت اس کے اپنے لیے بھی تباہ کن ہے اور بقیہ معاشرہ کے لیے بھی یہ خونِ ناحق کا دنیاوی نقصان ہے۔

Marfat.com

باپ پر بیٹے کا قصاص نہیں

اور بیٹے پر باپ کا قصاص ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقَامُ الْحُدُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقَادُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ (ترمذی)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیں مساجد میں نہ قائم کی جائیں اور نہ قصاص لیا جائے باپ سے بیٹے کے بدلے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سُرَاقَةَ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيْدُ الْاَبَ مِنِ ابْنِهٖ وَلَا يُقِيْدُ الْاِبْنَ مِنَ

عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے اور اس نے سراقہ بن مالک سے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ قصاص لیتے تھے باپ کا بیٹے سے اور نہیں

يُقِيْدُ الْاِبْنَ مِنَ

قصاص لیتے تھے بیٹے

Marfat.com

آیہ۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی) کا باپ سے۔

تشریح احادیث

یہ دونوں حدیثیں قرآن مجید کی یہ آیت کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ اور آیت اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کی تشریح ہیں کیونکہ ان میں سے پہلی آیت میں مطلق مقتول کا ذکر ہے اور دوسری میں مطلق نفس کا ذکر ہے ان میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ مقتول باپ ہو یا بیٹا۔ نفس باپ کا ہو یا بیٹے کا۔ ان آیتوں میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ باپ بیٹے کو مار ڈالے یا بیٹا باپ کو مار ڈالے دونوں صورتوں میں قصاص ہونا چاہیئے۔

لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ والد سے بیٹے کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔ دوسری حدیث میں آپؐ کا عملی بیان فرمایا ہے کہ آپ باپ کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور بیٹے کا قصاص باپ سے نہیں لیتے تھے۔ پس آپ کے اس فرمانِ عالی اور عملی نمونے سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ اگر اپنے بیٹے کو مار ڈالے تو یہ قتلِ عمد میں شامل نہیں بلکہ یہ قتلِ خطاء میں شامل ہے اور قتلِ خطا میں قصاص نہیں دیت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کوئی بھی باپ اپنے بیٹے کو قصداً قتل نہیں کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ کسی باپ کے ہاتھ سے اگر اس کا بیٹا مر جائے تو اصل میں یہ تادیبی کارروائی تھی۔ اتفاقاً وہ مر گیا ہے لہٰذا اس پر قصاص نہیں صرف دیت ہوگی۔ ہاں اگر کسی ایسے آلہ سے مارے جس سے اس کا قتلِ عمد اور بالقصد معلوم ہوتا ہو تو پھر اس باپ پر بیٹے کا قصاص ہوگا جیسے چھری وغیرہ سے ذبح کرنا۔

Marfat.com

فقہاء نے لکھا ہے بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں اور باپ کے زمرہ میں ماں، دادا، دادی، نانا اور نانی بھی شامل ہیں اور اگر کوئی بیٹا باپ کو مار ڈالے تو اس پر قصاص ہے۔ پس یہ دونوں حدیثیں کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ اور ان النفس بالنفس کی تفسیر ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تفسیر بیان نہ فرماتے تو کوئی دوسرا آدمی یہ تفسیر بیان نہیں کر سکتا تھا۔

قصاص میں مساوات ہے

عَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَاُ دِمَاھُمْ وَیَسْعٰی بِذِمَّتِھِمْ اَدْنَاھُمْ وَیَرُدُّ عَلَیْھِمْ اَقْصَاھُمْ وَھُمْ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاھُمْ اَلَا لَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَھْدٍ فِیْ عَھْدِہٖ۔

(ابوداؤد)

حضرت علیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا مسلمان قصاص میں برابر ہیں اور اپنے سے ادنیٰ کے عہد امان کو پورا کرتے ہیں۔ اور دور والے مال غنیمت ان پر لوٹاتے ہیں اور وہ سارے آپس میں ایک ہاتھ کی مانند ہیں۔ خبردار نہ قتل کیا جائے کوئی مسلمان کافر کے بدلے اور نہ عہد والا اپنے عہد کے زمانہ میں۔

Marfat.com

تشریح

یہ حدیث بھی قرآن مجید کی اس آیت کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اور اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیتوں میں قصاص کا حکم ہے۔ امیر و غریب۔ ادنیٰ و اعلیٰ، مرد اور عورت چھوٹے بڑے۔ اونچی قوم اور نیچی قوم کا کوئی فرق بیان نہیں فرمایا۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حدیث کے پہلے جملہ میں اس نکتہ کو واضح فرما دیا ہے کہ تمام مسلمان قصاص میں برابر ہیں۔ البتہ پانچ چیزیں اور بھی آپ نے بیان فرمائی ہیں جو مساوات کا نمونہ ہیں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ ان میں سے اگر ایک ادنیٰ مسلمان کسی کافر کو دوران جنگ اگر امان دے دے تو باقی سب اس کے امان کی رعایت کرتے ہیں اور اسے پورا کرتے ہیں۔ دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ مسلمان اگر کسی دوسرے علاقہ یا ملک میں جہاد لڑ رہے ہوں اور وہاں سے انہیں جو مال غنیمت ملے وہ بھی اپنے مرکز میں واپس لوٹاتے ہیں یہ نہیں کہ سارے مال پر خود ہی قبضہ کر لیں بلکہ وہ مرکز میں لوٹا کر اسلام کے اصولوں کے موافق اسے تقسیم کرتے ہیں۔ اس کا مزید تفصیل اسلامی معیشت جلد سابقہ میں گزر گئی ہے۔

اور تیسری چیز آپ نے اس حدیث میں یہ بیان فرمائی کہ تمام مسلمان آپس میں ایک ہاتھ کی مانند ہیں یعنی ان کا آپس میں اتفاق و اتحاد ہوتا ہے اور چوتھی چیز اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمائی کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قصاص میں قتل نہ کیا جائے۔ اس سے مراد حربی ہے یعنی کافروں کے ملک میں رہنے والا کافر ہے۔ اگر اسے کوئی مسلمان مار ڈالے تو اس

Marfat.com

کے بدلے قصاص میں مسلمان کو نہیں مارا جائے گا۔ پانچویں چیز اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمائی کہ نہ مارا جائے عہد والے کو اس کے عہد کے زمانہ میں۔ اس سے مراد ذمی کافر ہے۔ یعنی ایک کافر اسلامی حکومت سے اجازت مانگ کر اسلامی حکومت میں رہ رہا ہو اور اسے کوئی مسلمان مار ڈالے تو اسے اس کے بدلے میں قصاص میں مارا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جس کافر کے بدلے مسلمان کو مارنے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد حربی ہے۔

قاتل ایک سے زیادہ ہوں تو سب پر قصاص ہے اور پکڑنے والے پر تعزیر

عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً اَوْ قَتَلَ سَبْعَةً بِرَجُلٍ وَّاحِدٍ قَتَلُوْهُ غِيْلَةً وَ قَالَ عُمَرُ لَوْ تَمَالَاَ عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَا لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيْعًا۔ (مالک۔ بخاری)	سعید ابن مسیب سے روایت ہے کہ عمرؓ بن خطابؓ نے پانچ یا سات آدمی ایک آدمی کے بدلے میں قتل کئے تھے۔ وہ خفیہ طور پر قتل کیا گیا تھا۔ اور عمر نے کہا کہ اگر سارے اہل صنعا اسے قتل کرتے تو میں ان سب کو قتل کرتا

Marfat.com

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اَمْسَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ وَقَتَلَهُ الْاٰخَرُ يُقْتَلُ الَّذِيْ قَتَلَ وَيُحْبَسُ الَّذِيْ اَمْسَكَ۔

ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی دوسرے کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کرے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو گرفتار کیا جائیگا۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ سے منقول ہیں)

تشریح

یہ حدیثیں بھی قرآن مجید کی ان آیات کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى الخ اور اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الخ کی تفسیر ہیں کیونکہ ان آیتوں میں صرف قصاص کا ذکر ہے یہ ذکر نہیں ہے کہ قاتل ایک ہو تو کیا حکم ہے اور زیادہ ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور اسی طرح کچھ قاتل ہوں اور کچھ پکڑنے والے ہوں تو کیا حکم ہے؟

ان احادیث میں ایک تو حضرت عمرؓ کا عملی نمونہ ہے اور دوسرا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے۔ حضرت عمرؓ کا عملی نمونہ یہ ہے کہ آپ نے ایک آدمی کے بدلے قصاص میں پانچ یا سات آدمیوں کو قتل کیا جو اس ایک آدمی کے قتل میں شریک تھے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر صنعا کے رہنے والے اس ایک آدمی کے قتل میں

Marfat.com

شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرتا۔ حضرت عمرؓ کے اس فعل اور قول سے ایک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہوگا اور دوسرا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے بھی ان آیات سے یہی سمجھا ہوگا تب انہوں نے ایسا کیا اور فرمایا۔ بات اصل میں یہ ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ کے مخاطب ایک ایماندار بھی ہے اور زیادہ بھی ہیں۔ اور اسی طرح اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کا یہ لفظ اسم جنس ہے اس کا اطلاق قلیل اور کثیر پر ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر قاتل ایک سے زیادہ ہوں تب بھی ان پر قصاص ہے۔

اس کے بعد جو ابن عمرو والی حدیث ہے اس میں آپؐ نے تفصیل بیان فرما دی ہے کہ ایک پکڑے اور دوسرا اسے قتل کرے تو قاتل پر تو قصاص ہے اور پکڑنے والے پر تعزیر ہے اسے قید کرنا ہے مگر یہ قید حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے چاہے عمر بھر قید کرے یا کچھ عرصہ کے لیے قید کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دونوں یا زیادہ قاتل ہوں تو ان پر قصاص ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی ایک آدمی جماعت کا قاتل ہو تو اس پر بھی قصاص ہے اور اسے اس جماعت کے بدلے قصاص میں مارا جائے گا۔

Marfat.com

اگر قتل بالارادہ ہو تو مقتول کے ورثاء قاتل سے قصاص لے سکتے ہیں،

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا دُفِعَ اِلٰى اَوْلِيَاءِ الْمَقْتُوْلِ فَاِنْ شَآءُوْا قَتَلُوْا وَاِنْ شَآءُوْا اَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ حِقَّةً وَثَلٰثُوْنَ جَذَعَةً وَاَرْبَعُوْنَ خَلِفَةً وَمَا صَالَحُوْا عَلَيْهِ فَهُوَ

عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قصداً قتل کیا اسے مقتول کے وارثوں کو سونپا جائے۔ اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کریں اور اگر چاہیں تو اس سے دیت لیں اور وہ دیت تیس اونٹنیاں جو چھے برس میں لگی ہوں اور تیس اونٹنیاں جو پانچویں برس میں لگی ہوں اور چالیس حاملہ اونٹنیاں۔ اور جس پر وہ صلح کرلیں تو وہ انکے

لَهُ (ترمذی) لیے ہے۔

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اُصِیْبَ بِدَمٍ اَوْ خَبْلٍ وَالْخَبْلُ الْجُرُوْحُ فَھُوَ بِالْخِیَارِ بَیْنَ اِحْدٰی ثَلٰثٍ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَۃَ فَخُذُوْا بَیْنَدَیْہِ بَیْنَ اَنْ یَّقْتَصَّ اَوْ یَعْفُوَا اَوْ یَاْخُذَ الْعَقْلَ فَاِنْ اَخَذَ مِنْ ذَالِکَ شَیْئًا ثُمَّ عَدَا بَعْدَ ذَالِکَ فَلَہُ النَّارُ خَالِدًا مُخَلَّدًا اَبَدًا۔

ابی شریح خزاعی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص خون یا زخم کا مصیبت زدہ ہو تو اسے تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے پھر وہ اگر چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اسکا ہاتھ پکڑو تین چیزیں یہ ہیں قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے اگر اس نے ان تین میں سے کچھ لیا اور اس کے بعد پھر زیادتی کی تو اس کے لیے آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ سے منقول ہیں)

تشریح احادیث

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی عمرو بن شعیب والی ہے اور دوسری ابی شریح خزاعی والی۔ اور یہ دونوں حدیثیں اس باب مذکورہ سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت (وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا الایۃ) کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو مظلوم مارا جائے تو اس کے وارثوں کو ہم نے تسلّط دیدیا ہے۔ اب مظلوم سے کیا مراد ہے اور تسلّط سے کیا مراد ہے۔ اس میں اجمال ہے اور عمرو ابن شعیب والی حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی وضاحت فرمادی کہ مظلوم سے مراد جان بوجھ کر اور قصداً مارا ہوا اور تسلّط سے مراد یہ ہے کہ قاتل مقتول کے وارثوں کے حوالہ کیا جائے اور انہیں تین اختیار ہیں۔ دو اس حدیث میں بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ اس سے قصاص لیں اور دوسرا یہ ہے کہ اس سے خون بہا لیں اور خون بہا کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب بیان ہوگی اور دوسری حدیث ابی شریح خزاعی والی ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ ورثاء قصاص یا دیت کو معاف بھی کر سکتے ہیں، اور آخر میں فرمایا جو آدمی ان تین چیزوں میں سے ایک اختیار کر کے پھر قاتل یا اس کے وارثوں پر کسی قسم کی زیادتی کریگا تو وہ دوزخی ہوگا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ — حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُعْفِيْ مَنْ قَتَلَ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو معاف نہیں کروں گا جو دیت لینے کے بعد قتل کرے ۔

تشریح حدیث

اس سے پہلی حدیث میں اس شخص کی اُخروی سزا بیان فرمائی جو قصاص، معافی یا دیت لینے کے بعد قاتل یا اس کے وارثوں پر زیادتی کرے ۔ اور حضرت جابر والی اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں اس شخص کو معاف نہیں کروں گا ۔ جو دیت لینے کے بعد پھر قاتل یا اس کے وارثوں پر زیادتی کرے یعنی اس پر قصاص ہوگا ۔ اور یہ دیت کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے ۔ یعنی یہ مقصد نہیں کہ اگر کوئی دیت لے کر زیادتی کرے تو اس پر تو قصاص ہے اور اگر قصاص لے کے یا معاف کر کے زیادتی کرے تو اس پر قصاص نہیں بلکہ اصلی مقصد یہ ہے کہ معاف کر کے یا قصاص لے کے یا دیت وصول کر کے پھر مقتول کے ورثاء اگر قاتل کے ورثاء پر اگر کسی قسم کی زیادتی کریں، تو ان پر قصاص ہوگا ۔

قصاص و دیت معاف کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ یُصَابُ بِشَیْءٍ فِیْ جَسَدِہٖ فَتَصَدَّقَ بِہٖ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ بِہٖ دَرَجَۃً وَحَطَّ عَنْہُ خَطِیْئَۃً۔

ابو درداء فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی کو بدن میں کوئی بھی تکلیف پہنچائی جائے پھر وہ اسے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتے ہیں اور ایک گناہ معاف کرتے ہیں

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

تشریح

یہ حدیث بحث قتل میں مذکوران دو جملوں (فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ مِنْ اَخِیْہِ شَیْءٌ اور فَمَنْ تَصَدَّقَ بِہٖ فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَہٗ) کی تفسیر ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی کو کسی کی طرف سے کوئی جسمانی تکلیف پہنچے مثلاً کسی نے کسی کو قتل کر دیا یا زخمی کر دیا اور پھر اس پر قصاص یا دیت واجب ہو گئی اور پھر مقتول یا مجروح کے وارثوں نے وہ قصاص یا دیت معاف کر دی تو ان کا ایک گناہ معاف ہو گا اور

Marfat.com

ایک درجہ بلند ہوگا ۔ پس اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول یا مجروح کے ورثار کو معاف کرنے کی ترغیب دی ہے اور آپ نے اس حدیث میں حکام کو بھی مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان اسی طرح صلح کرانے کی تعلیم دی ہے۔

اقرار توحید کرنے والا غلط فہمی میں مارا جائے تو قاتل پر قصاص اور دیت نہیں

عَنْ اُسَامَةَ ابْنِ	اسامہ بن زید نے فرمایا
زَيْدٍ قَالَ بَعَثَنَا	کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	علیہ وسلم نے جُھینہ (قبیلہ)
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى	کے لوگوں کی طرف بھیجا ۔ تو
اُنَاسٍ مِنْ جُهَيْنَةَ	مَیں نے ان میں سے ایک
فَاَتَيْتُ عَلٰى رَجُلٍ	آدمی پر حملہ کیا اور میں نے اسے
مِنْهُمْ فَذَهَبْتُ	نیزے سے مارنے لگا تو
اَطْعَنُهٗ فَقَالَ لَآ	اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	مَیں نے پھر بھی اسے نیزہ
فَطَعَنْتُهٗ فَقَتَلْتُهٗ	مارا اور اسے قتل کر دیا ۔ پھر
فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ	میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کے پاس آیا اور مَیں نے
فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ	آپ کو بتایا تو آپ صلی اللہ

Marfat.com

اَقَتَلْتَهٗ وَقَدْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ۔ (متفق علیہ)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تونے اسے قتل کیا ہے حالانکہ اس نے کہا ہے لا الہ الا اللہ۔ میں نے کہا کہ اس نے جان بچانے کے لیے ایسا کیا تھا، تو آپؐ نے فرمایا پھر تونے اسکے دل کو کیوں نہ پھاڑا؟

رِوَايَةِ جُنْدُبِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَهٗ مِرَارًا۔ (یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ سے منقول ہیں)

جندب بن عبد اللہ بجلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے کریگا تو ساتھ لا الہ الا اللہ کے جب وہ قیامت کے دن آئے گا۔ آپ نے یہ جملہ بار بار فرمایا۔

تشریح

یہ حدیث بھی بابِ قصاص میں جو آیات ہیں ان کی تشریح اور تفسیر ہے۔ واقعہ اصل میں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جھینہ کی طرف مجاہدین کا ایک دستہ بھیجا تو ان میں سے ایک نے

Marfat.com

ان مجاہدین کو دیکھ کر کلمہ پڑھا۔ یہ اسلام کا اظہار تھا مگر حضرت اسامہ بن زید نے یہ سمجھا کہ شاید یہ اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے اس لیے اسے قتل کر دیا مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ بہت ناراض ہوئے مگر آپ نے اسامہ بن زید پر نہ قصاص لازم کیا اور نہ دیت۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ ایسی غلط فہمی کی حالت میں اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی ایسا نومسلم مارا جائے تو قاتل پر قصاص بھی نہیں اور دیت بھی نہیں۔ کیونکہ اگر قصاص یا دیت اس پر لازم ہوتی تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید پر لازم کرتے۔

عمومِ بلوہ کے مقتول کا قصاص نہیں دیت ہے

عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِيْ عِمِّيَّةٍ فِيْ رَمْيٍ يَكُوْنُ بَيْنَهُمْ بِالْحِجَارَةِ اَوْ جَلْدٍ بِالسِّيَاطِ اَوْ ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ

طاؤس نے ابن عباس سے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص اندھا دھند میں مارا جائے جو انکے درمیان پتھروں سے کوڑوں سے اور لاٹھی چلانے سے واقع ہوئی ہو تو وہ قتل خطا ہے

Marfat.com

خطأٌ وَعَقْلُهٗ عَقْلُ الْخَطَاءِ وَمَنْ قُتِلَ عَمَدًا فَهُوَ قَوَدٌ وَمَنْ حَالَ دُوْنَهٗ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ نسائی، ابوداؤد)

اور اس کی دیّت۔ دیّت خطا والی ہے۔ اور جو شخص جان بوجھ کر مارا جائے تو اس کا قصاص ہے اور جو اس کے درمیان حائل ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اور غصّہ ہے۔ اور اس کی نفلی اور فرض عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح حدیث

یہ حدیث بھی کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اور اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کی تشریح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اندھا دُھند میں مارا جائے وہ قتلِ خطا ہے۔ قتلِ عمد نہیں ہے کیونکہ ایسے موقعہ پر پتہ نہیں چلے گا کہ قاتل کون ہے۔

پس اس سے معلوا ہوا کہ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب قاتل کا علم ہو اور قتل بالقصد ہو۔ البتہ اس کی دیّت لازم ہوگی۔ اور فرمایا کہ اس میں جو رکاوٹ بنے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے غصّہ ہے اور اس کی نفلی اور فرض عبادت قبول نہیں ہوتی۔

Marfat.com

اعضاء اور زخموں کا قصاص

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ یَھُوْدِیًّا رَضَّ رَاْسَ جَارِیَۃٍ بَیْنَ حَجَرَیْنِ فَقِیْلَ لَھَا مَنْ فَعَلَ بِکِ ھٰذَا اَفُلَانٌ اَفُلَانٌ حَتّٰی سُمِّیَ الْیَھُوْدِیُّ فَاَوْمَتْ بِرَاْسِھَا فَجِیْئَ بِالْیَھُوْدِیِّ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَاْسُہٗ بِالْحِجَارَۃِ۔

(متفق علیہ)

انس سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا۔ تو اس لونڈی سے کہا گیا کہ تیرے ساتھ یہ ایسا کس نے کیا ہے کیا فلاں فلاں نے یہاں تک کہ یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ پھر یہودی لایا گیا اور اس نے اعتراف کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کا سر پتھر سے کچلا گیا۔

وَعَنْہُ قَالَ کَسَرَتِ الرُّبَیِّعُ (وَھِیَ عَمَّۃُ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ)

اور اسی انس سے روایت ہے کہ رُبَیِّعْ نے (جو انس بن مالک کی پھوپھی

ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ (عَمُّ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ) لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (متفق علیہ)

ہے) انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑا۔ پھر وہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے قصاص کا حکم دیا تو انس بن نضر نے (جو انس بن مالک کے چچا تھے) کہا نہیں قسم ہے اللہ کی اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے یا رسول اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اللہ کا حکم قصاص ہے۔ پس قوم راضی ہوگئی اور انہوں نے دیت قبول کرلی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں اگر وہ قسم کھا بیٹھیں اللہ پر تو اللہ انہیں بری کرتا ہے۔

Marfat.com

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهٗ قَتَلْنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهٗ جَدَعْنَاهُ رواہ الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجه والدارمی وزاد النسائی فی روایة وَمَنْ خصٰی عَبْدَهٗ خَصَيْنَاهُ۔

حضرت حسن نے سمرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے غلام کو قتل کرے تو ہم اسے قتل کریں گے اور جو اعضا کاٹے اپنے غلام کے تو ہم اس کے اعضاء کاٹیں گے۔ یہ روایت ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کی ہے اور نسائی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو خصی کرے اپنے غلام کو تو ہم اسے خصی کریں گے۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں)

تشریح احادیث

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں قرآن مجید کی ان آیات (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اور اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الآیۃ) کی تشریح ہیں۔ پہلی دو حدیثیں حضرت انس رضؓ سے مروی اور تیسری حسن سے منقول ہے۔

حضرت انس رضؓ کی پہلی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل،

Marfat.com

نمونہ منقول ہے کہ آپؐ نے ایک لڑکی کا سر کچلنے کے بدلے ایک یہودی کا سر کچلا تھا۔ دوسری حدیث میں بھی آپؐ کا عملی نمونہ مذکور ہے کہ آپؐ نے ایک لڑکی کے اگلے دانت توڑنے کے بدلے اس کے دانت توڑنے والی عورت کے دانت توڑنے کا حکم دیا تھا مگر بعد میں فریقین خون بہا پر راضی ہو گئے اور ان کی آپس میں صلح ہو گئی۔

تیسری حدیث جو حضرت حسن سے منقول ہے۔ اس میں آپ کا فرمان منقول ہے کہ جو آدمی اپنے غلام کو قتل کرے تو ہم اسے اس کے بدلے میں قتل کریں گے۔ اور جو اپنے غلام کے اعضاء کان وغیرہ کاٹے تو ہم اس کے بدلے میں اس کے اعضاء کاٹیں گے اور جو اپنے غلام کو خصّی کرے تو ہم اسے خصّی کریں گے اور غلام کا ذکر احترازی نہیں ہے بلکہ حُر کا بھی یہی حکم ہے اور خصوصی طور پر غلام کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر غلام کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ کریگا تب بھی ہم اس سے قصاص لیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ حُر کا بھی بطریق اولیٰ قصاص ہوگا۔

Marfat.com

قتل معاہد کی ممانعت اور اسکی دنیاوی سزا

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ
اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ
مِیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْکُمْ
حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ
اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ
یُقَاتِلُوْا قَوْمَھُمْ ط
وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ
لَسَلَّطَھُمْ عَلَیْکُمْ
فَلَقٰتَلُوْکُمْ ج فَاِنِ
اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ
یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ
السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ
اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ
سَبِیْلًا ۝
(سورۃ النساء آیت ۹۰)
وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ
فَاجْنَحْ لَھَا وَ
تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط
اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ

البتہ وہ کافر اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی قوم سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو۔ یا وہ جو لڑائی سے دل برداشتہ ہو کر تمہارے پاس آتے ہیں۔ نہ تم سے لڑتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑتے۔ سو اگر وہ تم سے یک سو رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہیں دی۔

اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو بے شک وہی سننے والا

Marfat.com

الْعَلِيْمُ (سورۃ الانفال آیت ٦١) جاننے والا ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ التوبہ آیت ٦)

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سُنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے ہے کہ وہ بے سمجھ ہیں۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں تین آیات دی گئی ہیں۔ پہلی سورۃ نساء کی آیت نمبر ۹۰ ہے۔ دوسری سورۃ انفال کی آیت نمبر ٦١ ہے اور تیسری سورۃ توبہ کی آیت ٦ ہے۔

سورۃ النساء کی آیت سے پہلے مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کا حکم مذکور ہے اور اس آیت نمبر ۹۰ میں کافروں کی تین جماعتوں سے جنگ کی ممانعت فرمائی ہے۔ پہلی جماعت ان کافروں کی ہے جو مسلمانوں کی کسی حلیف جماعت کے معاہد اور حلیف ہوں۔ دوسروں جماعت ان کافروں کی ہے جو مسلمانوں سے شکست کھا کر ہتھیار ڈال دیں۔ اور تیسری جماعت ان کافروں کی ہے جو اپنی کافر قوم سے شکست کھا کر ترکِ وطن کر کے مسلمانوں کی پناہ میں آئیں۔ ان تینوں جماعتوں سے لڑنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

Marfat.com

دوسرے نمبر پر سورۃ انفال کی آیت ۶۱ ہے اس میں اللہ تعالےٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے آپ کی اُمّت کو دو حکم دیئے ہیں ۔ پہلا حکم یہ ہے کہ کافر اگر صلح کرنا چاہیں تو ان سے صلح کرلیں ۔ اب صلح کی شرائط کیا ہوں گی ۔ یہ وقتی اسلامی حکومت کی صوابدید پر موقوف ہے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کریں ۔ یعنی اگر ان لوگوں کا مقصد اس صلح کی آڑ میں کوئی جنگی چال ہو اور اس سے وہ مسلمانوں کو کوئی نقصان دینا چاہتے ہوں تو اس کی فکر نہ کریں اللہ پر بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے وہ تمہاری ضرور نصرت کرے گا جس طرح کہ اس نے پہلے نصرت کی ہے کہ ان کو تمہارے سامنے مغلوب کر دیا ہے

اور تیسرے نمبر پر سورۃ توبہ کی آیت ۶ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر کوئی مشرک آپ کے ملک میں پناہ لینا چاہے تو ان کو پناہ دو اور اس پناہ کے زمانہ میں انہیں اچھی طرح اسلامی تعلیم اور عقائد سے آگاہ کرو ۔ اس کے بعد وہ اگر اپنے ملک میں واپس جانا چاہیں تو انہیں ان کی محفوظ جگہ تک پہنچا کر چھوڑو ۔ اس دوران ان کو مارنے کی اجازت نہیں ۔ اور اگر کوئی مسلمان اسے مار ہی دے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک یہ ہے کہ غلطی سے مارا گیا ہو ۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب بحث قتل خطا میں آئے گی اور کوئی مسلمان اسے قصداً اور بالارادہ مار ڈالے اور وہ ذمّی ہو تو اس کا قصاص ہے اور اگر وہ کافروں کے ملک میں رہنے والا ہو تو اس کا قصاص نہیں ہے ۔ تفصیل مندرجہ ذیل ابواب میں ملاحظہ کی جائے ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَتَلَ مُسْلِمًا بِذِمِّیٍّ۔

(ہدایہ بحوالہ دار قطنی)

ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے مسلمان کو ذمّی کے بدلے قتل کیا ہے

عَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا لَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِیْ عَهْدِهٖ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کافر کے بدلے نہ قتل کیا جائے اور نہ عہد والا اپنے عہد کے زمانے میں۔

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَلِیًّا وَمَا فِی الصَّحِیْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِکَاكُ الْاَسِیْرِ وَاَنْ لَا یُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ صحیفہ میں کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا خون بہا، قیدی چھڑانا۔ اور کہ مسلمان کافر کے بدلے نہ مارا جائے۔

تشریح احادیث

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی ابن عمرؓ والی ہے اور دوسری حضرت علیؓ والی ہے اور تیسری ابو جحیفہ والی ہے۔ اور یہ تینوں احادیث قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۹ (ولکم فی

Marfat.com

القصاص حیٰوۃ) کی اور سورۃ مائدہ کی آیت ۴۵ (ان النفس بالنفس) کی تشریح اور توضیح ہیں ۔ کیونکہ سورۃ بقرہ کی آیت میں فرمایا ہے کہ تمہارے لیے قصاص (مساوات) میں زندگی ہے اور مائدہ والی آیت میں فرمایا ہے کہ وہ قصاص نفس بدلے نفس کے ہے ۔ اور یہ نفس عام ہے ۔ اس میں مومن اور کافر کا فرق واضح نہیں فرمایا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں یہ فرق واضح فرما دیا ہے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کافر ذمی ہو تو اس آیت کے عموم میں شامل ہے کیونکہ ابن عمر والی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خود اپنی عین حیات میں ایک مسلمان کو ذمی کے بدلے قصاص میں قتل کیا تھا ۔ ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جو اسلامی مملکت سے اسلامی ملک میں ہمیشہ رہنے کی اجازت حاصل کر لے ۔ اس کے بعد اس کی جان ، مال اور آبرو کا تحفظ اسلامی حکومت کا فرض ہو جاتا ہے اور جس طرح کہ سب مسلمانوں کو برابر کے حقوق حاصل ہوتے ہیں اور سب کو یکساں انصاف مہیّا کیا جاتا ہے ان کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے اور انہیں بھی مسلمانوں کے برابر انصاف مہیّا کیا جائے گا اور جس طرح ایک مسلمان اگر کسی مسلمان کو مار ڈالے تو اس کے بدلے اسے قتل کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح اگر ایک مسلمان کسی ذمی کو مار ڈالے تو اس کے بدلے میں اس مسلمان کو قتل کیا جائے گا ۔ اور اسی طرح ایک ذمّی اگر کسی ذمّی کو مار ڈالے تو اس کے بدلے اس ذمّی کو مارا جائیگا ۔ کیونکہ قصاص کا مقصد مساوات ہے اور یہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے

اور حضرت علی والی حدیث میں جو فرمایا ہے کہ ذو عہد کو نہ مارو اس سے مراد بھی ذمّی ہے ۔ اور اس حدیث میں جو یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو کافر

کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور اسی طرح ابی جحیفہ والی حدیث میں بھی یہی فرمایا ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ اس سے مراد حربی یعنی کافروں کی حکومت اور ملک میں رہنے والا کافر ہے۔ اور یہ استثناء قرآن مجید کی ان آیات کی بنا پر ہے جن میں مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کا حکم ہے۔

سوال :

ذمّی بھی کافر ہے اور حربی کافر بھی کافر ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر وجہ کیا ہے کہ ذمّی کو تو ان النفس بالنفس کے عموم میں شامل کیا گیا ہے اور حربی کافر کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

جواب :

جب ذمی کافر اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کر لے تو وہ ہمیشہ کے لیے تمام مسلمانوں کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ اور اب اس حفاظت کے زمانے میں اگر کوئی مسلمان اسے قتل کرے تو یہ تمام مسلمانوں کی بدعہدی اور عہد شکنی کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا قتل ہے اور چونکہ حربی کافروں کی طرف سے ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوتا اس لیے مسلمانوں پر ان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان کے ہاتھ سے ذمّی کافر مارا جائے تو اس مسلمان پر قصاص ہوگا۔ اور اگر حربی کافر مارا جائے تو اس پر قصاص نہیں ہوگا۔

پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اسلام کا نظام ایک عادلانہ نظام حیات ہے ایک اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم کو بھی اسکی ضیاء پاشیوں

Marfat.com

سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کا موقعہ فراہم کیا جاتا ہے۔

قاتلِ معاہد اگر مسلمان ہو تو اُسکی اُخروی سزا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاھِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَاِنَّ رِیْحَھَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَۃِ اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

عبداللہ بن عمرو کا فرمان ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی عہد والے کو مار دے وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ اور اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت پر پائی جائیگی

تشریح

اس حدیث میں جو لفظ معاہد آیا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اسلامی حکومت کے ساتھ جنگ اور لڑائی نہ کرنے کا معاہدہ کرے۔ پھر یہ عام ہے خواہ ذمی ہو یا مستامن یا کافروں کے ملک میں رہنے والا ہو بہرحال ایسے کافر کو مارنا اب مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور اگر اب اسے کوئی مسلمان یا ذمی مار دے گا تو اس کی دنیاوی سزا تو اس سے پہلے باب میں بیان ہو چکی ہے۔ اور اب اس حدیث میں اس کی اخروی سزا بیان

Marfat.com

فرمائی ہے کہ معاہد کا قاتل جنّت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ اور اس سے مراد اگر عدم دخول فی الجنۃ ہے تو پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر اس نے اس معاہد کے قتل کو حلال سمجھا ہے تو پھر وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ انسان کسی چیز کو اپنی طرف حلال و حرام قرار نہیں دے سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو قتل معاہد کو حرام قرار دیا ہے جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ لہٰذا معاہد کے قتل کو حلال قرار دینے سے وہ قاتل کافر ہو جائے گا جس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور اگر وہ مسلمان اس کے قتل کو حلال نہ سمجھے بلکہ حرام ہی سمجھے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی سے وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو گیا ہے اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب تا دیر دوزخ میں رہے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دھمکی کے طور پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہو کہ معاہد کا قاتل جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ تاکہ مسلمان اس کے قتل سے بچیں۔ واللہ اعلم۔

قصاص صرف اسلحہ سے لیا جائے

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ	ابوبکرؓ سے روایت ہے
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ	کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ	نے فرمایا قصاص نہیں مگر
لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّیْفِ	ساتھ تلوار کے۔

(ھدایہ)

Marfat.com

تشریح

یہ تفصیل پہلے آچکی ہے کہ اگر کوئی کسی کو جان بوجھ کر اور قصداً قتل کرے تو اس کے بدلے میں اسے مارنا ہے۔ لیکن تفصیل نہیں آئی کہ کس طرح مارنا ہے۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیل بیان فرمادی ہے کہ یہ قصاص تلوار سے لینا ہے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ تلوار سے مراد اسلحہ ہے۔ دراصل مبنیٰ قصاص تو مساوات ہے اور مساوات تو یہ ہے کہ جس طرح قاتل نے مقتول کو مارا ہے اسی طرح اس کو بھی مارا جائے۔ مگر بعض صورتوں میں یہ مساوات ممکن نہیں ہے مثلاً اگر کسی نے دوسرے کی ہڈی توڑ دی ہے تو اس میں قصاص نہیں ہو سکے گا کیونکہ مساوات ممکن نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کاہر اور قاطع کی ہڈی زیادہ ٹوٹ جائے۔ اور بعض صورتیں شرعاً ممنوع ہیں۔ مثلاً ایک نابالغہ بچی سے کوئی زنا کرے اور وہ مرجائے۔ یا ایک نابالغ بچے سے کوئی بدفعلی کرے اور وہ مرجائے۔ اب یہاں مساوات تو یہ ہے کہ اس زانی اور لوطی کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائے مگر یہ افعال شرعاً ناجائز ہیں۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قصاص تلوار کے ساتھ لینا ہے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ تلوار سے مراد اسلحہ ہے یعنی بندوق وغیرہ سے بھی قصاص لیا جا سکتا ہے۔

بجلی کا جھٹکا دے کر مارنے سے مساوات نہیں ہوگی کیونکہ اس نے مقتول کو بے دردی سے اور اذیت دے کر مارا ہوا ہے۔ اور اب اگر اسے بجلی کا جھٹکا دے کر ماریں گے تو اس کو وہ درد اور اذیت نہ

Marfat.com

نہیں پہنچے گی جو اس نے مقتول کو پہنچائی ہے ۔ اور نیز اگر تلوار وغیرہ سے اسے جب سزا دینا شروع کی جائے گی تو ہو سکتا ہے کہ دورانِ سزا مقتول کے وارثوں میں سے کوئی ایک بھی اس کو معافی دے دے تو اس کی جان بخشی ہو سکتی ہے اور اب اس کو مارنا شرعاً جائز نہیں ہے مگر بجلی کے جھٹکوں کی صورت میں وہ فوراً ختم ہو جائے گا ۔ اور اگر اس دوران وارثوں میں سے اسے کسی نے معاف کر دیا ہو اور وہ جھٹکے سے ہلاک ہو چکا ہو گا تو یہ اس پر ظلم ہو گا ۔ اس لیے تلوار وغیرہ کے ساتھ ہی قصاص لینا مساوات کے زیادہ قریب ہے ۔ اور جہاں قصاص یعنی مساوات تلوار سے بھی ممکن نہ ہو تو وہاں قصاص نہیں ہو گا بلکہ وہاں غلام آزاد کرنا ہے اور یا دو ماہ مسلسل روزہ رکھنا ہے ۔

بہرحال قصاص بالسیف والی حدیث بھی باب قصاص میں جو آیات ہیں ان کی تفسیر ہے ۔ کیونکہ ان آیات میں اتنا فرمایا ہے کہ قصاص ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ قصاص کس چیز سے لینا ہے ۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بتا دیا کہ یہ قصاص تلوار کے ساتھ لینا ہے ۔ قصاص لینے کا حق اگرچہ اولیاء مقتول کو ہے ۔ مگر باجماعِ امت ان کو اپنا یہ حق خود وصول کرنے کا اختیار نہیں کہ خود ہی قاتل کو مار ڈالیں بلکہ اس حق کے حاصل کرنے کے لیے حکمِ سلطانِ مسلم یا اس کے کسی نائب کا ہونا ضروری ہے ۔ کیونکہ قصاص کس صورت میں واجب ہوتا ہے کس میں نہیں اس کی جزئیات بھی دقیق ہیں ۔ جن کو ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا اس کے علاوہ اولیاء مقتول اپنے غصہ میں مغلوب ہو کر کوئی زیادتی بھی کر سکتے ہیں ۔ اس لیے باتفاق علماء امت حق قصاص حاصل کرنے کے

Marfat.com

لیے اسلامی حکومت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

دیت (خُون بہا)

قتل تین قسم کا ہے۔ عمد، شبہ عمد، خطا۔ قتل عمد یہ ہے کہ جو ایسے آلہ کے ذریعہ سے واقع ہو جو آہنی یا تفریق اجزاء میں آہنی آلہ کی طرح ہو۔ جیسے دھاروالا بانس یا دھاروالا پتھر وغیرہ۔ اس کی تفصیل تو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اسکی اُخروی سزا تو گناہ کبیرہ ہے اور دنیاوی قصاص ہے مگر کہ ورثاء مقتول اسے معافی دے دیں۔ اور قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے وہ یہ ہے کہ قتل تو قصداً اور جان بوجھ کر ہو مگر مذکورہ بالا آلات سے نہ ہو۔ یہ بھی گناہ کبیرہ ہے مگر اس میں قصاص نہیں ہے صرف دیت ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل احادیث میں آرہی ہے۔

قتل شبہ عمد کی تعریف اور اسکی دیت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ دِيَةَ الْخَطَاءِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار دیت خطا شبہ عمد کی جو کوڑے اور لاٹھی سے واقع ہو۔ سو اونٹ ہیں۔ اور

مِائَةٌ مِنَ الْاِبِلِ	چالیس ان میں سے ایسے
مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ فِيْ	ہوں کہ ان کے پیٹوں میں
بُطُوْنِهَا اَوْلَادُهَا۔	ان کے بچے ہوں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

تشریح

یہ حدیث سورۃ النساء کی آیت ۹۲ کے اس جملہ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاءً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا کی تفسیر اور تشریح ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن کے قتل خطا کی دو دنیاوی سزائیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک غلام آزاد کرنا۔ اور دوسری مقتول کے ورثاء کو خون بہا دینا۔ البتہ آخر میں فرمایا ہے کہ وہ ورثاء اگر خون بہا معاف کر دیں تو کر سکتے ہیں۔ اگر سارے وارث خون بہا معاف کر دیں تو سارا معاف ہو جائے گا۔ اور اگر بعض معاف کر دیں تو ان کا اپنا حصہ ہی معاف ہو سکتا ہے۔ بعض کے معاف کرنے سے سب کا حصہ معاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا جمع کا صیغہ لگایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سارے معاف کریں تو معاف ہوگا۔ کسی ایک کے معاف کرنے سے سب کا حق معاف نہیں ہو سکتا۔ مگر اس آیت میں خون بہا کی تفصیل نہیں بیان فرمائی کہ وہ کتنی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں وہ تفصیل بیان فرمادی ہے کہ وہ دیت سو اونٹ ہیں۔ اور آپ نے قتل شبہ عمد کی تعریف بھی بیان فرمادی ہے کہ جو کوڑے یا لاٹھی سے واقع ہو وہ قتل شبہ عمد ہے۔

Marfat.com

عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ	علقمہ اور اسود سے روایت
قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ (ابن	ہے کہ عبداللہ بن مسعود
مَسْعُوْدٍ) فِیْ شِبْهِ	نے دیت یا قتلِ مشابہ
الْعَمْدِ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ	بالعمد کے بارے میں فرمایا
حِقَّةً خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ	کہ پچیس تین سالہ اونٹ
جَذَعَةً خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ	اور پچیس چار سالہ اونٹ
بَنَاتُ لَبُوْنٍ خَمْسٌ وَّ	اور پچیس دو سالہ اونٹ
عِشْرُوْنَ بَنَاتُ مَخَاضٍ۔	اور پچیس یک سالہ

(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

تفسیر

دراصل یہ اور اس سے پہلے عمرو بن شعیب والی حدیث جو بحث قصاص میں گزری ہے دونوں سورۃ بقرہ کی اس آیت فمن عفی له من اخیه شئ فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان کی تفسیر ہیں یعنی اگر قاتل کو مقتول بھائی کی طرف سے اگر کچھ معافی مل جائے تو دستور کے موافق مطالبہ کرنا چاہیئے اور اسے نیکی کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ اب یہ کیا ادا کرنا ہے اس کی تفصیل یہاں نہیں ہے۔

چنانچہ اس کی تفصیل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بزبان خود بیان فرمائی ہے کہ اس سے مراد دیت ہے مگر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر قتل عمد میں قاتل کو پوری معافی دے دی جائے مثلاً مقتول کے وارث صرف اس کے دو بیٹے تھے۔ اور ان دونوں نے اپنا حق معاف کر دیا تو قاتل

Marfat.com

پر کوئی مطالبہ نہیں رہا - اور اگر پوری معافی نہ ہو مثلاً سورت مذکورہ میں دو بیٹوں میں سے ایک نے معاف کیا دوسرے نے معاف نہیں کیا تو سزائے قصاص سے تو قاتل بری ہوگیا لیکن معاف نہ کرنے والے کو نصف دیت - یعنی خون بہا دلایا جائے گا - اور خون بہا یا تو ایک سو اونٹ ہیں جن کا ذکر ان مذکورہ احادیث میں آیا ہے - مگر ان کی عمروں میں اختلاف ہیں چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب والی حدیث میں ان کی عمریں یہ بتائی ہیں کہ تیس اونٹنیاں جو چوتھے برس میں لگی ہوں - اور تیس اونٹنیاں جو پانچویں برس میں لگی ہوں - اور چالیس حاملہ اونٹنیاں ہیں - اور حضرت عبداللہ بن مسعود والی حدیث میں پچیس تین سالہ اور پچیس چار سالہ اور پچیس دو سالہ اور پچیس ایک سالہ اونٹ ہیں - پس ان احادیث میں تعارض پیدا ہوگیا ہے -

پس ایسے موقعہ پر محدثین حضرات کا اصول یہ ہے کہ پہلے ان دونوں احادیث متعارضہ کو تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں اگر ہو جائے تو ان دونوں احادیث پر عمل کیا جاتا ہے ورنہ دونوں کو ترک کر دیا جاتا ہے -

اور یہاں عمرو بن شعیب والی حدیث شافعیہ کے نزدیک صحت کو پہنچی ہوئی ہے اس لیے وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں - اور احناف کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچی اس لیے وہ عبداللہ بن مسعود والی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں سائب بن یزید کی روایت بھی ہے - وہ بھی عبداللہ بن مسعود والی روایت کی مؤید ہے -

بہرحال یہ تو وہ صورت ہے کہ دیت میں اونٹ دینا ہو - اور اگرچہ اس حدیث کے شروع میں آچکا ہے کہ یہ دیت شبہ عمد کی ہے لیکن بعد میں عمرو بن

Marfat.com

شعیب والی حدیث میں جو مندرجہ ذیل آرہی ہے یہ وضاحت فرمادی ہے کہ قتلِ عمد میں بھی دیت مغلّظہ ہی ہے۔

عَنْ عَمْرِو ابْنِ	عمرو بن شعیب نے اپنے
شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ	باپ سے اور اس نے
عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ	اس کے دادا سے روایت
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ	کی ہے کہ نبی صلی اللہ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبہ
عَقْلُ شِبْهِ الْعَمَدِ	عمد کی دیت سخت ہے
مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ	جس طرح کہ عمد کی دیت
الْعَمَدِ وَلَا یُقْتَلُ	سخت ہے اور اس کے
صَاحِبُهٗ۔	صاحب یعنی قاتل مارا
(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)	نہیں جائے گا۔

Marfat.com

سوال :

قرآن مجید کے اس جملہ میں تو قتل خطا کی دو دنیاوی سزائیں بیان فرمائی ہیں اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل شبہ عمد کی سزا بیان فرمائی ہے پھر یہ احادیث اس جملہ کی کس طرح تفسیر ہو سکتی ہے۔

جواب :

قرآن مجید کے اس جملہ میں جو لفظ خطاءً آیا ہے یہ قتل عمد کا مقابل ہے اور قتل عمد کی دنیاوی سزا قصاص اور اخروی دوزخ ہے جسکی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور قرآن مجید کے کسی اور مقام پر قتل شبہ عمد کی دنیاوی یا اخروی سزا موجود نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس کے جرم ہونے کی حیثیت قتل عمد کے برابر بھی نہیں ہو سکتی اور صرف قتل خطا کے برابر بھی نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ دونوں کے درمیان ہے اور قتل عمد اور خطا کے ساتھ تقابل کے طور پر اس کی سنگینی اور معصیت ہونا تو معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی دنیاوی سزا کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ پس جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بزبان خود اس کی دنیاوی سزا بیان فرما دی ہے اور ساتھ قتل شبہ عمد کی تعریف بھی بیان فرما دی ہے کہ جو کوڑے اور لاٹھی سے قتل واقع ہو وہ شبہ عمد میں ہے۔ اس کی دنیاوی سزا سو اونٹ ہیں، یعنی احناف کی تحقیق میں ایک ایک قسم کے پچیس پچیس۔ اور وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ کی تحقیق میں عمرو بن شعیب والی حدیث صحت کو پہنچی ہوئی ہے اس لیے وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کی مزید تحقیق اور تفصیل بحث قتل عمد میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ : خون بہا میں اونٹوں کے بجائے ہزار دینار یا دس ہزار درہم دینا چاہے تو بھی دے سکتا ہے۔ ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور درہم کی مقدار سکہ مروجہ حال سے سوا چار آنہ اور ساڑھے چار آنہ کے درمیان میں ہے۔

مسئلہ : جس طرح ناتمام معافی سے مال واجب ہوتا ہے اسی طرح اگر باہم کسی مقدار مال پر مصالحت ہو جائے تب بھی قصاص ساقط ہو کر مال واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اگر اونٹ یا اشرفیوں یا روپیوں پر صلح ٹھہرے تو ان اشیاء کی جو مقدار اوپر مذکور ہوئی ہے اس سے زیادہ پر معاملہ نہ ہو۔ البتہ اگر اور کسی جنس پر صلح ہو جائے مثلاً کوئی غلہ یا کپڑا یا گھوڑا تو جس قدر قیمت بھی ہو صلح جائز ہے پھر چاہے یہی مقررہ چیزیں لے لے۔ اور چاہے ان مقررہ چیزوں کے عوض برضامندی اشرفیاں یا روپیہ لے لے۔ مگر یہ اشرفیاں یا روپے اس اوپر والی مقدار سے زیادہ ہوں۔ لے لے سب جائز ہے۔

مسئلہ : قتل عمد میں جو دیت یا صلح سے مال واجب ہو وہ صرف قاتل کے مال میں واجب ہوتا ہے۔ مقتول کے جتنے وارث شرعی ہوں گے وہی قصاص معاف کر سکتے ہیں اور مال دیت بھی انہیں میں مشترک ہوگا۔ اور قاتل مقتول کی کسی چیز کا وارث نہیں ہوتا۔ (بیان القرآن بحوالہ ہدایہ)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ	ابوہریرہ نے فرمایا کہ جناب
قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ	نے بنو لحیان کی ایک عورت

جَنِيْنِ اِمْرَاَةٍ مِنْ بَنِيْ لَحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ ثُمَّ اِنَّ الْمَرْاَةَ الَّتِيْ قُضِيَ عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّ مِيْرَاثَهَا لِبَنِيْهَا وَزَوْجِهَا وَالْعَقْلَ عَلٰى عَصَبَتِهَا۔ (متفق علیہ)

کے پیٹ کے بچے کا غرّہ غلام یا لونڈی دینے کا فیصلہ کیا جو مر کر گرا تھا پھر وہ عورت بھی فوت ہو گئی جس کے خلاف غرّہ کا فیصلہ ہوا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ اس کی وراثت تو اس کے بیٹوں اور خاوند کی ہے اور دیت اس کے عصبوں پر ہے۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ اَنَّ اِمْرَاَتَيْنِ كَانَتَا ضَرَّتَيْنِ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ اَوْ عَمُوْدِ فُسْطَاطٍ فَاَلْقَتْ جَنِيْنَهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِيْنِ غُرَّةً

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ دو عورتیں آپس میں سوکنیں تھیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر یا خیمے کے ستون سے مار ڈالا۔ تو اس نے اس کے پیٹ کا بچہ گرا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچے کے بارے

Marfat.com

عَبْدًا اَوْ اَمَةً وَجَعَلَهٗ
عَلٰى عَصَبَةِ الْمَرْاَةِ۔
(هذه رواية الترمذی)

میں غرّہ غلام یا لونڈی کا
فیصلہ کیا۔ اور اس کو
عورت کی قوم پہ لازم کیا
یہ ترمذی کی روایت ہے

وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ
قَالَ ضَرَبَتْ اِمْرَاَةٌ
ضَرَّتَهَا بِعَمُوْدِ
فُسْطَاطٍ وَهِیَ جُبْلٰی
فَقَتَلَتْهَا قَالَ
وَاِحْدٰهُمَا لَحْیَانِیَّةٌ
قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
دِیَةَ الْمَقْتُوْلَةِ عَلٰی
عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ وَغُرَّةٌ
لِمَا فِیْ بَطْنِهَا۔

اور مسلم کی روایت میں ہے
کہ ایک عورت نے اپنی
سوکن کو خیمے کے ستون سے مارا
اور وہ حاملہ تھی پھر اس نے اسکو
قتل کر دیا اس نے کہا کہ اور
ایک ان میں سے لحیانہ تھی تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مقتولہ کی دیت قاتلہ
کی قوم پہ فرض کی اور اس
کے پیٹ میں جو بچہ تھا
اس کا غرّہ واجب کیا۔

وَعَنْهُ قَالَ اِقْتَتَلَتِ
امْرَاَتَانِ مِنْ
هُذَیْلٍ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا
الْاُخْرٰی بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا
وَمَا فِیْ بَطْنِهَا
فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور ان ہی سے روایت
ہے کہ بنو ہذیل کی دو
عورتیں لڑ پڑیں۔ پس ایک
نے دوسری کو پتھر مارا اور
اس کو قتل کر دیا اور اس
کے پیٹ کا بچہ بھی پھر

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا
غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ
وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى
بِدِيَةِ الْمَرْاَةِ
عَلٰى عَاقِلَتِهَا
وَوَرَثَّهَا وَلَدَهَا
وَمَنْ مَعَهُمْ۔
(مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فیصلہ کیا کہ اس کے
پیٹ کے بچے کی دیت
غُرّہ غلام یا لونڈی ہے
اور فیصلہ فرمایا کہ عورت
کی دیت اس کی قوم پر
ہے۔ اور اس کا لڑکا اور
دیگر جو اس کے ساتھ ہوں
اس کے وارث ہیں۔

تشریح

یہاں چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ چاروں بھی مذکورہ آیت دیت کی تشریح اور تفسیر ہیں۔ پہلی حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے اور دوسری دو مغیرہؓ بن شعبہ سے منقول ہیں۔ ابوہریرہؓ کی پہلی روایت میں اتنا ہے کہ بنو لحیان کی ایک عورت کا ایک کیس اور مقدمہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آیا۔ کہ اس عورت کا پیٹ کا بچہ جو مر کر گرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت غُرّہ مقرر کی، یعنی غلام یا لونڈی۔ اور اگر وہ بچہ پیدا ہونے کے بعد مرتا تو پھر پوری دیت واجب ہوتی۔ اور پھر وہ عورت جس کے خلاف آپؐ نے فیصلہ کیا وہ مر گئی تو پھر آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث تو اس کے بیٹوں اور اس

Marfat.com

کے خاوند کی ہے۔ اور دیت آپ نے اس کی برادری پر مقرر کی۔ مگر یہ حدیث مجمل ہے۔

اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ کی مروی دونوں حدیثیں اس کی تفصیل ہیں کیونکہ ان میں سے پہلی میں یہ فرمایا ہے کہ وہ دونوں عورتیں سوکنیں تھیں اور دوسری میں یہ فرمایا ہے کہ وہ مضروبہ حاملہ تھی۔ باقی دونوں حدیثوں کا مضمون وہی ہے جو پہلی کا ہے۔ اس کے بعد ابوہریرہ سے مروی جو دوسری حدیث ہے اس میں ایک دوسرا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ بنی ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ایک نے دوسری کو پتھر سے مارا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے پیٹ میں جو تھا اسے بھی قتل کر دیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچے کی دیت تو غلام یا لونڈی مقرر کی۔ اور عورت کی دیت قاتلہ کی قوم پہ لازم کی۔

پس خلاصہ اور لبّ لباب اس بحث کا نکلا کہ اس بحث میں پانچ چیزوں کا بیان ہے۔ پہلا یہ ہے کہ قتل شبہ عمد وہ ہے جو کوڑے لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے واقع ہو یعنی جو قصداً تو ہو مگر ایسے آلہ سے نہ ہو جس سے اجزاء میں تفریق ہو سکتی ہو۔ اور دوسرا اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس میں قصاص نہیں بلکہ دیت ہے۔ اور تیسرا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مقتولہ کے پیٹ کا بچہ اگر مرا ہو تو اس کی پوری دیت نہیں۔ اور اگر پیدا ہونے کے بعد مرے تو اس کی پوری دیت ہے۔ اور چوتھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ قتل شبہ عمد کی دیت، قاتل کی برادری پر ہے۔ اور پانچواں اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دیت مقتول کے ورثا میں شریعت کے قانون کے موافق تقسیم ہو گی۔

Marfat.com

قتلِ خطا کی تعریف اور اسکی دیت

قتل خطا کی تعریف تو یہ ہے کہ جسے مارنے کا ارادہ نہ ہو مگر اتفاقاً وہ نشانہ بن جائے۔

عَنْ خِشْفِ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دِيَةِ الْخَطَاءِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرِيْنَ ابْنَ مَخَاضٍ ذُكُوْرٍ وَعِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِشْرِيْنَ جَذَعَةً وَعِشْرِيْنَ حِقَّةً۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

خشف بن مالک نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ قتل خطاء کی دیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس اونٹنیاں جو دوسرے برس میں لگی ہوں اور بیس اونٹ جو دوسرے میں لگے ہوئے ہوں اور بیس اونٹنیاں جو تیسرے برس میں لگی ہوئی ہوں۔ اور بیس اونٹنیاں جو پانچوں برس میں لگی ہوں۔ اور بیس اونٹنیاں جو چوتھے برس میں لگی ہوں مقرر کی ہیں۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورۃ النساء کی آیت قتل خطا والی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ

Marfat.com

اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ جو مومن کو غلطی سے مارے تو اس پر ایک تو غلام آزاد کرنا ہے اور دوسرا اس کے وارثوں کو دیت دینا ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ کتنی دینا ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں وضاحت فرمادی کہ دیت سو اونٹ ہے اور ساتھ ساتھ ان کی عمریں بھی بتادی ہیں ۔ اور یہ دیت بھی قاتل کی برادری پر عائد کی گئی ہے ۔

دیت میں اونٹوں کے بجائے قیمت دینا بھی جائز ہے

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ	عمرو بن شعیب نے اپنے
عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ	باپ سے اور اس نے
قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	اپنے دادا سے روایت کی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَاءِ	علیہ وسلم دیت خطا کی قیمت
عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى اَرْبَعَ	بستیوں والوں پر چار سو
مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ عِدْلَهَا	دینار یا اس کے برابر چاندی
مِنَ الْوَرَقِ وَ يُقَوِّمُهَا	کی قیمت لگاتے تھے اور
عَلٰى اَثْمَانِ الْاِبِلِ فَاِذَا	آپ دیت خطا کی قیمت
غَلَتْ رَفَعَ فِىْ قِيْمَتِهَا	اونٹوں کے مول پر ٹھہراتے
وَاِذَا هَاجَتْ رَخُصَتْ	تھے اور جب مہنگائی ہوتی
نَقَصَ مِنْ قِيْمَتِهَا	تو قیمت بڑھا دیتے تھے ۔
وَبَلَغَتْ عَلٰى عَهْدِ	اور جب ارزانی ہوتی تو ان

Marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ
اَرْبَعِ مِائَةِ دِيْنَارٍ
اِلٰى ثَمَانِ مِائَةِ
دِيْنَارٍ وَعَدْلُهَا
مِنَ الْوَرَقِ ثَمَانِيَةُ
اٰلَافِ دِرْهَمٍ
قَالَ وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلٰى اَهْلِ الْبَقَرِ
مِائَتَيْ بَقَرَةٍ وَعَلٰى
اَهْلِ الشَّاءِ اَلْفَيْ
شَاةٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ الْعَقْلَ مِيْرَاثٌ
بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيْلِ
وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ عَقْلَ الْمَرْاَةِ بَيْنَ
عَصَبَتِهَا وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ
شَيْئًا (ابوداؤد و نسائی)

کی قیمت گھٹا دیتے تھے،
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ میں یہ قیمت
چار سو دینار سے لے کر
آٹھ سو دینار تک پہنچ گئی
تھی اور اس کے برابر چاندی
آٹھ ہزار درہم تک پہنچی
تھی۔ اور راوی کے بقول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے گائیں والوں پر
دو سو گائیں اور بکریوں
والوں پر دو ہزار بکریاں مقرر
کیں۔ اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
دیت مقتول کے وارثوں
میں بطور وراثت تقسیم ہو
گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا
کہ عورت کی دیت وارثوں
میں بانٹی گئی ہے اور قاتل
کسی چیز کا وارث نہیں ہوتا

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ
عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ
قَالَ كَانَ قِيْمَةُ
الدِّيَةِ عَلٰى عَهْدِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانَ
مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ ثَمَانِيَةَ
اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ اَهْلِ
الْكِتٰبِ يَوْمَئِذٍ اَلنِّصْفُ
مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِيْنَ
قَالَ وَكَانَ كَذٰلِكَ
حَتّٰى اُسْتُخْلِفَ عُمَرُ
فَكَانَ خَطِيْبًا ۝ فَقَالَ
اِنَّ الْاِبِلَ قَدْ غَلَتْ
قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلٰى
اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفَ
دِيْنَارٍ وَعَلٰى اَهْلِ
الْوَرَقِ اِثْنَىْ عَشَرَ
اَلْفًا وَعَلٰى اَهْلِ الْبَقَرِ
مِائَتَىْ بَقَرَةٍ وَعَلٰى
اَهْلِ الشَّاءِ اَلْفَىْ

عمرو ابن شعیب اپنے
باپ سے اور اس نے
اپنے دادا سے روایت کی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں
دیت کی قیمت آٹھ سو
دینار یا آٹھ ہزار درہم اور
اس زمانہ میں دیت اہل
کتاب کی مسلمانوں کی دیت
سے آدھی تھی ۔ بقول راوی
حضرت عمرؓ کے زمانہ تک
یہی سلسلہ رہا ۔ اور حضرت
عمرؓ نے ایک خطبہ دیتے
ہوئے فرمایا کہ اونٹ مہنگے
ہو گئے ہیں ۔ پھر حضرت
عمرؓ نے سونے والوں پر
ایک ہزار دینار اور چاندی
والوں پہ بارہ ہزار درہم
رکھے ۔ اور گائے والوں پر
دو سو گائیں اور بکری والوں
پہ دو ہزار بکریاں رکھیں اور

سثَاةٍ وَعَلٰى اَهْلِ — کپڑے والوں پر دو سو
الْحُلَلِ مِائَتَىْ حُلَّةٍ — جوڑے مقرر کیے اور بقول
قَالَ وَ تَرَكَ دِيَةَ — راوی حضرت عمرؓ نے
اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا — ذمّیوں کی دیت کو بحال
فِيْمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ — رکھا اس میں اضافہ نہ کیا
(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد) — جہاں قیمت دیت کی بڑھتی تھی

تشریح

یہ احادیث بھی آیتِ دیت کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ جو آدمی مومن کو غلطی سے مار ڈالے اس کی ایک سزا یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کرے۔ اور دوسری یہ ہے کہ مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کیا جائے مگر اس آیت میں خون بہا کی تفصیل مذکور نہیں ہے کہ خون بہا کون ادا کرے۔ کس قسم کا مال ہو۔ مقتول کے ورثاء میں کس طرح تقسیم کیا جائے۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے اجمال ہے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت بیان فرمادی ہے کہ یہ دیت قاتل کی قوم اور برادری ادا کریگی۔ اور مقتول کے وارثوں میں بطور وراثت تقسیم ہوگی۔ اور اس دیت میں اصل تو سو اونٹ ہیں جن کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور اگر اونٹوں کی بجائے ان کی قیمت ادا کرنا چاہیں تو بھی ادا کر سکتے ہیں۔ مگر چونکہ اونٹوں کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی ہے اس لیے اسی تناسب سے دیت میں بھی کمی اور بیشی ہوگی جیسا کہ ان احادیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کا عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے۔ اور دیت میں گائیں بھی دی جا سکتی ہیں۔ اور بکریاں بھی دی جا سکتی ہیں اور کپڑے بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ جن کا مفصّل بیان ان احادیث میں موجود ہے۔

پس خلاصہ اور لبِ لباب یہ نکلا کہ آیت دیت مجمل ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کے عمل سے اور فرامین سے یہ ثابت ہو گیا کہ دیت میں اونٹ، گائے، بکریاں، کپڑے اور ان کی قیمت دینا سب جائز ہے۔ دینے والے کو جو آسان ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اور قیمت اپنے دور کے لحاظ سے لگائی جا سکتی ہے۔

مسئلہ : یہ مقدار مذکورہ دیت کی جب ہے کہ مقتول مرد ہو اور اگر عورت ہو تو اس کی نصف ہے (کذا فی الہدایۃ) دیۃ المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل (بیہقی)۔

مسئلہ : دیت مسلم اور ذمی کی برابر ہے، قول علیہ السّلام ہے۔ دیۃ کُلّ ذی عھد فی عھدہ الف دینار (کذا فی الہدایۃ اخرجہ ابو داؤد فی مراسیلہ)۔

مسئلہ : کفارہ یعنی تحریرِ رقبہ یا روزے رکھنا خود قاتل کو ادا کرنا پڑتا ہے، اور دیت قاتل کے اہلِ نصرت پر ہے، جن کو شرع کی اصطلاح میں عاقلہ کہتے ہیں۔ (بیان القرآن)

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قاتل کے جرم کا بوجھ اس کے اولیاء اور انصار پر کیوں ڈالا جاتا ہے کیونکہ وہ تو بے قصور ہیں۔ وجہ دراصل یہ ہے کہ اس میں قاتل کے اولیاء بھی قصوروار ہوتے ہیں، کہ انہوں نے اس کو اس

Marfat.com

قسم کی بے احتیاطی کرنے سے روکا نہیں، اور دیت کے خوف سے آئندہ وہ لوگ اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کریں گے۔

مسئلہ : کفارہ میں لونڈی غلام برابر ہیں۔ لفظ رَقَبَہ عام ہے البتہ ان کے اعضا سالم ہونے چاہئیں۔

مسئلہ : دیت مقتول کی شرعی ورثہ میں تقسیم ہوگی، اور جو اپنا حصّہ معاف کر دے گا اس قدر معاف ہو جائے گی، اور اگر سب نے معاف کر دیا سب معاف ہو جائے گی۔

مسئلہ : جس مقتول کا کوئی وارث شرعی نہ ہو اس کی دیت بیت المال میں داخل ہوگی، کیونکہ دیت ترکہ ہے اور ترکہ کا یہی حکم ہے۔ (بیان القرآن)

مسئلہ : اہلِ میثاق (ذمی یا مستأمن) کے باب میں جو دیت واجب ہے ظاہر یہ ہے کہ اس وقت ہے جب اس ذمی یا مستامن کے اہل موجود ہوں، اور اگر اس کے اہل نہ ہوں، یا وہ اہل مسلمان ہوں اور مسلمان کا فر کا وارث نہیں ہو سکتا، اس لیے وہ بجائے نہ ہونے کے ہے، تو اگر وہ ذمی ہے تو اس کی دیت بیت المال میں داخل کی جائے گی کیونکہ ذمی لاوارث کا ترکہ جس میں دیت داخل ہے، بیت المال میں آتا ہے۔ (کما فی الدر المختار) ورنہ واجب نہ ہوگی (بیان القرآن)

مسئلہ : روزے میں اگر مرض وغیرہ کی وجہ سے تسلسل باقی نہ رہا ہو تو از سرِ نو رکھنے پڑیں گے، البتہ عورت کے حیض کی وجہ سے تسلسل ختم نہیں ہوگا۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے روزہ پر قدرت نہ ہو تو قدرت

Marfat.com

تک توبہ کیا کرے۔

مسئلہ: قتلِ عمد میں یہ کفارہ نہیں توبہ کرنا چاہیئے۔ (بیان القرآن)

ناتجربہ کار ڈاکٹر یا حکیم کے علاج سے اگر کوئی مریض مر جائے تو اس پر دیت ہے

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَیْبٍ	عمرو بن شعیب اپنے
عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ	باپ سے اور اس نے
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ	اپنے دادا سے روایت کی
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
قَالَ مَنْ تَطَبَّبَ	علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے
وَلَمْ یُعْلَمْ مِنْہُ	آپ ہی طبیب بنے اور
طِبٌّ فَھُوَ ضَامِنٌ۔	اس کی طبابت کا کسی کو
(مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔ نسائی)	پتہ نہ ہو تو وہ ضامن ہے

تشریح

یہ حدیث بھی آیت دیت کی تشریح اور تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی مومن کو غلطی سے مار ڈالے تو اس پر غلام آزاد کرنا ہے اور اس کے وارثوں کو خون بہا دینا ہے مگر اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ کسی ڈاکٹر یا حکیم طبیب کے علاج سے کوئی مریض مر جائے تو اس کا کیا حکم

Marfat.com

ہے ؟ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت بیان فرمادی ہے ۔ آپ کی اس بیان کردہ تفسیر سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک ڈاکٹر یا طبیب کو اگر فن ڈاکٹری یا طب میں مہارت نہ ہو یعنی جعلی ہو اور وہ اگر کسی مریض کا علاج کرے اور وہ اس کی دوا سے مرجائے تو اس پر ضمانت ہوگی یعنی اس پر دیت لازم آئیگی اور یہ دیت شبہ عمد کی نہیں ہوگی بلکہ خطائے محض کی ہوگی اس لیے کہ اس کا مقصد اس کو مارنا نہیں تھا بلکہ اصلاح اور علاج کرنا مقصد تھا ۔

قتل خطا کی دیت اس لیے لازم کی گئی ہے کہ جب اسے تجربہ نہیں تھا تو اس نے ایسے کام کو کیوں ہاتھ ڈالا ۔ اور چونکہ یہ دیت اسکی عاقلہ نے ادا کرنا ہے انہیں چاہیے تھا کہ اسے اس کام سے روکتے ۔ اور آپ کے اس ارشاد سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس ڈاکٹر یا طبیب پر قصاص نہیں ہے کیونکہ قصاص وہاں ہوتا ہے کہ جہاں قتل بالارادہ ہو اور ایسے آلات سے ہو جن سے انسان عموماً مرتا ہے اور یہاں دونوں چیزیں نہیں ہیں ۔ اس لیے قصاص نہیں ہے ۔

اور تیسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی ماہر تجربہ کار طبیب یا ڈاکٹر کے علاج سے اگر کوئی مریض مرجائے تو اس پر قصاص ہے نہ دیت کیونکہ وہ اپنی تقدیر سے مرا ہے اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ اطبار یا ڈاکٹر جنہیں اس فن میں مہارت نہیں ہوتی اور وہ رشوت یا سفارشات سے جعلی سرٹیفکیٹ یا سندات حاصل کرتے ہیں اور پھر لوگوں کا علاج کرتے ہیں اور لوگ مرجاتے ہیں ۔ یہ قتل شبہ بالعمد ہے جو گناہِ کبیرہ ہے اور اس گناہ میں ایسی سندات

Marfat.com

دینے والے اور لے کر علاج کرنے والے۔ سفارشات کرنے والے یا رشوت لے کر پاس کرنے والے سب اس گناہ میں شریک ہیں۔ وہ اور ان سب کی برادریوں پر دیت لازم ہوگی۔ اور اگر ان کے علاج سے پورا آدمی ہلاک ہوا تو پوری دیت لازم آئے گی اور اگر اس مریض کے کسی عضو کو نقصان ہوا تو اس عضو کی دیت لازم آئے گی۔

اعضا کاٹنے کی دیت

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِیْہِ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی اَھْلِ الْیَمَنِ وَکَانَ فِیْ کِتَابِہٖ اَنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا فَاِنَّہٗ قَوَدٌ بِیَدِہٖ اِلَّا اَنْ یَرْضٰی اَوْلِیَاءُ الْمَقْتُوْلِ وَفِیْہِ اَنَّ الرَّجُلَ یُقْتَلُ بِالْمَرْاَۃِ وَفِیْہِ فِی النَّفْسِ

ابی بکر بن محمد بن حزم سے روایت ہے انہوں نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو خط لکھا اور آپ کے خط میں یہ تھا کہ جو کسی مومن کو بے تقصیر قتل کر دے پس بے شک وہ اپنے ہاتھ کا قصاص ہے۔ (اپنے کئے کی سزا ہے) مگر کہ مقتول کے وارث راضی ہوں اور اس میں یہ بھی تھا، کہ

Marfat.com

اَلدِّيَةُ مِائَةٌ مِنَ الْاِبِلِ وَعَلٰى اَهْلِ الذَّهَبِ اَلْفُ دِيْنَارٍ وَفِى الْاَنْفِ اِذَا اُوْعِبَ جَدْعُهٗ اَلدِّيَةُ مِائَةٌ مِنَ الْاِبِلِ وَفِى الْاَسْنَانِ اَلدِّيَةُ وَفِى الشَّفَتَيْنِ اَلدِّيَةُ وَفِى الْبَيْضَتَيْنِ اَلدِّيَةُ وَفِى الصُّلْبِ اَلدِّيَةُ وَفِى الْعَيْنَيْنِ اَلدِّيَةُ وَفِى الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِى الْمَأْمُوْمَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِى الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِى الْمُثَقِّلَةِ خَمْسَ عَشَرَةَ مِنَ الْاِبِلِ وَفِى كُلِّ اِصْبَعٍ مِنْ اَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ

آدمی عورت کے بدلہ میں
مارا جائے اور اس میں یہ
بھی تھا نفس کی دیت سو
اونٹ ہیں اور سونے والوں
پر ایک ہزار دینار ہیں۔
اور پوری کاٹی ہوئی ناک
میں سو اونٹ دیت ہے
دانتوں میں دیت ہے
ہونٹوں میں دیت ہے
خصیتین میں دیت ہے
اور پیٹھ میں دیت ہے
اور دو آنکھوں میں دیت ہے
اور ایک پاؤں میں آدھی
دیت ہے اور سر کے
مغز تک پہنچنے والے زخم
میں تہائی دیت ہے اور
پیٹ کے زخم میں تہائی
دیت ہے اور ہڈی ٹوٹنے
میں پندرہ اونٹ ہیں۔
اور ہاتھ اور پاؤں کی
ہر ایک انگلی میں دس

Marfat.com

عَشْرٌ مِنَ الْاِبِلِ وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ -

دس اونٹ ہیں - اور ایک دانت میں پانچ اونٹ ہیں -

(رواہ النسائی والدارمی) وَفِي رِوَايَةِ مَالِكٍ وَفِي الْعَيْنَيْنِ خَمْسُوْنَ وَفِي الْيَدِ خَمْسُوْنَ وَفِي الرِّجْلِ خَمْسُوْنَ وَفِي الْمُوْضِحَةِ خَمْسٌ

(یہ روایت نسائی اور دارمی میں ہے) اور مالک کی روایت میں ہے - اور ایک آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور ایک ہاتھ میں پچاس ہیں اور ایک پاؤں میں پچاس اونٹ ہیں اور ہڈی ظاہر کرنے والے زخم میں پانچ اونٹ ہیں -

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسًا خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ وَفِي الْاَسْنَانِ خَمْسًا خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ (ابوداؤد)

عمرو ابن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی کھولنے والے زخموں میں اور ایک ایک دانت میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ فرمایا -

Marfat.com

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءً (ابوداؤد و ترمذی)

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَصَابِعُ سَوَاءٌ وَالْاَسْنَانُ سَوَاءٌ اَلثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں دانت برابر ہیں۔ اگلے دانت اور داڑھیں برابر ہیں۔ یہ اور یہ (یعنی چھنگلیاں اور انگوٹھا برابر ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی ابی بکر بن محمد والی ہے۔ دوسری مالک، والی، تیسری عمرو ابن شعیب والی، چوتھی اور پانچویں ابن عباس سے مروی ہیں۔ اور یہ پانچوں احادیث اس آیت (وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ) کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مقتول کے

ورثار کو دیت دینا ہے ۔ یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ یہ دیت پوری جان کی ہو یا اعضا کی ہو۔ اور ان احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری وضاحت اور تشریح فرمادی ہے ۔ کہ یہ دیت پوری جان کی بھی ہونی چاہیے اور اعضا کی بھی ہونی چاہیے ۔ ابی بکر بن محمد والی حدیث کے شروع میں تو پوری جان کی دیت بیان فرمائی ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ۔ اس کے بعد اور دوسری احادیث میں اعضاء کی تشریح بیان فرمائی ہے مگر بعض اعضاء ایسے ہیں کہ ان کے کاٹ دینے سے انسان اپنی زندگی کے اکثر و بیشتر منافع سے محروم ہو جاتا ہے ۔ اس لیے ان کی دیت پورے انسان کے برابر رکھی گئی ہے ۔ یعنی سو اونٹ جیسا کہ ناک دونوں ہونٹ دونوں خصیتین ، پیٹھ ، دونوں آنکھیں ، دونوں ہاتھ ، دونوں پاؤں اور سارے دانت اور زبان اور دونوں کان ۔ اور اگر ان میں سے ناک کے علاوہ ایک کاٹا جائے تو آدھی دیت آئے گی (یعنی پچاس پچاس اونٹ) اور ایک ایک دانت توڑنے میں پانچ پانچ اونٹ ہیں ۔ داڑھوں میں اور سامنے کے دانتوں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ اور ایک ایک انگلی کاٹنے میں دس دس اونٹ ہیں پاؤں اور ہاتھوں کی انگلیوں میں فرق نہیں ہے اور جوف دماغ تک پہنچنے والے سر کے زخم میں دیت کا تیسرا حصّہ ہے ۔ پیٹھ کے علاوہ اگر کوئی ہڈی توڑی گئی ہو تو اس کے پندرہ اونٹ ہیں ۔ اور اگر صرف ہڈی ظاہر ہو جائے تو اس کے پانچ اونٹ ہیں ۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ دیت میں اونٹوں کے بجائے قیمت بھی دی جا سکتی ہے ۔ اسی طرح زخموں میں اور اعضا میں بھی قیمت دی جا سکتی ہے اور یہاں بہت سے فقہی اور فروعی مسائل ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں ۔ یہاں ان کے اندراج

کی گنجائش نہیں ہے وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔

جانور کے زخمی کرنے سے یا کان، کنویں میں گرنے سے مالک پر تاوان وغیرہ نہیں ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ. قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَآءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ۔ (مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ)

ابی ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چارپائے کا زخمی کر دینا معاف ہے کسی کی کان اور کنوئیں میں گر کر مر جائے تو معاف ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی قرآن مجید کی اس آیت (و من قتل مؤمنا خطا فتحریر رقبۃ مؤمنۃ ودیت مسلمۃ الی اھلہ) کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو کسی مومن کو غلطی سے مار ڈالے تو اس پر غلام آزاد کرنا ہے اور اس مقتول کے ورثاء کو دیت دینا ہے۔ اب اس میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کا جانور اگر کسی کو مار ڈالے یا زخمی کر دے یا کسی کی زمین میں کوئی کان یا کنواں ہو اور ان میں کوئی

دوسرا گر کر مر جائے تو کیا اس جانور کے یا کان اور کنوئیں کے مالک پر قصاص یا دیت ہے یا نہیں ؟ اور کیا جانور کے فعل کو اس کے مالک کا فعل تصور کیا جائے گا یا نہیں ؟ اور اسی طرح کنواں یا کان کھودنا جو مالک کا فعل ہے اس کو کسی کی ہلاکت میں مؤثر سمجھا جائے گا یا نہیں ؟ اس سلسلہ میں یہ آیت مجمل ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت اس حدیث میں بیان فرمائی ہے۔ مگر یہ حدیث بھی تشنہ تفصیل ہے کیونکہ جانور کی صورت میں آپ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ مالک ساتھ ہو یا نہ ہو۔ رات کا وقت ہو یا دن کا۔ جانور خود چھوٹ گیا ہو یا مالک نے قصداً چھوڑا ہو تاکہ دوسرے کو مار ڈالے۔ یہ کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اسی لیے اس حدیث کی تشریح میں ائمہ کا اختلاف واقع ہوا ہے۔ اس صورت میں تو اتفاق ہے کہ اگر مالک جانور کا یا اس کا نگران ساتھ نہ ہو اور پھر وہ جانور کسی کا کوئی نقصان کر دے یا کسی کو مار ڈالے تو اس کے مالک پر یا نگران پر کوئی تاوان نہیں ہے اور بظاہر اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس وقت اس جانور سے جو فعل صادر ہوا ہے اس میں مالک کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اگر مالک ساتھ ہو، جانور کو ہانک رہا ہو یا کھینچ رہا ہو یا اس پر سوار ہو اور اس حالت میں وہ جانور اگر کسی کا نقصان کر دے یا کسی کو مار ڈالے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے اس آیت ومن قتل مؤمنا خطاء الخ اور اس حدیث سے بھی استنباط فرمایا ہے کہ مالک پر یا نگران پر تاوان ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں رات اور دن کا کوئی فرق نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رات کو اگر وہ جانور کوئی نقصان کرے تو مالک پر تاوان

Marfat.com

ہے اگر وہ دن کو نقصان کرے تو اس پر تاوان نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ رات کو جانور کی حفاظت مالک پر فرض ہے دن میں نہیں ہے۔ دن میں کھیتوں کی اور باغوں کی حفاظت مالک کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جانور کی حفاظت بہرحال مالک کی ذمہ داری ہے۔ رات کو بھی اور دن کو بھی جب کہ اس کے ساتھ موجود ہو اور اگر اس کے ہوتے ہوئے جانور نے کوئی نقصان کر دیا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس مالک یا اس کے نگران نے جانور کی حفاظت یا اس پر کنٹرول میں کوتاہی برتی ہے، اس لیے اس جانور کے نقصان کرنے سے انہیں تاوان دینا پڑے گا۔ اور یہ تاوان وقتی عادل حکومت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ شریعت کی طرف سے کوئی تعین نہیں ہے۔

اس حدیث میں تین چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز جانور کا کسی کو زخمی کرنا ہے یہاں تک تو اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اور دوسری چیز اس حدیث میں فرمائی ہے کہ کان معاف ہے یعنی اگر کوئی کان میں جائے یا اس کے اوپر کھڑا ہو اور وہ کان گر پڑے اور وہ آدمی ہلاک ہو جائے تو کان کھودنے والے پر تاوان نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو کان کھودنے پر مزدور لگایا تھا اور وہ کان اس پر گر پڑی اور وہ مزدور ہلاک ہو گیا تو کان کے مالک پر تاوان نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ ضابطہ اور اصول صرف کان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام اجاروں میں یہی اصول ہے اور تیسری چیز اس حدیث میں یہ بیان فرمائی کہ کنواں معاف ہے اس کی تفصیل بھی وہی ہے جو کان کی ہے۔ اور ان صورتوں میں معافی اس لیے ہے کہ قرآن مجید میں تو فرمایا ہے کہ جو کسی مؤمن کو غلطی سے مارے تو اس پر غلام آزاد کرنا ہے

Marfat.com

اور اس کے ورثاء کو دیت دینا ہے اور ان مذکورہ صورتوں میں مالک کی غلطی نہیں ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس پر تاوان نہیں ہے۔

اپنے دفاع میں اگر حملہ آور کو کوئی مار دے یا زخمی کر دے تو اس پر قصاص یا دیت نہیں ہے،

عَنْ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ فَانْتَزَعَ الْمَخْضُوْضُ يَدَهٗ مِنْ فِيِّ الْعَاضِّ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَاَطْلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ

یعلی ابن اُمیّہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر تنگی (تبوک) کے لشکر والا جہاد کیا - اور میرا ایک نوکر تھا اور وہ ایک آدمی سے لڑ پڑا - پھر ایک نے دوسرے کے ہاتھ کو چبایا۔ پھر جس کا ہاتھ چبایا گیا تھا اس نے چبانے والے کے مُنہ سے اسے کھینچا تو اس کا سامنے کا دانت ٹوٹ کر گر پڑا تو وہ نبی صلی اللہ

Marfat.com

فَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضِمُهَا كَا الْفَحْلِ ۔ (متفق علیہ)

علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اس کے دانتوں کا بدلہ ضائع قرار دیا اور فرمایا کیا وہ اپنے ہاتھ کو تیرے منہ میں چھوڑ دیتا تاکہ تو اس کو اونٹ کی طرح چباتا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍ وَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ (متفق علیہ)

عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرما رہے تھے جو اپنے مال کے سامنے قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَئَيْتَ اِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَخْذَ مَالِيْ قَالَ فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ قَالَ اَرَئَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِيْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ

ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آیا اور کہا یا رسول اللہ بتائیں کہ ایک آدمی آئے وہ میرا مال لینا چاہے تو کیا کروں آپؐ نے فرمایا اسے اپنا مال مت دو ۔ اس نے کہا۔ بتائیں اگر وہ مجھ سے لڑے تو آپؐ نے فرمایا اس سے

Marfat.com

اَرَئَیْتَ اِنْ قَتَلَنِیْ	لڑو۔ اس نے کہا۔ بتائیں
قَالَ فَاَنْتَ شَهِیْدٌ	اگر وہ مجھے مار ڈالے تو
قَالَ اَرَئَیْتَ اِنْ	آپؐ نے فرمایا تو شہید
قَتَلْتُهٗ قَالَ هُوَ	ہے۔ اس نے کہا بتائیں
فِی النَّارِ۔	اگر میں اس کو مار ڈالوں
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ سے منقول ہیں)	تو آپؐ نے فرمایا وہ آگ میں ہوگا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی یعلیٰ ابن امیّہ والی ہے، دوسری عبداللہ بن عمرو والی ہے اور تیسری ابوہریرۃ والی ہے۔ اور یہ احادیث سورۃ النساء کی آیت ومن قتل مومنا خطاءً فتحریر رقبۃ ودیۃ مسلمۃ الیٰ اھلہ کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو کسی مومن کو غلطی سے مارے تو اس پر غلام آزاد کرنا ہے اور مقتول کے وارثوں کو دیت بھی دینا ہے۔

اس کے بعد سورۃ المائدہ والی اس آیت ان النفس بالنفس کی بھی تفسیر ہیں کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ جان بدلے جان کے آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے۔

Marfat.com

یہ دونوں آیتیں مجمل ہیں اور یہ تفسیر کی محتاج ہیں کیونکہ ان میں اتنا فرمایا ہے کہ قاتل پر قصاص ہے یا دیت ہے۔ ان میں یہ ذکر نہیں ہے کہ قاتل حق بجانب ہے یا نہ ہو۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اس کی وضاحت بیان فرمادی ہے کہ قاتل اگر حق بجانب ہو تو اس پر قصاص یا دیت نہیں ہے مثلاً یعلیٰ ابن امیہ والی حدیث میں آپ کا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے۔ آپ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنے منہ میں رکھ کر دوسرے کا ہاتھ چبایا اور اس نے اپنا ہاتھ اس سے بچانے اور چھڑانے کے لیے باہر کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت ٹوٹ کر گر پڑے تو اس نے حضورؐ کے پاس آکر اپنے دانتوں کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دانت توڑنے والے سے قصاص لیا اور نہ دیت کیونکہ زیادتی اس کی تھی اور اس دوسرے نے تو اپنا ہاتھ بچانے کے لیے کھینچا تھا۔ اس کا یہ مقصد تو نہیں تھا کہ اس کے دانت ٹوٹ جائیں۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ قاتل یا جارح اگر حق بجانب ہو تو اس پر قصاص یا دیت نہیں ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمرو والی اور ابوہریرۃ والی احادیث کا بھی یہی مقصد ہے کہ جو آدمی اگر اپنے مال، جان اور آبرو کا تحفظ کرتا ہوا مارا جائے تو شہید ہے۔ اور اگر یہ حملہ آور کو مار دے تو وہ دوزخی ہوگا۔ یعنی اس کا خون بھی لغو ہے۔ اس کا کوئی قصاص اور دیت وغیرہ نہیں ہے۔

مظاہر حق شارح مشکوٰۃ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک قضیہ آیا کہ ایک لڑکی لکڑیاں کاٹ رہی تھی تو ایک شخص

نے اس کا پیچھا کیا ۔ اور اس سے بدکاری کا ارادہ کیا تو اس لڑکی نے اسے ایک پتھر مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا مقتول ہے ۔ اللہ کی قسم ہے اس کی کبھی دیت نہیں دلوائی جائیگی پس اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل اگر حق بجانب ہو تو اس پر قصاص یا دیت نہیں ہے ۔

صاحب خانہ بغیر اذن اندر آنے والے یا جھانکنے والے کو سزا دے تو اسپر تاوان نہیں ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوِ اطَّلَعَ فِیْ بَیْتِكَ اَحَدٌ وَلَمْ تَاْذَنْ لَهٗ فَحَذَفْتَهٗ بِحَصَاةٍ فَفَقَاْتَ عَیْنَهٗ مَا كَانَ عَلَیْكَ مِنْ جُنَاحٍ ۔
(متفق علیہ)

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی آدمی تیرے گھر میں جھانکے حالانکہ تو نے اس کو اجازت نہ دی ہو اور پھر تو اسے کنکری مارے اور اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کوئی حرج نہیں ہے

عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ

سہل ابن سعد سے روایت

Marfat.com

اَنَّ رَجُلًا اِطَّلَعَ فِیْ حُجَرٍ فِیْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِدْرًی یَحُکُّ بِہٖ رَاْسَہٗ فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّکَ تَنْظُرُنِیْ لَطَعَنْتُ بِہٖ فِیْ عَیْنِکَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِیْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ (متفق علیہ)

ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے دروازے میں جھانکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لکڑی تھی جس سے وہ اپنا سر کھجلا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اگر پتہ ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں اس کو تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔ یقیناً اجازت مانگنا دیکھنے کی وجہ سے ہی تو ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَشَفَ سَتْرًا فَاَدْخَلَ بَصَرَہٗ فِی الْبَیْتِ قَبْلَ اَنْ یَّؤْذَنَ لَہٗ فَرَاَ عَوْرَتَ

ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے پردہ کھولا اور اجازت کے بغیر دوسرے کے گھر میں نگاہ داخل کی پھر اس کی اہل کو دیکھا تو اس

اَهْلِهٖ فَقَدْ اَتٰی — نے ایک ایسا گناہ کیا
حَدًّا لَا یَحِلُّ لَهٗ — ہے جو اس کے لیے
اَنْ یَّاْتِیَهٗ وَلَوْ — حلال نہیں ہے - اور اگر
اَنَّهٗ حِیْنَ اَدْخَلَ — جب وہ نگاہ داخل
بَصَرَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ — کرے اور سامنے سے
رَجُلٌ فَفَقَاَ عَیْنَهٗ — کوئی آدمی اس کی آنکھ
مَا عَیَّرْتُ عَلَیْهِ — پھوڑ دے تو میں اس
وَاِنْ مَرَّ الرَّجُلُ — پر اس کی سرزنش نہیں
عَلٰی بَابٍ لَا سُتْرَ لَهٗ — کرونگا - اور اگر آدمی
غَیْرَ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ — ایسے دروازے کے پاس
فَلَا خَطِیْئَةَ عَلَیْهِ — سے گزرے جس پہ پردہ
اِنَّمَا الْخَطِیْئَةُ — نہ ہو اور کھلا ہوا اور
عَلٰی اَهْلِ — وہ اس میں دیکھ لے تو
الْبَیْتِ - — اس پر گناہ نہیں ہے -
(یہ تینوں حدیثیں مشکوٰۃ سے منقول ہیں) — گناہ اہلِ خانہ پر ہے -

تشریح

یہاں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں قرآن مجید کی اس آیت وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰی اَهْلِهٖ کی تفسیر ہیں کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے

کہ جو آدمی کسی مومن کو غلطی سے مارے تو اس پر غلام آزاد کرنا ہے اور اس کے ورثاء کو خون بہا بھی دینا ہے مگر اس آیت میں یہ نہیں بتایا کہ مقتول اپنی غلطی سے مارا گیا ہو یا زخمی کر دیا گیا ہو اور قاتل کی اس میں غلطی نہ ہو تو پھر بھی قاتل پر قصاص ہے یا نہیں ؟ اس آیت میں یہ مجمل ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں یہ تشریح بیان فرمادی ہے۔

ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے گھر میں بلا اجازت جانا اور دیکھنا شرعاً منع ہے۔ اگر کوئی آدمی ایسی غلطی کرے اور اہل خانہ اس کی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر قصاص یا دیت وغیرہ نہیں ہے۔ اور اس سلسلہ میں اگر ان کے مابین لڑائی ہو جائے اور ان میں سے اگر کوئی ایک مر جائے تو اس کے بارے میں ان احادیث میں تو کوئی ذکر نہیں ہے یہاں صرف آنکھ پھوڑنے کا ذکر ہے۔ لیکن دوسری احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ بلا اجازت اندر جانے والا اگر مارا جائے یا اسے کوئی زخم آجائے تو اس کا کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے کیونکہ زیادتی اس کی ہے۔ اور اگر یہ اہل خانہ میں سے کسی کو مار دے یا زخمی کر دے تو اس پر قصاص ہوگا۔ اور دیت کی صورت میں دیت بھی ہوگی۔ اور اگر اہل خانہ کے دروازہ پر پردہ نہ ہو تو پھر معاملہ اس کے برعکس ہوگا کیونکہ قصور ان کا ہے۔

Marfat.com

قاتل نہ معلوم ہونیکی صورت میں فیصلے کا طریقہ

عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيجٍ وَسَهْلِ ابْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ اَنَّهُمَا حَدَّثَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَتَيَا خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَهْلٍ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ سَهْلٍ وَحُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمُوْا فِيْ اَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَبَدَاَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ اَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ

رافع بن خدیج و سہل بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود دونوں خیبر کئے اور کھجور کے درختوں میں اِدھر اُدھر ہو گئے۔ پھر عبد اللہ بن سہل قتل کر دیئے گئے پھر عبد الرحمان بن سہل، حُویصہ اور محیصہ مسعود کے بیٹے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اپنے ساتھی کے معاملہ میں بات کی اور عبد الرحمان نے بات میں پہل کی - اور وہ سب سے چھوٹا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ بڑے کی

Marfat.com

الْكُبْرَ قَالَ يَحْيَى ابْنُ
سَعِيْدٍ يَعْنِي لِيَلِيَ
الْكَلَامَ الْكُبْرَ فَتَكَلَّمُوْا
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَحِقُّوْا
قَتِيْلَكُمْ اَوْ قَالَ
صَاحِبَكُمْ بِاَيْمَانِ
خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ فَقَالُوْا
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْرٌ
لَمْ نَرَهٗ قَالَ فَتُبَرِّئُكُمْ
يَهُوْدُ فِيْ اَيْمَانٍ
خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ قَالُوْا
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَوْمٌ
كُفَّارٌ فَقَدَاهُمْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
قِبَلِهٖ وَ فِيْ رِوَايَةٍ
تَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ
يَمِيْنًا وَ تَسْتَحِقُّوْنَ
قَاتِلَكُمْ اَوْ صَاحِبَكُمْ
فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ

عزت کرو۔ یحییٰ ابن سعید
نے کہا یعنی بڑا کلام کرے
تو انہوں نے بات کی تو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم اپنے مقتول کے
یا فرمایا ساتھی کے قصاص
یا دیت کے حق دار اپنوں
میں سے پچاس آدمیوں
کی قسم سے ہو سکتے ہیں
انہوں نے کہا یا رسول اللہ
یہ ایک ایسا معاملہ ہے
جسے ہم نے نہیں دیکھا تو
حضورؐ نے فرمایا بری کریں
گے تمہیں یہود اپنوں میں
سے پچاس آدمیوں کی قسم
سے۔ تو انہوں نے کہا یا
رسول اللہ وہ کافر قوم ہے
پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں اپنی طرف سے
فدیہ دیا۔ اور ایک روایت
میں ہے آپ نے فرمایا تم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِہٖ بِمِائَۃٍ نَاقَۃٍ۔ (متفق علیہ)

پچاس آدمی قسم اٹھاؤ پھر تم اپنے مقتول یا فرمایا ساتھی کے قصاص کے یا دیت کے مستحق ہو گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے انہیں دیت دی۔

عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِیْجٍ قَالَ اَصْبَحَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مَقْتُوْلًا بِخَیْبَرَ فَانْطَلَقَ اَوْلِیَاءُہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرُوْا ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ اَلَکُمْ شَاھِدَانِ یَشْھَدَانِ عَلٰی قَاتِلِ صَاحِبِکُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ یَکُنْ ثَمَّ اَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّمَا ھُمْ یَھُوْدُ وَقَدْ

رافع بن خدیج نے کہا ہے کہ انصار کا ایک آدمی خیبر میں قتل کر دیا گیا۔ تو اس کے وارث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس دو گواہ ہیں جو تمہارے ساتھی کے قاتل پر گواہی دیں۔ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہاں مسلمانوں میں سے کوئی نہیں تھا اور وہ یہودی ہیں جو اس سے بڑے گناہ

Marfat.com

يَجْتَرِءُوْنَ عَلٰى اَعْظَمَ مِنْ هٰذَا قَالَ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ خَمْسِيْنَ فَاسْتَخْلَفُوْهُمْ فَاَبَوْا فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ ۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ سے منقول ہیں)

بھی جرأت کر لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے پچاس آدمی چنو پھر انہیں قسم دو تو ان لوگوں نے انہیں قسم دینے سے انکار کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے انہیں دیت دی ۔

تشریح

یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ۔ اور یہ دونوں قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت ۹۲ کی (کہ جو کسی مومن کو غلطی سے مار ڈالے تو اس پر غلام آزاد کرنا ہے اور مقتول کے وارثوں کو دیت دینا ہے اور سورۃ مائدہ کی آیت ۴۵ کی کہ جان بدلے جان کے تا آخر) کی تفسیر ہیں ۔ کیونکہ ان آیتوں میں اتنا تو فرمایا ہے کہ قصاص کی صورت میں قصاص ہے اور دیت کی صورت میں دیت ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ قتل ثابت کرنے کا طریقہ کیا ہے ۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں یہ تشریح بیان فرمائی ہے ۔ ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر قاتل معلوم ہو تو مقتول

Marfat.com

کے ورثاء دو گواہ پیش کریں کہ انہوں نے ہمارا آدمی مارا ہے۔ اور اگر قاتل معلوم نہ ہو تو مقتول کے ورثاء میں سے پچاس آدمی قسم اٹھائیں کہ فلاں لوگوں نے ہمارا آدمی مارا ہے۔ اگر وہ مان جائیں تو قتل عمد کی صورت میں ان پر قصاص اور خطا کی صورت میں دیت آئے گی اور اگر وہ نہ مانیں تو ان میں سے پچاس آدمی قسم اٹھائیں کہ ہم نے فلاں مقتول کو نہیں مارا۔ اس طرح وہ بری ہو جائیں گے اور دیت اہل محلہ پر لازم آئے گی۔ اور یہ پچاس گواہوں کی تعداد معاملہ کو یقینی بنانے کے لیے رکھی گئی ہے اور اس قسم کی اور دیت کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

Marfat.com

بحالت خواب حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ کی زیارت ہوئی آپ ایک پہاڑ کے درمیان میں تھے سفید لباس میں ملبوس تھے سفید ہی عمامہ تھا اور آپ کے آس پاس رائے ونڈ کے اجتماع سے واپس آئے ہوئے کچھ لوگ تھے ناچیز آپ کے حلقہ میں بیٹھ گیا تو مجھے دیکھ کر فرمایا مولوی صاحب ''تسی کتھے ہوندے او'' تو میں نے عرض کیا کہ میں شیرانوالہ میں مدرس ہوں تو فرمایا کہ تیاری کر کے آؤ۔ میں سمجھ گیا کہ بیعت فرمانا چاہتے ہیں تو میں تیاری کر کے گیا تو بیعت فرمایا اور سورۂ اخلاص کی دس تسبیح روزانہ پڑھنے کو فرمایا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیمة انک لا تخلف المیعاد سبحنک ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

تمت بالخیر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۂ تفسیر القرآن

جلد ۱۲

قرآنی خاندانی نظام کی برکات

اور

مغربی تہذیب کی تباہ کاریاں

استاذ التفسیر مفتی حمید الرحمن عباسی مدظلہ العالی

مدرسہ قاسم العلوم

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مکتبۃ الحسن

33- حق سٹریٹ اردو بازار لاہور